

علمی و تحقیقی سلسلہ

تذکرۃ النساء نادری

مُصَنَّف

دُرگاہ پرشاد نادروہلوی

مَرْتَب

رفاقت علی شاہد

LUMS

شگرمانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور

ہاشمیراک

نچنیل پبلی کیشنز، لاہور



علمی و تحقیقی سلسلہ ۱

تذکرۃ النساء نادری

مُصَنَّف
دُرگاہ پر شاد نادردہلوی

مَرْغَب
رِفاقت علی شاہد

گرمانی مرکز زبان و ادب، کمز، لاہور

بہشتراک

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4399 Dehvi, Durga Farhad Nadir
Tasarruf-un-Nasly Nadir/ Durga
Farhad Nadir Dehvi, ed. by Rafiqat Ali
Shahid.- Lahore : Sang-e-Meel
Publications, 2014.
439pp.
1. Classical Literature - Poetry.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ رنگ میل پبلی کیشنز موصف سے جدا کا حصہ
قریری ادب ارس کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورت حال نمود نہ رہتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2016ء

انضام احمد نے

رنگ میل پبلی کیشنز لاہور

سے شائع کی۔

عمرانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ کا علمی و تحقیقی سلسلہ ۱
عمران: یاسمین حمید (ڈائریکٹر عمرانی مرکز زبان و ادب)

ISBN-10: 969-35-2874-3

ISBN-13: 978-969-35-2874-9

Sang-e-Meel Publications

28 Shahzadea Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 Pakistan

Phone: 32-473-723-5120 / 32-473-723-5143 Fax: 32-473-724-5131

<http://www.sangameel.com> e-mail: smpp@sangameel.com

عالمی حلیف ایڈیٹر جنرل لاہور

انتساب

خلیل الرحمان داؤدی مرحوم
کے نام

۱۔ رونق آبادی ملکِ سخن "تھی" اُس ملک
(میر تقی میر، بہادنا قسز ف)

عیشِ لفظ

زبان۔ کسی بھی فرقے، قوم یا ملک کی پہچان اور ادب اس کے ذہنی و فنی رجحانات اور تاریخ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ کسی مخصوص زبان کے حامل لوگ کیا سوچتے ہیں، کیا پڑھتے اور لکھتے ہیں، کس تہذیب و تمدن اور اخلاقیات و فکریات کے امین ہیں اور عمل کے کس درجے پر فائز ہیں، ان سب امور کا اندازہ اس زبان کے ادبی سرمایے سے لگایا جاتا ہے۔

مجلیٰ صاحب ہے کہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے ادبی ماہرین اپنے اپنے ادب کے قدیم متون کو تحقیق و ترتیب اور اشاعت کے ذریعے اپنے ادب پاروں کو اصل حالت میں محفوظ کرتے ہیں۔ یوں وہ اپنی تہذیبی و فنی شہادت قائم رکھتے ہیں۔ قدیم متون کی تحقیق و ترتیب کر کے نئی نسل اور فنی دنیا کے لیے قابل حصول جانتے ہیں اور تحقیق و تخریج و تصحیح کے ذریعے ان متون کو جدید زبانوں سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔

بد قسمتی سے اردو ادب کے کلاسیکی متون کی تحقیق و ترتیب اور تخریج و تصحیح کے معاملے میں اپنے معیار اور مقدار حوالے سے ہم دنیا کی دیگر ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے ہے۔ اردو نہ صرف ہماری قومی زبان ہے، بلکہ دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی دوسری بڑی زبان ہے۔ یہ دنیا کی ہر مل و مملکت ترین اور ترقی یافتہ زبان ہے۔ اس کا ادبی سرمایہ بھی قابل قدر اور قابل رشک ہے۔ اردو زبان کی یہ خصوصیات ہمارے لیے مایہ نگار ہیں کہ ہم اردو والے ہیں اور اردو ہماری ہے۔ یہ انگار ہم پر فرض حاکم کرتا ہے کہ ہم اپنی زبان کی روایت اور تہذیب، یعنی قدیم سرمایے اور کلاسیکی متون کو تحقیق و ترتیب اور تخریج و تصحیح کے واسطے نئی نسل اور دنیا تک پہنچائیں۔

اردو ادب کے کلاسیکی سرمایے کی حفاظت اور تحقیق کی ضرورت اور اہمیت کا احساس سنگھ میل جلی کی کوششوں کو شرواع سے رہا ہے، چنانچہ ہم نے اردو کے شہیوں کلاسیکی متون کی شائع کر کے ان تک رسائی آسان بنائی ہے۔ ان میں بعض ضخیم ترین متون بھی شامل ہیں جنہیں شائع کرنے کی صحت پاکستان میں اور کسی دار سے نہ ہو سکی۔ مثال کے طور پر ططسہم ہوش رہا (آٹھ ضخیم جلدیں)، ہاتھ بزار سے زائد صفحات (ططسانہ آزاد چار ضخیم جلدیں)، پانچ ہزار سے قریب صفحات، نارویج ہندوستان (سات ضخیم جلدیں) ہاں بزار سے زائد صفحات، دودھیرہ۔

عیشِ نظر کتاب بھی اسی جذبے کے تحت شائع ہو رہی ہے اور اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ اردو ادب کی ترقی و خدمت اور کلاسیکی اردو ادب کی حفاظت و تحقیق کو سنگھ میل جلی کی کوششوں کے فنی منصوبوں میں ترجیح حاصل رہے گی۔ خدا ہماری اس سعی کو شکور کرے اور ماحول فنی اللہ باللہ

تذکرۃ النساء نادری

فہرست

- ۱۔ حرف آغاز از مہتمم و ناشر ۷
۲۔ مقدمہ از مرتب ۱۱

مقن تذکرہ

- ۱۔ ویب پیچ مصنف ۲۳
۲۔ مقدمہ مصنف ۵۳
۳۔ گلشن ناز ۶۷
۴۔ تکلمہ گلشن ناز ۱۰۱
۵۔ ”چمن انوار“ ۱۱۷
۶۔ ”چمن انوار“ کا ضمیر ۲۰۹

ملکات مقن

- ۹۔ ملحقہ (۱) تذکرہ ہذا میں مذکور مشاہیر خواتین اور شاعرات کی شروع فہارس ۲۳۱
۱۰۔ ملحقہ (۲) قلمکات تاریخی و تقریبات مختص من سال الطہار دفعہ اقل (گلشن ناز) ۲۳۹

- ۱۱۔ ملاحظہ (۳) قلمحات تاریخی تصنیف و طبع مع تقریظات "چمن اندازہ" ۲۵۹
- ۱۲۔ ملاحظہ (۴) قلمحات تاریخی تصنیف و اشاعت تذکرۃ النسلۃ نادری ۲۶۷
- ۱۳۔ ملاحظہ (۵) عریضہ خدمت حکیم درج میرٹھی، معصوم بہارستان ناز ۲۷۳
- ۱۴۔ ملاحظہ (۶) رقعہ راسخ مرقعہ بے محالہ [پرینتاب ابو القاسم نقشبندی] ۲۸۱
- ۱۵۔ ملاحظہ (۷) تاریخ گوئی کا بیان ۲۹۱
- ۱۶۔ ملاحظہ (۸) گلشن ناز اور مرآت خیالی کی زائد عبارتیں ۳۰۵
- ۱۷۔ ملاحظہ (۹) حواشی مصنف ۳۱۱
- ۱۸۔ ملاحظہ (۱۰) فرہنگ، از مصنف ۳۲۱

خاتم

- ۱۹۔ ضمیمہ (۱) مرثیہ کے حواشی ۳۲۷
- ۲۰۔ ضمیمہ (۲) اختلافات نسخ ۳۴۳
- ۲۱۔ ضمیمہ (۳) تقریحات الفاظ و تراکیب، اصطلاحات ۳۹۵
- ۲۲۔ ضمیمہ (۴) فرہنگ ۴۱۵
- ۲۳۔ کتابیات ۴۳۱



حرفِ آغاز

اُردو ادب کے سرمائے میں بے شمار ایسے خطوط اور نادر کتابیں موجود ہیں جنہیں تحقیق و تدوین کے بعد شائع کرنے کی اہمیت سے ہم سب واقف ہیں۔ اسی مقصد کے لیے ٹرمائی مرکزِ زبان و ادب، لکھنؤ نے تحقیق و تدوین کا آغاز کیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری اس سلسلے کی پہلی کتاب ہے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں لکھے گئے بیش تر تذکرے مردِ شاعروں کے لیے مخصوص تھے، خواتین شاعروں کا ذکر ان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ تیر کے نکات الشعرا کے ۲۰۰ شاعروں میں ایک بھی خاتونِ سوجرد نہیں۔ اسی طرح قائم چاند پوری کے سخنرہ نکات کے ۱۴۸ شاعروں میں بھی کسی خاتون کا نام نہیں، حال آں کہ ایسا نہیں ہے کہ اس وقت خواتین شعر نہیں کہتی تھیں۔ پھر تقی حیدر کی توابی ثنی بھی شاعرہیں جن کا ذکر وہی نظر کتاب میں اور رنج کی بہارستانِ ناز میں بھی آیا ہے۔ ابھٹ مسطقی خاص شیفٹہ کے تذکرے کلسن سے خداداد کے ۱۷ شاعروں میں ۴ خواتین بھی شامل ہیں۔ اُردو میں لکھے والی خواتین شاعروں کے الگ تذکروں کی تعداد بھی کم ہے اور ان میں سے اکثر انیسویں صدی کے ادوار میں مرتب کیے گئے۔ فصیح الدین رنج کے مرتبہ خواتین شاعروں کے تذکرے بہارستانِ ناز میں انھوں نے سببِ تالیف میں بھی لکھا ہے کہ اس وقت تک ایسے تذکرے دستِ یاب نہیں تھے۔ رنج کا تذکرہ، جو اس سلسلے میں اذیت رکھتا ہے، پہلی مرتبہ ۱۸۶۳ء میں اور پھر ۱۸۶۹ء اور ۱۸۸۱ء میں شائع ہوا۔ درگاہِ شاداد کا تذکرہ پہلی مرتبہ ۱۸۷۹ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے تیوں صفحوں کی تفصیلات مقدمے میں بیان کی گئی ہیں۔ بہارستانِ ناز تو مجلسِ ترقیِ ادب نے ۱۹۶۵ء میں دوبارہ شائع کروایا تھا لیکن تذکرۃ النسائے نادری کی ۱۸۸۳ء کے بعد پہلی اشاعت ہے۔

اس کتاب میں ایک مخصوص مہد کی خواتین کا کلام تو جمع کیا ہی گیا ہے، اس کے علاوہ کچھ روایات اور مشاہدات کا بیان بھی قارئین کے لیے دل چسپی کا باعث ہونا چاہیے۔ ایک خاص بات مولف کا لبِ دلچسپ ہے، جس سے بڑھیکر کی نامی زندگی اور خواتین سے متعلق عمومی رویوں کا پتا چلتا ہے۔ ایک طرح سے یہ کتاب بڑھیکر کی نامی

اور سماجی تاریخ کے ایک مخصوص رخ کی جانچ بھی کرتی ہے۔ کس طبقے کی طاقتوں کے لیے کس طرح کی زبان استعمال کی گئی، اس سے کیا توقعات وابستہ تھیں، یہ سب باتیں ایک ذریعہ لہر کی طرح کتاب کے متن کو جانچ کر کرتی ہیں اور پڑھنے والے کے لیے غور و فکر کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

ٹرمینال مرکزی زبان و ادب، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (LUMS) کے شعبہ سماجی علوم کا حصہ ہے۔ یہ مرکز ۲۰۱۰ء میں قائم ہوا۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد، اردو، فارسی اور عربی زبانوں اور ان کے ادب کی تدریس و ترویج ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنوبی ایشیائی خطے کی مقامی زبانوں کی تدریس اور اس علاقے کے ادبی سرمائے پر تحقیقی کام بھی مرکز کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔ اس مرکز سے تحقیقی مجلہ "نبیاد" بھی شائع کیا جاتا ہے۔ لہذا تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ اس کے لیے سہولتیں بھی فراہم کی جاتی ہیں اور انتظامیہ کا تعاون بھی۔

اردو کے کلاسیکی ادب کی تحقیق و اشاعت کی اہمیت کے فاضل نگر ٹرمینال مرکز نے ۲۰۱۳ء سے کلاسیکی اردو ادب کا تحقیقی و اشاعتی سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کے تحت ایسے قدیم متن، مکتوبات و تحقیق کے ساتھ مرثیہ کر کے شائع کیے جا رہے ہیں جو اردو ادب میں تاریخی اور معیاری اعتبار سے اہم ہیں۔ اس سلسلے کا ایک مقصد اردو زبان و ادب کے بارور ذخیرے کو محفوظ کرنے میں اپنا حصہ ڈالنا ہے اور اس کے علاوہ اردو ادب کے علماء، ناقدین و کارکنین اور خاص طور پر طالب علموں کے لیے اس خطے کی اہم اور قدیم کتابوں کے مستحق متن فراہم کرنا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس سلسلہ کتب میں ایسی کتابیں شامل کی جائیں جن کا مطالعہ، مستحق متن اور تحقیقی تجزیہ اردو کے علمی اور ادبی سرمائے میں اضافے کا باعث ہو اور مطالعہ اور ادب کے طالب علموں کے لیے استفادے کا ذریعہ بھی۔

اس کتاب کے مرثیہ رفاقت علی شاہ صاحب ٹرمینال مرکز کے فاضل محقق (Research Scholar) ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کو حیار کرنے میں بہت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ کتاب میں اصل متن سے حلقہ حواشی، تشریحات، الفاظ و تراکیب و اصطلاحات، فرقہ و اور اختلافات، نسخہ بھی شامل ہیں۔

ہم بہت شکر گزار ہیں محمد سلیم الرحمن صاحب اور مظہر محمود شیرانی صاحب کے بھی جن کی رہنمائی نے اس کتاب کی تدوین میں مدد فراہم کی۔

انید ہے کہ ادب کے طالب علموں کے لیے اور دیگر کارکنین کے لیے بھی یہ کتاب دل چسپی کا باعث ہو گی اور علمی سطح پر استفادے کی صورت بھی فراہم کرے گی۔



دربار
المرقوم



درگاه پادشاه

دستخط بنده مستطاع

مقدمہ

گزارش

تذکرہ النسبۃ نادری کے مصنف ڈاکٹر شاہ قادر قدیم دہلی کالج کے ہونہار سہمت تھے۔ ان کے حالات اور تصنیف و علمی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات نہایت کم دست یاب ہیں۔ اپنی تحقیق کے دوران میں نے ان کے حالات اور کامناموں پر کافی مواد جمع کر لیا۔ ارادہ تھا کہ وہ تمام مواد اس کتاب کے مقدمے میں پیش کروں گا لیکن وہ مقدمہ راجی شکست اختیار کر گیا کہ مجبوراً مجھے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ اردو دہلی اسٹیج میر ٹھی اور تنظیم بھوپالی کے درمیان علمی معرکے کی بحثیں بھی نکالنی پڑیں، چنانچہ موجودہ مقدمے میں تذکرہ النسبۃ نادری سے حلقہ شخص ضروری مباحث اختصار کے ساتھ پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اردو دہلی کے حالات و تصانیف پر مذکورہ مواد ان شاء اللہ علاحدہ کتاب کی صورت میں شائع کر کے اس کی کوچہ دیا گیا ہے۔

تہمید

ہندوستان میں شعرا کی تذکرہ نویسی کو تقریباً دو سو سال اور اردو شعرا کی تذکرہ نویسی کو تقریباً ایک صدی گزر چکی تھی کہ میرٹھ کے حکیم فصیح الدین سرگ (۱۸۳۶ء۔ ۱۸۸۵ء) شاکر دوسمیں کو خیال آیا کہ ہندوستانی شعرا کے تذکرے تو بہت گھٹے گھٹے ہیں لیکن ہندوستانی شاعرات کا کوئی تذکرہ اب تک نہیں لکھا گیا، جب کہ اہم ان میں شاعرات کے کچھ تذکرے فارسی زبان میں موجود ہیں۔ اس کی کوچہ د کرنے کی خاطر انھوں نے شاعرات کے اولین ہندوستانی تذکرے کی تحریر کا ذول ذاللا اور بہارستانِ دلو کے نام سے اردو فارسی شاعرات کا پہلا تذکرہ تیار کر کے ۱۳۸۱ھ / ۱۸۶۳ء میں چھپوایا۔ اس کے بعد شاعرات کا دوسرا ہندوستانی تذکرہ ڈاکٹر شاہ قادر دہلی کا بھی تذکرہ النسبۃ نادری نے جس کا آغاز ۱۸۷۱ء میں ہوا اور جو ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں دو حصوں میں شائع ہوا۔ پہلا حصہ مجلسِ ندو کے نام سے نکھیا جو فارسی شاعرات کے تراجم پر مشتمل تھا اور دوسرا حصہ

تذکرۃ النساء فارسی مرآت خیالی کے نام سے جو اردو شاعرات کے تذکرے "چمن انداز" پر مشتمل تھا۔ دوسری بار یہ تذکرہ کامل طور پر تذکرۃ النساء کے نام سے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اسی مرتبے میں مولوی عبدالکلی مقابداغی نے تذکرۃ صمیم سخن ترتیب دیا جس کا تیسرا حصہ شاعرات کے تراجم پر مشتمل تھا۔ مہمانے یہ تذکرہ شاعرات ۱۳۹۹ھ/۱۸۷۳ء میں تالیف کیا لیکن یہ ملاحظہ سے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں شائع ہو سکا۔ ۱۳۹۶ھ/۱۸۹۹ء میں محمد عیسیٰ علی خاں ثروت نے فارسی زبان میں تذکرۃ النساء مکمل کیا جو مرآت سے ۱۳۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں طبع و شائع ہوا۔ ابوالکاسم کاکظم نے نواب شاہ جہاں بیگم ولایت بھوپال کے حکم سے ۱۳۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں فارسی شاعرات کا تذکرہ اختصار ذیل اور اگلے سال فارسی کی لکھنؤ میں اردو شاعرات کا تذکرہ مامور مختصر تیار کیا۔ یہ دونوں مختصر تذکرے فارسی زبان میں تھے اور نواب بھوپال ہی کے حکم سے بالترتیب ۱۳۹۹ھ/۱۸۸۲ء اور ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں بھوپال سے شائع ہوئے۔ انیسویں صدی کے اختتام سے پہلے راجا ڈرگا پر شاہ سمنوی نے بھی شاعرات کا ایک تذکرہ حلیۃ عشرت کے نام سے تیار کیا۔ فارسی زبان میں لکھا گیا یہ تذکرہ پہلی بار سمنوی سے ۱۸۹۳ء میں اور پھر کھنڈ ۱۸۹۹ء میں منظر ہوا۔ اس میں اردو کی محض ایک دو جن شاعرات کا ذکر ہے۔

تذکرے کے حالات زندگی

اردو دہلی نے اپنے اور اپنے بزرگوں اور محققین کے حالات اپنی چھ تصانیف: مطلع المناجات، خزینۃ العلوم، من متعلقات المنظوم، ضوابط مسمریوم، کنز ندیخی، سرگزشت فارسی اور مطلع مرآت خیالی میں لکھ کر محفوظ کر دیے ہیں۔^(۱) اس کے علاوہ اپنے معاصرین کے تذکرہ آثار الشعراء ہندو کے لیے بھی انھوں نے اپنے اپنے والد اور ان کے والد کے منسلک حالات لکھ کر دیے۔^(۲) تذکرہ دہلی نے اپنا نام "ڈرگا پر شاہ" نسبت "سرمندی دہلی" اور ذات "کھتری" کا بھی کھنڈ کھنڈ تحریر کی ہے۔^(۳) ان کا پیدائشی نام "بیج بہان" اور تخلص "تذکرہ" تھا۔ ڈرگا پر شاہ لکھنؤ میں رہتا ہے۔

ڈرگا پر شاہ بن خدام بن مائے کھنڈ، مائے بن مائے ہرودام بن مائے ہرناہ بن مائے بخت مل۔

تذکرہ کے پردادا مائے ہرودام اور تذکرہ کے دادا مائے کھنڈ مائے اپنے اپنے دور کے ممتاز اطراف اور قابل شخصوں میں شمار ہوتے تھے۔ تذکرہ کے والد شفی خدام باقواس فیروز پور بھنگا، بیگم شرو اور آدھ کی سرکاروں میں اہل کار رہے۔ اس کے بعد انگریز حکومت میں متعدد ملازمتوں پر فائز رہے۔^(۴) باقواس فارسی، اردو اور بھنگا کے محروم تھے۔ ان تینوں زبانوں میں ان کی شعری و نثری تصانیف موجود ہیں۔ ان میں شیو بہان کے مہوشر کھنڈ کا فارسی میں نثری اور بھنگا میں منظوم ترجمہ راسخ (منظوم بھنگا)، بھاگوت (منظوم اردو)، سنگھن بنسی (منظوم اردو)، بہارستان (پہچاپ گلستان)، لگا رستان (پہچاپ بوستان)، دیوان (دو منظوموں

پر مشتمل، مرآت المسائل (محمد حرم کے مذاکرات)، کرشن لیل (بھاکھا)، ککرو شیدا (ناری)، لفظ مملو و مملو (آورد) شامل ہیں۔^(۶)

آورد ۶ جمادی الاول ۱۲۳۹ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۳۳ء کو متوفی ۲۰ جمادی اول ۱۸۹۰ء بمبئی کو مدد کے روز رکھنٹی کے دن صبح کے وقت کوچہ برج تاجہ، دہلی میں پیدا ہوئے۔ (۷) ان کا دائرہ اہل غمری کا زمانہ ہے کاری اور ہے دہلی میں گورنمنٹس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کی، پھر مشن اسکول، واقع جامعہ ملی ہند دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں وہ مانیٹر (نائب مدرس) بھی رہے۔ خدا نے ذہن رسا دیا تھا، چنانچہ مدرس کی لیاقت ملی خود سے کم دیکھ ۱۸۵۳ء میں دہلی کالج کی دوم فارسی جماعت میں داخلہ لے لیا۔ وہاں ۱۸۵۵ء تک فارسی، ریاضی، براہ راست عربی اور انگریزی کی تحصیل کی۔ دہلی کالج میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد پرنسپل محمد اورینٹل میٹر^(۸) کیلئے کروڑ جنگ میں چار یوں کی تعلیم کے لیے بحر و کساح مقرر ہوئے تھے۔ اسی دور میں تاد نے میرزا عبداللہ بیگ شاگرد میر پتہ کش خوش نویس سے معارفِ نعتیہ بھی کی تھی۔^(۹)

۱۸۵۹ء سے ۱۸۶۳ء کے آخر تک وہ ضلع کوڑگاؤں کی تحصیل اور تحصیلدار سے میں فارسی کے مدرس اڈل رہے۔ ۱۸۶۳ء کے شروع سے برادری اسکول تلی داڑہ، دہلی میں، پھر اس کے تھوڑے عرصے بعد دہلی اسکول، دہلی میں تبدیلی ہو گئی۔ نیم فردری ۱۸۷۲ء کو وہاں سے تبدیل ہو کر سب ریاضی کے طور پر سطح سرکاری، سرحد تعلیم سرائیکب و پنجاب، لاہور میں آ گئے۔^(۱۰)

تاد دہلی کو لاہور میں لانے کا باعث ماسٹر یار سہ لال آشوب بنے۔ سرحد تعلیم پنجاب کے ڈائریکٹر میجر فٹر کے ساتھ ماسٹر آشوب کے تعلقات اچھے تھے۔ ان کی سفارش پر مولانا آذاد، حالی، مولوی کریم اللہ رحیم وغیرہم کے ساتھ تاد دہلی کو بھی سرکاری ملازمت پر لاہور لایا گیا۔^(۱۱) جنوری ۱۸۷۵ء میں ان کا جہول پھر دہلی میں مدرسہ ریاضی کے طور پر ہو گیا اور وہ جدید دہلی کالج میں اڈل کی تعلیم کے لیے چلے گئے۔ فردری ۱۸۷۷ء میں چالیس سال کی عمر میں شادی کی۔ اپریل ۱۸۷۷ء میں دہلی کالج ٹوٹ گیا اور تاد دہلی کو ایک بار پھر دہلی کو شہر باد کمر کر لیا۔ انگریزوں کے طور پر لاہور آنا چاہا ۱۸۷۷ء میں ۱۸۸۸ء کو تاد نے یہیں سے حصولِ فائن کے عوض ملازمت سے دست برداری اختیار کر لی اور دہلی واپس چلے گئے۔^(۱۲)

دہلی واپس آ کر تاد نے دسمبر ۱۸۸۱ء سے بازار دیہ کلاں، دہلی میں کتابوں کی تجارت کے لیے اپنی دکان دہلی بک سوسائٹی قائم کی۔ اس کے علاوہ تاد انجنت و دفتر کلید امتحان، دہلی، جرنل کمیشن انجنت، مجسم رسالہ ہندوستانی لغات آورد بھی رہے۔ وہ دہلی سوسائٹی کے بھی ممبر تھے۔^(۱۳)

تاد کی وفات ۲۱ مارچ ۱۹۰۳ء کے بعد ہوئی۔^(۱۴) فردری ۱۸۷۷ء میں شادی سے لے کر ۱۸۹۸ء

تک اُن کے ہاں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پانچ لڑکے جلد جلد فوت ہو گئے اور صرف ایک لڑکی زندہ رہی۔ وہ بھی چھوٹی عمر میں ہیہ ہو گئی اور دائم المرہض بھی تھی۔ (۵)

تصانیف و تالیفات

تادرنے اپنی تصانیف کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے اور لکھا ہے کہ ان میں سے ۳۸ تصانیف شائع ہوئیں۔ کچھ کے سوا بے تک ہو گئے اور کچھ لکھی اُن کے پاس موجود رہے۔ (۶) اُن کے کئی رسالے اُن کی مختلف مطبوعات کا حصہ ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے پہلے تذکرے خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم میں انھوں نے علم بدیع اور امانتِ نظم کا چابھاد کر کیا ہے اور انھیں اپنے رساں میں شمار کیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری میں بھی تاریخ کوئی کامیابان، "جن اعزاز کے شیعے اور گلشنِ دار کے شیعے کو بھی انھوں نے علاحدہ رساں میں شامل کیا ہے جو محض دو صفحات پر مشتمل تھا۔ اسی طرح کے مختصر ترین رساں کو شامل کر کے تادرنے اپنی کتابوں کی تعداد سو تک پہنچائی ہے۔

تادری بلوی کی زیادہ تر کتابیں ضابطی نوعیت کی ہیں۔ ادنیٰ غلط نظر سے ان کی اتنی اہمیت نہیں۔ یہاں تادری بلوی کی قدرے اہم ادبی کتابوں کی گہرست تاریخی ترتیب سے درج کی جاتی ہے:

- (۱) شجرۃ غریبہ گلزار (تاریخ نادری)۔ (۲) تشریح طالع ناب (نجوم نادری)۔
- (۳) خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم (تذکرہ نادری)۔ (۴) گلشنِ دار (تذکرہ نادری)۔
- (۵) لبّ لباب قصۃ مستتر صفت شکن (آورد)۔ (۶) رسالہ شطرنج سسنی بہ ہشت نندہ (آورد)۔
- (۷) مطلب غریب (دعویٰ آورد نادری)۔ (۸) قصۃ سپرو ماہ (آورد)۔ (۹) گزرتنہ طلی (تاریخ کوئی)۔
- آورد)۔ (۱۰) رسالۃ فوائدی (آورد)۔ (۱۱) تذکرۃ النساء (آورد)۔ (۱۲) رفعة راسنی مرقعة بے محاذہ
- (آورد)۔ (۱۳) ملحقات مرآۃ خیالی (آورد)۔ (۱۴) قصۃ ہجاب سنگہ کاوہ مرآۃ (آورد)۔ (۱۵)

تذکرۃ النسائے نادری

تذکرۃ النسائے نادری اصل میں متحدہ تحریروں کا مجموعہ ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱) پہلے مصنف:

اس میں مختلف تہذیبی مباحث ہیں۔ یہ دیباچہ اصلاً گلشنِ دار کا حصہ ہے۔ بعد میں تذکرۃ النسائے نادری میں بھی یہ شامل ہوا اس فرق کے ساتھ کہ گلشنِ دار میں اس کے شمولات پر زیادہ عنوان قائم نہیں کیے گئے تھے لیکن تذکرۃ النسائے نادری میں تمام مباحث پر علاحدہ علاحدہ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ گلشنِ دار میں

دیباچہ صفحہ ۲۲ پر جب کہ تذکرۃ النسائے نادری میں یہ صفحہ ایک سے ۸ تک ہے۔
(ب) مقدمہ مصنف:

مقدمہ بھی اصلاً گلشنِ ناز کا حصہ ہے، ہر اسی ترتیب سے دیباچے کے بعد تذکرۃ النسائے نادری میں شامل ہوا۔ گلشنِ ناز میں دیباچے کے فوراً بعد یہ مقدمہ سطور سات ہی سے مسلسل شروع ہو کر صفحہ ۱۳ پر اختتام پذیر ہوتا ہے، جب کہ تذکرۃ النسائے نادری میں یہ دیباچے کے بعد مسلسل صفحہ ۱۵ تا ۱۶ پر درج ہے۔ ایک تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ گلشنِ ناز میں مقدمے کے فوراً بعد اسی صفحے سے گلشنِ ناز کا متن شروع ہو جاتا ہے (ص ۱۳) لیکن تذکرۃ النسائے نادری مقدمہ صفحہ ۱۵ پر ختم کر دیا گیا ہے۔

(ج) گلشنِ ناز:

اس کے بعد نادری زبان کی شاعرات کا تذکرہ گلشنِ ناز شروع ہوتا ہے۔ اس میں نادری شاعرات کی تعداد ۵۴ ہے، جب کہ تذکرۃ النسائے نادری میں شامل کرتے وقت اس میں ایک شاعرہ دل آ رام کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ گلشنِ ناز میں بغیر کسی تنبیہ کے شاعرات کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے لیکن تذکرۃ النسائے نادری میں اس سے قبل ایک ابتدائی اضافہ کیا گیا ہے جس میں بہرام گور کی محبوبہ دل آ رام سے منسوب ایک شعر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مصنف نے اسے بھی شاعرات میں شمار کیا ہے۔

گلشنِ ناز میں شاعرات کے تراجم مقدمے کے فوراً بعد صفحہ ۱۳ سے ۳۶ تک ہیں۔ اسی پر گلشنِ ناز اختتام کو پہنچتا ہے، جب کہ تذکرۃ النسائے نادری میں گلشنِ ناز کا متن نئے صفحے، صفحہ ۶ سے شروع ہوتا ہے۔ اس صفحے پر اضافہ شدہ تنبیہ کا متن ہے۔ صفحہ ۷ سے شاعرات کے تراجم شروع ہو کر صفحہ ۴۳ پر ختم ہوتے ہیں۔ اس کے آخر میں کتابت کی تاریخ ۲۰ اگست ۱۸۸۴ء درج ہے۔ اس سے قبل مقدمہ کتابت، آخر میں تاریخ کتابت ۱۵ جولائی ۱۸۸۴ء درج کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ۲۸ صفحات (صفحہ ۱۷ تا ۴۴) پر مشتمل گلشنِ ناز کا متن ۳ روز میں کتابت ہوا۔ اس میں کتابت کے ساتھ مصنف کی پروف خوانی کا مکمل بھی شامل ہوگا۔

(د) ”قطعات و تقریظہ تاریخ، حصہ نمبر سال الطبع دفعہ اول“:

گلشنِ ناز کے فوراً بعد مسلسل تذکرۃ النسائے نادری میں گلشنِ ناز کے چوبیس قطعات ترتیب دے طبع اول ہوا۔ تاریخ ۱۵ اگست ۱۸۸۴ء۔ ان میں سے قطعات تاریخ، مولف کا فقرہ، نثر اور مولوی الفت حسین شکار پوری کی تقریظ پہلے مکمل سراب خیلانی کے صفحہ ۴۴ پر شائع ہوئی۔ کسودہ نور، مولانا ہمدان مولوی الفت علی کی تقریظ، سراب خیلانی کی اشاعت سے قبل کی مکتوبہ ہیں لیکن سراب خیلانی میں شامل نہیں۔ لیکن ہے کہ اس کی اشاعت کے وقت یہ مصنف کو دستِ یاب نہ ہوئی ہوں۔

ذکرۃ النسائے نادری میں ان تحریروں کے آخر میں کتابت کی تاریخ ۱۲۵ اگست ۱۸۸۳ء اور کاتب کا نام سید محمد عبداللطیف دہلوی درج ہے۔ مکتبہ ناز کی کتابت ۱۵ جولائی ۱۸۸۳ء کو ختم ہوئی تھی، گویا یہ قطعات تاریخ اور تقریحات کی کتابت اس کے ایک ماہ و اس دن بعد مکمل ہوئی۔ قطعات تاریخ و تقریحات مکمل و صفحات پر مشتمل ہیں۔ اسے کم صفحات کی کتابت میں احتیاطاً طویل مرصعیں لگنا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذکرۃ النسائے نادری میں شامل ان تقریحوں کی فراہمی میں کافی وقت صرف ہو گیا ہوگا، جو مراب خیالی میں شامل نہیں تھیں۔

(۱) حلقہ مکتبہ ناز:

قطعات تاریخ ترتیب طبع اور تقریحات کے بعد میں مکتبہ ناز کا حلقہ ہے۔ اس میں کل سات فارسی شاعرات کا ترجمہ شامل ہے۔ جب یہ حلقہ، ذکرۃ النسائے نادری میں شامل کیا گیا تو اس میں مزید ۳۳ شاعرات کا اضافہ ہوا اور حلقہ میں مشمول شاعرات کی تعداد ۵۰ ہو گئی۔ مراب خیالی میں حلقہ مکمل ۲ صفحات (صفحہ ۱۰۹) کا تھا، جب کہ ذکرہ میں یہی حلقہ گیارہ صفحات (صفحہ ۶۳ تا ۷۴) پر پھیل گیا۔ اس کے علاوہ ذکرۃ النسائے نادری میں شامل کرتے وقت حلقے میں ایک مختصر دیباچہ کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے تراجم و اضافے کی جانب اشارہ کر کے الحمد و اس سے بھی ”پانچواں خانے“ کا ذکر کیا ہے۔ دیباچے کے بعد پانچویں کے ذکر سے تراجم شاعرات کا آغاز ہوتا ہے اور اس کی آخری مشمولہ شاعرہ ”لا اظم“ ہے۔

(۲) ”چمن انداز“:

مراب خیالی کا تیسرا حصہ آٹھ شاعرات کے تراجم پر مشتمل ہے جسے مصنف نے ”چمن انداز“ سے موسوم کیا ہے۔ اس میں ۱۳ شاعرات کا ذکرہ ہے۔ مصنف نے یہ تعداد ۳۲ کا لکھی ہے جو درست نہیں۔ مرابہ خیالی میں ”چمن انداز“ کا متن صفحہ ۱۱ تا ۹۵ پر مشتمل ہے۔ اس میں سب سے پہلے ”چمن انداز“ کا مقدمہ اور اس کے بعد شاعرات کے تراجم ہیں۔ ”خاتمہ الکتاب“ میں دو مختصر تشریحی تحریریں ہیں جن میں سے پہلی تین سطر پر تحریر میں کتاب کا تاریخی نام مراب خیالی (۱۲۹۴ھ) قرار دیا گیا ہے [مطابق ۱۸۷۵ء]۔

ذکرۃ النسائے نادری میں ”چمن انداز“ کا یہ متن صفحہ ۶۵ تا ۱۵۵ میں شامل ہے۔ اس میں شمولیت کے وقت مرادق کا اضافہ ہوا ہے اور مصنف کا وہ یک سطر حلقہ تاریخ بھی شامل کیا گیا ہے جو ”چمن انداز“ میں مشمولہ شاعرات سے حلقے ہے اور جس سے ”چمن انداز“ کی تکمیل کے ابھری و جوسی سخن برآمد ہوتے ہیں۔

(۳) قطعات تاریخ طبع ”چمن انداز“:

ذکرۃ النسائے نادری میں اس کے فوراً بعد مسلسل ”چمن انداز“ کی طباعت کے قطعات تاریخ اور تقریحات شامل ہیں (صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۲) جو اصلاً مراب خیالی کی طباعت سے حلقے ہیں۔ ان میں سے آخری فقرہ تاریخی

مرثیہ خلی میں شامل تھا باقی تمام قرعہ خانات اور تعلقات تاریخی و کلبی بار تذکرۃ النسبۃ نادری میں شائع ہوئے۔
(ج) "جن اعمار" کا ضمیر:

تذکرۃ النسبۃ نادری کا اگلا حصہ "جن اعمار" کا ضمیر ہے۔ اس کا آغاز بھی ایک سرورق سے ہوتا ہے جس کی تحریر کے مطابق یہ ضمیر ۱۸۸۲ء مطابق ۱۳۰۰ ہجری موافق ۱۹۳۹ء بکری میں تیار ہوا۔ اسی کے ساتھ مولف بہارستانِ نادر حکیم درج میرٹھی کی خدمت میں روانہ کیا گیا مرثیہ بھی شامل ہے۔

سرورق کے بعد اگلے صفحے سے دریا چ شروع ہوتا ہے جس کے بعد شاعرات کے تراجم شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے میں مغل ۵۴ شاعرات کے تراجم ہیں جو تذکرۃ النسبۃ نادری کے چودہ صفحات (صفحہ ۱۶۳ تا ۱۷۷) میں سامنے ہیں۔ مصنف نے ایک جگہ جیسے میں مشمولہ شاعرات کی تعداد پچاس لکھی ہے جو درست نہیں۔ جیسے کے آخر میں تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کی کتابت ۱۵ فروری ۱۸۸۳ء کو مکمل ہوئی۔

(ط) مرثیہ خدمت حکیم محمد فصیح الدین درج میرٹھی:

نادر کے تذکروں سے استفادہ کرتے ہوئے درج میرٹھی نے بہارستانِ نادر پر نظر ثانی کر کے ۱۳۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں پیچ لیا۔ اس میں انھوں نے نادر پر بہارستانِ نادر سے سرتے کا اثر اٹھا لیا۔ اس کے جواب میں نادر نے تذکرۃ النسبۃ نادری میں درج میرٹھی کے نام ایک مرثیہ شامل کیا جس میں انھوں نے تفصیل کے ساتھ بہارستانِ نادر سے سرتے کی حقیقت، تذکرۃ النسبۃ نادری سے درج میرٹھی کے استفادہ کا اور بہارستانِ نادر کی کچھ غلطیوں کی نشان دہی کی۔ "مرثیہ" کا متن تذکرۃ النسبۃ نادری میں صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۲ پر ہے۔

مرثیے کے آخر میں ۳۰ نومبر ۱۸۸۲ء کی تاریخ لکھی ہے۔ گویا یہ مرثیہ بہارستانِ نادر کی آخری شاعرت (۱۳۹۹ھ / ۱۸۸۲ء) کے ذریعہ لکھا گیا اور تذکرۃ النسبۃ نادری میں شامل ہوا۔ اصل تو یہ مرثیہ ۱۸۸۳ء میں کتابت ہو گیا ہوگا لیکن تذکرے کی اشاعت چوں کہ ۱۸۸۳ء کے عداہل میں ہوئی، اس لیے یہ مرثیہ ۱۸۸۳ء میں درج میرٹھی کی نظر سے گزرا، چنانچہ مصنف کے مطابق حکیم درج میرٹھی نے ۲۱ اپریل ۱۸۸۳ء کے عداہل خط کے ذریعے تذکرۃ النسبۃ نادری کی رسید انھیں بھجوائی۔ درج میرٹھی کا انتقال ۳۱ مارچ ۱۸۸۵ء کو ہوا اور انتقال سے قبل آٹھ روزہ مرض استقا لہس میں مبتلا رہے۔ اس سے اعزاء ہوتا ہے کہ تذکرۃ النسبۃ نادری کی رسید دینے کے بعد چار ماہ تک وہ ٹھیک رہے اور پھر ایسے بیمار ہوئے کہ انھیں نادر کے اعتراضات کا جواب لکھنے کی مہلت نہ ملی۔

(ی) تعلقات تاریخ و تقریبات عداہل:

تذکرۃ النسبۃ نادری کا آخری حصہ ان تعلقات و تاریخ پر مشتمل ہے جو تذکرے کے مکمل ہونے پر موصول

ہوئے۔ یہ قطعاً تاریخ "مریض" کے فوراً بعد مسلسل صفحہ ۱۸۸ اسی سے شروع ہو کر صفحہ ۱۸۵ پر ختم ہوتے ہیں۔

(ک) تاریخ کوئی کا بیان:

"چمن انداز" کے وسط میں تاریخ کوئی کا بیان ہے۔ یہ تفصیلی بیان ایک مختصر کتابچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کتابچہ عابد نقی کی شاعری کے ترجمے کے بعد درج کیا گیا ہے۔ مصنف نے ایک طرح سے اس کا تعلق معنی تذکرہ سے جوڑا ہے، یوں کہ عابد کے ترجمے میں جو یا کی کتاب کا ذکر کر کے اسی میں سے مآخذ کا صوت کلام نقل کیا ہے اور اسی کے بعد تاریخ کوئی کی "صنعت" کا ذکر جیمز کے رسالے کا متن درج کر دیا ہے۔ تاریخ کوئی کا یہ بیان پہلے مراد، حیا کی صفحہ ۶۹۵ میں اور ہندو ذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۲۹۱۱۱ میں شائع ہوا ہے۔

(ل) نہار، ملط نامہ، اشتہارات:

تذکرۃ النسائے نادری کے آخر میں کچھ ایسی تحریریں بھی شامل ہیں جو حقیقتاً تذکرہ کا حصہ تو نہیں لیکن ان کا تعلق براہ راست تذکرے اور ناظر سے ہے۔ ان میں سب سے پہلے ان خواہن اور شاعرات کی شروع نہار شامل ہیں جن کا ذکر تذکرۃ النسائے نادری میں ہوا ہے۔ یہ تحریریں تذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۸۱۲ اور صفحہ ۱۹۳ پر ہیں۔

تذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۹۱ کے نصف آخر اور صفحہ ۱۹۲ پر کتاب کا صحت نامہ ہے اور صفحہ ۱۹۳ پر جو کتاب کا آخری صفحہ ہے، تذکرۃ النسائے نادری کا اشتہار مع قیمت درج ہے۔ آخر میں درج تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری صفحہ ۱۹۵ فروری ۱۸۸۲ء کو کتابت ہوا، گوکہ تذکرۃ النسائے نادری طاعت کے بعد اعلان تاریخ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی۔ پشت درج کیا غریب و صفحات پر ناظر کے تقابلی ادارے "دلی بک سوسائٹی" کی غرض سے کتب ہے۔

(م) ۱۸۸۲ء کی یہ اشاعت تذکرۃ النسائے نادری کی آخری اشاعت تھی۔ اس کے بعد ناظر نے اس پر نظر جانی تو کی لیکن وہ اسے پھر شائع نہ کر سکے۔ اس کی جگہ انہوں نے یوں کی کہ ۱۹۰۳ء میں "ساحفہ مراد، خلیا ملقب جام جمہوری تاریخ خاص" کے عنوان سے ۳۶ صفحات کا ایک کتابچہ شائع کیا۔ اس میں تذکرۃ النسائے نادری کی ترمیم شدہ مہارتیں اور ابوہاشم حقیقہ کے نام دفعہ دہستہ سرفہائے مجاہدان شامل ہے جو قبل ازیں ۱۸۹۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ناظر نے اس میں اپنے اور اپنے خاندان کے حالات، اپنی علم و نظر کے نمونے، اپنی تصانیف و تالیفات کی فہرست اور اپنے تقابلی ادارے "دلی بک سوسائٹی" کی کتابوں کا اشتہار بھی شامل کیا ہے۔

اہمیت

انیسویں صدی میں شاعرات کے چہرہ نہ کرے مگر عام ہوتے جن کی تفصیل پہلے طور پر لکھی ہے۔ ان میں ڈاکٹر پرشاد نادر کے ذکر کے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ایک تو یہ کہ نادر نے پہلی بار فارسی اور اردو شاعرات کے علاوہ تذکرے مرتب دیے اس معاملے میں نادر کی اہمیت مسلم ہے اس سے قبل پہلو سنبل ناد و شائع ہوا تھا لیکن وہ اردو و فارسی شاعرات کا علاوہ تذکرہ ہے اس کے بعد تذکرہ نسیم سخن دوسرا تذکرہ ہے جو اردو اور فارسی شاعرات کے علاوہ حضوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ صاحبہ اپنی نے پہلی بار طوائف اور گمراہ شاعرات کے طبقے کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ مرتب کیا۔

تذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ یہ کی معاصر شاعرات کے حالات و کلام کا واحد مستند ماخذ ہے۔ نادر دہلوی نے شاعرات کے حالات و کلام چار ذرائع سے حاصل کیے ہیں: اپنی ذاتی معلومات سے، اپنے جاننے والوں اور دیگر معاصرین سے، خود شاعرات سے اور تذکرہ نگاروں کے بیانات سے۔ پہلے تین ذرائع سے حاصل کی گئی معلومات بظاہر مستند ہیں۔ اسی وجہ سے نادر دہلوی کی سہیا کردہ معلومات نہایت وجہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں، چنانچہ بعض شاعرات کے حالات و کلام کے لیے نادر کا تذکرہ ہادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تیسرے نادر نے جن شاعرات کے حالات و دیگر تذکروں سے ماخذ کیے ہیں، ان میں سے بھی بعض کے بارے میں مزید تحقیق کی ہے۔ لہذا تحقیق اور بحث کے بعد کہیں تو بیان کو رد کر دیا ہے اور کہیں اپنے نتائج اخذ کر کے بیان کیے ہیں۔

انیسویں صدی کے زلیخ آفر میں، تحقیق کا وہ معیار ابھی قائم نہیں ہوا تھا جسے آج جدید تحقیق یا سائنسی تحقیق کا نام دیا جاتا ہے۔ اردو تحقیق کا ابتدائی ماخذ اردو تذکرے ہیں جن میں ابتدائی معیار کی اور سطحی تحقیق سے واسطہ پڑتا ہے۔ نادر دہلوی کا تعلق بھی اسی دور کی تحقیق سے ہے لیکن یہ تذکرہ خوش کو ارجحیت ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے معاصرین یا پیش روؤں سے نسبتاً زیادہ تحقیق کر کے بہتر نتائج حاصل کیے ہیں، لیکن وجہ ہے کہ اپنے پہلے تذکرے عربیہ العلوم فی مستلقات المصنوعہ میں انھوں نے تحقیق کر کے شعرا کی تاریخ اسدقات درج کرنے کا اہتمام کیا، مگر تذکرۃ النسائے نادری میں بھی تحقیق سے کام لینے ہوئے مشہور شاعرات کے حالات و کلام میں اپنی افرادیت قائم کی۔ تذکروں میں یہ تحقیق روش ہمیں اس دور کے تذکرہ نویسوں کے اس کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

دوسری طرف ان کے بعض بیانات اور استخراج نتائج سے ان کی تحقیقی خامیاں بھی سامنے آتی ہیں۔ کہیں انھوں نے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو جرح و تعدیل کے بغیر مان لیا ہے اور بعض جگہ تحقیق سے رد گردانی کرتے

ہوئے مسلم علم دانوں کے خلاف متضبانہذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ خامیاں اسی فرسودہ اور غیر حتمی معیار حقیقت کے سبب ان کے ہاں درآئی ہیں جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

نادر دہلوی معاصر دہلوی شاعرات میں سے اکثر سے واقف تھے۔ بعض سے تو ان کے ذاتی مراسم بھی تھے۔ یہی نہیں، وہ دہلی سے باہر کی شاعرات اور وہ شاعرات جو دہلی سے کہیں اور چلی گئیں، ان میں سے بھی بعض سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ انکی تمام شاعرات کے جو حالات اور کلام انھوں نے اپنے تذکرے میں درج کیا ہے وہ تذکرۃ النسائے نادری کے امتداد کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ یہ خصوصیت اس تذکرے کو شاعرات کے ہم عصر تذکروں میں ممتاز کرتی ہے۔ رنج میرٹھی، متعابدی، مختتم بھوپالی اور تھر سندیلوی کے تذکروں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تذکروں میں شامل پیش تر شاعرات کے حالات اور کلام تذکرۃ النسائے نادری سے بلا واسطہ یا بالواسطہ مستعار ہے۔ بہارستان ناؤ ہندوستانی شاعرات کا پہلا تذکرہ تھا۔ اس میں معاصر شاعرات کی تعداد بھی نہایت زیادہ ہوئی چاہے تھی اور ان کے بارے میں معلومات بھی براہ راست اور مستقیم ہوئی چاہے تھیں، لیکن میں یہ جان کر راجی ہوئی ہے کہ بہارستان دہلی کی دوسری اشاعت ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں دونوں زبانوں کی شاعرات کی مجموعی تعداد ستر تھی، جب کہ تذکرے مکتبہ ناؤ کی پہلی روایت (اشاعت ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء) میں شاعرات کی تعداد ۵۳ اور ”چمن اعلیٰ“ کی روایت اول (مشمولہ سرلاب عباسی، مطبوعہ ۱۳۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء) میں شاعرات کی تعداد ۴۳ تھی۔ گویا دونوں میں دوسرے قریب شاعرات کے تراجم شامل تھے، چنانچہ بہارستان ناؤ کی تیسری اشاعت (۱۳۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء) میں رنج میرٹھی نے نادر دہلوی کے ان دونوں تذکروں سے استفادہ کرتے ہوئے قریب ۱۰۴ شاعرات کا اضافہ کر کے اپنے تذکرے میں شاعرات کی تعداد بڑھا کر ۱۴۷ کر لی۔^(۹) متعابدی، مختتم بھوپالی اور تھر سندیلوی نے تو اپنے تذکرے نادر دہلوی کے بعد لکھے، لہذا ان میں نادر دہلوی کے تذکروں سے دستخط لینے پر استفادہ پامالی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اس غمراہی گواہی ہے کہ ذرا پرشار نادر دہلوی نے شاعرات کے حالات و کلام جمع کرنے کی جس قدر حقیقت پسندی کی، وہ ان کے معاصر اور بعد کے تذکرہ نگاروں سے لیکن نہ ہوئی اور انھوں نے نادر دہلوی کی محنت و کاوش کے سراپے پر ہی اپنے تذکروں کی بنیاد رکھی۔

یہی سبب تھا کہ نادر دہلوی نے اپنی محنت پر رنج میرٹھی اور مختتم بھوپالی کو اپنی اپنی شہرت کے محل قبیر کرتے دیکھا تو ان سے ذرا ہٹا گیا اور انھوں نے رنج میرٹھی کی خدمت میں عریض اور مختتم بھوپالی کی خدمت میں واقعہ لکھ کر بھیج دیا، جن میں ان کے تذکروں کی خامیاں اور نادر دہلوی کے تذکروں سے سوا چوری کرنے سے حلقہ تعلیمات درج ہیں، لیکن دونوں کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔ یہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ نادر دہلوی اپنے دعوے میں برحق تھے اور انھوں نے عریضے اور دفعے میں جن غلطیوں کی نشان دہی کی تھی، وہ بھی درست ہیں۔

تذکرے کا نام

تادردہلوی نے مرثیہ خیالی اور ”جمن اعجاز“ کے سرورق کے علاوہ ”گلشنِ ناز اور ”جمن اعجاز“ کے دیباچے اور ضمیمے میں، یعنی پانچ مقامات پر تذکرے کا نام تذکرۃ النسائے نادری وضع کیا ہے۔^(۹۱) اس سے واضح ہوتا ہے کہ تذکرے کا اصل اور پرہرام نام تذکرۃ النسائے نادری ہے۔ صرف ایک جگہ تذکرے کی پہلی اور آخری کھل اشاعت (۱۸۸۳ء تا ۱۳۰۱ھ) کے سرورق پر تذکرے کا نام ”تذکرۃ النساء“ وضع ہے۔ جبکہ ہر دونوں ناموں میں فرق نظر آتا ہے لیکن یہ فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ”تذکرۃ النساء“ اور ”تذکرۃ النسائے نادری“ میں کوئی اصلی اور معنوی بُعد نہیں۔ تذکرۃ النسائے نادری تذکرے کا اصل اور مُشتمل نام ہے، جب کہ تذکرۃ النساء صرف ایک اشاعت کے سرورق پر وضع کیا گیا ہے۔

تادردہ نے تذکرے کا تاریخی نام ہر جگہ اختصاراً مرثیہ خیالی لکھا ہے۔ ”گلشنِ ناز“، مرثیہ خیالی، ”تذکرۃ النساء“ اور ملحقات مرثیہ خیالی کے سرورق پر پہلی گز ہے۔ اس کے علاوہ ”جمن اعجاز“ کے ابتدائے ”گلشنِ ناز“ کے سبب تالیف سمیت اور جگہوں پر بھی تادردہ نے اس کا اعادہ کیا ہے۔^(۹۲)

مرثیہ خیالی کے تاریخی مادے سے ۱۲۹۲ھ کا ہدیہ برآ ہوتا ہے جو تذکرۃ النسائے نادری کی رد و بیج ازل کی تحمیل کا سال ہے (۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء)۔ ”گلشنِ ناز“ کے ”سہم تالیف“ میں تذکرے کا تاریخی نام تادردہ نے ”ہنستانِ خیالاتِ افلاذ“ بھی لکھا تھا^(۹۳) لیکن بعد میں تذکرۃ النسائے نادری کی اشاعت کے وقت اسے دیباچے سے نکال دیا، مگر اسے غیر اہم گردانا۔ ”ہنستانِ خیالاتِ افلاذ“ کے مقابلے میں مرثیہ خیالی میں ہندش کی کائناتی اور مباحثاتِ علم پر مبنی تفسیر ہے۔

تادردہلوی نے تذکرے کے نام کے ساتھ ساتھ اس کے آغاز کے بھی تاریخی مادے نکالے ہیں۔ پہلے انھوں نے آغازِ تذکرہ کا تاریخی مادہ ”غیرتِ ہارِ ناز“ نکالا جس سے ۱۸۷۱ء (مطابق ۱۲۸۸ھ) کا سنہ برآ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شہدائہ الموعین فقیر دہلوی نے تذکرے کے دونوں حصوں ”گلشنِ ناز اور ”جمن اعجاز“ کے تاریخی مادے ”ایک ہارِ ناز“ اور ”ترکباتِ ناز“ نکالے۔^(۹۴) ان دونوں سے بھی ۱۲۸۸ھ (مطابق ۱۸۷۱ء) کا سنہ حاصل ہوتا ہے۔ بعد میں تذکرے کے مکمل ہونے پر تادردہ نے اس کی تحمیل کے بکری سن ۱۲۹۳ھ سمیت کے مطابق اس کا تاریخی مادہ ”ہنستانِ خیالاتِ افلاذ“ نکالا^(۹۵) لیکن بعد میں اسے بھی تذکرۃ النسائے نادری میں شامل نہیں کیا اور اس کی جگہ مرثیہ خیالی کے تذکرے کے تاریخی نام کے طور پر وضع کیا۔^(۹۶)

ملحقات مرثیہ خیالی کے سرورق پر اس کا تاریخی نام ”تاریخِ خاص“ لکھا ہے۔ اس تاریخی مادے سے

۱۹۰۲ء کا دورہ حاصل ہوتا ہے جس کی تکمیل کا پچیسویں سال ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ دائرہ دلوی کو تاریخ کوئی سے خاص شغف تھا، چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر یا مکتبوں اور رسائل کے تاریخی نام لے کر ان کے قطعہ تاریخ خود لکھا اور دوسروں سے کہلائے۔ تذکرۃ النسائے نادری اور اس کے مختلف حصوں کے تاریخی نام کچھ تھے بھی دائرہ دلوی کی اسی فطری دلچسپی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

زمانہ تصنیف و تکمیل

تاریخی اقدوں کے مطابق تذکرۃ النسائے نادری کی ترویج ۱۸۷۱ء تا ۱۸۸۸ء ۱۹۲۸ء سمیت میں شروع ہوئی۔ تقویم سے رجوع کرنے پر علم ہوا کہ ۱۸۷۱ء میں بھری سال ۱۲۸۸ء کا آغاز ۲۳ ربیع سے ہوا اور سنہ ۱۲۸۸ء بکری ۱۳ مارچ ۱۸۷۱ء سے شروع ہوا۔ اس سے پتا چلا کہ دائرہ دلوی نے تذکرۃ النسائے نادری کی تالیف کا کام ۱۲ مارچ ۱۸۷۱ء تا ستمبر ۱۸۷۱ء مطابق ۲۲ محرم تا ۱۷ شوال ۱۲۸۸ء مطابق یکم صیحا کو تا ۱۷ رجب ۱۲۸۹ء بکری کے دوران شروع کیا۔

تذکرۃ النسائے نادری کے ”سبب تالیف“ میں دائرہ دلوی نے واضح کیا ہے کہ یہ تذکرہ چار برس میں تیار ہوا۔ (۴۵) گویا تذکرے کی تکمیل ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ مراد یہی تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۲۷ء کا سہ ماہیہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دائرہ دلوی نے ۱۹۳۲ء بکری کو بھی تذکرے کی تکمیل کا سال تحریر کیا ہے۔ (۴۶) گویا ۱۸۷۵ء میں تذکرہ آکس منڈے کے دوران تیار ہوا جب بھری سنہ ۱۲۹۲ء بکری سنہ ۱۹۳۲ء تھا۔ تقویم سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ ۱۸۷۵ء میں ۱۲۹۲ بھری کا آغاز ۹ فروردی کو اور بکری سال کا آغاز ۱۳ مارچ سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تذکرۃ النسائے نادری کی تکمیل ۱۳ مارچ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۵ء مطابق ۱۷ ربیع الاول تا ۳۱ رجب ۱۲۹۲ء مطابق یکم صیحا کو تا ۱۷ رجب ۱۲۹۳ء بکری کے دوران ہوئی۔

دائرہ دلوی ۱۹۰۲ء تک تذکرے میں اضافے کرتے رہے۔ انہوں نے سلف مراد خیل پر آخری نظر دانی کا سال ۱۳۲۰ بھری مطابق ۱۹۰۲ء صیحا مطابق ۱۹۵۹ بکری درج کیا ہے۔ (۴۷) تقویم کے مطابق ۱۹۰۲ء میں ۱۳۲۰ بھری سال ۱۷ مارچ ۱۹۵۹ء بکری سال صیحا وادیہ ۱۳ مارچ کو شروع ہوا۔ اسی بیان میں انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ انہوں نے یہ کام شخصی لحاظ سے اپنی عمر کے آخری دس سال میں مکمل کیا۔ دائرہ دلوی نے اپنی تاریخ پیدائش ۲۱ رجب ۱۸۳۳ء لکھی ہے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۲۱ رجب ۱۹۰۲ء کو آخری سال کی ہوئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ دائرہ دلوی نے تذکرے میں آخری بار زیمہ اضافے کا مکمل ۲۱ رجب ۱۹۰۲ء سے قبل مکمل کیا۔ اگر یہ مکمل ۲۱ رجب کے بعد انہماں دیا ہوتا تو دائرہ دلوی ”آخر دین“ کے بجائے ”مخرو دین“ سال تحریر کرتے۔

اس تحقیق کے بعد اب ہم ایک مضمین نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس میں دائرہ دلوی

نے تذکرۃ النسبۃ نادری پر آخری بار نظر ثانی اور اضافے کیے۔ یہ مدت ۱۳ مارچ ۲۰۰۵ء تا ستمبر ۱۹۰۰ء مطابق ۱۴ محرم ۱۲۲۰ء تا جمادی الثانی ۱۳۳۰ء مطابق یکم دسمبر ۱۵۵۰ء تا سونچ ۱۵۵۹ء بکری بنتی ہے۔

ترمیم اور اضافے

تذکرۃ النسبۃ نادری میں دائرہ دلوی کی تراجم اور اضافوں کا زمانہ دوسرے سو دے کی تکمیل ۱۸۷۵ء سے آخری سو دے کی تکمیل ۱۹۰۰ء تک کا ہے۔ ۱۹۰۰ء/ ۱۳۳۰ء تا ۱۹۵۹ء بکری میں چار ہونے والا سو دہ مصنف کا ساتھ اس سو دہ تھا۔ انھوں نے یہ بھی واضح کیا کہ یہ تذکرہ دو حصوں، گھنٹی نذر اور سراج خبلی کی صورت میں چھاپا تو یہ مصنف کا پانچواں سو دہ تھا۔ (۲۸) گویا تذکرۃ النسبۃ نادری بطور ۱۸۸۳ء مصنف کا چھٹا سو دہ ہوا۔ یہ سب مصنف کے ترمیم شدہ سو دوں کی روایتیں ہیں۔ دائرہ دلوی نے تذکرے کے پہلے چار سو دات کے بارے میں واضح نہیں کیا۔ ان کے بارے میں قرائن سے اعلاہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔ مصنف کے بیانات اور قرائن سے تذکرۃ النسبۃ نادری کے سو دوں (دوسرے لفظوں میں تذکرے کی روایتوں) کی ترتیب یوں بنتی ہے:

- ۱۔ پہلا سو دہ: ابتدائی سو دہ۔ غالباً تذکرے کے آغاز کے فوراً بعد ۱۸۷۵ء میں چار ہونے والا سو دہ۔
- ۲۔ دوسرا سو دہ: پہلے سو دے کے بعد تکمیل تذکرہ ۱۸۷۵ء کے وقت چار ہونے والا سو دہ۔
- ۳۔ تیسرا سو دہ: اشاعت کے لیے چار ہونے والا سو دہ جس کی بنیاد پر ۱۲۹۳ء/ ۱۸۷۶ء میں تذکرے کا پہلا حصہ گھنٹی نذر شائع ہوا۔
- ۴۔ چہارم سو دہ: ”چمن اعجاز“ کو شامل کر کے چار ہونے والا سو دہ۔
- ۵۔ پانچواں سو دہ: تذکرے کے دوسرے حصے کی اشاعت کے لیے چار ہونے والا سو دہ۔ مصنف نے واضح کیا ہے کہ تذکرے کے علاحدہ علاحدہ جڑے چھپے ۱۰۰ تذکرے کے پانچویں سو دے پر مشتمل تھے۔ اس سو دے میں ”چمن اعجاز“ کا متن گھنٹی نذر کا تھلا اور اس کے قطعاً تہ تاریخی شامل تھے۔ اس سو دے کی بنیاد پر ۱۲۹۵ء/ ۱۸۷۸ء میں تذکرے کا دوسرا حصہ سراج خبلی چھپا۔
- ۶۔ چھٹا سو دہ: تذکرے کے دونوں حصے بالترتیب مع ضمیمہ ”چمن اعجاز“، تھلا (گھنٹی نذر اور چمن) (گھنٹی نذر، ”چمن اعجاز“ اور تذکرۃ النسبۃ نادری) کے قطعاً تہ تاریخی و تقریبات، انھار س شاعرات مشہور، وغیرہم سمیت۔ اس سو دے کی بنیاد پر تذکرۃ النسبۃ نادری کی ۱۸۸۳ء کی اشاعت عمل میں آئی۔
- ۷۔ ساتواں سو دہ: تذکرے کی مکمل اشاعت ۱۸۸۳ء کے بعد مصنف کی نظر ثانی اور اضافات کے بعد ۱۹۰۰ء میں چار ہونے والا سو دہ۔ اس کی اشاعت کی رویت نہیں آئی، اس لیے دائرہ دلوی نے ترمیمیں اور اضافے

۱۹۰۳ء میں دیگر مطبوعات کے ساتھ مطبوعہ مران علی میں شائع کر دیے۔

ان تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری میں اضافوں اور ترمیمات کا متحرک ترین دورانیہ ۱۸۷۱ء سے ۱۸۸۳ء تک کا ہے۔ ۱۸۷۵ء میں تذکرے کے دوسرے سلاوے سے ۱۸۸۳ء میں پچھلے سلاوے کی تشکیل تک تادردہلوی شاعرات کے حالات اور کلام میں مسلسل اضافے کرتے رہے لیکن اس کے بعد آخری سلاوہ (۱۹۰۳ء) اس طرح کے اضافوں سے خالی نظر آتا ہے۔ اس آخری سلاوے میں محض واقعات اور معلومات میں کسی حد تک اضافے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تادردہلوی نگار اور فنی طور پر ۱۸۸۳ء میں چھپنے سلاوے کی تشکیل تک اپنے تذکرے کو مکمل کر چکے تھے۔ گویا سلاوہ بطور کی جاری محض اس لیے تھی کہ بعد کی کچھ معلومات اور ابوالقاسم نظامی کے نام تصدیقی رفقہ تذکرے میں شامل ہو سکیں۔ یہاں غور کرنے والی بات یہ ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری میں تادردہلوی کی معاصر سبھی شاعرات تو شامل نہیں ہیں، اس لیے ساتویں سلاوے میں فطری طور پر کچھ نہ کچھ شاعرات کا اضافہ لازماً ہونا چاہیے تھا۔ تادردہلوی کے تعلقات اور محنت سے یہ عہد نہ تھا کہ وہ اس طویل عرصے میں ایسی شاعرات کی تعداد اور ان کے حالات و کلام میں اضافے نہ کر سکتے جو تذکرے میں موجود نہیں تھے۔ اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ تادردہلوی خود ہی تذکرے میں شاعرات کا اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ اس امر کے لیے کوشش کرنے کو اہم نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ اٹھارہ سال کے اس طویل عرصے میں انھیں جو کچھ معلومات آسانی سے مل گئیں، انھوں نے اسی پر انکشاف کرتے ہوئے تذکرے کا ساتواں سلاوہ تیار کر لیا۔

سبب تالیف تذکرہ

تذکرۃ النسائے نادری کے ”سبب تالیف“ میں تادردہلوی نے تذکرے کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جیج میرٹھی کے بہادرستان نثر کی دونوں اشاعتوں کو چلر غور دیکھا اور مقابلہ کیا تو دونوں میں بڑا فرق پایا۔ اس کے علاوہ دیگر تذکروں میں بھی اختلافات پائے تو دل متعین منزل میں سایا کہ مجھے بھی تذکرہ لکھنا چاہیے، تاکہ جو شاعرات ان تذکروں میں نہیں پائی جائیں اور میرے پاس ان کا کلام موجود ہے، اس تذکرے کے ذریعہ ترقی کتابت میں آجائیں گی۔“^{۴۵}

ان وجوہات کے بین استلزام پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ تادردہلوی کے دل میں خود ایک تذکرہ شاعرات لکھنے کا خیال اس لیے آیا کہ دوسروں کی لکھیوں کی نقاب دہی کر کے وہ اپنی تذکرہ نگاری کی دھاک بٹھائیں اور کچھ نئی شاعرات کے حالات و کلام سے اپنے تذکرے کو اہم ثابت کریں۔ یوں ان تفصیلات اور حیالان تادردہ کے بین استلزام سے واضح ہوا کہ تادردہ نے کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تذکرۃ النسائے نادری تالیف کرنے

کا آغاز نہیں کیا، علی کہ ان کی یہ کوشش رد عمل کا نتیجہ تھی۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے حکیم قطب الدین باہن نے شیعہ کے محسن ہی سے خار کے رد عمل میں اپنا تذکرہ مجلسین ہی سے خزاں نکلا۔ جہودہوی کے رد عمل کا سبب درج میرٹھی کا تذکرہ بہارستان نامہ اور ۱۸۸۳ء میں تذکرے کی دوسری اشاعت تک درج میرٹھی سے ان کا معارفہ نہ چلا۔ بعد میں ابوالقاسم مستقیم بھوپالی سے بھی تذکرہ نگاری کے حوالے سے ان کا سفر کر ہوا۔ ان شاہد سے معلوم ہوا کہ تاوردہوی نے اپنا تذکرہ درج میرٹھی کے تذکرے بہارستان نامہ کے رد عمل کے طور پر شروع کیا اور بعد میں یہ تذریعہ نظر ثانی، ترمیموں اور ترمیموں کے ذریعے اس کے مواد میں اضافے کرتے رہے۔

املائی خواص

تذہبنا تذکرہ میں مستقل متون میں املا کی بعض غرایب نظر آتی ہیں، کچھ الفاظ کی مخصوص شکلیں بھی کتابت ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق کتابت سے اور کچھ کا معنی کے امتیازات سے ہے۔ ایسی تمام غلطیوں اور احتیارات کو درست اور جدید املا سے بدل دیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کچھ صحیح ہی رہے تخریف زمین جائے۔ ان املائی خواص یا غلطیوں اور احتیارات کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) معنی اور کتابت نے اگر چہ بے معارفہ و بھول کا امتیاز برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض مقامات پر یا امتیاز برقرار نہیں رہ سکا۔ اس کی طرف معنی نے بھی اپنے درج بالا بیان میں نشان دہی کی ہے۔ ایسے تمام مقامات کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

(۲) متن میں کافی جگہ ہائے تلوذ استعمال کی گئی ہے۔ اس کے باوجود ایسے بہت سے الفاظ میں ہائے مفرد کتابت ہو گئی ہے جہاں ہائے تلوذ کا عمل تھا۔ مثلاً بھی (بھی)، تھی (تھی)، تھا (تھا)، کہا یا (کہا یا)، چاہا (چاہا)، اسکا (اسکا)، لکھا یا (لکھا یا)، کر (کر)، رہن (رہن)، کھڑے (کھڑے)، ڈنگ (ڈنگ)، لکھو (لکھو)، وغیرہ۔ مثالیں بہت زیادہ ہیں جن میں درج کرنا خواہ تو افراط کا باعث بنے۔ ایسے تمام الفاظ کی املا درست کر دی گئی ہے۔

(۳) اس کے خلاف ایسے الفاظ میں کتابت نے ہائے تلوذ کتابت کر دی ہے جہاں ہائے مفرد کا مقام تھا۔ مثال کے طور پر چٹکے (چٹکے، ص ۱۸)، غلام (غلام، ص ۲۱)، غلام (غلام، ص ۲۱)، نو بھار (نو بھار، ص ۱۵)، مشہور (مشہور، ص ۸)، مہربان (مہربان، ص ۲۵)، بھتان (بھتان، ص ۱۸۰)، نور بھان (نور بھان، ص ۱۰)، بھان (بھان، ص ۱۲)، بچے (بچے، پشت ورق ۱)، مذم (مذم، غزنی، مسلحہ مرآت خیالی، ص ۱۳)، بھان (بھان، ص ۸)، وغیرہ۔

(۳) بعض لفظوں میں ذن حد کا اعتبار قائم رکھا گیا ہے لیکن بعض جگہ یہ اعتبار قائم نہیں رہا اور ذن حد میں اعلانیٰ ذن موجود ہے۔ جیسے فزان، ہون، دشمن، چنڈون، یہاں، مطلقاً، چین، میں، تو میں، ناموں، طعن، پیادوں، وغیرہ۔

(۵) الفاظ کو ملا کر نئے کارخان بھی اکثر نظر آتا ہے۔ جیسے اسکا داسکا، اٹکے، اٹکے، اٹنے، چکا، چکی، چکے، اٹکا، اٹکر، اٹکے، چکا، چکے، چکی، انجر، مینے، کرینکا، جھڑکا، جھڑت، اسوت، اسطرف، اسقدر، کسقدر، کیلور، کرینکی، کیلیرج، جابجا، اجتر، حیر، طرف، غور، غرام، دھڑکونے، آجنگ، طاقتور، واقفکار، اخبار نویس، کلرور، عامہ نویس، قیدی نویس، وغیرہم۔ بعض جگہ تو تین تین الفاظ ملا کر کتابت کیے گئے ہیں جیسے: اسطرخیر، اسطرخی، رجحانکا، وغیرہ۔

(۶) جہاں "ذ" استعمال ہوا ہے، ایسے بعض مقامات پر اسے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر رکھا گیا ہے۔ جیسے: بکری (بکر کریں)، نہو (نہ ہو)، نہوا (نہ ہوا)، نہواں (نہ توں)، نگھانہوئی، بکھکا، بچکا، چھوڑا، بھرنی، نگھانہوئی، بکے، بکھس، وغیرہ۔

(۷) اسی طرح "پ" کو بھی بعض جگہ کاتب نے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر دیا ہے۔ مثلاً: بام (بہام)، بکلیہ (بکلیہ)، بکشاوہ (بکشاوہ)، بیدان (بہ میدان)، وغیرہ۔

(۸) "بے" کو بھی کاتب نے اکثر جگہ آئندہ لفظ کے ساتھ ملا کر رکھا ہے۔ مثال کے طور پر "بیک" صبر (صبر)، بھروت، بیچم، وغیرہ۔ ایسے الفاظ میں "بے" کو ملا کر درج کیا گیا ہے۔

(۹) جس لفظ یا جن الفاظ کے آخر اور شروع میں ایک حرف دوبار اکٹھا آ گیا ہے، کاتب اکثر نیا انحصار ایک حرف سے لکھ کر اس پر حد لگاتا ہے۔ مثلاً: اتنے (اس سے)، برٹے (برستے)، اتنے (اتنے)، وغیرہ۔

(۱۰) گ کا مرکز موجود ہے لیکن کہیں کہیں اس کے بغیر بھی کتاب ہو گیا ہے۔ مثلاً کر (کر)، بکھ (بکھ)، کویت (کویت)، کیروش (کیروش)، یادگار (یادگار)، کھراتے (گھبراتے)، بک (بک)، وغیرہ۔

(۱۱) اس کے خلاف بعض جگہوں پر کاف پر ایک مرکز خواہ مخواہ لگ گیا ہے۔ مثلاً: بکند (بکند)، گرم (گرم)، بک (بک)، وغیرہ۔ ایسا ممکنہ طور پر کاتب کی غلطی سے ہوا ہے۔

(۱۲) دسی الفاظ میں ت، ڈ، ڈا، چھوٹی کا "ڈ" عموماً لکائی گئی ہے۔ صرف تین چار جگہوں پر ت کے لیے ڈ کے دھنوں پر چھوٹی ملا لکائی گئی ہے۔ مثلاً: ڈاٹھی، ڈاٹھی، میرٹھی، وغیرہ۔

(۱۳) بعض الفاظ میں حمزہ ہے لیکن کاتب یا مصنف اس کی جگہ ذ استعمال کرتا ہے۔ ایسے کافی الفاظ، تذکرے میں موجود ہیں۔ جیسے: تاجز، آفاق، جلا، ملی، جلا، جلا، آرائش، شالی، ماسلحہ، مراد، خجانی، ماس

(ہرے)، نکائے ناگہانی، صباۓ، پائی (پائے)، شولی (شورے)، قباۓ، بلاۓ، بوۓ، پلاۓ،
 کاشائی (کاشائے)، بوئے گل، آہوئے، جھائے، مٹی (ہے)، سونائے، سرائے، برائے، پائے،
 چرائے، آرزوئے، دریائے بلا، خدائے، رسوائے شہر، رائے، روئے زیبا، پائے احتفال، چرائے،
 موئے، بھائے، وغیرہ۔

(۴۷) عربی کے جن الفاظ میں کمزاز ہے، ایسے الفاظ کو اردو میں لکھتے ہوئے کمزے ذر کے بجائے
 الف کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اس میں اسم مکرم یا خاص ناموں کو استثنائی جاتی ہے لیکن بعض زبان دان اور ماہرین زبان
 انہیں بھی الف سے لکھتے ہر ذر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل کے لیے رشید حسن خاں کی ب مثال کتاب
 لکھو واسلا سے رجوع کرنا چاہیے۔ ذر نظر کتاب میں بھی بعض ایسے الفاظ کمزے ذر کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً
 دھوی، دھوئے، سمنے، معنی، وغیرہ۔ اسی قبیل کے الفاظ پر بعض مقامات پر کمزاز بھی نہیں لگایا گیا۔ جیسے سسے،
 دھوی، لٹی، مرقش، چھنی، الٹی، آلا، لیلے، دھوے، وغیرہ۔ ان میں سے پہلی قسم کے الفاظ تو مصنف کے
 اختیار سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ دوسری قسم کے الفاظ کا تب کی غلطی سے بگاڑ گئے ہیں۔ متن میں ان تمام الفاظ کا ا
 الف کے ساتھ اور یک ساں کر دیا گیا ہے۔

(۴۸) کاتب نے سمن کے ساتھ مونا، میسوی، بھری اور کمری سمن کے تحفیات 'نوا، 'خا، 'پ،
 کتابت خیر، کیے۔ متن میں ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

(۴۹) بعض الفاظ میں اصولاً اضافت کی "یا" لگنی چاہیے لیکن وہاں مصنف، اکاتب نے دو طرح کی
 غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اضافت کی "یا" کے بجائے مزہ لگا دیا ہے، جب کہ بعض جگہ، مزہ کے نیچے کمرہ لگا
 کر اضافت بنائی ہے۔ مثال کے طور پر بیکجا، زانات، لربا، زانات، غلغام، راشدین، کوعام، خیر، فدائ، خن، اوصیاء،
 شعرا، یمن، ہوا، صمد، تذکرۃ ائد القصر، ہنود، حیات، انشا، متذکرہ، غلغام، راشدین، وغیرہ۔
 غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ مصنف یا کاتب نے کوعام عربی الاصل الفاظ کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ نمبر ۱۶ میں وضاحت کی
 گئی ہے کہ کاتب، مصنف نے عربی الاصل الفاظ کے آخر میں راء، مزہ لگائی ہے۔ اسی مزہ کو یہاں اضافت کے
 لیے استعمال کر لیا گیا ہے۔ یہ کاتب نہیں، بل کہ مصنف کا اختیار معلوم ہوتا ہے۔

(۵۰) جو الفاظ یا سنے قافی یا اے تختائی پر ختم ہوتے ہیں اور ترکیب میں استعمال ہوتے وقت اس "یا"
 میں مزہ کی واضح آواز ظاہر ہوتی ہے، ایسے الفاظ کے لیے قبل تقسیم، انجمن، ترقی، اردو (ہند) نے مزہ لگانے کی
 سفارش کی تھی۔ اس دور میں اور اس کے بعد عبدالمکرم صدیقی، رشید حسن خاں اور بعض دوسرے ماہرین زبان نے
 تحقیق کر کے سفارش کی کہ بے شک ایسے الفاظ میں "یا" پر مزہ کی آواز ظاہر ہوتی ہے لیکن مناسب ہے کہ "یا"

پر اضافت کا ہمزہ لگایا جائے، بل کر ایسے تمام الفاظ میں 'یا' کے نیچے کسرۃ اضافت یا زیر لگائی جائے۔ ایسے کچھ الفاظ اس کتاب میں بھی کسرۃ اضافت کے بجائے ہمزہ اضافت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً درود عندی آن۔ گرمئی۔ شاطری۔ دمچئی۔ سرئی۔ تھئی۔ ہم بڑئی۔ دلی۔ منئی۔ تہلی۔ ناکائی۔ خواگی۔ بدائی۔ لست۔ وغیرہ۔ مندرجہ بالا تمام الفاظ میں مستحکم کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے۔

(۳۱) مصنف نے اگلے کا بھی خیال نہیں رکھا۔ انیسویں صدی کی مطبوعات میں یہ برطانوی عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے، بل کہ بیسویں صدی میں بھی یہ طرز عمل جاری رہا۔ اگلے والے الفاظ کو لکھا جائے ہوئے سے جاتا لیکن انھیں چھتے وقت غلط کیا جاتا۔ اس کتاب کا مصنف بھی اسی کا بزد ہے۔ تدوین کے دوران کتاب میں ایسے تمام مقامات پر الفاظ میں اصلاح کیا گیا ہے۔

تدوین کا طریق کار

زیر نظر تدوین میں ذیل کے چار نئے استعمال کیے گئے ہیں جو میری دست دس میں ہیں:

(۱) گنتیں نثر: مطبوعہ مطبع فوقی کاشی، دہلی: ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۳ء؛ ۳۶ صفحات۔ تذکرۃ النسائے نادری کا پہلا نسخہ جو فارسی شاعرات کے تراجم پر مشتمل ہے۔

(۲) سرانہ خیالی: مطبوعہ ایضاً: ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۵ء؛ ۹۶ صفحات۔ تذکرے کے دوسرے حصے "چمن انماذ" "جملہ" "گلسنہ نثر اور دیگر تحریروں پر مشتمل۔ اس کے سرورق پر اسے تذکرۃ النسائے نادری اور سرانہ خیالی، دونوں ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری چون کہ مکمل تذکرے کا نام ہے اس لیے اختیازی کی خاطر اس اشاعت کو سرانہ خیالی سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۳) تذکرۃ النساء: مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی: ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء؛ ۳ + ۱۹۳ صفحات۔ تذکرے کی مکمل اور آخری اشاعت۔

(۴) سلطنت سرانہ خیالی: مطبوعہ مطبع سرری رام پرکاش، دہلی: ۱۹۰۳ء؛ ۸ + ۳۶ صفحات۔ تذکرۃ النسائے نادری میں تراجم اور ملاحظات پر مشتمل۔

تآوردہ دہلی کی تصانیف و تالیفات میں سے کسی کے مسودے کا اب تک کہیں کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ تذکرۃ النسائے نادری اور تآوردہ دہلی کے دیگر مساکین کے مسودات (اگر موجود ہیں تو) بنو پروردہ کم ہائی میں ہیں۔ شعلین خواجہ مرحوم نے لکھا تھا کہ تآوردہ دہلی کا ذخیرہ کتب دار سرری رام کا ذخیرہ دھارس و حدود پورہ دہلی لاہوری، دارانی، کتب خانہ جامعہ پنجاب، لاہور، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی اور انجمن ترقی اردو

بعد ہی دہلی میں تقسیم ہو کر ٹھہر گیا۔ (۳۵) اسیوں اسی کتب خانوں میں بھی نادر دہلوی کی کسی کتاب کے سوا دے کا سراغ نہ لگ سکا۔ ایک قیاس یہ ہے کہ نادر دہلوی نے تذکرے کے اپنے ذاتی نسخے میں ترمیمات اور اضافات نوٹ کر لیے ہوں لیکن تذکرے کی اشاعت کا بعد دست نہ ہونے کی وجہ سے انھیں صیغے کی صورت میں تحریر نہ کیا ہو۔ یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ نادر دہلوی نے نذکرۃ النسائے نادری کے حواشی میں یا صفحات اور سطروں کا حوالہ دے کر الگ سے تراجم و اضافات نوٹ کیے ہوں اور تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے یہی ان کا حصار مسودہ ہو۔

بہر حال، چون کہ نادر دہلوی نے تیسری اشاعت کے لیے تراجم و اضافات، ملحقہ مراتب خدائی میں درج کروائے ہیں، لہذا انھیں تذکرے کی دوسری اشاعت نذکرۃ النسائے نادری میں شامل کر کے تذکرہ مسودے کی نقل حاکم کی جاسکتی ہے اور پیش نظر ترتیب میں یہی کیا گیا ہے۔

تدوین کے لیے نذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اشاعت تمام نذکرۃ النسائے کو بنیاد بنایا گیا ہے، کیوں کہ موجود نسخوں میں یہ مصنف کا نظر ثانی شدہ آخری نسخہ ہے۔ اس امر کا قوی امکان موجود ہے کہ تذکرے کی دوسری اشاعت کے لیے کتاب خود مصنف کی گمرانی میں ہوئی۔ تذکرے کے بعض بیانات سے اسے تقویت ملتی ہے۔ اول تو تذکرے کے برصغیر کے بعد کالی کی تحریر یا کتابت کی تاریخ گفتہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں خود مصنف کی مرضی سے ہوا ہے۔ دوسرے، محنت نامہ تذکرہ کے آخر میں مصنف کا وہ بیان قابل غور ہے جس میں انھوں نے کتابت میں یاے معروف و مجہول کی غلطیاں رو جانے اور ان کے لیے 'ع' اور 'ف' کے اشارے کتابت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (۳۶) اس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اپنی گمرانی میں کتابت کرائی اور وہ کتابت شدہ صفحات کی پڑتال بھی کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے پڑتال کے بعد ان غلطیوں کی نشان دہی بھی کی جو اس کی مشابہت اور مرضی کے خلاف کتابت ہو گئی تھیں۔ صرف یہی نہیں، یاے معروف و مجہول کی بعض اغلاط پر انھوں نے کاتب سے دستور قدیم کے مطابق 'ع' اور 'ف' کے نشان بھی لگوائے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ نذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اشاعت (مطبوعہ ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) مصنف کی نظر ثانی شدہ بھی ہے اور اس کی کتابت بھی مصنف کی گمرانی میں ہوئی ہے۔ اصولی تدوین کے پیش نظر یہ اشاعت تذکرے کی تدوین میں بنیادی متن بننے کی اہل ہے، اور اسی کو پیش نظر ترتیب و تدوین کی درست طور پر بنیاد بنایا گیا ہے۔ مصنف نے تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے اس میں ضروری تراجم و اضافات پر مستقل مسودہ حاکم کیا تھا، جو درست ثابت ہوا ہے۔ خوش قسمتی سے مرثبہ کو ملحقہ مراتب خدائی کے نام سے نادر دہلوی کی وہ آخری کتاب اور سالہم دست ہو گیا جس میں مصنف نے تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے ترمیمات و اضافات درج کروائے تھے، چنانچہ مصنف نے جہاں جہاں اور جن جن جگہوں پر ان ترمیمات اور اضافات کی نشان دہی کی

تھی وہاں حلقہ اضافے اور تراجم کر دی گئیں۔ یوں تذکرۃ النسائے نادری موجودہ اشاعت منظر کے مطابق اور معنی کے نظر ثانی شدہ آخری نسخے کے مطابق ہے۔

اختلافات نسخ کے لیے تذکرے کی پہلی اشاعت کے دونوں حصے گلشن ناز اور مراتب خیلانی خوش نظر رہے۔ صحیح متن اور حواشی کے لیے تذکرے کی ان اشاعتوں کے علاوہ کچھ کالونی مآخذ بھی خوش نظر رہے جن میں تذکرۃ حسینی، بہارستان ناز، تذکرۃ شمیم سخن، حور مقصودات اور تذکرۃ الخواتین شامل ہیں۔ ان سب کی تفصیل کتابیات کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ملکات اور محبے

متن کے علاوہ اس کتاب میں دس ملکات اور چار محبے بھی شامل ہیں۔ ملکات معنی کتاب کی تقریری ہیں اور ان کا تذکرے سے براہ راست تعلق ہے، جب کہ محبے مرتب کی کوششوں سے ترتیب پائے ہیں۔ ملکات میں سے کچھ تذکرۃ النسائے نادری میں سے اور کچھ ملحقہ مراتب خیلانی میں سے لیے گئے ہیں۔ آخری ملحقہ ان الفاظ کی فرہنگ پر مشتمل ہے جن کے معنی ہیں انطور یا ماحشے میں خود معنی نے تقریر کی ہیں۔ انیس ترتیب دے کر ایک فرہنگ کی صورت دے دی گئی ہے۔

خمیسوں میں پینا ضمیر مرتب کے حواشی پر مشتمل ہے۔ خیال رہے کہ اس محبے کے تحت وہ حواشی شامل ہیں جو متن اور ملکات پر لکھے گئے۔ مقدمے کے حواشی اس کے آخر میں درج ہیں۔ دوسرا ضمیر ”اختلافات نسخ“ کے لیے مخصوص ہے۔ اگلے دو محبے اصل میں فرہنگ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ان الفاظ کی فرہنگ پیش کی گئی ہے جن کے استعمال کے حوالے سے وضاحت یا تخریج کی ضرورت محسوس ہوئی اور دوسرے حصے میں نسبتاً مشکل اور نامائوس الفاظ کی ”فرہنگ“ ہے۔

تذکرے میں مشمولہ شاعرات اور دیگر مشاہیر کی مکمل لہرست غلط (۱) کے تحت درج ہے۔ یہ لہرست اصلاً معنی کی حجاز کی ہوئی ہے۔ اسی لہرست میں موجود کتاب کے صفحات نمبر درج کر کے اسے موجودہ کتاب کی تفصیلی لہرست بنایا گیا ہے۔

علامات اور سوز اوقاف

تذکرے کا خوش نظر متن مرتب کرتے ہوئے درج ذیل علامات اور سوز اوقاف اختیار کیے گئے ہیں :

[] ایسی اگونی توہین : یہ توہین متن میں ان عبارتوں کے شروع اور آخر میں استعمال کی گئی ہیں جو معنی کی آخری نظر ثانی، تراجم اور اضافات پر مشتمل ہیں۔ یہ عبارتیں ملحقہ مراتب خیلانی میں شائع ہوئی تھیں۔ معنی کے نشان زد مقامات پر ان توہین کے اندر یہ عبارتیں درج کر دی گئی ہیں اور آخر میں

حاشیے کا فہرہ دے کر حاشیے میں حلقہ عبارت کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ کچھ مقامات پر یہ قوسین جبری اور تکرری سنہین کے متبادل صوری سنہین درج کرنے کے لیے بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ "حواشی مصنف" میں لمبی قوسین کے اندر جرمہاتیں غلی حروف میں درج ہیں، وہ مرتب کا اضافہ ہیں۔ یہ جہاتیں عموماً حوالوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔

() چھوٹی اگول قوسین : یہ قوسین حاشیے کے فہرہوں کے اندر دہلائی گئی ہیں اور عام طور پر متن سے ذرا اوپر کر کے ان میں حاشیے کے فہرہ درج کیے گئے ہیں تاکہ متن سے منبر رہیں۔

متن کے اوپر ڈوئی کا نشان بنا کر بھی حاشیے کے فہرہ لکھے گئے ہیں۔ یہ نشان اور فہرہ مصنف کے حواشی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان فہرہوں کے حواشی علاحدہ سے ملحقہ (۹) کے تحت کتاب پڑا میں شامل ہیں۔

متن میں بعض الفاظ پر ایک ستارے کا نشان ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن کے معنی بین الشطور میں درج تھے۔ ایسے تمام الفاظ اور ان کے معنوں کو "ملحقہ (۱۰) فہرہ" نام مصنف کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔

مصنف نے "سنہ" کے سنہ کے اوپر سال درج کر کے سنہین کا اندراج کیا ہے۔ مثلاً ۶۷۱ھ اور ۱۳۰۱ھ، ۱۹۳۲ء بکری۔ موجودہ صورت میں کچھ فرقہ کتابت میں یہ خطیں ایک تو درست طور پر نہیں بنائیں اور دوسرے

ذوقی جمال پر گراں گزرتی ہیں اس لیے اس کتاب میں ایسے تمام مقامات پر "سنہ" کا لفظ پہلے اور سال کا بعد اس کے بعد درج کیا گیا۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا سنہین کو "سنہ ۶۷۱ھ"، "سنہ ۱۳۰۱ھ"، "سنہ ۱۹۳۲ء" کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

تخلص پر تخلص کا نشان التزاما لگایا گیا ہے، چاہے متن میں دو یا نہ ہو۔ سنہ کرے کے مطبوعہ متن میں اس کا التزام نہیں کیا گیا، بل کہ عام ناموں کی طرح تخلص پر بھی ایک لکیر سمجھ دی گئی ہے۔ اس سے بعض جگہ تخلص اور نام میں التزام کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس لیے بھی، اور چون کہ اردو میں تخلص کے لیے ایک نشان موجود ہے اور اسے استعمال نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے بھی تخلص پر مخصوص نشان لگانے کا التزام کیا گیا ہے۔

کتابوں اور رسائل کے نام امتیاز کی خاطر خ میں کتابت کرائے گئے ہیں۔ مجھے اعتزاز ہے کہ یہ مفید طریقہ عمل میں نے عمری ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے سیکھا اور اسے مفید تر پایا۔ ڈاکٹر صاحب کا طریقہ کار یہ ہے کہ مطبوعہ غیر مطبوعہ ایسی کتب اور جرائد کے نام خ میں کتابت کرائے جائیں جو علاحدہ حیثیت کی حامل ہیں، جب کہ مشمولہ کتب و رسائل و جرائد کتاب کے مختلف حصوں اور مضامین، وغیرہ کے خاص نام (دوین) " " کے اندر کتابت کرائے جائیں۔ اس کتاب میں ہر جگہ ای کی جگہ دی کی گئی ہے۔

— رموزہ اوقاف کم سے کم استعمال کیے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ انھیں وہیں استعمال کیا جائے، جہاں ان کا استعمال کرنا لازم ہو۔ رموزہ اوقاف میں سیکڑ (۱۰)، دھند (۱۰)، پنجرہ (۱۰)، چھائیہ (۱۰)، دھائیہ (۱۰)، سالیہ اور استغنیہ (۲) دو غیرہ کی علاقہ میں عام طور پر استعمال ہوئی ہیں۔

— الفاظ پر ضروری حرکات، خاص طور پر حذ، شستہ اور کسرہ لگانے کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا ہے۔ یاے معروف و مجهول اور باے مفرد و مطلق کے امتیازات التزاماً قائم کیے گئے ہیں۔ یہ امتیاز مصنف نے بھی اکثر و بیش تر قائم رکھا ہے لیکن بعض مقامات پر کاتب یہ امتیاز برقرار نہیں رکھ سکا، چنانچہ خود مصنف نے ”صحت نامہ“ میں یہ اقتباس کیا تھا کہ تذکرہ النسائے نادری میں یاے معروف و مجهول کی شناخت طولا ری ہے مگر بعض جگہ ’ع‘ اور ’ف‘ کا اشارہ کر کے قطع کی درستی کرتی پڑی ہے۔ ایسے تمام مقامات کی تصحیح کر کے ان کا احوال درست کر دیا گیا ہے۔

— اردو میں ”اوز“ کا لفظ دو معروف معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک لفظ ربا کے طور پر اور دوسرے حزیہ کے معنوں میں۔ جہاں یہ لفظ ”عزیز“ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، وہاں الف پر زور دے کر اس کا تلفظ کیا جاتا ہے، چنانچہ کتاب ہذا میں ایسے تمام مقامات میں الف پر فخر یا زور لگایا گیا ہے جہاں ”اوز“ بہ معنی ”عزیز“ استعمال ہوا ہے۔ امتیاز کے لیے لفظ ”ربا“ ”اوز“ پر کوئی حرکت نہیں لگائی گئی۔

— مصنف یا کاتب نے بعض الفاظ کا احوال علیہ السلام کی تفسیر میں لکھا تھا۔ انھیں بدل کر ان کی جگہ ان الفاظ کا مستعمل لکھا گیا ہے۔ ایسے الفاظ کی تفصیل خصوصیات کتابت کے تحت بیان ہوئی ہے۔ تفصیل کے لیے اسی سے رجوع کرنا چاہیے۔

کتابت حسن کی کتابت قدرے اعلیٰ حروف میں کرائی گئی ہے۔ اس معاملے میں مجلس ترقی ادب، لاہور کی مقررہ روش اختیار کی گئی ہے۔ راقم الحروف جبکہ عمرہ مجلس ترقی ادب میں مدد سبب بھی رہا ہے۔ اس دوران تحقیق سے معلوم ہوا کہ جب مجلس ترقی ادب میں کائیکل اردو کی کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ تھا تو یہ طے کیا گیا کہ امتیاز کی خاطر کائیکل کتابوں کے مشون اعلیٰ حروف میں طبع کیے جائیں گے۔ محض سے اور عوامی کی کتابت قدرے خفی رکھنے کی۔ غرض کی گئی۔ پیش نظر کتاب میں اسی نقطہ نظر کے تحت مشون اور طبقات کے ساتھ ساتھ آخری دو حصے بھی اعلیٰ حروف ہی میں کتابت کرائے گئے ہیں۔

شکر ہے

کسی بھی علمی، تحقیقی، ترویجی کام کا انجام دینا فرد واحد کے جس کی بات نہیں ہوتی۔ عالم ہوا یا عوامی یا محرم

کوئی طالب علم سب کو اپنے علمی اور تحقیقی کاموں میں دوسروں سے مدد حاصل کرنی پڑتی ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری کے ڈاکٹر انقرضہ دینی کام میں مجھے بھی اپنے مجلس کرم فرماؤں کا علمی تعاون حاصل رہا جس کے بے میں فردا فردا سب کا شکر گزار ہوں۔

حقائق و تدوین کا یہ کام ہرگز منصف مشہود پر نہ سکا اگر لسانی مرکز زبان و ادب لکھنؤ اور اس کی منظم اعلا محترمہ یا سبکدوش عید اس علمی کام کے انجام دینے کا فیصلہ نہ کرتے۔ تذکرۃ النسائے نادری کی تدوین میرے تحقیقی منصوبوں میں مرحص سے شامل تھی لیکن میرے دیگر منصوبوں کی طرح یہ بھی بنیاد منسکرات الحقائق تھی۔ اس تدوین کے لیے ضروری مواد اور کتابیں بے فکر میرے پاس موجود تھیں لیکن اگر یہ تدوینی منصوبے کے طور پر مجھے تقریباً نصف ہوتا تو شاید ابھی تک (اور نہ جانے کب تک) اس تذکرے کی تدوین شرمندہ تعبیر رہتی۔ موجودہ تدوین کی کامیابی تکمیل محترمہ یا سبکدوش عید کی دل چاہی اور کاوشوں کی مرہون منت ہے۔

آج یہ کام مکمل ہوا ہے تو مجھے اپنے بہت صبران مرحوم ظلیل الرحمان داؤدی بہت یاد آ رہے ہیں۔ شعلہ مراد حبیبی کا انتہائی کباب اور دانشور مجھے انھوں نے مرحمت فرمایا تھا اگر یہ ٹیو نہ ہوتا تو یقینی طور پر تدوین کا یہ کام مکمل نہ ہو سکتا۔ داؤدی صاحب مجھ ناچیز کے حال پر بڑا کرم کرتے تھے۔ شعلہ مراد حبیبی کا مہذبہ شعلہ بھی ان کی کرم گسٹری کا ایک نمونہ ہے۔ اس طرح کے دانشور کم یاب تھے آج بھی مجھے ان کی یاد دلاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں نہیں لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس تدوینی کام کی تکمیل پر وہ خوش ہیں اور میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ میں ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہوں اور ان کے فرزند شقائق اقصیاں داؤدی کا شکر گزار ہوں۔

مفتی کی ترتیب کے دوران دو قابل صدا احترام بزرگ مسیحیوں کا تعاون میرے شامل حال نہ ہوتا تو یہ کام کبھی بھی موجودہ صورت میں ختم نہ کیا جاسکتا۔ محترم محمد سلیم الرحمان اور محترم مظہر محمود شیرانی سے میں ازاد دل تا آخر راہ نمائی لیتا رہا۔ مفتی کی خواندگی اور تفصیل کے ساتھ ساتھ تدوین کے طریقہ کار میں ہنگامہ و مہذبہ سے کی مباحثہ ہر مقام پر ان دونوں کی راہ نمائی نے میرے لیے جڑی آسانیاں پیدا کیں۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی پر محمول کرتا ہوں کہ محمد سلیم الرحمان جیسے منفرد ادیب اور زبان دان و زبان شناس اور ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی جیسے دقیقہ رس محقق و مدبران اور زبان شناس نے مجھ سے باہر کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور نہایت شندہ و چشانی سے میری راہ نمائی کرتے رہے۔ میں اس مقام پر ان کے لیے دونوں بزرگوں کا تہ دل سے شکر گزار اور راجحان مند ہوں۔

مواد کے حصول کے لیے میں نے اپریل ۲۰۱۳ء میں نئی دہلی کا چکر بھی لگایا۔ دہلی پر نیر دہلی کے شعبہ اُردو کے پروفیسر ڈاکٹر ارشد علی کریم میرے صبران دوست ہیں۔ انھوں نے ہر ممکن طور سے میری مدد کی اور دہلی پر نیر دہلی کا بھری سے استفادہ کرنے کو ممکن بنایا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر دوکانیوں انصاف مسہروداد اور گلشن لاکر کے عکس بنا

کر دیے۔ ترتیب متن اور مقدمے کی تسویہ میں ان کتابوں نے بڑی مدد دی۔

ڈاکٹر ارتضیٰ کریم کے حوالے سے دہلی یونیورسٹی کے اسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر حمید حسین، دہلی یونیورسٹی لائبریری کے ڈپٹی لائبریریئن سلیم انور، اسی لائبریری میں شعبہ اردو کے عارضی اچارج ڈاکٹر محمد شائع لفر نے بھی دہلی یونیورسٹی لائبریری سے استفادے میں آسانیاں، محکم پہنچائیں۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے طالب علم سعد شتافی نے بھی دہلی میں میری آسانی کی خاطر بڑی رحمت گودا کی۔ وہ اپنی موٹر سائیکل پر مجھے کتب خانوں اور کتاب فروشوں کے پاس لیے لیے گھرے۔

قیام دہلی میں ڈاکٹر عبدالرشید اور ان کے بھائیوں سے رابطہ اور تعارف ہوا۔ ڈرگا پڑشاہ پتو درہلوی اور اس کے بزرگ کے بارے میں عبدالرشید صاحب کو بھی وقتاً فوقتاً پوچھنا کرتا رہا۔ وہ خندہ پیشانی سے میرے استفسارات کے جوابات دیتے اور مگر ضروریات کے حصول کی خاطر تک و دو کرتے رہے۔ انھوں نے تاج درہلوی کے حالات کے ضمن میں بعض ایسے نفاذ کی نشان دہی اور ان تک رسائی ممکن بنائی جو میرے علم میں نہیں تھے۔

استاد محترم ڈاکٹر حسین لڑائی، اعلیٰ مدرسہ لاہور کے دو بزرگوں برادر محمد علی انجم، برادر م ڈاکٹر فیاض الحسن، پروفیسر شیر احمد قادری اور ڈرامائی مرکز کے ڈپٹی مین دانش بھی اس کام کی جلد از جلد تکمیل کے لیے مجھے ہمیز کرتے رہے۔

کتب خانہ جامعہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی لائبریری) لاہور کے اسٹنٹ چیف لائبریریئن برادر م ڈاکٹر اردن مٹانی (سوجود: استاد شعبہ اردو، دارالمکتب کالج، لاہور) نے تاج درہلوی کی بعض نادر کتابوں تک رسائی کو ممکن بنایا۔ ان میں خاص طور پر تاج درہلوی کا پہلا تذکرہ خزینۃ العلوم فی مناقب العظماء المستظرف ہے جو تین زبانوں میں شائع ہوا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوا لیکن اس کی کچھ ۲۵۰ کاپیاں ملتی ہوئیں۔ علامہ ہبیار کے بعد اس کا ایک نسخہ مجھے کتب خانہ جامعہ پنجاب، لاہور کے ذخیرہ آزاد میں ملا۔ اسی ذخیرہ سے اور ذخیرہ شیرانی سے تاج درہلوی کی تین نادر کتابیں دست یاب ہوئیں۔ ان سب سے استفادے میں ڈاکٹر اردن مٹانی، محمد امجدیم (انٹرنٹ) اور کتب خانے کے دیگر عملے نے بڑا تعاون کیا۔

برادر م تھوڑے عرصے میں نے جس مہارت اور خوبی کے ساتھ اس کتاب کی مشقی کتابت کا کام سرانجام دیا، اس کی داد دینا اور شکر یہ ادا نہ کرنا زیادتی ہے۔ میری ذخیرہ، پڑھوں پر سمجھتاں کی بھرمار اور طبع تہارتی فرمائشات سے دوسرے مشقی کتابت (کمپوزر) دیکھنا عاجز آ جاتے لیکن تھوڑے صاحب نے ان مشکل مراحل کو خندہ پیشانی سے طے کیا اور میری حسب فضا کتابت کا کام مکمل کیا۔

ان کے علاوہ میرے شکر یہ کسب سے زیادہ حق دار میری اہلیہ شہزادہ بیبا اور میرے دونوں بچے حیدر علی اور دانش علی ہیں۔ انھوں نے مجھے وہ سکون حاصل اور یک سوئی دی کہ میں اس طے کام کو دوتے داری سے بخوبی

مہدہ برآ ہو سکا۔ اس کام کے دوران میں نے جون تا اگست ۲۰۱۳ء یعنی کم و بیش تین ماہ بے روزگاری میں بیتائے۔ اس عرصے میں آمدنی کے ذرائع مسدود تھے لیکن کی تدبیریں کا کام جاری تھا۔ ان مشکل حالات میں میرے حقیقتاً نے جس طرح میرا ساتھ دیا اور اپنے مہربان دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، یہ مجھے پر ان تینوں کا احسان ہے۔ یہی نہیں، اس دوران ان تینوں کے صفے کا بہت ماحولت بھی میں نے اس کام میں صرف کر دیا۔ اس کے باوجود یہ تینوں ہستیاں خندہ پیشانی کے ساتھ میرے آرام اور سکون کے لیے ہمدردت کوٹھاں رہیں۔ میں اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے حق میں نصیب خداوندی طہال کرتا ہوں اور اس نعمت کے لیے خدا کا بے حد شکر گزار ہوں۔

آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع کریں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

رفعت علی شاہ

نومبر ۱۸، جنوری ۲۰۱۵ء

حواشی

- ۱۔ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۴۔
- ۲۔ تذکرۃ آثار الشعراء، ہندو، صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۹۔
- ۳۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المصنوع، مردوقی، رسالہ قوامی، مردوقی؛ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۹۔
- ۴۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المصنوع، صفحہ ۳۳۸؛ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۵۔
- ۵۔ تذکرۃ آثار الشعراء، ہندو، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷؛ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۸۵۔
- ۶۔ تذکرۃ آثار الشعراء، ہندو، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷؛ خزینۃ العلوم فی متعلقات المصنوع، صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۶۔
- ۷۔ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۶؛ خزینۃ العلوم فی متعلقات المصنوع، صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۰۔
- ۸۔ دہلی پر شاہد شاہ قس نے ”پرن پلڑ“ لکھا ہے [تذکرۃ آثار الشعراء، ہندو، صفحہ ۱۲۸]۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہلی کا پڑائی اردو میں یہی تلفظ کرتے ہوں گے۔
- ۹۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المصنوع، صفحہ ۳۳۸؛ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۱۵؛ تذکرۃ آثار الشعراء

ہندو، صفحہ ۱۲۸۔

- ۱۰۔ تذکرۃ آثار الشعرائے ہندو، صفحہ ۱۲۸: خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲: ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۱۵۔
- ۱۱۔ مرحوم دہلی کالج، صفحہ ۶۷۔
- ۱۲۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲: ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۱۵۱۱: قصۃ سحر و ماوراء صفحہ ۳: مرحوم دہلی کالج، صفحہ ۷۷۔
- ۱۳۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۱۶، ۱۵: تذکرۃ النسائے نادری، مرقع و مائت ورق، ص ۳۔
- ۱۴۔ ملحقات، صراحت خیالی، نادردہلوی کی آخری کتاب ہے۔ اس کے بعد ان کی کسی مطبوعہ تحریر کی موجودگی کے شواہد نہیں ملتے۔ ملحقات، صراحت خیالی میں نادردہلوی نے ایک جگہ ۱۲۱ پر م ۱۹۰۳ء کی تاریخ لکھی ہے [ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۳۳]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی وفات اس تاریخ کے بعد ہوئی۔
- ۱۵۔ ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۱۲۱۱۔
- ۱۶۔ ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۱۳، ۳۴۔
- ۱۷۔ اصل کتابوں کے علاوہ ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۳۳، ۳۴۔
- ۱۸۔ ملحقات، صراحت خیالی، صفحہ ۱۳۔
- ۱۹۔ صراحت خیالی، مرقع و مائت ورق، صفحہ ۱۱۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۵، ۱۲۳۔
- ۲۰۔ صراحت خیالی، صفحہ ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۔
- ۲۱۔ گلشنِ ناز، صفحہ ۶۔
- ۲۲۔ ایضاً: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۳۔ گلشنِ ناز، صفحہ ۶۔
- ۲۴۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۵۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۵۔
- ۲۶۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۷۔ صراحت خیالی، صفحہ ۲۲۔
- ۲۸۔ صراحت خیالی، صفحہ ۲۲۔
- ۲۹۔ گلشنِ ناز، صفحہ ۶۔
- ۳۰۔ ”نگارستانِ بشیر“، (مضمون)، صفحہ ۶۹۔
- ۳۱۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹۴، حاشیہ۔

ہو مطلق نادریہ رسالہ | ہر مطلق خلایق بھی خدا کا
سب دنیا میں شک کی تائید | کہ نادری ہے یہ نادری

تذکرۃ النساء

یہ شہورہ عورتوں کا تذکرہ۔ جسکا تاریخی نام (اورت چالی)
ہے اور وقت انطباع (گلشن فروت نادری) اسکا تقدیم

مولفہ

عزیز نیا درگاہ پر شاہنشاہ شہزادہ تعلیم مالک پنجاب وغیرہ
دلی بکس سائے انجمن خیر کلیہ امتحان ملی خیر۔ مہاجر
بنابر پیش کش بندگا ندالی متالی

چھپ کر تیار ہوا ہے کہ قبول قدر ہو

۱۸۸۴ء

شہر دلی ک محل الطمان میں غوالیک اتمام کو نو چھپوایا

قصص کا کلیف (۷۸۶) مولعظ علیہ السلام

گرچہ از نیکیاں نیم نمودار بنیکیاں بستانم

در ہایا از نیش رشک و شکست نام

ملحقہ مرآت خیالی

ملقب باسم تاریخی

میلخ خالص

۱۹۰۲ء

در بیان احوال و تخیلات و روایت تذکرۃ النساء و نامور کی معروف و

مرآت خیالی جسکے دو زچے سو سو پر گلشن ناز و چمن انداز

مع تملک و ضمیرہ و عریضہ ۱۸۹۷ء میں چھپے تھے۔ اور رقص

راستی مرقعہ بے مجاور ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا تھا۔ اب چلتا اور ملحقہ

تیار ہوا ہے (پچھلے اسکے دو زچے ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء چھپے)

مرحوم تاج کتب دہلیک مطبع ارق کا شعی دہلی سے خود چھاپے ہوئے تھے اور

دیکھے ہوا چھ لاکھ متعلقہ مذکر ہیں جو مختلف متن میں لکھے گئے ہیں

۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء میں ۱۸۹۷ء میں

مطبع میراچہ کاشن ملی اہتمام کتب خانہ کاشن

ہوا مطبوع نادر یہ رسالہ ہو مطبوع خلاق بھی خدایا
رہے دنیا میں مدت تک یہ قائم کہ نادر کی ہے یہ نادر تھما

تذکرۃ النساء

یعنی شاعرہ عورتوں^(۱) کا تذکرہ، جس کا تاریخی نام (مرآت خیالی) ۱۳۹۲ [ھ]
ہے اور وقت الطباع (گلشن مرآت نادر) ۱۳۰۱ [ھ] اس کا لقب ہوا

مؤلفہ

عجز بنیاد، ڈرگا پرشان، پشتر سررہ، تعلیم ممالک پنجاب وغیرہ، شجر دہلی
بک سوسائٹی، ایجنٹ^(۲) دفتر کلید امتحان دہلی وغیرہ، ہاجر کتب
پنا پریش کش ہندگان عالی متعالی
چھپ کر خیار ہوا ہے۔ مگر قبول افتد، ہر ہے عز و شرف

سنہ ۱۸۸۴ء

شہر دہلی کے اکمل المطالع میں سید فخر الدین کے اہتمام سے مؤلف نے تصدیق کیا ہے

تعداد جلد: ۱۳۵۰۔ ہر کاغذ ۱۰ جی ملی ۱۲ ص ۱۔ ہر کاغذ سری رام پوری ۱۰ ص ۱۔ ہر کاغذ ہادی ۸ ص ۱۔ موصول ذاک فی لنوار۔ دھڑی ۲۷

حصارِ سعادت پناؤ تو باد ۱۳۰۱ ہجری (۳)

ہو القادر

یہ نادر بیچ کارہ گو ہے شاہ! رسالہ نادرہ پر نذر لایا
ہو یہ مقبول، ہے میری تمنا کہ خونِ دل بہت ہے میں نے کھایا

کتبہ سید عبداللطیف — دولتِ عمرتِ فزوں باد (۱۳۰۱ ہجری) [مطابق ۱۸۸۴ء]

ہو القادر

خاتمہ بالخیر ہو یا رب کریم بسم اللہ الرحمن الرحیم (۴)
خدایا تو معبود و معبود ہے
ہوا تیرے جو ہے، سو ناؤد ہے

ديباچه مصنف

مرد و نعت کے بعد شعر و سخن کے مشائقوں کو معلوم ہو کہ سبت ۱۹۳۲ء راجا جہرم نیت بکر، اجیت مطابق سنہ ۱۸۷۵ عیسوی موافق سنہ ۱۲۹۲ ہجری کو یہ تذکرۃ النساء نادری تیار ہوا تھا۔ جس کا پہلا حصہ مکتب بہ گلشنِ ناز، ایک سال بعد طبع سے آراستہ ہوا۔ اُس کے ویرس بعد دوسرا حصہ بہ نام ”چمن انماز“ نیز طبع سے ہجراستہ ہوا مگر میرا دل چاہتا تھا کہ دونوں ایک ہی جلد میں رہے، تاکہ قاری و اُردو شعروں کا ذوق اور ابتدائے مضمون کا شوق، ایک ساتھ ہی لطف دیتا۔ اسی سبب سے اب ان کو پایہ ادبی ضمیمہ حصہ ثانی و تکمیلی حصہ اول، مع اُن تقریظوں اور تاریخوں کے، جو کتابِ نوفا حاصل ہوئی تھیں، اکٹھا کر کے شائع کرتا ہوں۔ اللہ بس، ما سواہوں!

[دیباچہ بتا برانطباع و فتنہ ثالث]

واضح رائے فیض ہیرائے ناظرانِ باعز و شان ہو کہ سنہ ۱۳۲۰ ہجری، سنہ ۱۹۰۲ عیسوی مطابق سبت ۱۹۵۹ ہجری کو یہ کتاب فیضِ انتساب، مع ملاحظہ مکمل کر کے بتا برانطباع و فتنہ ثالث، مولف نے اپنی عمر کے اٹھتر ویں (۶۹) سال میں، بہ حساب شش، و کچھ بحال کر رکھی ہے۔ گویا یہ مولف کا ساتواں مسودہ ہے، جو اُس نے فُری حساب سے اٹھائیس (۲۸) برس میں جمع کیا ہے، کیوں کہ اول و فتنہ جو اس کا حصہ حصہ الگ الگ چھپا تھا وہ پانچویں مسودے کی نقل تھا۔ اب اگر یہ تذکرہ میری صیغہ حیات، بہ لعلِ ربِّ الکائنات، چھپ گیا تو گویا سلسلہ مستند ثلاثہ سال با سال کامل گیا۔ آئندہ مرضی مولانا، از بسہ اولاً۔

اس قریم اور تکمیل کی تاریخ عیسوی اس فقرہ سے ظاہر ہے:

(تذکرۃ نسائے نادری نام نہاد) ۱۹۰۲ء (۵)

تہیدی مضمون، جس کا تاریخی نام ”ریاض الفیض“ ہے
[۱۹۳۲] (سبت)

نفل ہندی چمنستان مضامین و معانی، در بیان سبب آرائش ایں گلشن پر بہار جاودانی

اے اشرف زمانہ زمانے کرم نما در ہاے بست ما بہ کلید کرم کشا

کیا خدا کی قدرت کاملہ ہے کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تعلیم اور تعظیم کو اشرف کے حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا۔

پارہی جی، سیتا جی: ۱۰ اکثر اس زمانے کے مردوں نے اپنا انکار زیادہ کرنے کی نیت سے عورتوں کو بے علم رکھنا پسند کیا، ورنہ دیکھو ہندوؤں میں سری پارہی جی اور سیتا جی، وغیرہا منکرت دان بہت سی عورتیں گزری ہیں، بل کہ بعض کچائی یعنی شاعری بھی کر گئی ہیں، جن کا حال عقد سے کی دوسری فصل میں لکھا جائے گا۔

پاکرت یا بھاشا جس وقت سے جاری ہوئی، اس وقت تک بھی ہندوؤں کی عورتیں لکھنا پڑھنا سمجھتی رہیں۔ بھوج پر بندہ میں ہے کہ ”اس راجا کی قلم رو میں زمانے عدتے جاری تھے۔ ہر پرگنے میں علمی مجلس مقرر تھی۔“ بالفضل، سرکار کی بدولت جوائنجنیں اور سوسائٹیاں انعقاد پاری ہیں، انھیں کا نمونہ لکھو۔

اس زمانہ کے بعض بعض شریف^(۶) خاندانی ہندو ایسا تو بے شک کرتے ہیں کہ بال بدھ یا نوجوان راٹھ عورت کو تاگری، خواہ گورکھی کے حروف سکھا جسٹن سہسرنام سمجھتا یا آگک سکھ منی جب جی وغیرہ پڑھا دیتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بیوہ عورت پر عہادت معبود زیادہ تر فرض ہے۔ سہاگن اپنے خاندانی کی فرماں برداری کو صحت عہادت سمجھے^(۷)، اور ظاہر ہے کہ ”بے علم متواں

خدارا شناخت" کا مقولہ بہت درست ہے۔ پس بیواؤں کو خدا شناسی کے لیے علم سکھایا جاتا ہے تو خاوندالیوں کو اس نظر سے بڑھانا واجب ہے کہ وہ اپنے خدمت گزاری کے حق اپنے شوہر کی نسبت سمجھیں اور اپنی عصمت کے نگاہ رکھنے کی خوبیاں جانیں اور گناہوں کی سزا کو دیکھ کر ڈریں، جیسا منشی مکھن لال صاحب نے ایک رسالہ منشی بہ حقوق زن و شوہر میں مختلف دہائیوں کے قول ترجمہ کر کے درج فرمائے ہیں۔

نیز عورت خواہ وہ ہوگی تو اپنی اولاد کو علم کے زیور سے خوب آراستہ کرے گی، ورنہ بھلا کی طرح زیور ظاہری، مٹائی و مٹرتی سے اُن کو بیزار کر کے گی جس کی بدولت اکثر بچوں کی جان بھی تلف ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس قسم کے مقدمے اکثر اخباروں میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔

مگر افسوس! کہ ہمارے ایسا جس اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور زیادہ تر افسوس کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی ہندوستانی، علی الخصوص ہندو بھائی، اس باب میں گفت گو بھی کرے تو سامعین ناراض ہوتے ہیں، گو بظاہر خاموش ہی رہیں، اور بولیں تو یہ جواب باصواب دیں کہ اچھا صاحب! آپ اپنے خاندان میں تو اس سلسلے کو جاری فرمائیں، پھر شاید کہ دیکھا دیکھی کسی اور کو بھی شوق ہو جائے۔

ایک کھترانی کا ذکر : میں عرض کرتا ہوں کہ:

شوق در ہر دل کہ باشد، رہبری در کار نیست

اور اگر بغیر تجربے کے نہیں مانتے تو تحقیق کر لو کہ قدر سے پہلے قصبہ کوئل، یعنی علی گڑھ میں ایک کھتری صاحب شریف الاصل، نجیب النسل، باشندہ ہمارے قاری زبان کے سیاق و سباق سے اس قدر بہرہ ور تھی کہ اپنے گھر کا حساب کتاب، خطوط نویسی خود کیا کرتی تھی۔ اپنی برادری سے کوئی اُن پر طعنہ زن بھی نہ تھا، پر نہیں معلوم کہ یہ طریقہ ہیچ آگے کو جاری کیوں نہ ہوا!

کا۔ حصوں کا ذکر : اور نیچے! یہاں کا بھی تحقیق فرمایا لے کہ بہت سی کھترانیاں، باصنایاں، ناگری و گورکھی وائ موجود ہیں۔ کا۔ حصیاں قاری بولتی ہوئی زعمہ، اپنی برادری کی رونق افزا ہیں، مگر آج کل تو انگریزی کا چرچا بھی اس قوم میں ہوتا جاتا ہے، اور کیوں نہ ہو! کہ قاری کی

زبانِ دہانی بھی اوائل میں ہی قوم میں آئی، انگریزی خوانی میں بھی اسی فرقے نے سبقت فرمائی۔ پس، تعلیم نسواں میں بھی اگر یہ ہی سہاوت ذکر کریں، تو کون کرے گا؟

مسلمانوں کا حال کیا بیان کیا جائے۔ اُن کے ہاں تو شرعاً حکم ہے کہ عورتوں کو بھی پڑھاؤ اور اکثر خاندانی عورتیں اُن میں خواندہ ہی ہوتی ہیں۔ اگر زیادہ نہ ہو تو چار برس چار مہینے چاروں کے بچہ کی رسم لے کر دے، کلام اللہ ضرور پڑھا دیتے ہیں، اور یہ حکم اس حدیث نبویؐ سے ثابت ہے: **مَطْلَبُ الْوَلِيمِ فِرَاحَةُ** غلیٰ غلّیٰ، مُسْتَبْلِمٌ وَ مُسْتَبْلِمَةٌ۔^(۸)

فارسی و اردو زبان کے تذکروں کے نام جن کی مدد سے یہ تذکرہ لکھا گیا ہے

اس فرقے کی عورتوں نے تو عربی، فارسی اور اردو کی شعر گوئی کو بھی کمال پر پہنچا دیا، چنانچہ آتش کدہ کی فروع، سرکہ الخیال کا آخری بیجر، جواہر العجائب تمام، کلمات الشعراء، منتخب الطلائف و گلستانِ مسرت و ملاحت العقل و خریطۃ جواہر و ریاض الفردوس وغیرہ فارسی کے تذکروں میں چست چست مستورات کا کلام موجود ہے: اور اردو میں حکیم قاسم کا تذکرہ حسب موقع^(۹) گلستانۃ نازنین کا جزو اخیر، گلشنِ بے خار و گلستانِ سخن و مخزنِ شعراء و طبقات الشعراء و نادر الافکار وغیرہ کہیں کہیں سے اور ہمارے گلستانِ نازگل، سخنِ شعراء کا آخری جزو، بعض بعض صفحہ تاریخ شعرائے عرب کے،^(۱۰) جس میں عبارتِ اردو اور شعر عربی کے ہیں: مستورات کے شعروں سے آراستہ و سیراستہ ہیں۔

ان سب کو دیکھ لو! کہیں کسی ہندوئی کا نام نہ پاؤ گے۔ ہاں! کہیں شاد و نادر کسی رنجی یا پاترا کا نام آ جائے تو جھپ نہیں۔ پس، وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، کیوں کہ یہ ہر جانی، ہر فنی، حلقی ہوتی ہیں۔ [الحمد للہ! کہ اس کتاب کے ضمیر میں ایک کاغذی کا نام نامی شائع ہوا ہے، یعنی اہلِ خلص، بی بی جاگی نامی گرامی الہ آبادی کے اردو شعردہاں موجود ہیں۔ پس، کیا جھپ کہ اس قوم میں اردو شاعرہ و قاضی سوجو ہوں، مگر اُن کے لواحق اس امر کا افشا نہیں چاہتے، بل کہ اکثر دیگر اقوام ہندو کی

عورتیں بھی اپنی بھاشا زبان میں بچن اور گیت وغیرہ بتاتی رہتی ہیں، پر اُن کا نام نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ نیز، یہ کتاب فارسی و اردو شاعراؤں کے بیان میں ہے، اس سبب اُن کا ذکر کرنا غیر مناسب ہے، ورنہ میں دس پانچ کا پتا بھی لکھ سکتا ہوں۔

بعد نیوں کی علم آموزی کا حکم اُن کے وید مقدس سے ثابت ہے۔ انہروں وید (کاڈ ۱۳، انواک ۲، منتر ۱۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”اے نیک اوصاف والی! اپنے خاوند کو ہمیشہ شکوہ دے! اُس کے ساتھ ناپاکی ہرگز نہ کر! گھر کے کاروبار میں عمدہ اصول پر عمل کر! اپنے پالے ہوئے جانوروں کی حفاظت کر! عمدہ کمال و خوبی اور علم و تربیت حاصل کر! طاقت و راہِ وید پیدا کر! ہمیشہ اولاد کی پرورش میں مستعد رہ!“ (از وید بھاش بھومسکا، یعنی وید مقدس کی شرح کارلیاچہ)۔

دیکھو سالہ ۱۸۰۰ء، جلد ۱، نمبر ۲، بابت ماہ فروری سے ۱۸۹۹ء، جہاں پر گوگل بانی کا ذکر خیر شائع ہوا ہے۔ شاہنشاہ اکبر کے عہد میں یہ عورت راجا مان سنگھ کے خسر پارو کی رانی، باسلیقہ، خوش گفتار، نیک کردار، یک رنگ رفتار، بڑی طرز اور سنسکرت اور بھاشا زبانوں کی واقف کار تھی۔ غرض یہ کہ پچھلے زمانہ کی ایسی صد ہا مثالیں مل سکتی ہیں مگر اُن کا پتا لگانا ”کوہ کندن دکاہ برآوردن“ ہے۔ (۸)

۱۱۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا مسلمانوں میں عورتوں کو شعر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ مردوں کی شعر گوئی کا مباح ہونا تو بندہ اپنے تذکرے شاعر الاذکرؒ میں حدیثوں اور روایتوں اور مثالوں سے ثابت کر چکا ہے۔

جواز شعر گوئی عورات

عائشہؓ: جواہر العجائب والا، ابواللیث فقیہ حنابلہ بابو ضیف ثانی کی کتاب بوستان سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حضرت عائشہؓ اپنے بچانوں میں مہمان گئیں۔ وہاں سے واپس آئیں تو اُن حضرتؓ نے فرمایا کہ ہمارے واسطے کیا تھلائیں؟ ارشاد ہوا کہ ہم نے آپ کے لیے وہاں ایک شعر کہا تھا۔ حکم ہوا کہ ”ساؤا“ اُنھوں نے یہ شعر پڑھا:

اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَعَلَيْتُنَا بِغَيْبِكُمْ فَلَوْلَا الْعَجُوزَةُ السُّوْفَاءُ مَا كُنَّا بِوَلْوِيْكُمْ (۹)

آں حضرتؑ نے کہا کہ اگر دوسرا مصرع اس طرح ہوتا تو خوب ہوتا:

قَلَوْنَا مَلَأَهُ الرُّخْبَنُ شَاخِئًا بِوَادِيَتِكُمْ^(۳۳)

ان تینوں مصرعوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم تمہاری خاطر سے آئیں ہیں اکڑا، پس تم بھی اپنے دستور کے موافق ہمارے حق میں دعاے خیر کرو اگر ہم کو تمہاری طعنہ زنی اور سوئے ظنی کا ٹھن نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ آتیں^(۳۴)۔ اگر خوش واقربا کے ملاپ میں خدا کا حکم نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ آتیں۔^(۳۵)

فاطمہؑ: اور شیخ! کہ خیر القسا حضرت فاطمہؑ زہراؑ نے خود آں حضرتؑ کا مرثیہ موزوں کیا، جس کا ایک شعر جو اہر مذکور ہی سے لکھا جاتا ہے۔ وہ ہوا ہذا:

صُنِفَتْ عَلَيَّ مُصَلِّبٌ لَوْ اَنِفَا صُنِفَتْ عَلَيَّ الْاَلَامُ حَسَنَةُ لِقَا لِقَا
ترجمہ: مجھ پر ایسی مسیتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دونوں پر پڑتیں تو وہ راتیں ہو جاتے۔

خدیجہؑ، زبیرہؑ: انسا سفید النساء والا لکھتا ہے کہ انم المؤمنین حضرت خدیجہؑ و مسماۃ زبیرہؑ خاتون، منکوحہ ہارون رشید خلیفہ عباسیہ؛ فاضلہ شاعرہ گزری ہیں۔

اس سے بڑا کہ جو اس شعر گوئی کی آؤر کیا دلیل چاہیے؟ کہ خود آں حضرتؑ کی منکوحوں وغیرہا رضی اللہ عنہا نے شعر کہے، آپؑ نے اصلاح دی، آپؑ کے جانشینوں کی بیویاں شاعرہ ہوئیں۔ ہاں ایہ شرط ہے کہ اشعار مناجاتی، توحیدی، نصیحتی، معنفتی ہوں، عشقیہ نہ ہوں۔

الغرض، اس گروہ کی چند شاعرہ عورتوں کے نام، جو شیوع اسلام سے پہلے یا آں حضرتؑ کے زور و عربی زبان کے شعر کہتی تھیں، مقدمہ کی پہلی فصل میں لکھوں گا، اور ان کے پہلے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ مجھے فارسی اور اردو شاعراؤں کا تذکرہ لکھتا ہے اور زبان اردو، فارسی کی سنجی ہے اور فارسی، عربی کے تابع ہے۔ پس عربی کو سلفہ مہر کہا، اور تذکرہ م زمانہ کے اعتبار سے سنسکرت والیوں کو پہلے لکھتا، اور اسی اعتبار سے اس دیباچے میں ہندوؤں کا حال پہلے گزرا دیا گیا، اور ہندیوں میں تعلیم بہت کم ہے، اس نظر سے بھی اس موقع پر ان کو پہلے رکھا ہے کہ ہندو بھائی اس مضمون سے زیادہ قانداہم اٹھائیں۔

پس، اسے یاد دلاؤ کہ زیادہ مع خراشی نہ کر! اس تذکرے کے جانے کا اصلی سبب بیان کرنا

سبب تالیف مرآت خیالی ۱۲۹۲ھ

سنہ ۱۸۶۳ء و سنہ ۱۲۸۱ ہجری میں حکیم محمد فصیح الدین صاحب رنج ریش میرٹھ نے ایک رسالہ بطور تذکرہ شاعرہ غورقوں کے بیان میں، ہمام ہمدستان نثر چھپوایا، پھر چار سال کے بعد سنہ ۱۲۸۵ [ہجری] میں اس کی ترمیم کو دوبارہ مشتمل فرمایا۔

۱) بیچ ہماں نے دونوں کو بہ نظر غور دیکھا، تذکروں مذکورۃ الصدر سے ملایا تو مقابلے میں بڑا فرق پایا، بل کہ اکثر اور تذکرہ نویسوں نے بھی بعض بعض کے بیان میں اختلاف کیا ہے، ایک نے دوسرے کے منافی لکھ دیا ہے۔ پس دلی تحقیق منزل میں یہ سبایا کہ اگر ایک رسالہ مختصر و ثبوت بھی اس بیان میں، اپنے علماء اعمال کی مانند سپاہ کرے تو فائدہ سے خالی نہ ہو۔ نیز جو وہ پانچ شاعرہ ان تذکروں میں نہیں پائی جائیں اور میرے پاس ان کا کلام موجود ہے، اس ذریعے سے قیود کتابت میں آجائیں، وہ بے جا ریاں بھی شاعروں میں شمار ہو جائیں۔

اب خدائے سخن آفریں کے فضل سے، چار برس کی محنت میں، یہ رسالہ نادر و حجاز ہوا۔ پہلے بندے نے اس کا نام تاریخی ”غیرت بارناز“ رکھا تھا اور اس کے دو حصے کیے تھے۔ ہر حصے کا نام تاریخی میاں بہاء الدین عرف عبداللہ شاہ صاحب بقیر خوش تقریر نے ”ایک بارغ نادر“ ۱۲۸۸ (۱۶) اور ”ترکیبات نادر“ ۱۲۸۸ مقرر فرمایا تھا، اور خوشی بخاری داس صاحب غلکین نے سبت ۱۹۲۸ ہجری بمکرما بھتی یوں لگائے تھے:

مہ جبینوں کے کلاموں کا یہ نادر تنج ہے ”غیرت شعرا“ ہوئی تاریخ بھی بے رنج ہے (۱۷)

لیکن اب تک اس کے مسودے کے اجزاء، ابتدا حواس غمہ سولف پریشان و پراگندہ پڑے تھے۔ اب جو ان کو فراہم کیا تو ایک محقق سے اور دو حضوں میں محصور ہوا۔ پس اس کا نام مرآۃ خیالی ۱۲۹۲ھ [مطابق ۱۸۷۵ء] رکھا۔

اس کتاب میں کس کس زبان کی شاعر گوئیوں کا حال ہے

اس کے مقدمے میں پہلے عربی زبان کی چند شاعرہ عورتوں کا نام ہے، پھر سنسکرت اور بھاشا کی فاضلہ و شاعرہ کا کچھ ذکر ہے۔ انگریزی کی فاضلہ عورتوں کا بیان کرتا اس لیے فضول سمجھا کہ وہاں ناخواندہ تو شاید شاذ و نادر ہی کوئی ہوگی اور شاعرہ اکثر ہوں گی۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں ان کے بیان کا کوئی رسالہ نظر سے نہیں گزرا، انگریزی سے بندہ خود بے بہرہ ہے۔

[یہودیوں کی عورتیں بھی تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ میں نے کئی یہودیوں کو انگریزی اخبار، وغیرہ پڑھتے دیکھا ہے۔ پارسیوں کی بہو بھیاں بھی خواندہ ہوتی ہیں۔ دیکھو ایک پارسی لیڈی مستجاب گھبانی ڈاکٹر ٹی فاضلہ کا احوال و سکیل ہند، وہ ملی والے نے دکن ٹائمز نئی انگریزی اخبار سے اپنے پرچے نمبر ۱۱، جلد ۱۳، صفحہ ۵۵، کالم ۳، مطبوعہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے۔ غرض یہ کہ جس قدر تجسس کیا جائے، اسی قدر زیادہ تحقیق ہو کہ ہر فرقے اور ہر مذہب کی مستورات میں تعلیم کا رواج موجود ہے۔

دیکھو! مشاہیر نسوان، مرشد فحشی فاضل مولوی محمد عباس صاحب ایم اے جوائنٹ ایڈیٹر ہیست اخبار، لاہور، جس میں مترجم و مولف فاضل نے نجی الامکان تمام کنز الارضی کی باشندہ عورتوں کا ذکر کر دیا ہے مگر نفوس! کہ اس میں بھی حضرت نے اپنی ماے عالی سے کہیں کہیں کام لیا ہے۔ مثلاً، میم کی روایف میں زبیر قاسم فرمایا ہے کہ مغل، بیبا جان نام، خاندان مظفیر کی پردہ نشینیں..... الی آخر (۱۸)۔ آگے اس کے صرف دو شعر لکھ کر ان پر تذکرۃ النساء کا پتا دیا ہے مگر یہ نہ سمجھا کہ خاندان مظفیر صرف امیر تیمور کے گھرانے کا لقب مشہور ہے، نہ کہ ہر مغل بچے کو اس سے منسوب کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب کہ اس کی والدہ مظفانی اور باپ کشمیری چنڈت تھا، وہ خود سنسکرات کی عادی، تاج پھرے کو سلام کر کے صرف ستار ہاتھ میں لے، برسوں اپنے آشا کے پاس رہی ہو، وہ پردہ نشین کیوں کر ہوئی؟ جیسا اسی اصل تذکرے سے ظاہر ہے، جس کا حوالہ فاضل صاحب نے دیا ہے۔] (۱۹)

پہلے جیسے میں فارسی زبان کی سخن سراہیوں کا کلام لکھا ہے، دوسرے میں اردو کی شاعرہ عورتوں کا ذکر لکھا ہے۔

اس کتاب میں کہاں کہاں کی مستورات کا ذکر ہے

بڑے عظیم ایشیا کے ممالک کی عورتوں کا تذکرہ: دیکھو ایڑا عظیم ایشیا کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوگا جہاں کی عورتیں عالمہ فاضلہ شاعرہ نہ ہوں، کیوں کہ عرب، ایران، افغانستان، ہندوستان، سرحدِ پچ یعنی لٹکا کی شاعرہ تو خود اس رسالے میں لکھی گئی ہیں۔ روم، تاتار کی عورتیں عربی و ترکی زبان میں شعر کہتی ہیں، چنانچہ جواہر العجائب مذکورہ الصدر میں بعض کے ترکی شعر موجود ہیں۔ چین والیاں اپنی بولی میں کہتی ہیں۔ وہاں کی زبان میں کوئی کتاب یہاں مشہور نہیں، ورنہ اس کا بھی حوالہ دیتا۔ سنائی ہیریا، چینی تاتار و شیوں کا ملک ہے، وہاں اپنی بولی میں ضرور وہ بھی کچھ نہ کچھ کہتی ہوں گی۔

اہل ہند کو ترغیب، تعلیم نسواں کی طرف: غرض یہ کہ ہندوستان جسے نشان کی شاننگی ہمیشہ سے مشہور ہے، دلایاتہ ذور دراز میں اس کا تذکرہ ہے۔ پس، یہاں کے باشندوں کو اپنی نام آوری قائم رکھنے کے لیے تعلیم نسواں کی طرف بالضرور متوجہ ہونا چاہیے، اور اپنا تو یہ حال ہے کہ: برسوں بلاغ باشند ہیں۔

مقدمه مصنف

مقدمہ

چمن آرائی خلمہ عنبریں شامہ بہ تسوید آسامی چند شاعرات عربی لسان،
عہد جاہلیت و ایم شیوع اسلام جنت نشاں

شعری فضیلت اور اُس کے معنی لغوی و اصطلاحی اور اجتدائے شعر گوئی و اقسام شعری اور شاعری کے لحاظ کو ملح ان بیانوں کے، جن کی واقفیت شعر گوئی و شعر فہمی کے واسطے ضرور ہے (مثلاً علم عروض، علم قوافی، متاع بدائع، بیان، معانی، سرقات شعر، وغیرہا)، اپنے تذکرۃ نادری الاذکار میں نہیں نے مفصل درج کر دیا۔ اب مکترونو پسلی طولی فضول ہے، کیوں کہ تذکرۃ مذکور کے ملاحظے سے ان سب فنون کا مدعا حصول ہے، اور اہل اسلام کی روایات سے عورات کی شعر گوئی مباح و جائز بھی ثابت ہو گئی ہے۔ اب زبان عرب کی چند شاعرہ عورتوں کا نام لکھا جاتا ہے۔

زلیخا : واضح ہو کہ بنی اسرائیل کے زمانہ کا ذکر ہے، زلیخا نے حضرت یوسفؑ کی شان شایان میں شعر کہے۔

آسیا : فرعون کی بیوی آسیا نامی بڑی فاضلہ تھی۔

زہرا : زہرا نامی شہزادی (پ) زمانہ جاہلیت، شعراء عرب میں بڑی نامی شاعرہ گزری ہے۔

امیہ : امیہ، دختر عبد المطلب کی، جو آں حضرتؐ کے دادا تھے: مع اپنی اور بہنوں کے، شاعر تھی، چنانچہ سب نے حسب درخواست اپنے والد کے، اُس کی حالت نزع میں نوحے کہے۔ اُس وقت آں حضرتؐ نے، بہ عمر بہشت ساگی، وہ تمام اشعار سنے تھے۔ (۳)

قبیلہ : قبیلہ بنت نصر بن حارث، شعراء عرب میں مشہور تھی۔ جب اُس کا باپ جنگِ بدر کے قیدیوں میں آ کر قتل ہوا تو اُس نے چند شعر کہے، جن کو سن کر اُس حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر میں یہ شعر پہلے سنا تو اس کے باپ کو قتل سے امان دیتا۔ پس، دیکھو! شاعری کا کیا اثر ہے اور موزوں کلام کس قدر موثر ہے۔

اہم مسلم : اہم مسلم، یعنی مسلم کی والدہ نے، جب مسلم، جنگِ جمل میں مارا گیا، اُس کا مرثیہ موزوں کیا، اور نیز اسی لڑائی میں ایک عورت نے، جو عبدالغیس کے قبیلہ کی تھی، اپنے خاوند کو مقتولوں میں دیکھ کر اشعار مرثیے کے طور پر کہے تھے۔

عائکہ : عائکہ بنت عمر ذہن قبیل، زوجہ زہیر نے بھی اپنے خاوند کا مرثیہ کہا تھا۔

میسون : میسون بکلیلہ جلیلہ، زوجہ معاویہ، والدہ یزید بھی شاعرہ تھی۔

بنت الحجر : بنت الحجر بنت عدی کندی مصری، جو کوفہ میں آ رہی تھی۔ جب اُس کے باپ کو معاویہؓ کے لوگوں نے گرفتار کیا، اُس نے چند شعر مرثیے کے کہے۔ انجام کو اُس کا باپ، اس غلت میں کہ حضرت علیؑ سے محبت رکھتا ہے، ذبح کیا گیا۔

عائشہؓ : عائشہؓ زوجہ عبداللہ نے اپنے بچوں کے ذبح ہونے پر رنج کہا تھا، جن کو بنو ہاشم معاویہؓ کے سردار نے قتل کیا تھا۔

بنت عقیل : بنت عقیل نے چند شعر کا مرثیہ اُس وقت موزوں کیا تھا، جب کہ حضرت امام حسینؑ کا سر یزید کے پاس آیا تھا۔

تقیہ : تقیہ، ہاشمہ، صومر، سنہ پان سو پانچ ہجری میں پیدا ہوئی اور پان سو اسی میں مر گئی۔ اس شاعرہ کا خلد کما جھٹھا جھٹھا تھا اور قلعے مشہور ہیں۔

اس بیان میں عورتوں کی شاعری کی اہمیت اور درازی معلوم ہوگئی۔ ہاں، اگر میری اس تحریر کی سند درکار ہو تو تاریخ شعرا سے عرب، مولفہ، مولوی کریم الدین صاحب پانی پتی، شہجودیں دلا نہرت سر کے ضلع میں ڈسٹرکٹ اسپیکلر ہاؤس میں، ملاحظہ ہو۔ اس میں ان سب عورتوں کے شعر عربی بھی موجود ہیں۔

[ان کے علاوہ اس فرقے میں بہت سی پاک طینت، نیک نیت بی بیاں عالم، فاضلہ عالم، حافظہ، روشن ضمیر، خوش تقریر، صاحب عرفان، برگزیدہ مقام گزری ہیں، جن کے نام نامی و اسم گرامی تحریر کار سالہ تہذیب النسوان، مصنفہ حکیم سید حسین صاحب سے لکھتا ہوں:

حضرت زاہدہ، کنیز باقیز جناب صدیق اکبر، بی بی حاج، بی بی نانج، بی بی خور، بی بی نور، بی بی گوہر، بی بی شہناز، دختر ابن نیک اختر حضرت عقیل خٹک حضرت علی، بی بی شعرات، بی بی صفیر، بی بی رابعہ بصری، بی بی نفس، بی بی فاطمہ عیثا پوری، بی بی تحفہ، بی بی سموت، بی بی سیدہ خدیجہ، بی بی سادہ، بی بی فاطمہ سام، بی بی فریبہ، بی بی زلیخا، بی بی فاطمہ سیدہ گیلانی، بی بی جمالی خاتون، وغیرہا رضی اللہ عنہما جمعین۔ حدیث زندہ گویم، مردودہ درگور

عہد حکومت سلطان الغازی عبدالحمید خاں جانی، فرماں رواے ٹرکی، دام سلطنت، ترجمہ ”دوازدہ سالہ حکومت“، مرتبہ جناب محبوب عالم صاحب اکذا اڈیٹر ہیوسہ اخبار، لاہور، مطبوعہ سنہ ۱۸۹۵ء، بار دوم کے صفحہ ۱۳ کے نوٹ کو ملاحظہ فرماؤ! جہاں لکھا ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں جیسی تعلیم ملتی ہے، بل کہ مدارس میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ نہایت مشہور زندہ شاعروں میں تین عورتیں ہیں۔ ایک پری شیخ خانم، سلطان مصطفیٰ کی پرائیوٹ سکریٹری تھیں۔ محمد علی پاشا، خدیو مصر کی خفیہ خط کتابت کرنے والیاں دو لیدیاں اکذا سکریٹری تھیں۔ آگے بڑھ کر صفحہ ۱۱ سے جو مضمون تعلیم نسواں کا، اصل مولف لیدی صاحبہ لکھا گیا ہے، وہ بھی ملاحظے کے لائق ہے۔ بندہ اس کو بہ خوف طوالت نہیں لکھتا۔ (n)

روشن پیرائے گلکب جو اہر سلک برائے قوم ہوں، بہ جواز علم آموزی
عورات، حسبِ دھرم درواجِ این فرقۂ صاحبِ کشف و کرامات

اب اور مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں، یعنی ہندی شاعر و عورتوں کا بیان لکھتا ہوں۔

نور جہاں : یہ تو بندے کو ثابت نہیں ہوا کہ اردو زبان میں پہلے پہل کس عورت نے شعر
کہا، کیوں کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نور جہاں، حرم جہاں گیر بن اکبر بادشاہ نے اردو شعر کہا، غل
کہ یہ شعر اس کی طرف منسوب کرتے ہیں:

کل تم جو یہ کہتے تھے، شمشیر ہے اور میں ہوں^(۳۲) یہ طشت ہے، یہ سر ہے، نقشِ میر ہے اور میں ہوں
دیگر

چمن میں ہے جو یہ فنی سی بوٹی نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی
دیگر

ظاہر میں میرے حال کو سر بہزنہ جانو پوشیدہ جگر رکھتی ہوں، مانندِ حنا کی
اللہ، یہ قول پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کا حال تذکرۃ نادرا لادکار میں مفصل لکھ دیا ہے
اور کچھ نور جہاں کے بیان میں آ جائے گا۔

چند: مگر ہاں، یہ تحقیق ہے کہ سب سے پہلے عورتوں میں اردو زبان کی صاحبِ دیوان
چند ارڈی دکنی ہوئی ہے۔ دیکھو! کیا خدا کی شان ہے کہ مردوں میں بھی صاحبِ دیوان سب سے پہلا
وکی دکنی ہی ہے۔^(۳۳)

مسکرت و ہنسا، یعنی ہندی زبان میں اردو فارسی زبانوں کے سے تذکرے نہیں ہیں، جو
ہندو عورتوں کا حال مفصل لکھا جائے۔ [شنا ہے کہ شیو سنگھ سروج نامی کتاب بہ حروفِ ناگری
و زبانِ ہنسا، در بیانِ کئی انشورائ^{۳۴}؛ آؤدھ اخبار پر لیں، لکھنؤ سے چھپ گیا ہے [کذا]۔ اس میں
بہت سی کبرائتوں^{۳۵} کے دوہرے وغیرہ موجود ہیں۔] اللہ، یہ بات بہ خوبی ثابت ہو گئی کہ ہماری

بزرگ زادیاں نوشت خواند سے بہرہ ور تھیں۔ اب ہندی کی چند خلیہ عورتوں کے نام لکھتا ہوں۔

کارگی : کارگی نامی ایک عورت نے پاک، دلک، رشی سے راجا جنگ کے وقت میں خوب سہاڑے طلعی کیا۔ گوانجام کو بارگنی مکراد انصاحت و بلاغت دے گئی، مردوں میں نام کر گئی۔

مندووری : مندووری — لیکا کے راجا راون کی بیابھتا بیوی۔ ایسی عقل تھی کہ جس نے شطرنج بازی کا کھیل اختراع کیا۔ بندہ اپنے رسالہ شطرنج مسٹری بہ ہشت قسمہ (۲۵) میں اس بازی کا حال بہت مفصل لکھ چکا ہے مگر افسوس کہ یہ حال اس رسالہ کے چھپنے کے بعد مجھے معلوم ہوا، لہذا یہاں مختصر بیان کرتا ہوں۔

اگرچہ بہت سی قومیں اس بازی جیلہ کے اختراع کا دوا کرتی ہیں مگر سرولیم جوز صاحب انگریز نے خوب تحقیق کر کے لکھا ہے کہ یہ کھیل ہندوؤں ہی نے ایجاد کیا، اور ہندو اس کو مندووری کا نام سے منسوب کرتے ہیں۔

اصل میں اس کا نام چترنگ تھا۔ چتر، چار اور رنگ، حصہ۔ ان دونوں سے یہ نام بنایا گیا ہے۔ قدیم زمانہ میں ہندوؤں کے لشکر میں رتھ، ہاتھی، گھوڑے تو سواروں کے لیے ہوتے تھے اور پیادوں کی فوج بھی ان کے ہم راہ رہتی تھی۔ پس، ابتدا میں اس کھیل کے نمبرے انہیں ناموں سے اختراع ہوئے تھے۔ پھر رتھ کی جگہ کشتی کا لفظ مقرر ہوا، چنانچہ اب تک چھت لوگ رتھ کو نوکا، یعنی کشتی کہتے ہیں، کیوں کہ جب بحری فوج کی ضرورت ہوتی تو کشتی لانی ضرور پڑی۔ بعض کے نزدیک اس کا نام شترن ہے تھا۔ اس کا ترجمہ دشمنوں پر فتح ہے، کیوں کہ شتر، دشمن، نون جمع لی علامت، ہے فتح۔ اس کی ترکیب سے یہ لفظ بنا، مجھ کر شطرنج ہو گیا۔

ہاں، اسی طرح بنگال کی عورتوں نے مثل پٹھان کا کھیل ایجاد کر رکھا ہے، جو میرزا باہر کے وقت میں اختراع ہوا ہوگا۔

سکرمتی : خیر، یہ بحث اپنے مطلب کے منافی جان کر عرض کرتا ہوں کہ [راجا اشوک، خلف راجا بندوسار (۲۶) پسر راجا چندر گپت بن راجا مند، کی بیٹی مسماہ سکرمتی، بدھ مت کی سمجھتی *،

بڑی فاضلہ و عالمہ و عالمہ تارک اللہ نیا گزری ہے۔ جس کا ذکر خیر مہاراجا اشوک کی سوانح عمری میں موجود ہے۔ اُس وقت زبانِ پالی برسرِ عروج تھی۔ یہ راجا دوسو بائیس (۲۲۲) برس، پہلے حضرت مسیح سے تارک اللہ نیا ہو کر پرم لوک گوردانہ ہوا تھا۔ [۵۷]

گہلیا : ایک عورت گہلیا نامی دکن کی، زوجہ چندرباس، جو کتوال کا راجا ہو گیا تھا، بڑی زبردست سنسکرت کی فاضلہ تھی۔

بدیا تھا : بدیا تھا، کالی داس کی بیوی، راجا سرو دانشن برہمن کی بیٹی بھی عالمہ فاضلہ تھی، جس نے اپنے زمانہ کے اچھے اچھے پنڈتوں کو ذک دی تھی۔

لیلاوتی : لیلاوتی ہندو بھاسکر آچارج۔ علاوہ اوروں کے ریاضی، خصوصاً حساب میں بڑی دست گاہ رکھتی تھی۔ اس کا حال اپنے رسالہ حساب المستجاب سوالانہ عجیبہ مع قواعد عربیہ کے پہلے حصہ میں مفضل لکھ چکا ہوں۔ [انہوں نے کہ تعلیم النساء کے پہلے حصہ کی ساتویں فصل میں لیلاوتی زوجہ بھاسکر آچارج چھاپ کرنا ظریف بائیں کو، اُس کے موقف نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ بندے نے غلطی تحقیق کر کے شکست الحساب میں اسے ہی آچاری موصوف لکھا تھا، وہی گلشی ناتھ کے ابتدائی مضمون میں درج ہوا، ایسا ہی مشاہیر نسوان والا لکھتا ہے، دیکھو اُس کا صفحہ ۵۰۔ لیلاوتی، ہندوستان کے قدیم ریاضی داں بھاسکر آچاریہ کی بیٹی کا نام ہے۔ یہ آچاریہ سنہ ۱۱۱۵ء میں پیدا ہوا تھا۔] [۵۸]

کھوتا : کھوتا درہمیر، جو راجا بکر ماجیت کا معزری تھا اور بیت دانوں میں مشتری تھا، یاس کی بیوی بھی عالمہ فاضلہ گزری ہے، چنانچہ آج تک جوئی اُس کو مانتے ہیں۔

کھوتا : کھوتا، زوجہ کنور بھگن سین بن راجا بال سین فرماں رواے گوڑ، جو دسویں (۱۰) صدی عیسوی میں تھی، نہایت عاقلہ فاضلہ اپنے زمانہ کی گزری ہے۔

میراں بائی : میراں بائی، اردو اڑی راجاؤں میں میرتا کے راجا، قوم راجپوت کی بیٹی، پندرہویں صدی مسیحی میں شاعرہ نامی گرامی گزری ہے۔ اس کے بہت سے گیت اور بھجن ہندوستانی گاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کا کلام بے دری، بنگالی شاعر، صاحب گیت، گوپبند کے ہم پلہ ہے۔

مرگ خینا : مرگ خینا کو جری زوچہ راجا مان سنگھ گوالیاری۔ جو کہ اس راجا کو سنگھیرن، یعنی ملے ہوئے راگ بہت پسند تھے، رانی نے اس طرح کے بہت سے راگ ایجاد کیے۔ اس جملہ گوجری، بھل گوجری، مل گوجری، منگل گوجری، یہ چار اس کے نام سے اب تک مشہور ہیں۔ (۳۸) (تان سین نامی گویا بھی اسی کے وقت میں وارہ گوالیر ہوا، جس کے نام پر آج تک سارے گاتے والے اپنا اپنا کان پکڑتے ہیں)۔

روپ متی : روپ متی۔ مالوے میں اجمین کے قریب کالی سندھ ندی کے کنارے سارنگ پور شہر میں پیدا ہوئی۔ وہاں کے شاہدائن بازاری میں اپنے خسن و مفر و شاعری کے سبب سب سے فائق تھی، شاہی محلوں کے لائق تھی۔ اسی سبب باز بہادر محلے، حاکم مالوہ نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ جب سن ۱۵۶۰ء، چدرہ سوسانہ عیسوی میں اکبر بادشاہ نے آدم خاں (یا آدم خاں اور پیر محمد خاں) کو باز بہادر کے مقابلے پر روانہ کیا اور باز کی فوج بھاگ گئی۔ ناچار، یہ بے چارہ بھی بے پروا ہو کر ہوا ہو گیا۔ اس وقت اس شاعرہ مغلیہ نے اپنے تئیں آپ ہلاک کر ڈالا۔ (۳۹)

باز بہوپ کلیان

اس کے ایک گیت کا ترجمہ، جسے باز بہوپ کلیان کہتے ہیں، ماہ اکتوبر سن ۱۸۷۲ء کے رسالہ

انالیپی پنجاب سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہاں لکھا:

کرنے دو فخر اُن کو جو ہیں صاحبِ ذوق
سرمایہِ نشاط ہے یہاں عشق ہے دل
مضبوطِ فکل دل کا ہے، اس گنج پر لگا
ہیں کو نگاہ رکھتی ہوں میں جان سے سوا
محفوظِ خیمِ غیر سے ہے اور بے خطر
گئی ہے اُس کی بس میں مرے، قصہ مختصر
سرمایہ ہوتا جاتا ہے ہر روز کچھ سوا
اس گنجِ شانکوں کو ہے گھنٹے سے کام کیا

اَبَ دل میں ٹھان لی ہے کہ ہوں نفع یا ضرر دینا ہے ساتھ ہار بہادر کا عمر بھر اور ابتدا سے عشق میں جو گیت اس نے بنایا تھا، وہ خاص اُسی کی بولی میں یہ ہے:

پانی پران رہت ٹھنٹ بھتر کو چاہت سکھ راج
روپ متی! بیا ہم سے دکھیا گیا بہادر راج (۳۱)

اور مرتے وقت اُس نے یہ کہا تھا :

خُتم بن جیو رارہت نہیں، مانگت ہے سکھ راج روپ متی دکھیا بھئی، بنا بہادر راج

الہیا : الہیا بائی۔ یہ مرہٹن رانی سنہ ۱۷۳۵ء میں سیندھیا کے خاندان میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام، ہنبرہ رنگ، اکھرے بدن کی تھی۔ یہ عورت اپنی (۳۲) قوم کی عورتوں میں بڑی مہذب تھی۔ راج نہت کے (۳۳) گرتھ اکثر اس کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ جب اس کا شوہر کندے راؤ بن ملہر راؤ ہلکر اس کو تختیا میں برس کا چھوڑ کر راجی ملک بھا ہوا، تو اس نے اپنے بیٹے ملی راؤ اور بیٹی مٹیا بائی کی پرورش میں اپنا وقت اچھی طرح صرف کیا۔ ملہر راؤ کے بعد ملی راؤ صرف نو مینی سلطنت کر کے، بہ عارضہ فحشاء رحلت کر گیا تو اس عورت نے اُس ریاست کا انتظام تیس برس تک اس خوبی و خوش اُسلوبی سے کیا کہ جس کا ثانی ہونا مشکل ہے۔ جیسا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ، ہندوستان، مل کر تمام جہان میں لا ثانی سمجھا جاتا ہے، اُسی طرح عورتوں میں اس عورت کو خیال کرنا چاہیے۔

انسانیق پنجاب کے اخیر رسالہ میں اس عورت کے بیان کے سترہ (۱۷) صفحہ پڑ ہیں۔ یہ مختصرہ کھل بیان کی گنجائش نہیں رکھتا، بس، اسی قدر کافی ہے، اور اس عورت کی وفات سنہ ۱۷۹۵ء میں لکھی ہے۔

یہ تمام بیان، ہندوؤں کی مشہور عورتوں کا انسانیق پنجاب، سنہ ۱۸۷۲ء کے مختلف رسالوں سے لیا گیا ہے، جو پنجاب کے سرحدیہ تعلیم سے جاری ہوتا تھا۔ جن صاحبوں کو ان کا مفضل احوال معلوم کرنا ہو اور نیز اور نام آدہ عورتوں کا ذکر دیکھنا ہو، وہ رسائل مذکور ملاحظہ فرمائیں۔

[جیہوں چلتے، یعنی سوانح عمری دیا نند سرستی جی مہاراج کے صفحہ ۱۶۵ تحت سر فنی "نارس کے مباحثوں کی منفصل کیفیت" کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سبت ۱۹۳۶ بکری [مطابق ۱۸۷۹ء] میں وہاں ایک برہمن، سنسکرت کی فاضلہ، سناۃ بہہ نگری بروقی افروز تھی، اور صفحہ ۵۰۹ پر رامابائی سنسکرت دان لکچرارہ کنی کا ذکر خیر موجود ہے۔

سبت ۱۹۵۸ء (۳۳) راجادھرم نیت بکرماجیت [مطابق ۱۸۰۰-۰۱ء] کو [کذا]، خاص اسی شہر کرامت، بحر دہلی میں جس وقت سائق دھرم مہا منزل کا جلسہ ہو رہا تھا، ایک برہمنی ہال بدھوا، بڑی بد دان، سنسکرت بولنے والی بھی آئی تھی۔ وہ ٹیل کے کٹڑا کی دھرم سالا میں فروکش ہوئی تھی، جس کے درشن ہزاروں آدمیوں نے کیے تھے۔

اخبار وکیل ہنر ت نر، مطبوعہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۸ (ب)، کولم ۲ کی فہرست کتب سے معلوم ہوا کہ سوانح عمری آنندی ہائی جوشی، جو امریکا سے ڈاکٹری کی سند لے کر آئی ہے، بارہ (۱۲) آنے پر ملتی ہے۔ دیکھو! یہ بھی ایک ہندی فاضلہ کا پتا بتاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہندی اقوام مختلف میں زمانے کی رفتار نے اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے۔ اغلب کہ اب اس قوم کی جہالت دور ہو، تعلیم نسواں تر گئی پائے۔

اخبار وطن، لاہور، نمبر ۷، جلد ۳، مطبوعہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۷، کولم دوم سے معلوم ہوا کہ مہارانی کالج، بنگلور سے دو برہمنیوں نے بی اے کا امتحان پاس کر کے فضیلت کی سند حاصل کی ہے۔ (۷۵)

گلدستہ ہندی قلم فیض اقوام، بہ نتیجہ عجیبہ ایں بارغ حسنات، یعنی در بیان احوال
تعلیم نسواں زمانہ حال — چند کلمات

بعد اور مسلمانوں کے قدیم زمانے کی عورتوں کا حال، تحریر بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا، اور نیز بھری تحریر ساتھ سے یہ بھی ہویدا ہو گیا کہ اہل خود نے اپنی عورتوں کو اس وقت سے جائز رکھنا



October 10, 1885

Dr. Anandabai Joshee, Seranysore, India

Dr. Kei Okami, Tokio, Japan

Dr. Tabat M. Islambooly, Damascus, Syria

شروع کیا ہے، جب سے مسلمانوں نے اس ملک پر غلبہ پایا ہے۔ پہلے بڑی بڑی زبردست عالمہ فاضلہ عورتیں گزری ہیں۔ ہماری دیوانگناں اور اوتاروں کی بیویاں اور راجاؤں کی رانیاں اور رشیوں کی گھر والیاں، سب خشکرت اور پراکرت کی جاننے والیاں^(۳۶) ہوئی ہیں۔ بھوج پر بندہ کا کچھ غلامہ بھی پہلے لکھ دیا ہے، مگر خڑکوں کے خوف سے یہ سب باتیں یک لخت موقوف ہو گئیں، کیوں کہ اُن کے ہاتھوں سے اس گروہ نے نہایت فتنیں اٹھائیں ہیں (کذا)۔

اب، جو کہ سرکار ابد پائدار، صاحبانِ عالی شان کی عمل داری انگلستان سے ہندوستان تک پھیلی اور ہر نوع کے امن و امان نے رواج پایا، تو پھر یہ سلسلہ بھی اِس طرح قائم ہوا کہ ہندوستان کے چار بجا کھل گئے، اُستانیاں و چند تانییاں یا بابائیاں پڑھانے کو مقرر ہوئیں۔ اِس شفقتِ شاہانہ اور مرحمتِ بادشاہِ حضورِ ملکہ، معظمہ کو کئیں و کئوں یہ صاحبہ زاد اللہ سلطنتِ جہا و شوکتِ ہما، شاہِ ہندوستان کے کیا کہنے ہیں۔ ایسے عہدِ دولتِ مہد میں بھی اگر کوئی اپنی عارضی جہالت کو نہ چھوڑے تو مجبوری ہے۔

بس، اب میں اس سلسلے سے کو ختم کرتا ہوں اور اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ پہلے حصے میں عورتانہ فارسی گودرج ہوتی ہیں، دوسرے میں اردو زبان کی شاعرہ لکھی جاتی ہیں۔

.....

تحریر کاغذی دفعہ ثانی: ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۸۳ء بمبئیء

مطابق ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ بمبئیء

اداپہلے حمد خدا کو کہو پھر آغاز اس ترکہ کا سنو

سید احمد علی گیلانی صاحب دہلی نے لکھا ہے کہ اس کتاب کی مراد خیالی مقب ہے۔



سوفہ ہر عباد قادر و مہر و شاد و دوستی ہر بی بسج تمام و سنی و کلمہ

شہر علی کی شجہ و کشی میں بیست نام شفیعی شاپور چکر و صاحب

گلشنِ ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہست کلید در گنج حکیم

گلشن ناز

حدیثاً آری خلد نکل بد گلستان فرشی نشان بہ تطہیر
حالات و مقالات شاعرات بھی نشان

فارسی زبان میں عورتوں کی شاعری بھی اسی وقت سے لگی جاتی ہے، جس وقت سے مردوں نے شعر گوئی اختیار کی ہے۔ جیسا علم عروض کے اکثر رسالوں میں مسطور ہے، تذکروں میں بھی اس کا تذکرہ ہے کہ بہرام گور، فارس کے بادشاہ نے ایک روز شکار گاہ میں کسی شیر کو زندہ پکڑ کر یہ مصرع سوزوں کیا:

مخم آں شیر ثریاں و مخم آں شیر یلہ

اسی وقت اس کی محبوبہ مرغوبہ دل آرام (۳۷) نامی نے، جو ہم رکاب تھی، یہ جواب باصواب دیا:

نام بہرام ترا و پدرت بد بجلہ

پس، اس پر وہ مصرع اُرد لگا کر ”چار گانی“ نام رکھا گیا تھا۔ نیمروز، وغیرہ مقامات میں اب تک اس قسم کی چار گانی مشہور ہیں، زبان زورزدیک و زور ہیں۔ رودگی کی ہم عصر شاعرہ کا کلام آگے آ جائے گا، یہ بھی اس دعوے کا مصداق سمجھا جائے گا۔

اب یہ ترتیب حروف ابجد، فارسی زبان کی شاعروں کا حامل و مقال ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا حصہ

فارسی زبان کی شاعراؤں کا بیان

آقون

تخلص ہے مسنّۃ قوتی آقون، منکوہ مسلّا جلی شکا، جس کا معنی میر تقی میر کا الدین علی شیر تھا۔
ان دونوں میں خوب مباحثہ شعری ہوتا تھا، چنانچہ ایک دوسلّا نے یہ باقی لکھی:

یاراں! ستم بھر آنے لگتے مرا کاواک شدہ چونے ازو پشت مرا
گر پشت بسوے نوے خواب کسم بیدار کند بہ ضرب انگشت مرا

آقون نے یہ دمان لکھے:

ہم خواہی سنست رگے لگتے مرا روزے نبود ازو بجز پخت مرا (۳۸)
قوت نہ چنانکہ پا توامد برداشت بہتر بود از پخت دو صد مشت مرا

آرام

آرام تخلص، دل آرام نام، کسی بادشاہ کی بیگم، شاعرہ، شاطرہ (۳۹) بڑی عزا رہی۔ بعض نے اس کو جہاں گیر سے منسوب کیا ہے۔ (۴۰) جہن بے نظیر والا اپنی مرآت العاشقین میں شاہ جہاں لکھتا ہے۔ ملاحیت الحفال کا موافق شاہ ایران کی منکوہ بتاتا ہے۔ [سحر محفل والا بادشاہ شاطر ہی لکھ کر اپنا بیچھا چھڑاتا ہے]۔ (۴۱)

بہر کیف، کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کے تین بیویاں اور بی بی تھیں، جہاں، حیات، فنا، ایک دفعہ بادشاہ نے کوہ کی آہ دلا بہت کے شہزادہ سے یا سوداگر سے شطرنج کھیلنے بیٹھا اور یہ شرط ہدی گئی کہ جو شخص

ہارے، اپنی منکوحہ حریف کے حوالہ کرے۔ زمانہ کج رفتار نے بادشاہ کی بازی بات کے قریب پہنچائی،
تو شہر یار کو یہ دشمن سہائی کہ تیرے چار بیویاں ہیں، اُن میں سے کس کو دے گا؟ بس، اس کا تصفیہ کرنے
محل میں درآ مد ہوئے اور چاروں بیگموں کو جمع فرما کر شرط کا اجرا کیا اور فرمایا کہ کو! حریف کے ہم راہ
کس کو جانا منظور ہے؟ پہلے جہاں نے یہ شعر سنایا:

تُو بادشاہ جہانی، جہاں دوست مدہ کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید
بھر حیات نے اپنی خوشی یوں نکاہری:

جہاں خوش است و لیکن حیات می باید اگر حیات نہ باشد جہاں چہ کار آید
فغانے ان سب کی یوں دھجیاں اڑائیں:

جہان و حیات و ہر بے وقاست فغان را نگہ دار، آخر فاست
دل آرام، جو شاطران زمانہ کو خیال میں نہ لاتی تھی، حریف کو ایک ہی دو چال میں زنج کر
دیجی تھی، دو چار رفتار میں شرمات کہ سناتی تھی؛ یوں گوہر افشاں ہوئی کہ حضور جس چال کے چبہ میں
پچس کر سجدہ رہیں، وہ نقشہ تو کوڑی کو بتائیں! شاید جاں نثار (۳۳) کوئی ایسی ترکیب عرض کرے کہ
طرف ثانی کے جھٹکتے جھوٹ جائیں، لینے کے دینے پڑ جائیں، حضور کو یہ بارہ نظر آئیں، اُسے تین
کانے ہی دکھائی دیں۔ بادشاہ نے نقشہ بچھایا، بیگم نے بد یہ یہ شعر سنایا:

شاہ! دو رخ بد و دل آرام را مدہ بیل و پیادہ عیش کن از سپہ کشت مات
شاہ نے باز بچہ خانہ میں آ، یہ ہی چالیں چلیں اور بازی جیت لی۔

شاطر جانتے ہیں کہ یہ نقشہ روی چالوں کا ہے، جس میں فیلیہ صرف تین ہی گھراڑا چلتا ہے
اور سب راہ کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ نقشہ اپنے رسالۂ شطرنج مسیحی بہ ہشت نعتہ میں، مع حل،
لکھ چکا ہوں، جو تحفہ کر مشہور ہو گیا ہے۔

اب یہ شعر، آرام کے نام کے لگتا ہوں:

خو از دل خود ساز ہر نقش عدم را منزل کہ اغیار کن فرش حرم را
سرایہ عقی بکف آور کہ مہار تقدیم کشد بر سر تو مخی دو دم را

پہ آہ و نالہ کردم صید خود وحشی نگاہاں را بزد و جذب کردم رام یا خود کج نگاہاں را
 خوشیدم سحر کہ چون شراب ارضوانی را گرد کردم بہ جام سے لباس پارسائی را
 شدم ہدم بہ مے خواراں مخلوط خانہ حیرت فلسفہ ساغر و بچاۃ زہد دریائی را
 گرفتہ دامن سحر شدہ ہم چشہ بختوں سبق آموز گشتہ درہب عشق بے نوائی را

آرزو

آرزوِ تخلص کی کوئی عورت سرقندی خوش گوی:

ماند داغِ عشقِ او بر جامِ ازہر آرزو آرزو سوز است عشق و من سراپا آرزو

آرزوی (۳۳)

آرزویِ تخلص کی یہ خوش خیال بھی سرقندی تھی:

شویم خاک رہت گر بہ درد ماند ری چنان رویم کہ دیگر پہ گرد ماند ری

آقا

آقا تخلص، بہتر، یعنی دارفہ رکاب خانہ محمد جان ترکمان مستاپ بہ بہتر فرائی خراسانی کی و ستر
 نیک اختر کا یہ مطلع زبانِ درد ہے:

دہشیرا بہ عالم ہر گرا ویدم غمے دارد دلا دیوانہ شود یگانگی ہم حالے دارد

آقا بیگم

آقا بیگم تخلص بہ نام، ہراتی شاعرہ، سلطان حسین بہادر خاں کے عہد میں مرجع خاص و عام
 تھی۔ ہر سال شاعروں کو غلہ، بہ طور وظیفہ کے دیا کرتی تھی۔ اشعار آقا بیگم سالِ خوبہ آصفی کا وظیفہ نہ
 پہنچا تو یوں نقاشا ہوا: ^۱

ایا عروہی خطا بخش مجرم پوش بگو کہ کئے وظیفہ مارا قرار خواہی داد

ہارے، اپنی مشکوٰۃ حریف کے حوالہ کرے۔ زمانہ کج رفتار نے بادشاہ کی بازی مات کے قریب پہنچائی، تو شہر یا کو یہ ذمہ سہائی کہ تبرے چار بیویاں ہیں، ان میں سے کس کو دے گا؟ نہیں، اس کا تعلق کرنے کل میں درآمد ہوئے اور چاروں بیگموں کو جمع فرما کر شرط کا مجرا سنایا اور فرمایا کہ کبوا! حریف کے ہمراہ کس کو جانا منظور ہے؟ پہلے جہاں نے یہ شعر سنایا:

ٹو بادشاہ جہانی، جہاں زدست مدہ کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید
پھر حیات نے اپنی خوشی یوں ظاہر کی:

جہاں خوش است و لیکن حیات می باید اگر حیات نہ باشد جہاں چہ کار آید
فغانے ان سب کی یوں دھجیاں اڑائیں:

جہان و حیات و ہر بے وفاست فغان را نگہ دار آخر فاست
دل آرام، جو شاطرائی زمانہ کو خیال میں نہ لاتی تھی، حریف کو ایک ہی دو چال میں زنج کر
دیتی تھی، دو چار رفتار میں شہ مات کہہ سکتی تھی: یوں گوہر افشاں ہوئی کہ حضور جس چال کے پتہ میں
پھنس کر غصہ رہیں، وہ نقشہ تو لوڑی کو بتائیں! شاید جاس ٹار (۳۳) کوئی ایسی ترکیب عرض کرے کہ
طرف ثانی کے بھٹکے چھوٹ جائیں، لینے کے دینے پڑ جائیں، حضور کو یہ بارہ فکر آئیں، اسے عین
کانے ہی دکھائی دیں۔ بادشاہ نے نقشہ بچھایا، بیگم نے بدیدہ یہ شعر سنایا:

شاہا! دو زرخ بدہ و دل آرام را مدہ بیل و پیادہ پیش کن از سپہ کشت مات
شاہ نے باز پچھ خانہ میں آ، یہ ہی چالیں چلیں اور بازی جیت لی۔

شاطر جانتے ہیں کہ یہ نقشہ روی چالوں کا ہے، جس میں فیملہ صرف تین ہی گھمراؤ اچھتا ہے
اور سب راہ کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ نقشہ اپنے رسالۃ شطرنج مستفی بہ ہشت نعمت میں منع حل،
لکھ چکا ہوں، جو ٹھپ کر مشہور ہو گیا ہے۔

اب یہ شعر آرام کے نام کے لکھتا ہوں:

محو از دل خود ساز ہمہ نقش عدم را منزل مگر اغیار کن فرشی حرم را
سرایہ عقیقی بکف آور کہ مبارا تقدیر کشد بر سر تو حلقہ دو دم را

یہ آہ و نالہ کرم صیدِ خود وحشی نکاہاں را بزورِ جذبِ کرم رام باخود کج نکاہاں را
 ہوشیہم سحر کہ چون شرابِ ارنوئی را گردِ کرم بہ جام سے لہاں پارسائی را
 شدم ہدم پہ سے خواراں مخلوطِ خانہ حیرت شکستہ ساغر و چات زہدِ ریائی را
 گرفتہ دامن صحرا شدم ہم بیٹے مجنوں سبق آموزِ عشقم درِ عشق بے نوائی را

آرزو

آرزو تخلص کی کوئی عورت سرقدی خوش گوئی:

ماند دایعِ عشق کو برِ جامِ اذہرِ آرزو آرزو اسوز است عشق و من سراپا آرزو

آرزوئی (۳۳)

آرزوئی تخلص کی یہ خوش خیال بھی سرقدی تھی:

شویم خاکِ رہت گر بہ دردِ ماندہ ری چنان رویم کہ دیگر بہ گردِ ماندہ ری

آقا

آقا تخلص، مہتر، یعنی داروغہ رکاب خانہ محمد جان ترکمان مستاپہ مہتر نوائی خراسانی کی دستِ نیک اختر کا یہ مطلع زبان زد ہے:

ز ہشیارینِ عالم ہر کرا ویدم غمے دارد دلا ویدانہ شود و یانگی ہم عالمے دارد

آقا حکیم

آقا حکیم تخلص بہ نام، ہراتی شاعر، سلطان حسین بہادر خاں کے عہد میں مرجعِ خاص و عام تھی۔ ہر سال شاعروں کو نفل، بہ طورِ وظیفہ کے دیا کرتی تھی۔ اٹھافا ایک سال خواجہ آصفی کا وظیفہ نہ پہنچا تو یوں نکاحا ہوا: ^۱

ایا عروپِ خطا بخش بزمِ پیشِ بگو کہ غمے وظیفہ مارا قرارِ خواہی داد

ہوقت غلہ مرا گلف کہ باز دہم سرم فدائے دہت چند بار خوانی داد
جواہر العجب میں اس کا نام آفاق جلاز نکسا ہے، اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ نیز
کتاب مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ شاعر میر علی جلاز کی بیٹی، سلطان احمد بغدادی بادشاہ کی نسل میں تھی
اور امیر علی درویش کتاب داری کی حرم تھی۔ ایک درز میرزا بدیع الزماں کے حضور حاضر تھی اور شراب کا
پیالہ دو ڈر ہاتھ، اور اُن کی وہ مثل تھی کہ ”نوسو چہ ہے کما کے بلی جج کو بلی“، یعنی سے نوشی سے تائب
تھیں۔ غرض کہ اُس وقت یہ شعر کہا:

من اگر تو بہ زے کردہ ام، اے سر دہی! تو خود ایں تو بہ بگردی کہ مرا سے نہ دی (۳۵)
دیگر

اشکے کہ سر ز گوشہ چشم، بروں کند بر زوے من نصیحت و دجوائے خوں کند (۳۶)
آدا ازاں ڈلے کہ دار دھت جاس تاب ازو دے ازاں لٹے کہ ہرم بخورم خوں تاب ازو
نواں دید زین خوب ترا ماہ بہاہ داس کہ آساں نواں کرد، بخورشید نگاہ
ترانہ

آجے کہ لک بلب چکاند ما را سر گشت بروے خود دواند ما را
اے کاش! بمنزلے رساند ما را کز مستی خود باز رہاند ما را
حمید: منجملہ اشعار بالا کے، پہلا شعر ایک کتاب میں کسی اور کے نام سے لکھا ہے۔

اماتی

اماتی تخلص، زریب القساقی کی کنیت خاص بااختصاص تھی، جس کا مکان دہلی میں کلاں محل
کے متصل تھا۔ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ غنی دہلی محل گشت چمن میں مصروف تھیں، یک بیک شہزادی
کے لطیفہ دہن سے یہ صدائے جاس (۳۷) فرمائی:

اے اماتی! گل صد برگ چرا می خندد؟

اُس عندلیب ہزار داستان نے بھی فوراً اپنی منتظر یوں کھولی:

برہقائے خود پر غفلت مائی خند

الختصر، اس کا کلام کم باب ہے۔ صرف یہی شعر نظر سے گزرا:

آں قدر روزِ ازل تیرہ نصیم کردند
تیرگی ی طلبہ شامِ غرباں از من

بادشاہِ خاتون

بادشاہِ خاتون نامی ایک شہزادی قلعہ الدین محمد سلطان کرمانی کی بیٹی، سلطان قازن کے وقت میں خوش نویس اور قاضی گزری ہے۔ اکثر مصنف کی کتابت سے برسوں قات کرتی تھی۔ جب کہ خود قریب دو عرصہ سلطنت ہوئی، اور باب فضل و کمال کو نہال کر دیا۔ یہ شعر اس کے نام نامی سے ممتاز ہیں:

درون گئے پردہ جھست کہ تکیہ گاؤ من ست مسافرانِ ہوا را گزرد بہ دشواریست
ہمیشہ باد سر زن بزرِ مقصد من کہ تار و پود دے از عصمت کو کار نیست

آں روز کہ در ازل نشانی کردند آسائشِ جاں بہ بے دلائش کردند
دعا بہ لب نگار می کرد نہات زان روی سر چہب در دہانش کردند

برعل کہ دید ہرگز از ملک دتم با عالیہ بر دول کجا راندہ قلم
جاناں! اثرِ خالِ سینہ بر لب تُو تاریک بہ آب زندگانیست بہم

بزرگی

بزرگی تخلص کی ایک کشمیری بھری، یعنی کسی تھی۔ جہاں کیر بادشاہ کے وقت میں اپنا پیشہ ترک کر، متوکلانہ اوقات بسر کرنے لگی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کی شہرت سن کر چار شاہِ مصر دور دراز طے کر اس کی ملاقات کو آئے مگر باریاب نہ ہوئے۔ اس اثنا میں کوئی عرب بچہ، او با ش وضع، آنکھلا اور دو تانہ اندر چلا گیا۔ شاعروں نے تھکا کر پیہ پائی لکھ بھیجی:

اے شیوہ کفر و دیں بہم ساتھ ا غم را بوجہ خود عدم ساتھ

آثار بزرگی از حیثیت پیدا است کہ با عرب و کہ ہم سلاطین
اس شاعر نے یہ جواب لکھا:

روزے کہ نہادیم دریں دیر قدم را کفتم صلاحیت عرب را و عجم را
الغرض، یہ شعر بھی اسی کا ہے:

مویں بود تالہ آم گوئی کہ استاز ازل رہی جانم بجائے تار بر طہور بست

بچہ منجم

بچہ منجم نامی عورت، عجم نجوم کی فاضلہ لاکھام تھی۔ شاعرہ لطیفہ گو اور عارفہ نادرہ و ایام تھی۔
سامان دنیوی سے نہال، امرا و سلاطین کی ملاقاتوں سے خوش حال تھی۔ مثلاً جاتی سے اس کی نہایت
ظرافت رہتی تھی۔ یہ بھی خوب خوب چوٹ چلتی تھی۔ کہتے ہیں کہ مثلاً صاحب نے حمام و در و مسجد
ستار کیے۔ اس نے بھی ایسے ہی مکان بنوائے، شہر کے اکابرین کو نماز کے واسطے بلوایا، نہایت تکلف
کیا مگر مثلاً رونق افزاں ہوا، بل کہ ایک قطعہ لکھ بھیجا جس کا ایک ہی شعر بندے کو ملا:

نہ گزاردم بمسجد تو نماز زان کہ عراب آں نمازی نیست

اس نے سنتے ہی گھبرا کر کہا کہ ”ہیں املا جی کیا فرماتے ہیں! جو شے انھوں نے بنوائی، میں نے بھی
ستار کروائی۔ جو جو فضائل اُن میں ہیں، مجھ میں بھی ہیں۔ پھر اُن کو کس بات پر ناز ہے؟“ جاتی
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”ہم ایک ایسی چیز رکھتے ہیں، جو اُس کے پاس نہیں ہے۔“ اس نے کہلا بھیجا کہ
”ہمارے پاس بھی ایسی شے ہے کہ وہ نہیں رکھتے، بل کہ وہ ہمارے محتاج ہیں۔“ حضرت کو یہ لطیفہ پسند
آیا اور اُس کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا۔

یہ مطلع اس کا، جو اس نے اپنے خادم کے مرثیہ میں لکھا تھا، مشہور ہے:

کوکب، عظم کہ بود از دے محور آسہاں بنگرے مراکز فرقت درز میں ہست اس زماں

ہیدی (۸۸)

ہیدی تحفہ منکوحہ شیخ عبداللہ دیوان، پیر خواجہ حکیم کا ہے، جو شہر ہرات میں نہایت خوش طبع

مشہور تھا اس کا حال امیر علی شیر نے اپنے تذکرہ شعرائیں بہت لکھا ہے۔ فرض یہ شعر بے ادبی کا ہے:
 زدم بہ باغ و ز زمیں دو دیدہ دم کنم کہ تا نظارہ آں سرو خوش خرام کنم

پرتوی

پرتوی تخلص کی کوئی حمیرہ کی خوش مپ تھی:

جامہ گل کوئے در آمد مست در کاشانہ آم فیض، اے ہم دم! کہ اُفتاد آفتے در خانہ ام

جمالی

جمالی تخلص، مولانا بدرالدین ہلائی کی بیٹی، جس کے کمال کی خوبی اس غزل سے واضح ہے۔ چاند جمالی:

بہار و بہرہ و گل خوش بہ روئے جانان ست و گرنہ ہر یک ازیں جملہ آفت جان ست
 بہ غنچہ مہر چہ بندہ ز گل چہ بہ کشاید و لے کہ خوں شدہ از خار خار بہران ست
 مراں بخواریم، اے باغباں! ز مجلس غولیں کہ بیج روز و گر گل ہلاک یکسان ست
 صدمت زلف دل آویز، اے نگار اشب و من نہیں! کہ بس خاطر م پریشان ست
 گویا شعر جمالی کہ نزہ سم براں ہزار بیت و غزل پیش کجہ یکسان ست

جیلہ

جیلہ تخلص کی کوئی دین امیر صفہائی، بطریق سعد، حبیب اللہ ترک کے گھر میں تھی:
 نوحہ خاتم نہ دست ز گل زمر غلب ما آں ہم ظہیدہ در جگر لخت لخت ما

جہاں آما

جہاں آما تخلص ہے بہت کلاں شاہ جہاں، بحیرہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہِ دہلی کا،

جولہ ۱۰۹۲ ہجری میں فردوس آرا ہوئی۔ اس کا مزار نظام الدین اولیا کی درگاہ میں واقع ہے، اور لوحِ حرار پر یہ شعر کندہ ہے:

بغیر ہنر نہ پوشد کسے حرار مرا کہ قبر پوشِ غرباں ہی گیا، بس است (۳۹)
درگاہِ موصوف کے خادم، شعرِ مسطور شدہ ادبی تذکوری کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لیے یہاں لکھا گیا۔

جہاں

جہاں خاتون نای، مشکوٰۃ خواجہ قوام الدین امین الدولہ، وزیر ابواسحاق۔ سلطان و عبید شاعروں کی ہم عصر تھی۔ عبید زاکانی پر یہ بیغہ فصیح، اپنے نکاح سے ایک روز پیشِ تر غلبہ پا چکی تھی۔ اس نظر سے عبید مذکور، نکاح کے دن اس کے گھر گیا تو مطوم ہوا کہ اس نے نکاح کر لیا ہے۔ پس، ایک قطعہ لکھ بیجا، جس کا آخری مصرع یہ ہے (۵۰)۔

خداے جہاں را جہاں تنگ نیست

وزیر خوش تدبیر نے اس کا مجرا دریافت کر، اسے نکالیا اور اپنی صحبتِ غلط میں دوبالا گرم جوش ہوا۔ (۵۱) سنا ہے کہ عبید زاکانی نے یہ شعر بھی اس کی شان میں کہا تھا:

گر غزل ہائے جہاں خاتون بہ ہنرستان نقد روحِ خسرو ہم حسن گوید کہ ایں کس گفتہ ست کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی بھی اس شاعرہ سے ملے تھے، ملے کما انھوں نے اپنی ایک غزل بھی اس کو سنائی تھی، جس میں یہ شعر تھا:

احمد اے نیست بر کار جہاں بلکہ بر گردنِ گرواں نیز ہم خاتون نے اپنے نام کی کچھ بھیہ کر یوں جواب دیا:

حافظا! ایں سے پرستی تاجکے سے زٹو ہزار و مستان نیز ہم

یہ شعر بھی اسی کا ہے۔ (حمیمیہ: منتخب التواریخ و ملا لکھتا ہے کہ سنہ ۷۲۳ ہجری (مطابق ۱۳۲۲-۲۳) میں بہ عبید غیاث الدین تغلق، عبید زاکانی شاعر، الحان شاہ زاوۃ تھلقیہ کے ہم راہ تھا^{۵۲}، جس نے امیر خسرو کی نسبت یہ شعر کہا تھا:

(خلد اُفتاد خسرو راز خای کہ سکہا پخت در دیکب کھائی)

مضوریست کہ صورت ز آب می سازد ز ذرہ ذرہ خاک آفتاب می سازد

جہانی

جہانی تخلص، بہت خوبہ ہادی استرآبادی کا ہے، جو ہمیشہ کھاب کے کھاب میں رہتی تھی:

میر جمال ٹو و آفتاب، ہر دو یکے است خطِ بشار ٹو و مشکِ تاب، ہر دو یکے است ۱۱

حیات

حیات تخلص، حیات النساءِ تذکرہ تحت آرام، کے یہ شعر اور ہیں:

چہ سازم طوفِ دیر و کعبہ و نہت خانہ و مسجد بگرد چشم و ہریت، دلم ہر لحظہ می گردد
بیا زلہ، کہ جامِ بادۂ گل کوں نوشانم مرد در کعبہ کا نہا نیست جز خونِ جگر خوردن

حیات علی

حیات تخلص، یہ عارفہ و ماریف خوبہ قوام الدین شوہر جہاں خاتون مذکور کی پہلی منکوحہ تھی۔

جب اس نے نکاحِ عالمی کی خبر سنی، خوبہ کو لکھ بھیجا:

ہر کہ فلم جہاں خورد، کئے خورد از حیات ہر رو ٹو غم جہاں خورد تا ز حیات ہر خوردی

حیاتی

حیاتی تخلص کی ایک عورت، لطیفہ گو، حسینہ، جمیلہ تھی، جس کی یہ غزل مشہور ہوئی:

عجب شیریں لے، لعلی بشارے کردہ ام پیدا (۵۲) دریں جام خوش عالم کہ یارے کردہ ام پیدا
عیا دلعلی شیریں می کنم چوں کوہ کن جانے چو فرہاد از برائے خویش کارے کردہ ام پیدا
ز پا آفتابم، ز اندوہ ہجران چوں کنم، یارب! کہ ایں اندوہ از وسب نگارے کردہ ام پیدا

چو بھٹوں می خم زو برکت پاے سب کویش من دیوانہ نیکو خم مسارے کردہ ام پیدا
نیک دم صرف راو آں نے بیکانہ دش کردم خیالی آں چہ کن درد و زگارے کردہ ام پیدا (۵۳)

خان زادی ۱۸

کوئی اس کو تجویزی لکھتا ہے، کوئی ترقی، کسی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شاعرہ فخر النساء
نسائی کی بہن تھی اور امیر یادگار کی بیٹی۔ بہر کیف، یہ مطلع اس کا ہے:
شے در منزل باد مہماں خواہی شدن یا نہ؟ ابھیں خاطر این باتواں، خواہی شدن یا نہ؟

دوتی ۱۹

دوتی تخلص، نسائی نام، دھڑیر میر قیام ہزرداری کے یہ شعر ہیں:

ہر کہا آں نہ چہ آں ز لعل پریشاں بگود ہر کہ کلر ز لعل او بیند ز ایماں بگود
اے تہاں! بواحب دودیت دود عاشقی ہر کہ عاشق گیرد این دوش ز دواں بگود
ہر کہ عاشق خلد ازو دیگر سردساں بچو زان کہ عاشق ترک سرگوینہ ز ساواں بگود
در قرآن دوتی گریہ چو بحر نوبہار گریہ زارش چو بیند یار گریاں بگود

ز آشنائی تو عاقبت جدائی ہو فغان کہ ہا تو مرا میں چہ آشنائی ہو؟

زارتی ۲۰

زارتی تخلص، مجہول الحال ۲۰ کوئی خوش مقال تھی، جس کا کلام یہ ہے: (۵۴)

خودن خون دل از چشم تر آموختہ ام خون دل خوردہ ام و این بخر آموختہ ام
کار من ہے تو بجز خون (بجز) خوردن نیست (۵۵) طرفہ کارے کہ بخون بجز آموختہ ام
شیوہ عاشق و طرز نظر بازی را ہمہ از مردم صاحب نظر آموختہ ام
نامہ! چند کسی مع من از عشق بچاں من ز استاد قضا، این قدر آموختہ ام

زائری! بہر طوافِ حرم کوے نکلاں صبحِ خیزی ز نسیمِ سحر آموختہ ام (۵۶)

سلطان

سلطانِ مختص، خدیجہ سلطان بیگم نام، دُھڑ علی گلی خاں والدہ اہجانی۔ بعض کا خیال ہے کہ خانِ مذکور اس پر نہایت شیفہ و فریفتہ تھا۔ فرض کہ اس کے کلام کا یہ نمونہ ہے :

من ساقی ام و شرابِ حاضر اے عاشقِ تنہا! آبِ حاضر
باہنِ من آفتابِ بچہ است ایک من و آفتابِ حاضر
سلطان! چو من نمود در دہر عالمِ عالمِ کتابِ حاضر

شیریں

شیریںِ مختص ہے، سلطانِ رضیہ بیگم نام، بہت سلطانِ محسن الدین آتش کا۔ جب کہ سن ۱۲۳۶ع میں آتش کی وفات ہوئی تو رکن الدین فیروز اپنی والدہِ عالمہ کے طور پر، سلطنت کو چھوڑ کر معاشی میں مصروف ہو، سات ہی مہینے میں معزول ہوا اور اس کی بہن، یعنی یہ ہی رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ اس نے اسطبل کے داروغہ معاشی غلام کو، جو اس کی بظنوں میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے پر سوار کروایا کرتا تھا، امیر الامرائی کا خطاب دیا۔ ارکانِ سلطنت کو یہ امر سخت ناگوار گزرا، چناں چہ اسی فساد میں بیگم مع غلام مذکور شہید ہوئی۔ اس کی قبر بنگلی خانہ کے محلے میں، امداد شہر دہلی، بہ علاقہ ترکمان دروازہ موجود ہے:

باز آ شیریں امدادِ در راہِ اُلفتِ کامِ غولش ہاں، بولے نہ شنیدہ باشی قصہ فرہادر (۵۷)

غلطیدنِ نورِ دُرخِ خود شیدِ نجرِ ایں چہ؟ کسلِ شدہٗ تنگیِ نگاہِ غضبِ ماست
از ماست کہ برداست، چہ نکھیرِ دلِ زار؟ آں کھوئے اندازِ غمِ بے سہبِ ماست

کسم چہ بر کج با چرخِ تحفِ سلطانی دہم چہ بالِ ہوا، غدسِ کسِ رانی

ضعفی

ضعفی تخلص ہے، کسی ہم عصر آرزو و غم کو رکھا۔ آرزو کے شعر مسطور کا جواب اس کی طرف سے یہ ہوا:

در دلم بود آرزویت پیش از ہر آرزو دیم آں روے و فزون شد آرزو ہر آرزو
کہتے ہیں کہ ضعیفی نے اپنے ضعیف خاوند کی شان میں یہ دو بیت انشا کی تھی:
اے مردِ اُترا بہ مہم انگیزی نیست ہم ہر و ضعیفی و ترا خیزی نیست
بایں ہمہ ی دی شکم ز دون خود قوت آں ترا کہ بر خیزی نیست
جس کا جواب اس طرح نکلتا تھا:

اے زن! اگر آں کہ ہاں آمیزی نیست کار تو بغیر قند انگیزی نیست
دارم ہمہ عیب را کہ گفتنی نثا چہ تر از بلاے بر خیزی نیست

عائشہ

عائشہ تخلص، کسی سمرقندی کی بیوہ مان لی ہے:
بھٹکے کہ ز چشم من بہ رو غلطید است در گوش کسے واہ کہ مروارید است (۵۸)
از گوش ہوں آ رہے کہ بدنامی ٹست کاں را بہ رُحم تمام عالم دید است

عصمتی

اس تخلص کی تین عورتوں کا کلام اس وقت قوش نظر ہے۔
اول، قاضی زادی سمرقندی، جس کو ایک تذکرہ والا انجام و خیر لکھتا ہے: (۵۹)
مگر رسوائے عشق از مردم عالم طے دارد کہ عاشق کشتن و رسوا شدن ہم عالمے دارد

عصمتی

دوم، خواف کے حاکم منتقلص بہ حاجی صاحب دیوان کی معشرۃ پارسا (۵۹) جو باکروہی نرنگی:

از پا ہلکے جاں، طلبِ کعبہ مشکل است آں کعبہ کہ دست دہد کعبہ دست

معصیتی

سیوم، نواب جہاں آرا بیگم، جس کے نام پر بہارستانِ ناز میں ایک قصہ غیر معتبر
مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کا لکھ کر یہ شعر لکھے ہیں:

ہمیں اتید وارم از ٹو، اے پروردگار من! چو من دیوانہ گرد آں نیت ز کار دار من
نمی دانم کہ رھیب ماہ گرد آلودہ از خاکم کہ نور عرش را شرمندہ ی سازد غبار من
یقیناً بے بہاے سازش ہے معصیتی آں دم بگوشش گر رسد دُر کلام آب دار من

علقی

علقی تخلص، اسٹری مفت پناہ، شاخِ آذری کی خادمہ کا ہے، جو نہایت شیریں کلامی تھی:
قامتِ سرود کہ در آب نمودار شدہ کرد، دعا ز قیدِ پارگوں سار شدہ

قائم

قائم تخلص، نواب قنات القسا بیگم، تذکرۃ تحت آرا م کا یہ کلام ہے:

مکن تکرار، اے دل! ہر نفسِ دردی حیت را مدہ در پردہ عالم، نقہ صہباے حیرت را

نچو تو مائے شاہ جہاں بخش اور میں عالم کیست؟ نچو جمع آور ارواح، تن آدم کیست؟

ہنگامِ سحر، دلیر من جلوہ گر آید صد نقۃ خواہیدہ محشر پہ سر آید

من از فراقِ تو المای غم پہ دلِ خوردم تو دلِ گلستی و سو گدہ وصلِ ما خوردی

سکا بیگم

سکا بیگم نامی سیدہ علی قلی خاں والدہ اختیانی، زوجہ نواب عماد الملک بہادر کی تھی۔ کہتے ہیں، جس روز اس کا تختہ جگر فوت ہوا اور نواب نے خبر سنا کی، تو اس نے اپنی سوزش و رونی یوں جتائی:

از حالِ ما پیرس کدول چاک کردہ ام لختِ جگر بریدہ بہ خاک کردہ ام
بعض کا قول ہے کہ اس شعر کا مصرع جانی کسی استاد کا ہے۔ پس، واللہ اعلم کہ اس کو تو ارد ہوا یا اس نے نفسیاً بنا دیا۔ بہر کیف، تراشہ لا حقہ بھی اسی کا ہے۔ ("چمن انداز" میں اسی کو یہ تحفہ شائع لکھا ہے۔ اختصارِ شاہان والا کہتا ہے کہ یہ عروسی کے سالہ لکائی دیتی تھی۔ وزن میں نو سو روپایا بھر، یعنی

لم [سوا گیارہ] سیر کی دلدہ بجی تھی) :

فوارہ ز ہر گوشہ شرارہ برزد از تار ترشح گمزد گوہر زد
نے نے غلظم کہ در درگ درین آب فضا ہوا ہزار جا نشتر زد

لالہ خاتون

لالہ خاتون نامی عورت مردانہ صفت قطب الدین محمد، ولایت کرمان کی حکم ران تھی، جس کی طرف اشعار لا حقہ تذکرہ نویسوں نے منسوب کیے ہیں:

من آں زخم کہ ہر کار من گلو کا دیت بزمِ مقعد من میں ہے گلہ دار دیت
نہ ہر زن ہے دو گز مقعد است کہ بانو نہ ہر سرے پہ کٹا ہے سزائے سردار دیت
درونِ کلیہ عصمت کہ تکیہ گاہِ ملت مسافرانِ صبا را گزر بہ دشوار دیت
جمالِ سایہ خود را در بخی می دارم ز آفتاب کہ لو کوچہ گرد ہزار دیت

تفسیر: آقا بیگم کے جان میں جو شعر من اگر تو بہ زدی دلع — لکھا گیا ہے بعض نے وہ بھی اس کی انشا پرداز کی تھی ہے مگر میرے نزدیک قولِ اول، اول ہے اور تیسرا شعر، جو اس کے نام پر لکھا گیا ہے، وہ بادشاہ خاتون کے نام پر بھی آچکا ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا کیا سبب ہے۔ میرے نزدیک بادشاہ خاتون اور لالہ خاتون، ایک ہی سنا کے دو اسم ہیں۔

لطیف

لطیف تحفہ کی لطیف النساء زوجہ بشیر خاں، موطن عظیم آباد، قاری و اردو گوشتی:

یاد زلفت سر پہ سر داریم ما شغل میں شام و سحر داریم ما
گاہ سر برسنگ و کہ برسنگ سر کے جز میں شغل و گر داریم ما
دیدہ ام من آفتاب و روئے تو بر زرخ نہ چوں نظر داریم ما؟
کاوشے بیجاست، اے چرخِ عدا صاحبِ شمت نہ زر داریم ما
گاہ در کعبہ و کہ در مکت کدہ جنتویں در پدر داریم ما
از کہ پُرسم؟ من ز حال رفتگان کس نمی گوید خبر داریم ما
ہم و غم دیگر نمی دارم لطیف یک از محشرِ خطر داریم ما

مغنی

(اخترِ ناز و الا اس کو بہ تحفہ زیب لکھا ہے اور صاحب دیوان نہیں مانتا)۔ اگرچہ شہرت کے باعث اس کا احوال سب پر عیاں ہے، بل کہ جب سے اس کا دیوان چھپ گیا، یہ خود ظہوری ہو گئی، مگر جو کہ بعض اشخاص اس کے صاحب دیوان ہونے کے قائل نہیں ہیں، اس واسطے یہ چند سطور لکھتا ہوں۔

واضح ہو کہ اورنگ زیب بادشاہ ^{قدس سرہ} کے چانچ لڑکے اور چانچ ہی لڑکیاں تھیں۔ ازاں جملہ صرف شاہ زاد و محرم سلطان سے چھوٹی اور سب سے بڑی یہ شہزادی، نواب زیب النساء نامی، دسویں سوال سنہ ۱۰۴۸ ہجری (مطابق ۳ فروری ۱۶۳۹ء) میں (کنڈا ہل دس ہانودھتر شاہ و نواز خاں کے بطن سے پیدا ہوئی اور پندرہ برس کی عمر پا کر سنہ ۱۱۱۳ ہجری (مطابق ۱۰۰۲ء) میں فوت ہو گئی۔ اس کی وفات کی تاریخ میرے مہربان، خوش تقریر، شاہ بہادر الدین صاحب بقیہ نے یوں سنوڑ فرمائی ہے:

تاریخ

میر تاریخِ مغنی ام، بیہات! 'نودِ حلی جنتی' بقیہ نکاشت
غرض کہ یہ شہزادی، سعید اشرف پسر مصالح ما زعفرانی اصنافی کی شاگردی سے صاحب

دیوان ہوئی۔ اگرچہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ دیوان، جو اس کے نام سے چھپ کر مشہور ہو رہا ہے، حقیقی رشتی (۶۱) کا ہے جس کو ملتا جاتی کا استاد خیال کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۷۶ء کی فہرست کتب مطبعہ فنی نول کشور صاحب میں لکھا ہے کہ یہ دیوان حقیقی رشتی کا ہے، اور رشت، فارس میں ایک شجر کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ذیبت الشا کا خلاصہ حقیقی تھا۔ کوئی لکھتا ہے کہ یہ اپنا نام ہی سوزوں کرتی تھی، اور کچھ خلاصہ نہ تھا۔ ایک لکھتا ہے کہ یہ سنہ ۱۱۱۲ھ (مطابق ۱۷۰۰ء) میں، دہلی کے کابلی دروازہ کے باہر دفن ہوئی، اور دوسرا بتاتا ہے کہ لاہور کے قریب موضع نواں کوٹ اس کا مزار ہے۔ فلا، دہلوی اسی بات پر قائم ہیں کہ اس کی قبر دہلی کے تیس ہزاری باغ میں تھی، جو اب چٹیل میدان پڑا ہے۔

[تاریخ دل چسپ اردو، مطبوعہ سنہ ۱۳۱۳ ہجری (مطابق ۱۸۹۵-۹۶ء) کے پہلے حصے سے ظاہر ہوا کہ دولت آباد کا قلعہ، اورنگ آباد سے پانچ کوس پر ہے۔ یاں پہاڑ کاٹ کر ایک لاقانی قلعہ ہندوؤں کے زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ اس کے تین کوس پرے جلد آباد موضع ہے۔ وہیں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی قبر ہے، جس کی تاریخ وفات وہاں کے مجاہدوں کو ”مظاہر“ (۱۱۱۸ھ) مطابق ۱۷۰۶ء) یاد ہے۔ (اس کلام سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ وہاں کی کسی جلی بھٹی بیجم پارانی نے یہ تاریخ کمر دی ہو۔ اسی نھر سے اس موقع پر لکھی جاتی ہے)۔

یہ بھی یاد رہے کہ کتاب مسطور میں ذیبت الشا شادی کا کچھ ذکر نہیں لکھا۔ بس، سفر نامہ کی عبارت مندرجہ اختتام آئندہ متن، پایہ اعتبار سے گر گئی۔] (۶۲)

اختتام : یہ رسالہ پہلی دفعہ سنہ ۱۸۷۶ء میں چھپ کر مشہور ہو گیا تھا کہ ہندو مولف ۱۷ اپریل سنہ ۱۸۸۰ء کو بہ حصول فخر، نوکری سے دست بردار ہوا، اپنے گھر پر مطالعہ کتب مختلفہ میں مصروف رہا۔ یکا یک ایک کتاب علم سیر میں نہایت عمدہ موسم بہ تاریخ یوسفی مشہور بہ عجائب و سرگ (۳) ہاتھ آئی کہ دراصل وہ کتاب یوسف خاں کبیل پوش سلیمانی مذہب کا سفر نامہ ہے جو سنہ ۱۸۳۸ء میں اپنے وطن حیدرآباد سے نکل کر نیپال، مندرجہ شاہ جہاں آباد، وغیرہ کی سیر کرتا ہوا بھٹو میں، بہ عہد شاہ نصیر الدین حیدر در سالہ خاں کا جماعت دار (جس کو جمہدار کہتے ہیں) اور پھر صوبے دار رہ کر سنہ ۱۸۳۹ء کو نکلتا گیا۔ وہاں سے سنہ ۱۸۴۷ء کے مارچ مہینے میں لندن، فرانس، وغیرہ ممالک

کی سیر کو کیا آتے ہوئے مصرعہ سمجھتی ہوتا ہوا اور نگ آ جا رہا۔

وہ لکھتا ہے کہ اس جگہ عالم گیر کی قبر ہے۔ اس کے مقبرہ کے پاس زیب النساء کا مزار ہے اور نہایت عمدہ مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ فی الحال اس کے مقبرہ نظام الملک نکال کر اپنی والدہ کے مقبرہ میں لگوا رہا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔

ہاں، یہ بھی سنا ہے کہ یہ دیوان، جو لکھنؤ اور دہلی اور میرٹھ میں اس کے نام سے بچھا ہے، نہایت مختصر ہے۔ اس کا کتبیت ضخیم (۶۳) قلمی، لوگوں کے پاس موجود ہے، اور ایک انشا بھی اس کی نشانی ہے، جس کا ایک ورقہ نمونے کے طور پر یہاں لکھا جاتا ہے۔

واقعہ زیب النساء جو اس نے اپنے پیر کو لکھا تھا

”نقطہ پر کار تدویر و جوہر طلسم، نیت خط مستقر فلک ہستم، حضرت پیر من! ظلم ادا ہے

مردی مردان خدا، و در سیدہ زیب النساء حرمانے کہ دارد، پایا نے خداو۔ اگر از

تجربہ خود دم تفرید زخم، رواست۔ من کہ بصورت گردن زنا ز معنی خبردار۔ ایات:

با لب دم ساز خود گر خفتی ہم چو نے من گفتنی ہا گفتی (۶۵)

آں کہ اواز ہم زبانے شد جدا (۶۶) بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

[ایات بالا مشنوی (۶۷) کے پہلے دفتر کے شروع ہی کے ہیں اور مولانا محمد عبدالرحمن صاحب

رائے نے اپنی کتاب مرقوم، حصہ اول، دفتر اول، شرح اردو مشنوی مولانا دوم میں پہلے شعر کی شرح چار طرح پر لکھی ہے اور خوب مشرح کر کے سمجھایا ہے۔ غرض، وہاں کتاب ہی دیکھنے کے لائق ہے۔ وہاں ان شعروں کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

میں اگر لب دم ساز سے منہ لے آگاہ کرتا راز سے

ہو گیا ہو ہم زبان جس کا جدا بے نوا ہے، گرچہ ہووے با نوا

میں نے یہ نوٹ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ ان بیتوں سے کوئی مجھ سا کم فہم یہ خیال خام نہ کرے کہ زیب النساء اپنی ناکہ خدا کی کاملال ظاہر کرتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (۶۸)

المختصر، اس خوش نویس شاعرہ، فاضلہ، حافظہ کے لطائف و ظرائف بھی اکثر زبانِ زہر و جہور

ہیں۔ [مجھے یہ طیفہ ہے: کہتے ہیں، بادشاہ عالم گیر کے حضور ایک شاعر حاضر ہوا، جس نے بد یہ گوئی کا

ایسا پایا۔ اُس نے گردن اٹھا، جھروکے کی طرف دیکھا، زیب النساء کا جلوہ نظر چاند نور پور اُٹھا۔
 تازینے دیدم اندر غرقہ مدہ جینے، عشوہ سنے طرقتہ حیلۂ پایہ ز بھر دیدنِش
 (خندۂ یاسمنۂ یاسرۃ) (۶۸)۔

تمن ہی مصرعے کہ کر خاموش ہو رہا۔ ہر چند سوچا، چوتھا مصرع خیال میں نہ آیا۔ شاو جم جاہ نے جملہ
 مختار دربار سے اس کا پوچھنا چاہا، پر کوئی عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ بلا طرقتی ہی نے چوتھا مصرع کہلا بھیجا، جو
 بریکٹ بالائی میں درج ہوا۔ [معدہ]

بندہ پر غلبہ طوالت سب کو ترک کر کر چند شعر مشہورہ، دو یا ان کی سند ہونے کے لکھتا ہے (۷۱)۔
 آہستہ، برگ گل بنشاں بر حزار ما بس نازک است شیعۂ دل در کنار ما
 گرچہ من لیلیٰ اسام دل چہ بخوں در ہماست سر بہ صحرا می دغم لیکن حیا زنجیر پاست
 کہتے ہیں، اس شعر کا جواب عاقل خاں رازنی نے یہ دیا تھا:
 عشق تا خام است باشد بسۂ ناموس و تنگ پختہ مغز ان جنوں را کے حیا زنجیر پاست؟
 اس نے ردِ جواب اس طرح بتایا:

پاک باز ان محبت را حیا باشد عام چوں ثور مرغ بے حیا را کے حیا زنجیر پاست؟
 اس غزل کا مقطع، جو دو یا ان کو اس کا ثابت کرتا ہے، یہ ہے:
 دختر شام و لیکن رو بہ فقر آوردہ ام زیب دلعت ہم غم، ہم چہ نازیب لاشاست؟

اے عندلیبِ نالوں! دم در گلو گرہ گیر نازک حراچ شاہاں تابِ خنِ عمارد
 آخر میں بر جگر ہم باد کہ در کشور ہند سستۂ تھو خنِ رنجِ ایران زدہ ام
 تحصیل: ہاں، ناظرانِ باحو و شان! میں نے اپنے تذکرۃ نادر الادکار میں اقسامِ شعریہ مع
 اشلہ، مفضل کیسے مگر اس کے دیوانِ فصاحت و بیان میں ایک مسئلہ قسریٰ عجیب و غریب نظر آیا، جس کا
 جانی آج تک نہ دیکھا، نہ سنا۔ جس، اس کو نو طرزِ مرثعہ کہا جا رہا ہے، جس کے مطلع و مقطع کا بند یہ ہے:

پہ سنانا کبر یار قسم پہ سر طرقتہ دل دار قسم

ہے کہاں خانہ ابدو سوگند ہے سر زکریا جادو سوگند
کہ شوم کھنڈ چشم [د] نگہت خاک رہ کھنڈ طرز سست

ہے صفائے ملک العرشِ قسم از سنا تا ہے سر عرشِ قسم
بخشا و تحقیقت سوگند ہے سر شمعِ نبات سوگند
مدعا خاک رہ جاں ست نظر لطف ہے درماں ست

مشتق

مشتق تخلص ہے موجود الوقت، قرنِ جان (۷۲) نام، بی تخلص لقب کا، جو طوائفِ کھنڈ سے ہے اور بہ شاگردی میاں حسن صاحب کے، اپنے تئیں فلکِ چہارم سے بھی بلندی پر سمجھتی ہے۔ جب کہانِ زبان کو زہ کرتی ہے تو بے تحاشا (۷۳) زبان آورانِ زمان کو گرم و سرد ستاتی ہے، اپنے نزدیک آوردوں کو چمچلیوں کی طرح بھونتی (۷۴) ہے۔ الا، اس کو بھی ہوا تپانے والیاں موجود ہیں۔ گو یہ مراد اندامِ مارتی ہے مگر ان کے زور و ہوا اس کی تمام نفسا نہیں بے سود ہیں۔ الغرض، یہ شاعرہ اُردو کے شعر بھی کہتی ہے اور زہرہ ٹائی اس کی بہن بھی اُردو کی شاعرہ ہے۔ پس، ان کا جھگڑا ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ میں لکھوں گا۔ اب اس کے اشعار فارسی لکھتے ہیں:

بر در یار جہہ سائی ہا ہے ازیں نیست پارسائی ہا
رحبہ من فزوں ز شاہاں ست ی کلم بر درش گدائی ہا
از کہ آموختی؟ سرست گردم جان من! طرز دل ربائی ہا
چہ قدر سادہ است آئینہ ی کند ہا تو خود نمائی ہا
از تو آموخت مشتقِ مشتق شاید عدلیہاں غزل سرائی ہا

مطربہ

مطربہ حقیقت کی کوئی کاشطری عورت، طغان شاہ کے گھر میں تھی، جس کے سرے میں یہ رہائی
کہ گئی ہے:

در ہاست، اے شاہ! سہ شد روزم بے روے تو دیدگاں خود بر روزم
خجی تو کہا است؟ اے دریا! تاس خون ریختن از دیدہ بہ او آموزم

ملکہ

ملکہ، جس کو اکثر دن نے سند بیگم کے نام سے لکھا ہے، بہت سید حسن کا رہ گیا، باشندہ
جرہاں معروف بہ استر آباد، پایہ تخت، ماژندران۔ سادات عالی نسب سے تھی۔ اس کا دیوان بھی
موجود ہے لیکن اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں:

مراد در یست در دلی بے قرار از ہر یار خود
چہ گویم؟ قش بے درداں ز در بے قرار خود
بہ در دلی چنان گریم کہ خوں گردد دلی خارا
چہ یاد آدم من سرگشت از یار د یار خود
ازاں بچست در عالم چنین سرگشت ی مردم
کہ کی ظلم چہ زلف او پریشاں روزگار خود
کلے از بارغ وصل او، بچیدم بر مراد خود (۵۷)
ز استغنا عمارد گوش یک ہار آں جفا پیشہ
اگر در غش او صد ہار گویم حال زار خود
بکار خویش حیرانم کہ از عشق بکاں ہرگز
سرد سماں نمی ظلم من مسکین بکار خود
ازیں سوزے کہ من دارم ز عشق ادیس از مردن
بخوابد سوخت آخراے ملک الودح مزار خود

مہرئی

مہرئی ہراتی۔ اس کے بیان میں تذکرہ نویسوں نے جب جب گل کلائے ہیں۔ سب سے
مستتر قول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعرہ شاہ زنگ میرزا کے عہد میں، بہلا زبج کوہر شاہ بیگم متا تھی۔
خواجہ عبدالعزیز حکیم اس کا خاندان تھا جو سرکاری طبیب کہلاتا تھا۔ اصل اس کی کوکان سے ہے۔ بعض کا

خیال تھا کہ یہ بیگم موصوف کے بھانجے سے میل رکھتی تھی، چنانچہ اس کے خاوند نے اسی اعتقاد میں اسے قید کیا تو اس نے بیڑ بائی موزوں کی:

سر کندہ قہار سرد سیمیں تن را زیں واقعہ شیون است مردوزن را (۷۶)

المسوس! کہ در کندہ غولہ بد سودن پائے کہ دو شاہد یوز صد گردن را

(اخترِ ناہاں ظاہر کرتا ہے کہ یہ مہر تہی ہر وہیہ شاعر، ہم مصر جاتی کی تھی، شاہد ایران کے محل میں رہتی تھی۔ اسی نے اسے قید کیا تھا، کیوں کہ کسی جوان سے پھنس گئی تھی۔ اس کے خاوند کو غضب ہوا تھا جو اسی کے کلام سے ظاہر ہے۔ بیڑ بائی اس کی ہے، نہ کہ مہر تہی ہر تہی کی (۷۷)۔ اشعار ذیل سے شعر نمبر ۵۳ و ۵۴، یعنی ہر دور بائی ازل مع اس رباعی کے، ہر وہیہ کا کلام ہے، باقی ہر اسیہ کا)۔

اور معتبر نقل ہے کہ ایک روز سلطان مسعود میرزا، خواہر زادہ بیگم مسعود، اس کو لیے مع بیہدی شاعر کے، اختیار الدین کے قلعہ پر، جو ہرات میں مشہور مقام ہے، رونق افروز تھا کہ اس کا خاوند دکھائی دیا۔ میرزا نے مسکرا کر اشارہ کیا، اس نے بدینہ یہ شعر سنایا:

کردم بر اونج برج مد غولہ شبنم طلوع ہاں، اے حکیم! خالغ مسعود من نگر

اور روایت ہے کہ ایک دفعہ بہار کے موسم میں مرغِ گل کے پیچے بہت آدمی گل گشت کر رہے تھے۔ یہ بھی جھروکا سے دیکھ رہی تھی کہ اس کی نگاہ ایک بڑھے پر پڑی جو اسی کو گھور رہا تھا۔ اس نے اس سے استفسار حال کیا، اس نے یوں جواب دیا۔ مصرع:

آں جا کہ عیاں ست، چہ حاجت بہ عیاں ست

اس حاضر جواب نے قہقہہ لگا کر کہا:

یارب! کہ سر شتم زچہ آب وچہ گل است؟ معلّم ہمہ سوسے دلبران چہ گل است
گر میل مرا بہ سوسے حیراں بودے از چہ ضعیف تا توانم چہ گل است
اور شیخے! کہ ایک روز یہ لطیف گو، بیگم صاحب کی خدمت میں حاضر تھی کہ حکیم جی دکھائی دیے۔

بیگم نے بلوایا۔ وہ بے چارہ کبر تنہی و ضعف کے باعث مصائبیتا، چلوئے کھاتا بلوئے کھاتا پڑ چکا، زعمائیں دینا حاضر ہوا۔ اس نے اپنی تھوڑے سے اشارہ سے کہا کہ:

مرا با تو سر یاری نماندہ سر مهر و وفاداری نماندہ
 ترا از ضعف و جبری قوت و زور چنان کہ پاسے برداری نماندہ
 اب اس کے احوال کی مختلف کیفیتیں دیکھیے۔ ایک کہتا ہے کہ یہ نور جہاں کی چلیس خاص
 تھی اور ترائے بالا حق کی کلام ہے۔ دوسرا کہتا ہے، نہیں، یہ اسی کی طبع رسا کا کام ہے۔ حیرت کا مقام
 ہے کہ نور جہاں جہاں گیر کی حرم، اور حق اُس کی پوتی، عالم گیر کی بیٹی، اور یہ اکبر شاہ والد جہاں گیر
 سے پہلے زمانے کی۔ تیسرے کا منوالہ ہے کہ مہر کی، جلا نر قوم کی شاعرہ، آفتی اودھ کی ہم عصر فاضلہ
 گزری ہے۔

الھتقر، اشعار لاحقہ بھی لوگوں نے اسی کی طرف منسوب کیے ہیں۔ آیات :

وہ چہ پستان؟ وہ تربی سباب زوہ سر جوش لطافت دو حباب

وہ خانہ ٹو آں چہ مرا شاید نیست بدلی ز دلیا رمیدہ بکشاہ نیست
 گوئی، ہمہ چیز دارم از مال و منال آری ہمہ بہت آں چہی شاید نیست

شوی زن تو جواں اگر چہ بود چوں چہ بود ہمیشہ دل گیر بود
 آری مثل است آں کہ گوید زباں "وہ پہلوئے زن تیر بہ از چہ بود"

حلیٰ ہر کلتہ کہ بر چہرہ خود مشکل بود آزمودیم بیک جہد سے حاصل بود
 کلفتم از مدرسہ پرسم سبب حرمی نے در ہر کس کہ زدم بے خود و لایعقل بود
 خواہم سوز دلی خویش بگویم باطل داشت او خود بزاں آں چہ مرا در دل بود
 در جن صبح دم از گریہ و از بلا من لالہ سوختہ خون در دل و پا در گل بود
 آں چہ از باطل و ہدوت روایت کردند بحر چشم ٹو دیدم ہمہ را شامل بود
 دو لٹے بود قماشے رشت مہر کی را حیف! صد حیف! کہ آں دولت مستقبل بود

حق ہر خارے کہ آں از خاک من حاصل شود زہدار مساواک سازد مست و لایعقل شود

سرو گویند نے آرد بار قدرت آرد ز پنتاں دو اتار (۷۸)

کفتم بیا بہ مردمک دیدہ ام نفیس گفتا کہ من بہ خانہ مردم نمی روم

حیف! کہ از علم نہ بر رہ روی شمع بکف گیری و در چہ شوی

مہستی

مہستی تخلص، سمجھ کی اکابرزادی کا تھا۔ بعض نے اس کو نیشاپوری سمجھا ہے۔ بہر کیف،

سلطان خجہ کے معزز سر فرازوں میں تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ عبداللہ خاں ازبک کی فتنہ پردازی کے وقت یہ شاعرہ موجود تھی۔ بہر حال، ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ خجہ کے پاس سے اشیائے کے واسطے باہر آئی تو وہاں پر سلطان نے باہر کا حال احتضار فرمایا، اس نے یوں ادا کیا:

شاہا! لکلت اسپ سعادت زمیں کرد و ز ہلہ خمر وں خرا تھیں کرد

در حرکت سمندر از زمیں نعلت بر گل نہ نہد پایے زمیں یکیں کرد

اگرچہ اس کا اور کلام بھی میرے پاس موجود ہے مگر وہ تمام بزل و فحش الغصام ہے، اس لیے نہیں لکھتا۔ صرف یہ شعر آرد و کیے لو:

جام را بر کف دست ٹو نشستی دگر است پو بیضا دگر و دست ٹو دست دگر است

نسائی

اس تخلص کی دو شاعرہ دریافت ہوئی ہیں۔ ایک خراسانی سیدزادی، جس کا نام فخر القضا تھا۔ یہ غزل اس کی ہے:

شادم اگر دلم ز ٹو بے غم نمی شود آرے غم ٹو از دلم من کم نمی شود

مرہم میار بھر دوائے من، اے طیب! کہیں درد عاشقی است بہ مرہم نمی شود

مخواب ابد است فقط تا نیاہم از بھر بھد کامب من غم نمی شود

دائے نہاد بر دلم آں ہے وفا کہ عمر مگوشت و دروندی آں کم نمی شود
سازد بہ داغ ہجر نسائی خاکسار چوں خاطرش بہ وصل تو حرم نمی شود

اس شاعرہ نے مصطفیٰ قاضی زادہ سرقدی کے مطلع کا جواب یوں موزوں کیا تھا:

بہ عالم ہر کراچی بہ دل درد و طے دارو ز وسع غم مثال اسے دل اکہ غم ہم عالمے دارو
اور ایک یہ شعر بھی اس کا مشہور ہے، اکثر تذکرہ کنندوں میں مسطور ہے:
عاشقی بر قاتلے ابرو کندے کردہ ام (۷۹) ہاہر ہستی تھمٹاے بلندی کردہ ام

نسائیؒ

دوسری نسائی، ولایت کی رہنے والی کا صرف ایک ہی شعر دیکھا گیا، سو بھی وہ شعر جو میں جاتی
کے نام پر لکھ چکا ہوں لیکن یہ معتبر استاد ولایت ذرا کی تحریر ہے، اس لیے مکرر لکھتا ہوں:
سو جمال تو و آفتاب، ہر دو یکے است خطا ہزار تو و مشک ناب، ہر دو یکے است

نور جہاںؒ

نور جہاں، حرم محترم جہاں گیر بن اکبر شاہ ہوشاہ بہد کا نام نامی ہے، جس کے نام سے خطبہ
وسلک نے بھی زینت پائی تھی۔

اس کے بیان میں تذکرہ نویسوں نے خوب خوب گل کھلائے ہیں، عجیب عجیب طرح کے
فخرے اڑائے ہیں۔ سب سے بڑھ کر تو یہ لطیفہ ہے کہ دو چار شعر اردو کے اس کی طرف منسوب کیے
گئے اور یہ نہ سمجھا گیا کہ یہ ایاز تاتاری کی بیٹی، قندھار کے جنگل میں پیدا ہوئی، اپنے والدین کے ہم راہ
اکبر شاہ کے زمانہ میں وارد ہند ہو کر شیر گلن خان ترکان سے منسوب ہوئی، جو اس کو اپنی جاگیر
اضلاع، رب میں لے گیا اور جہاں گیر نے تخت نفیس ہو کر منہ بلوی چھ باسات میں شیر تذکرہ کو مر دا
اسے اپنی گل میں داخل کیا تھا۔ پس، فرمائیے کہ اس کی زبان کس طرح سے آلود ہو سکتی ہے؟ کیا سمجھتے
کہ گو غلیچوں کے زمانہ میں حضرت امیر خسرو بلوی علیہ الرحمۃ نے کچھ کچھ جھپڑ چھاڑ ہندی بولی میں

شروع کی تھی۔ انا، اردو کی زبان شاہ جہاں کے وقت سے مقرر ہوئی ہے، بل کہ شعر گوئی تو اس کے زمانہ میں بھی، بہ خوبی نہ ہوئی تھی۔ ہاں اعالم گیر کے وقت میں صادق و مختار دلی صاحب دیوان اس زبان کے ہوئے، مگر نور جہاں کیوں کہ اردو کے شعر کہتی؟ شاید ایسا ہو کہ اس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی میں لاد کیے ہوں، متاخرینوں نے اپنی (۸۸) زبان میں ترجمہ کر لیے۔ جیسا کہ ایک شعر کا ترجمہ اسی رسالہ میں موجود ہے۔ بہر کیف، وہ اردو شعر، جو لوگوں نے اس کے قرار دے رکھے ہیں، یہ ہیں:

کل ٹم جو یہ کہتے تھے ششیر ہے اور میں ہوں یہ طشت ہے، یہ سر ہے، قصیر ہے لہ میں ہوں (۸۱)

ظاہر میں مرے (۸۲) حال کو سر سبز نہ جانو پوشیدہ جگر رکھتی ہوں مانند حنا کے

چمن میں ہے جو یہ تھکی سی ٹوٹی نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

اگرچہ یہ ماجرا دوسرے حصہ میں گفتِ مناسب تھا مگر جو کہ مجھے اس حقیقت کی بے ہمتی

ثابت کرنی تھی، اس لیے اس موقع پر اشارہ کر دیا۔ اب اس کا فارسی کلام مختلف کتابوں سے جمع کیا

جاتا ہے اور اس باب میں جو جو اختلافات ہیں، وہ شعروں کے بعد عرض کروں گا، اور جو جو شعر لپیٹنے پر

دان ہے، اس کا بیان بہ سبب طوالت کے ترک کیا گیا۔ بعض کا یہ قول بھی ہے کہ گلاب کا جطر اور

چاندنی کا فرش اور مقلع کا زبور، نور جہاں ہی نے ایجاد کیا تھا۔ بعض نے اس کا تخلص بھی لکھا ہے۔ (۸۳)

گرہ ز کار چو نکشاد بے قرانی ما مگر چہ سود دلا! از فغان د زاری ما

بلبل از گل بگود گر در چمن بید مرا بُست پرستی کے کند؟ گر برہمن بید مرا

در سخن پناہں شدم چوں بوسے گل در برگ گل میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بید مرا

بظاہر مگر کرچہ سر بسر سبز ام دلیک باطنی من چوں حنا پڑ از خوں ست

در نہاں خوغم ظاہر کرچہ رنگ ما خوش است رنگ من دامن نہاں، چوں رنگ سرخ آند حاست

نورجہاں گرچہ بظاہر زن ست در صلب مردان زن شیر انگن ست

این خانه بماند از کہ در خانه زنی ست معمار حمامے من خاکب نشیں ست
دقیقہ ہائے معیش در سواد حروف چو در سیاہی شب روشنی پردی ست

بختل چون منی گر خاطر خوشنودی گردد بجان منت دے تلخ ٹوخن آلودی گردد (۸۳)

رعان خرابات کرا بادہ فریئند خود سادہ بخوابد کرا سادہ فریئند
ٹو بادہ آفاقی و ہم گادہ آفاق حیف است! کہ بر بادہ دگر بادہ فریئند

زار عشق گر ظاہر کنم، گل در چمن سوزد اگر نالم بخلوت خانہ صبح انجمن سوزد

ہمزہ ام ہمز نہ گردید، بہار آخر شد روے گل سیر نہ دیدیم د بہار آخر شد

ہنگام سحر دل بر من جلوہ گر آمد جاں بر لبم از قالب فرسودہ برآمد
غافل غلطیں، اے دل غفلت از من! برخیز کہ ہنگام فضاے ہر آمد

گزشت وقت خزاں، موسم بہار آمد ہزار مظل خزاں کشتہ ام بہ بار آمد

عشقت چناں کداخت تم را کہ آب شد گردے کہ ماند سرمہ چشم حباب شد

ہنوز آں مظل خندیدن خاند نگہ دزدیدن د دیدن خاند

ہال مید بر آویج فلک ہویدا شد کلیدے کدہ گم گشتہ بود پیدا شد

خرا نہ تکتہ لعل است در قباے حریر (۸۵) شدہ است قطرۂ خوں منت گریباں گیر

دست ز گل چہنم اشب بدار (۸۶) ی چکد از برگ لکھم آب تار

نام تو مردم و زدم آتش بجان خویش در آتخم چو شمع زوسف زبان خویش

من در طلبت کرد جہاں کی گردم گیر ستاک [کذا] گر بادشوی بہ موئے زلفم زنی شش پنج دو یک [کذا]

بنی و چشم [و] دو بروئے تو، اے گل اندام! شاخ بادام، دو بادام، دو برگ بادام

نورم، تارم، حدیقہ ام، گل زارم ویرم، صغرم، برہمنم، زکامم
نے نے غلظم ہر آں چہ کفہم نیم بوسے کلم و طویحہ گل زارم

نیست فوادم کہ بنی بہ سر آب رواں آب از گری ایں فصل بر آوردہ زبان

فرید دہان تو پیاں چوست؟ اے نازک بدن! نقشِ سیم آہوے چمن است بر برگ سمن
گردو دو چیک مباد اندر دہان حجب او قطرہ قطرہ می چکد لعل بدخشاں، وز یمن

رباعی

دل بہ صورتِ عدمِ ناشدہ سیرت معلوم بندہ عشقم و بہتاو دو ملت معلوم
زاہدا! ہولِ قیامت بہ دلِ ما ملکن ہولِ ہجران گزرا ندیم قیامت معلوم

ستارہ نیست بدیں طول سر بر آوردہ فلک بہ شاطری شاہ سر بر آوردہ

تصحیح: واضح راے ناظران تحقیق طلب ہو کہ ان شعروں میں پہلا اور چوتھا شعر اور دوسرے اور آخری شعر سے پہلی رباعی زیب النسا کا کلام ہے۔ جس کا جی چاہے، اس کے دیوان میں مطبوع ہی میں دیکھ لے مگر ایک شخص نے پہلی رباعی کا ایک شعر حکیم حاذق کے نام پر بھی لکھا ہے، وہ بھی غلطی پر ہے۔ چنانچہ اس شعر کی طرف طبع نے اس شاعرہ کی شان میں کہا تھا، وہ بھی اس کا نہیں ہے۔ شعر پانزدہم کا پہلا مصرع جہاں گیر کا، دوسرا نور جہاں کا؛ انھویں کا پہلا حصہ کسی امیر زاہد کا، دوسرا نور جہاں کا؛ رباعی نمبر ۲۳ کا پہلا مصرع سولایہ بادشاہ کا، باقی تین مصرعے جوابیہ تنگم کے ہیں؛ اخیر کے تین اختلاط اور ایسا بندہ ہیں، باقی تذکرہ نویسوں کی غلطیاں ہیں۔ میں طوالت سے ڈرتا ہوں، ورنہ

ایک ایک کا مال مفضل لکھتا۔

[نور جہاں کا مقبرہ، واقع شاہ درہ، لاہور میں اس کی لوحِ حزار پر یہ شعر کندہ ہے جس کو بندے نے بھی یہ نظرِ عبرت دیکھا ہے:

بر حزار ما غریباں نے چرائے، نے لگے نے پر پرانہ سوز، نے صدائے بکلیے] (۸۷)

نہائی

نہائی۔ اس شخص کی پانچ عورتوں کا کلام دستِ یاب ہوا ہے۔ ازاں جملہ ایک کو بعض نے یہ نام ^{۱۲} لکھ لکھا ہے۔ اور کچھ احوال اس کا معلوم نہیں:

خواہم کہ بہ آں سینہ خم سینہ خود را تا دل پہ ٹو گوید طبعِ دیمے خود را

تو ز لبِ خالش بلاے نہان ست ترس از بلاے کہ شب در میان ست ^{۱۳}

ہم بخمن بر زرخِ خواہاں خطرِ پاک امداد ہر کہا دیدہ آلودہ بود خاک امداد

نہائی

دوسری نہائی کرمانی خواہ، افضلِ دیوان کی ہمشیرہ تھی:

اگرچہ مر ز تقدیر لا یزال بر آید پہ ما من فرسودہ گر ہزار سال بر آید

نہائی

تیسری نہائی شیرازی، جو اپنے زمانہ میں مشہور تھی اور ملا جاتی کے بعد ہوئی تھی، چنانچہ ملا موصوف کی غزل پر غزل لکھی۔ جس کا مطلع یہ ہے:

شدم دیوانہ تا در خواب دیدم آں پری زرد را چہ باشد حال گر بیند چہ بیداری کے او را

دیگر

شب سب کویت بہر جاے کہ پہلوی نہد روز خورشید آں زشیں را بوسہ پر زودی نہد
اور یہ شعر: مگر رسوائے عشق — جو مصحفی کے نام پر لکھا گیا ہے، بعض نے اس کا سمجھا ہے۔

نہائی

چو چمی نہائی دہلوی، کوئی امیر زادی، والدہ شاہ سلیمان کی مجلس تھی، جس نے اپنا نکاح اس
نہائی کے جواب پر مختصر رکھا تھا :

از مرد برہندہ روے زر سے ظلم از خانہ عنکبوت پر سے ظلم
من از دہن مار شکر سے ظلم از پنکھ مادہ شیر زر سے ظلم

اس کا جواب مذمت کے بعد سعد اللہ خاں دہلوی نے اس طرح دیا ہے:

علم است برہندہ زو کہ تحصیل درست تن خانہ عنکبوت، دل بال و پرست
زہر است بجائے علم، معنی شکرست ہر پنکھ کزو چشمید واں شیر فرست

الغرض، یہ شعر بھی کسی کسی نے، اس کے نام پر لکھے ہیں:

در غیب ما تو بہ ز سے خانہ حرام است زہد و ورع و سکے صد دانہ حرام است .

با بادہ فردشاں غم قیام حرام است با زود کشاں دولت بہرام حرام است
فرض است بہ عاشق کہ بنوشد بے تجرید با زاید خود میں بے گل قام حرام است
مارند قدح نوش دو عالم زود بہرام اندر نان و طبع خام حرام است

قدم بہ خانہ چشم بد کہ جا ایں جا ست روانی مظر خوبان خوش ادا ایں جا ست

سز کر دم بہ ہر عشق زادم عشق جا ناں ست غم دورہ کہ در دل و اشتم آخر دو چنناں ست
دریں گشتن ہسانی غنچہ چنناں خوبان دل خوردم گل مقصودہ من تا از نسیم صبح خنداں ست

ردماں نظر بہ جلوۂ دنیا نمی کنند بخو آرزوے سہل صہبا نمی کنند
 افتادہ بدام تو کہ باشد کہ نہ باشد (۸۸) عجب نگاہ تو کہ باشد کہ نہ باشد (کذا)

ز بھر درد من این دیدہ خویش بستم نظر بھیر تو حیف است من از این بستم
 قطعہ ۳۶

آہ! ایں شاعران تا دیدہ کہ عمارت نور در دیدہ
 قہر خواباں بہ سروی خوانند زبغ ایثاں بہ ماہ مانیدہ
 ماہ قرصی است ناقص عیار سرو چو بی است تا تراشیدہ

تفسیر: میرا گمان ہے کہ تذکرہ نویسوں نے ضرور ایک نہائی کا کلام دوسری کے نام (۸۸) لکھ
 دیا ہوگا۔ لا ماں کی تیز اپنی (۹۰) عین امکان سے باہر ہے۔

نہانی

پانچویں نہائی، جعفر احدی کی والدہ، جو اکبر شاہ کے وقت کشمیر میں بہ خدمت میرزا جری مقرر
 تھا۔ آگرہ کی رہنے والی پہنچی ہردلی کی قرابت دار گزری ہے:

روئے غم، شب درد بے آرام پیدا کردہ ام درد مندی با دریں کام پیدا کردہ ام
 صاحب مستطاب التواضع، ہدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ:
 ”ہر چند شاعران دہر جواب با گفت، لہذا بیچ کدام در برابر نیادہ۔ مصرع:
 چہ مردے بود، مگر زنے کم بود“ (۹۱)

دردِ

دردِ تخلص، وزیر القاسم۔ لاہور کے سرمدیہ تعلیم نسواں کی محنت اور مدرسہ جو تھپکا
 برخاست ہو کر سن ۱۸۷۳ء میں اپنے وطن کرب و جوہر دہلی کو روانہ ہوئی۔ میرزا غلام حسین سیستانی، عین حال

رواقِ افروزِ پیالہ کی شاگرد ہے اور اردو کے شعر پہلے سے کہتی ہے:

دلِ ماز کوچہ آں زلفِ دوتا باز آہ رفتہ بود آں چہ زما باز ہاں باز آہ

ہمدی

ہمدی تحفِ شریفہ بانو نائی کی یہ چامہ ہے:

من سوزِ لالہ زخامِ چہ تو اں کرد؟ والہ شدہ سبزِ خطامِ چہ تو اں کرد؟
 صد حیرِ بلا و ستم و جورِ رسیدہ ز اں تاوکِ دلِ دوزِ چہ نامِ چہ تو اں کرد؟
 مجنوںِ صفت از عشقِ بیاں زار و زارم دیوانہ لیلیِ صفا نامِ چہ تو اں کرد؟
 جز نامِ تو ام ہر نلے ذکرِ دگر نیست نامتِ شدہ چوں درِ زبا نامِ چہ تو اں کرد؟
 اے ہمدی! از جورِ بختانِ ستم کار ہر چہ رخِ بریں رفتِ خطامِ چہ تو اں کرد؟

حصیر: ایک مصنف نے اس کے نام پر یہ شعر بھی لکھ دیا ہے: قاسم مراد... طبع — جو میں عشقِ کے نام پر، ایک مستند کتاب سے لکھ چکا ہوں۔

حکایت: ایک دیوانہ بغداد کا رہنے والا، عاشقِ پیشہ، چارستانِ بغداد میں لباسِ نفیس زیب تن کیے اور یہ پریشا ایک شعر پڑھا تو دروناک بہ طورِ تکلیف پڑھا تھا۔ وہاں ہذا:

در عشقِ ثو انگشتِ نمائی زن و مرموم در لطفِ فزونیست ز سوداے ثو ورموم
 خلقت کا ازدحامِ اُس کے گردِ حلقہ زن تھا۔ ناگہ کسی دلِ بٹے نے آگے بڑھ کر استفادہ حال کیا تو اُس نے یوں جواب دیا: ”بہ محلقہ حجاج، بہ سراے احمد و بختان، خانہ ترسائی است۔ زو بہ قبلہ برو و از زبانِ من بگو:

در عشقِ ثو ام طالعِ تنہائی نیست در ہجرِ ثو ام روے ٹھیکہائی نیست

۲۔ دینِ تو اں بود عقلِ کرم و فکرِ چہ کرم؟ دینِ توانائی نیست“

کہتے ہیں کہ یہ صاحبِ دل بھی پتا نہ گور پر پہنچا اور روزہ کو دستک دینے ہی ایک شہیدِ آبی، دیوانہ کا جراثیم بھرا اندر لٹے ہی پاؤں آ کر گویا ہوئی کہ ”محبوبِ اش چمنِ فرمودہ:

در معنی کے را کہ توانائی نیست در جہر تحمل و کلیبائی نیست
مرگت علاج اود و جہدن از مرگ ہر مصلحت دگر کہ فرمائی نیست
فرض یہ کہ جب بیٹا بہرنے پہ جواب سنایا، عاشق صادق نے ایک آہ کے ساتھ دم دے
دیا۔ اب اس شخص کو یہ شوق ہوا کہ یہ خیر و خشت اثر اس سٹاک، عاشق کش کو بھی سنائی چاہیے لیکن
اس کے گھر جاتے ہی معلوم ہوا کہ وہ بھی جہانِ گزراں سے گزر چکی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ازاں جا کہ اس عورت کا نام و شخص کچھ معلوم نہیں ہوا، اس واسطے ختم پر یہ روایت و عبرت
خیر، حیرت انگیز حوالہ قلم ہوئی۔

لا آور

روایت : سنا ہے کہ امیر تیمور کے سائیکس کی مدخلہ شاعرہ، امصہبان سے دہلی میں آئی تھی۔
وہ ایک شب شعر خوانی کر رہی تھی اور خود بدولت کہیں سن رہے تھے۔ صبح سائیکس کو ٹکرا کر احوالِ شیعینہ
دریافت فرمایا۔ اس نے بعد عرضِ معروض اس عورت کو حاضر کیا، جس نے بعدِ عذر و معذرت یہ دو شعر
بدیہ سنائے:

ہر ہنگامے کہ لگاں آفریدم ترا بر جملہ سلطان آفریدم
برائے نمودن گوئے سعادت خم پائے ٹو چوگان آفریدم
آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ٹو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حب الوطن وامن دل کھینچا ہے، (۳)
مگر جس شخص کے پاس ہوں وہ بھی ہم را چلے تو تلفت ہے۔ امیر صاحب نے انعام و اکرام سے مالہ
مال کر امصہبان کو روانہ کر دیا۔

فقط خدا کے فضل و کرم سے پہلا حصہ تمام ہوا۔

اس خطہ مختصر سے باد

تکملة گلشنِ ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہست صلاح سر خوانِ کریم

تکملة گلشنِ ناز

تمہید

واہ! ہمارے معبود و محبوب کی کیا ذات! مستبہ الاسباب ہے کہ انسان ضعیف البیان جس طرف کو عنانِ توجہ پھیرتا ہے، اس جانب خزانہ غیب سے کچھ شایاں پاتا ہے۔ دیکھو! مجھ بچہِ ماں نے جو یہ زمانہ تذکرہ اختیار کیا تو کس قدر ذخیرہ حاصل ہو گیا کہ آج تک دوسرے کو میسر نہیں آیا، اور روز بروز اس کے فضل و انضال سے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، چنانچہ سنہ ۱۸۷۶ء میں جو گلشنِ ناز چھپا تھا تو اس میں صرف تریپن ہی شعر گو درج ہوئی تھیں، پھر سنہ ۱۸۷۸ء کو (۳) "چمن امداد" کے ہم راہ اس کا ایک چھوٹا سا تھلہ شائع ہوا جس میں آٹھ کا کلام اور لکھا گیا۔ اب سنہ ۱۸۸۳ء میں جو یہ تذکرہ، کامل از سر نو چھپتا ہے تو اس تھلہ کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ کیا معنی کہ اس میں ۲۵ شعر گو یوں کا حال و مثال بہ قدر معلومات، لکھا جاتا ہے اور آئندہ اس قسم کی تحریر سے بھی یہ بچہِ ماں ہاتھ اٹھاتا ہے، جس طرح شعر گوئی سے ناغہ ہے۔ اللہ التوفیق و ہوا المستعان۔

آغا زکیم (۹۶)

بانو زکیم

بانو زکیم بلوچی کا یہ مطلع اخترا تاہاں سے ملا، اور کچھ حال نہ کھلا، مجبور یہ ہی لکھا گیا:
 مگر میتر شود آں روے چو خورشید مرا بادشاہی چہ کہ دعوایِ خدائی بکتم (۹۵)

بلید

بلید شیرازی کا یہ شعر بھی وہیں سے ملا ہے:
 شب سب کویت بہر جاے کہ پہلوی زند روز خورشید آں زمین را بوسہ بر روی زند (۹۶)

ہفت

ہفت اصفہانی: صبیحہ حسام الدین سلاور شاہ عباس مغوی کے زمانہ میں یوں سخن سرائی کرتی تھی:
 روزے کہ طرب باب و خال ٹوی کنیم جاں تازہ بہ فرخندہ جمال ٹوی کنیم
 ایں جرم کہ زندہ ماندہ ام بے درخ ٹوی در گردانِ اُمید وصال ٹوی کنیم

بہشتی

بہشتی تخلص سے کوئی سمجھ کی شاعرہ، غزل و مثنوی کے آئین کی ماہرہ، اس لب و لہجہ سے
 سرزمِ قحطی:

مہ خیز و بجا کہ حمزہ پرداختہ ام از بھر ٹو پردہ خوش انداختہ ام
 ہا من بہ شرابے و کبابے ی ساز کہیں ہر روز دیدہ و دم ساختہ ام (۹۷)

ہیدی

ہیدی خیابانیہ*، مدنی، ایران میں تھی اور اس انداز کے شعر کہتی تھی:
چشم پر خون و خیال خام آں دل برد
خبر پر آتش ست و پارہٴ عنبر درد

پری

پری بیکہ غیثا پری کا یہی شعر ملا، سو لکھا گیا:
سراسر جانی، اے باو صبا اور قالب شوق
سرت گردم مگر در کوے او بسیاری گردی

تصویر

تصویر ہندی مرشد آبادی، بقیس خانم تائی، آلہٴ اردو قاری کی شاعرہ، میر عشقی کی بیوی تھی۔ بدیہ گوئی و حاضر جوابی میں لاثانی تھی۔ ایک روز اپنے چچ شیر خوار کو لیے مکان کے گن میں کھڑی تھی، اتفاقاً میر صاحب کی سواری آئی، ذاتِ بابر کات یہ کلام بچہ سترہاں پر لائی۔ مصرع:
دیدم بدو ش آں مد ظلے پری نزاوے (۹۸)

جس کے جواب ہا صواب میں یہ خوش گپ یوں لب کشا ہوئی۔ مصرع:

چوں مصرعے کہ باشد بچہ مستزادے

الغرض، یہ شعر بھی تصویر ہی کا سنا گیا ہے:

نشد زائی، منت شناخت ام بد بلائی، منت شناخت ام

تصنیف: خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم کی پانچویں کئید کے اخیر پر جو بحث مستزاد کی بندہ نے لکھی ہے اور اُس میں ثابت کیا ہے کہ مستزاد کے ارکان زیادہ شدہ نثر کے خمرے نہیں ہوتے، بل کہ نظم کے شعر یا مصرعے ہوتے ہیں، اس کی تصدیق تصویر کا مصرع مندرجہ بالا بھی کرتا ہے۔ پس، جو لوگ اس نکتہ سے بے خبر ہیں، وہ گویا خبر غریبوں سے بھی کم تر ہیں۔ فانی۔

توتی

توتی نای کوئی ایرانی عورت پاک دامن تھی، جس کا شوہر آمد و رفت پر مائل تھا۔ ایک روز اس مصمت عجب نے حق ہو کر اپنے شوہر کو یہودیہ بیوی کے بغض و کین تحریر کیا:

آں شوخ کہ بہت حسن عالم گیرش یارب! چہ شود شے بخوانم زہرش
اے غولہ! بیا تا من و تو صلح کنیم تو پاؤں بساز و من با گیرش
اس کلام طرز انضمام نے ایسی تاثیر کی کہ اس مردک نے فعلیہ ناجائز سے فوراً توبہ کی اور باقی عمر اپنی منکوحہ کے ساتھ عیش و عشرت سے بسر کی۔ [مولوی نور احمد صاحب نور سلفہ الغفور نے اپنے انوار الاخلاق (۸۸) میں تحجب بیان تعلیم نسواں، اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔] (۹۹)

جاناں بیگم

جاناں بیگم، ڈسٹر نیک اختر عبدالرحیم خاں خانبہا خاں۔ نہایت پارسی تھی، جس کے حسن کا شہرہ سن کر شہزادہ سلیم نے شادی کا پیغام کیا۔ خانبہا نے اس کے دانت توڑ، ہال گٹر حضور میں لا حاضر کیا۔ طالب نے بہ کمال افسوس اس کی عفت پر آفریں فرما سورہ الطاف شاہانہ فرمایا۔ یہ شعر اس کا ملا:

عاشق و علق، صفت تو پیاں چھاں کند پیدا ست از دو چشم ترش غوں گریستن

جہانی

جہانی دہلوی کا یہ شعر اعتبارِ نادان میں شائع ہوا ہے:

گل باغِ درخ آں غنچہ دہن، ہر دو یکسبت قد رعناے دے سرو چمن، ہر دو یکسبت

حاکمی

حاکمی شہر خواف کی حکم ران تھی، اس انداز کے شعر موزوں فرماتی رہتی تھی:

کمانِ ابروے [من] کفرِ من زار بلا کش کن لکن در سید ام حیرے و پیکانش و آتش کن

حاجّی

حاجّی جرباد قانیہ کے یہ دو شعر اختر تہاں سے ملے ہیں:

حفظ ناموس ٹوشد بلخِ رسولی من ورنہ بھٹون ٹو رسوا ترازیں می بایست

بہرِ خویش کے کز ٹو یک غنِ نمود اگر کند گلّہ از ٹو شرم سار تو نیست (۳۳)

حسینہ

حسینہ تخلص تھا، حسینا بیگم نام، ازبک محمد عباس دہلوت مرحوم کا جو محمد ابوالقاسم مخدوم سہلو مولفہ
تذکرۃ اختر تہاں کی والدہ ماجدہ تھی۔ اردو پیش تر، قاری کم تر کہتی تھی۔

سرتِ مگرم کہا بوسے ٹو امروز؟ وصال شد مرا عیدِ دل امروز

ماو نو ہر کس بیچہ بر زبّ آں ماہِ زو ماو کابل بگورد او داپ شادی بیکان

دل شاد

دل شاد خاتون دھڑامیر علی جٹاڑ، نظم و نثر کے نکات سے ماہر ہو اختر تہاں والا آقا بیگم
تذکرۃ گلشنِ ناز سے علاحدہ خیال کرتا ہے، میرے نزدیک وہی ہے، کیوں کہ یہ شعر اس کے نام پر
لکھا میرے دعوے کو ثابت کرتا ہے: اگلے کسر — دھڑامیر اس کے نام پر اس کتاب میں
یہ لکھا گیا ہے:

عل شد از غم ہمہ مشکل کہ مراد دل بود جز غم عشق کہ حل کردن آں مشکل بود

دولت

دولت تخلص، بی بی دولت نام، سرحدی، ناہنہ۔ امیر تیمور کے وقت میں موجود تھی۔ تذکر

ہے کہ جب امیر نے اس شہر کو تاخت و تاراج کیا، لشکری ٹوٹ کا مال اس بے چاری کے سر پر رکھوا کر لائے۔ یہ ہآ وائے بلند شعر خوانی کرتی چلی آتی تھی۔ اٹھا ڈاکیر، صاحبِ توقیر نے اس کا شعر لاحقہ سن کر اس کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خیر انام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دولت۔ حضور نے ارشاد کیا: کیا دولت اندھی ہے؟ اس حاضر جواب نے بے دھڑک کہا کہ اگر اندھی نہ ہوتی تو انگڑے کے ہاتھ کیوں کر آتی! شاہِ ذی جاہ نے یہ لطیف نہایت پسند کیا۔ [سحرِ محفل و لایہ دولت کا لطیف کسی طرب کی طرف سے منسوب کرتا ہے۔] (۱۰۱)

آتش در ہمو سر قد باد دیں ترنگ چہ اسپند باد

~~~~~  
 رابعہ

رابعہ اصفہانی کے دو شعر نظر آشا ہوئے۔ ازاں ہاست:

دعوتِ آنت بر ٹو کا بدست عاشق کساد بر کچے عکس دل و نامریاں چوں غریبِ سخن

~~~~~  
 رابعہ

رابعہ بلخیز شیرازی، ہم عصر رودچی، بکاش نام غلام پر مرتی تھی، چٹاں چہ اسی بدنامی میں اپنے بھائی حارث نامی کے ہاتھ سے ماری گئی۔ فارسی، بل کہ عربی شعر بھی اچھے کہتی تھی، جس کی یہ باگئی ہے:

چو زبہاں شد اندر لہاسی کہو بخشہ مگر دیں ترسا گرفت

تصبیہ : ہاں، ناعلمین با حکمین و صاحبین تحقیق گزریں ایہ مقام میرے اُس بیان کا پورا گواہ ہے جو مجلسِ دلو کے شروع پر لکھا یاہوں کہ نردوں کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے۔ کیا معنی! جیسا بعض کا اعتقاد ہے کہ رودچی سے فارسی کی شعر گوئی کا اختراع ہے، ویسے ہی دیکھ لو کہ اس کے زمانہ میں یہ شاعرہ موجود تھی۔

زہیدہ

زہیدہ خاتون، زوجہ خلیفہ ہارون رشید عباسی نے اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہا ہے:

اے جانِ جہاں! جہاں تاغوش، بے ٹو بغداد پریشان و مشوش، بے ٹو
رقی، ٹو دمن بے ٹو بہ مانندم فریاد ٹو در خاکی دمن در آتش، بے ٹو

زلیخا

زلیخا خانم، زوجہ توغ بخش خاں ترک جنگ۔ دہلی میں مدفون ہوئی۔ اس کی ایک مثنوی
فضیلت داسی خوب ہے [رامی دہلی بے معنی مظلوم ہوتا ہے، مطلب کہ نام رام داس ہو] (۱۰۲)۔
جس کا یہ شعر اختبر تالہاں سے لکھا گیا جو نہایت مرغوب ہے:

چوں نہ باشی ٹو شریر و ادب باش؟ ہر دو چشم ٹو جواں شیر، قول باش (کذا)

زہرہ

زہرہ لکھنوی، خواہر مشترقی شاگرد محسن جس کا احوال ”چمن امداد“ میں مشترج درج ہے۔
فارسی میں یوں سخن سرا ہے:

ہے ہے اچے حیات کہ در بخش مردماں (۱۰۳) پروانہ را بہ بزم بفل کیر کرد شمع

زینت

زینت حنفی، زینت القسا بیگم نام، خواہر زعب القسا کا ہے۔ یہ ہی بانی زینت المساجد
دہلی کی ہے، جو اسی کے محسن میں آسودہ ہے اور یہ شعر اس کے مزار پر کندہ ہے:

مونس مادر لحد فعلی خدا تھا بس است سایہ از لہر رحمت قبر پوشا بس است

سلیمہ

سلیمہ بیگم، زوجہ ہیرم خاں خان خاناں کا یہ مطلع ہاتھ آیا ہے:
کاکلت را گر زمستی روضہ جاں گفتہ آم مست بودم زمیں سبب حرف پریشاں گفتہ آم

سید

سید بیگم سیدانی جرجانی، مجہول الحال کا یہ شعر بہار مطبوعہ دفعہ ثالث میں ہے:
مراد و دست در دل بے قرار از بیم یار خود چہ گویم پیش بے درواں ز درد بے قرار خود
صحیحہ: ہاں، اسے ناظر الی باہر و شاں! ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہی جرجانی صاحب دیوان ہے جس کا تخلص مکہ گلشنی نظر میں لکھا گیا ہے اور یہ شعر: دلے دارم بہ پہلو بے قرار از ہجر یار خود۔۔۔ ص ۱۱۱ — مع دیگر اشعار کے وہاں موجود ہے، یعنی پوری غزل اس کی نقل ہوئی ہے۔ پس، جناب حکیم فصیح الدین صاحب رجب کی تحقیقات کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس پتے کی ہے۔ میں نے اس موقع پر صرف اس بات کے ظاہر کرنے کو ہی یہ دو چار سطریں سیاہ کی ہیں۔ اللہ نہیں، ماسواہوں!

شاہ جہاں

شاہ جہاں تخلص، نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ والی بھوپال (۱۰۴۳) کا ہے۔ آپ اردو زبان کے اشعار میں شیریں تخلص فرماتی ہیں۔ حضور کی دارالریاست میں، دریں دلا، قاری شاعروں کے پانچ تذکرے نئے تالیف ہو کر رہے (۱۰۵۰) ہیں: شمع انجمن، نگارستان سخن، صبح گلشن، روز روشن اور اختصار تاجان۔ لہٰذا آخری میں صرف غورقوں ہی کا کلام ہے جو بندے کی نظر سے بھی گزر رہا ہے اور اسی کی بدولت یہ ٹھکرہ کامل ہوا ہے۔ کتاب موصوف میں بہت سا کلام فیض انظام سرکار دولت مدار کا مندرج ہے۔ میں ٹھکرہ کا یہ شعر زیب صلوٰۃ کرتا ہوں:

اے چرخ! چہ کردی بہ سلیمان و سکندر؟ کز ٹو ہوئی بیش بود شاہ جہاں را

شاعری

شاعری گیلانی قاضی^(۱۰۶) کا نقش کلام اختیاریہ قابل میں موجود ہے، بندہ اس کی تحریر سے معذور ہے۔

شرم

اختیاریہ قابل کے موقف صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کوئی رٹھی لکھنوی، زبان اردو کی صاحب دیوان ہے۔ میرا یہ گمان ہے کہ یہ شاعرہ پاک دامنہ حکیم قمر الدین کی بیٹی متذکرہ جمن انداز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب^(۱۰۷)۔

قاضی سرد و دلش گل قام است چشم با دام و دو زلفش دام است

شیریں

شیریں تخلص، بیگانام، جو اردو کی صاحب دیوان ہے۔ اس کی نوغزلیں فارسی زبان کی مجھے ملی ہیں جو اس نے خوب کہی ہیں۔ اگر یہ کلام اسی کا ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اس کے کلام سے یہ بھی تراش کرتا ہے کہ اس کا مذہب شیعہ ہے۔ بہر کیف لکھنویں یہ شاید بازاری غنیمت ہے، جس کی ایسی طبیعت ہے۔^(۱۰۸)

ز نیکاں مر مرا مشمار من آئم کہ من دامن
طریق حسن ظن جگوار من آئم کہ من دامن
اسیر نفس فدا دم گنہ گار و خطا دامن
نیم کاذب بدیں گفتار من آئم کہ من دامن
رو نخوت نے پویم ہی ہر پار لی گویم
خراب و زشت و بد کردار من آئم کہ من دامن

اگر غلم کند حسین مگرم شاد، اے شیریں!
 بہ خلوت خالی از اغیار من آئم کہ من دایم

سرائی

سرائی تخلص محترم القاسم خانم، دستِ میر علی اکبر شہیدی، مذہب سیرم نقی شاہ کا یہ شعر ملا ہے:
 سرائی! اگر غمے داری ز غنیمت سرگون خود قدح را بہم خود سازد خالی کن درون خود

قامرہ

قامرہ تخلص کسی شاعرہ، نکات علوم کی ماہرہ، غراسانیہ کی یہ رباعی پسندیدہ ہاتھ آئی ہے۔

دو ماں:

اے! از تو وفا و مہربانی نایاب ہے وصل تو لذت جوانی نایاب
 وصل تو حیات جاودانی لیکن بھیر حباب زندگانی نایاب

قامرہ

قامرہ تخلص، بی بی قاسمہ سام نام، دہلوی، قدس سزاؤ۔ حدیقا الاولیاء، مؤلفہ، مفتی
 قلام سرور صاحب لاہوری میں اس عورت صالحہ کا بعد عارفہ کاملہ کا یہ کلام فصاحت انعام نظر آیا جو یار الہی
 معنی طلب کو سنایا گیا اور پارساے موصوف حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزری ہے۔
 چھ سو تینتالیس نبوی میں اس کی وفات لکھی ہے:

ہم عشق طلب کئی دہم جاں خواہی ہر دو طلبی دے میسر نہ شود

فصیحہ

فصیحہ خانم ہراتی۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ میں حبیب اللہ ترک اسمہائی سے نکاح کر اکبر
 شاہ کے وقت ہند میں آسوداگری کرتے کرتے مر گئی۔ یہ کلام اس کا ہے:

روڑے کہ پہ خوان وصل مہاں محشم شرمندہ ز انتظار ہجراں محشم
زاں ہجرۂ حیاں کہ کشیدم آجے از زندگی خویش پشیاں محشم

قرۃ العین

قرۃ العین، زریں تاج اہم سطر: خلیفہ مآب اللہ، مخترع مذہب بابی میرزا احمد صالح ایرانی
بہتہ کی بیٹی۔ علم میں طاق، صاحب دیوان ہونے سے مشہور آفاق تھی۔ یہ مطلع اُس کے دیوان کا ہے:
لعمارت وجہک اشرفیت، بتفاح طلعتک اعتلا زچودہ النسبت بریکم نذلی بزان کہ ہلے ہلے

کالمہ

کالمہ بیگم بلوی، پاک دامنہ، اکبر شاہ کے زمانہ میں تھی جس نے فیضی کے مرنے میں کہا ہے:
فیضی بخور زیں غم کہ دلت تگی کرد یا پائے امید عمر تو تگی کرد
ی خواست کہ مرغ روح چند رخ دوست زیں واسطہ از قفس تن آہنگی کرد

کنیز فاطمہ

کنیز فاطمہ، والدہ شاہ سلیمان کالمی کا یہ شعر نظر آیا ہے:
سزد کہ فخر نژد آساں بدور نام کنیز فاطمہ و مادر سلیمانم

کوکب

کوکب تخلص، ستارہ ہا نو نام، یک انجام، دُعا مصلح الذین سجدتی شیرازی کا یہ مطلع
ہاتھ آیا:

عشق بازاراں رو پہ سوے قبلہ آں کو کنید ہر کجا محرابِ ابرویش نماید رو کنید

گل بدن

گل بدن بیگم، زعفر بابر شاہ بادشاہ ہند کا یہ شعر ہے :
ہر پری رُوے کہ اُدبا عاشق خود یار نیست تو یقین ی داں کہ بچ از عمر بر خوردار نیست

گل چہرہ

گل چہرہ بیگم، شاعرہ ممدوحہ ہالاک کی ہم شیرہ، یوں سخن سراچی :
بچ کہ آں شوبخ گل رخسار ہے اغیار نیست دست دوست آں کہد عالم گل بے خد نیست (۱۰۹)

گلشن

گلشن۔ اس شاعرہ مجہول الحال کی یہ مقال ہے :
بہ خیال قد رحمتے تو، اے غیرت گل ! سرو آہے ست کہ ازینے گلشن برخاست

ماہ۔ ماہ لقا

ماہ یا ماہ لقا، جس کو پہ ظلمیں چندا جمن انداز میں زبان اُردو کا پہلا صاحب دیوان، مورقوں
میں لکھا ہے۔ فارسی زبان میں یوں گوہر بر جھمی :

مگرانی ی کند بار تنہم لعل جاناں را کہ آں لب از زناکت برنمادہ سُرقی پاس را

قی

بہ روز حشر الہی ! چہ نامے معلم کنند باز کہ آں روز باز خواہ منصف
نہن مقابلہ آں را بہ سر نوبہ ازل کی ویشی اگر باشد، آں گناہ منصف

ماہی

ماہی، خواہر ملا شاری کے نام پر اختر قلیاں میں دی شعر لکھا گیا ہے جو بندہ نے آقا جیکہ (۱۰)

کے نام پر لکھا ہے، یعنی: اٹکے کے سر..... لہج۔ دیکھو اول شاد کا ذکر بحر زہا ہلا۔

محترم

محترم تحفہ، دستر ملا علی مشہدی، نزوچہ میر مرتضیٰ ارمغانی۔ یہ وہی شاعرہ ہے جس کو یہ تحفہ صراحتی اوپر لکھ آیا ہوں۔ بعضوں نے اس کو اس تحفہ سے بھی لکھا ہے مگر وہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

محموی

محموی قمی، عربی و فارسی کی شاعرہ کا یہ کلام ہے:
نہست، این خال بے بریدہ ابرویت خوش است نقطہ از کلکب قضا در احتساب افتادہ است

مخدومہ

مخدومہ، بزدکی پردہ نصیب عصمت کا یہ کلام محبت التیام ہے:
شب عربہ با نصیب ہجراں کردم با اول و جاں دست و گریباں کردم
چوں دیدم از [و] روئے خلاصی مشکل جاں دادم و کار بر خود آساں کردم

مدینہ

مدینہ مظانی کے نام سے یہ شعر دیا ہے قصائد میں مرقوم ہیں:
جہتے کہ نہد زمین گرہ پشیم سلطہ ہزار بہمن و یزید در تو رو نکند (۱۱)
امیر اعظم و لقمان خرد، ارسطو جاہ کہ نام نامیش از فرش تا بہ عرش بلند

مستورہ

مستورہ تحفہ، ماہ شرف نالی گردستانی، پاک دامنہ، صبیحہ ابوالحسن بیک، نزوچہ خسرو خاں

نے سنہ ۱۲۶۳ ہجری میں وفات پائی۔ اختصار تلہاں والا کو یہ بات تذکرۃ مجمع الفصحا، مؤلفہ مرزا رضا قلی ہدایت، مطبوعہ طہران سے ہاتھ آئی، یاروں نے بھی وہیں سے اصرار زائی۔ بہر کیف، اس مستورہ کی یہ ہے سخن سراخی:

نوش بالاے جلالت بہ چمن، از سر شرم سرود پوشید بہ خود کسوت کوتاہی را

ی سوزم دی تالم بیست بہ ہجرات^(۳۳) رہے چہ دل و جانم، وسع من و دلالت
دل خستہ و محروم از ترکس بیامت سرشت و مجنوم از ذلالت پریشانیت

تغیر

تغیر مرزا امان اللہ بیک شیرازی کی بیوی ہیں سخن سراخی:

مگر آں سرود چہاں سوسے چمن ی آید کز چمن رانجہ مشکب عتقن ی آید
شوخ عاشق کش من ایں ہمدے باک مہاش کہ بنور از لب ثوبوسے لبن ی آید

نہائی^(۳۴)

نہائی اسمہائی، آتون خاتون سلطان حسین مرزا یوں گویا تھی:

از ہر دو طرف در حکم ذلت نگارت در اندھپ ما سجد و تقار نہ باشد

جا

جہا، افراسیاب بیک خاں شکر جنگ کی بیٹی کا یہ شعر ملا ہے:

دخونم چہرۂ قاتل چو افشاں وقبہ ذنم شد رخش یک سادہ قراں بود از خونم رحم شد

یاسمین بو

یاسمین بو، ہم سر مرزا عسکری اور اسماعیلی میرزا مہدی اقبال شیرازی کی تھی۔ جب اس کا شوہر

گھل برک، واقع دکن میں سرگیا تو یہ کسی امیر کے ہم راہ دہلی میں آئی۔ شاعری کے علاوہ ٹکٹ، شمع، شفیقہ (۱۳۳) اور شعلیق خطوط خوب لکھتی تھی۔ پیاس کی جودت طبع کی نشانی رہی:

ایں قدر ریش، چہ معنی دارو؟ صورتِ ہمیش، چہ معنی دارو؟
کشکن و زندہ نمودن بہ ادا اے ستم کیش! چہ معنی دارو؟

لا اظم

لا اظم، مولانا مہر الدین ہم گر (بیونہ کنندہ) شیرازی کی بیوی نہایت کریمہ منظر تھی۔ ایک روز اُس نے یہ مصرع کہا:

چش از من و تو لیل و نہارے ہو و است

مولانا رحمت اللہ علیہ نے جواب دیا کہ لہو مجھ سے پہلے ہوا ہے مگر تجھ سے پہلے ہرگز نہ تھا۔

تحت، بعون الملک

”چمن انداز“

ہوالنادر

چمن انداز

یعنی مراۃ خیالی (۱۲۹۲) نامی تذکرۃ النسائے نادری کا دوسرا حصہ ، جس میں زبانِ اُردو کی شاعراؤں کا ذکر ہے

مؤلفہ

بجز بنیاد ڈرگا پرشاد کھتری دہلوی، پشتر سر روش تعلیم ممالک پنجاب، جس کی تعریف و تالیف سے کتب ذیل پہلے چھپ کر شائع ہوئی ہیں: مطلع الحساب، نکات الحساب: ۶۰۷، معلم المبتدی، شجرة خاندان تیموریہ: ۷۰۴، گل دستہ اخلاق یعنی [اخلاق] ناصری کا خلاصہ مع ترجمہ و فرہنگ: ۷۰۴، تفسیر طالع نامہ، رسالۃ بشرطہ، مختصر قصۃ مستقر، قصۃ مسہر و ماہ، ترجمۃ رسالۃ نحو فارسی مع ترجمۃ رسالۃ کافہ در علم قوافی: ۷۰۴، خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم: ۶/ (۱۵)

اور یہی تذکرہ ہے، جو پہلے حصہ حصہ چھپا تھا،

اب مرکزِ کتب کی تکمیل اور ضمیمے کی ایذا دی سے مجموعہ

سنہ ۱۸۸۳ء کو

دہلی کے اکمل الطابع میں سید فخر الدین مہتمم کے اہتمام سے چھپا

چمن پیرائے قلم معجزیاں، پہ تسوید حالات چینی نسواں

تمہید

اللہ اللہ اودہ ذات جامع الصلوات کیا مستحب الاسباب ہے، جس کا وصف بے پایاں، عشر
عشر بھی زبانِ قلم ولسان سے ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نے پہلے حصے میں لکھ دیا تھا کہ چین کی مستورات
کے حالات میں کوئی کتاب اردو زبان میں موجود نہیں ہے، ورنہ اُن کا احوال بھی لکھتا۔ اب اس کتاب
کے چھپتے چھپتے اودہ اخبار، مطبوعہ خیر سنہ ۱۸۷۷ء میں ایک مضمون اپنے مفید مطلب مل گیا،
جس کا مذہب ہے کہ چین میں ایک کتاب مستجابہ توشن یعنی بدلتی نسواں، مروج ہے، جس کے
موجب وہاں بہ خوبی عمل در آمد ہوتا ہے۔ اُس کے چند کاعدوں کا ترجمہ، جو نہایت مفید و بہ کار آمد ہر
شہر و دیار اور ہر قوم و ملت روزگار ہے، اپنی ناظرین باہکین کیا جاتا ہے۔

لپ لہاب غلامہ توشن، اعلیٰ ہدایہ النسواں

لڑکیوں کو لازم ہے کہ بڑے بھائیوں اور بہنوں کو بجائے والدین کے سمجھیں، بزرگوں کو صبح
شام سلام کریں، ہمیشہ اُن کی رضا مند رہیں۔ اگر وہ ناراض ہو کر کچھ کہیں تو سر جھکا کر سنیں اور جواب نہ
دیں، بل کہ آئندہ اُس سے دست بردار ہوں، جو ناراضی کا باعث ہوا ہو۔ گھنٹے پڑھنے میں کوشش
کریں، حقہ میٹوں کی تصلیں دیکھیں مگر وہ کتابیں نہ کھولیں جن میں عشقیہ مضامین ہوں۔ حساب کا
سیکھنا ایک امر ضروری ہے، ورنہ مصارفِ خانگی کی نوشت خواندہ میں محتاج رہیں گی۔ یہ جوہر ذاتی پیدا
کریں، نرم کوئی، کم کوئی، نیک خلقی، آہستہ روی، تحصیلِ ارشاد بزرگاں۔ جو باتیں آگے بتائی جاتی ہیں،
اُن کا ترک کرنا لازم چاہئیں، سخت کھای و غرض روئی، بے چاہی، بے باکی، عدول کھلی اور جواب دہی پہ
حکم والیان۔

جب لڑکیوں کی شادی ہو جائے تو انھیں والدین کی یاد فراوانی نہ کرنی چاہیے، بلکہ خاوند سے اجازت لے کر گاہے ماہے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ ساس شسرے کی تعظیم بھی محل والدین کے کریں۔ فروتنی کی عادت پیدا کریں۔ بزرگوں کی اطاعت فرض جائیں۔ تلوان مزاجی سے باز رہیں۔ رستہ چلنے پیچھے بھر بھر کر نہ دیکھیں۔ جب گھر میں مرد آئیں، مستورات کو علاحدہ مکان میں ہو جانا ضرور ہے۔ مردوں کی طرف حسرت و حیرت کی نگاہ سے دیکھنا نہ دستور ہے، بلکہ جو لڑکائی مرد کی جانب آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، وہ بڑی ذی شعور ہے۔ مستورات کو لازم ہے کہ مندروں میں نہ جائیں، قہقہہ مار کر نہ ہنسیں، سداوی وضع کا لباس رکھیں، پیش ریت زبردستی طمع نہ کریں۔

بیوہ عورت اپنی حیثیت کدائی (۳۷) کو ایسا تبدیل کرے کہ بالکل خاک سار ہو جائے، مثلاً کہ لوگوں کو اس کی صورت سے نفرت ہوا کرے۔ جس طرح لڑکیوں کو والدین اور بھائیوں کی اطاعت اور جوانوں کو خاوند کی فرماں برداری و مطابقت فرض ہے، اسی طرح ضعیفہ کو اپنے فرزند اور بھند کی رضا کوئی مقدم ہے۔

[اس فقرہ کی تائید میں یہ نوٹ لکھا جاتا ہے۔ اختصار: رسالہ قومی و قلمی، جلد ۱، نمبر ۳، مطبوعہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء، صفحہ ۳، کولم اڈل، بطراپہ مہرم گھٹ، لاہور، نمبر ۵، جلد اڈل سے نقل کرتا ہے کہ لڑکی ہو، جوان ہو یا بوڑھی، مگر عورت کو واجب نہیں جو اپنے گھر میں کوئی کام اپنی آزاد ولی یا خود رائی سے کرے۔ بچپن میں وہ ما باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں خاوند کی تابع وار، (ضعیفی میں اپنی اولاد کی رضا کو) کرے، از منو مسعرانی، اودھیائے بچم، آشلوک ۱۳۱-۱۳۲] (۱۷۱)

ترغیب تعظیم نسواں پہ اہل ہند

دیکھو! جین کی ولایت میں بھی کیا عمدہ قاعدے مستورات کے لیے مقرر ہیں۔ کہواہن کی پابندی سے کیا عمدہ (۱۷۸) نتیجہ نکلا ہوگا۔ اگر ہمارے دیسی بھائی بھی اس پر غور فرمائیں اور تعظیم نسواں کی ترقی میں کوشش کریں تو کیا اچھی بات ہو۔

دیکھو! جس وقت ہندوئیں^(۱۲۹) کا دور دورہ تھا، اُس وقت اس کی کس قدر ترقی تھی، جس کا حال بھوج پربندہ وغیرہ سے، پہلے حصہ میں لکھا گیا [انتباہ: گزشتہ متنوسمرنی سے اس کی تصدیق پر غلطی ظاہر ہو گئی ہے] (۱۳۰)، پھر مسلمانوں کی حملہ آوری نے اس سررشتہ کو معدوم کر دیا۔ زہی بعد سرکار انگلشیہ کے ظلم حمایت میں کبھی بہادر کا عہدہ ہوا تو تعلیم کا سلسلہ بھی کھلا۔ خورشید ۱۸۵۷ء کے بعد، جو حضور ملکہ معظمہ کو یمن و کٹور یہ زاد اللہ سلطنتا نے ہندوستان جنت نشاں کی باگ حکومت و سب مبارک میں سنبھالی، اس جگہ نے زیادہ رونق پائی۔ [جناب ممدوح^(۱۳۱) سنہ ۱۹۰۱ء میں آرام گاہ حقیقی کی رونق افزائی کو متوجہ ہوئیں۔ دیکھو سرہنگد آصفیہ کی چوتھی جلد کا اخیرہ جہاں حضور کا تعزیت نامہ درج ہے۔ بندہ تنگ خوار بے وقار نے اس واقعہ شہب خیز کے یہ مادہ تاریخی نکالے ہیں:

خبر وفات دی ہے (۱۳۱۸ھ) (۳۲) خاتمہ بالخیر ہوا (۱۹۰۱ء)

داخل مظلہ سے برسی (۱۳۳) شدند (۱۹۰۱ء) (۳۳)

اب جو حکم چٹواری سنہ ۱۸۷۷ء سے حضور ممدوح علیہ السلام کی زماں و مریم دوراں و فرماں رواے انگلستان و ہندوستان نے اپنے سال جلوس کے اتالیکوں برسی میں شایستگی کا خطاب منظور فرمایا ہے تو یقیناً واقع ہے کہ اس ملک کی یہودی کے واسطے تعلیم کی طرف زیادہ توجہ ہو۔

یادگار قیصری کا اہتمام ہے، مدعاے اصلی پر جانے کا انتظام ہے

اگرچہ اس مقام پر دلی عقیدت منزل تو یہ چاہتا تھا کہ تاریخ مذکور الصدر کو، جو دربار و زہار دلی میں نواب معظی القاب حضور و میراے صاحب بہادر گورنر جنرل ہند، یعنی امیر کبیر لورڈ لینن صاحب بہادر زاد اللہ شرفا نے، بہ خصوصی جملہ راجگان دی شان و نوبان رفیع الکران، مع والیان قرب و جوار ہندوستان، منعقد فرمایا تھا، اُس کا مفضل حال ابتدا سے انتہا تک ظلم بند ہو گین پھر جو خیال کیا کہ اُس کی تحریر کو تو ایک دفتر کا دفتر چاہیے۔ اگر تو صرف معاملہ چشم دید ہی لکھے تو بھی سوچو کاغذ سے کم میں نہ سائیں، چنانچہ دس دس دس دس میں نحووں کی کئی کتابیں، اس بیان میں شائع ہو گئی ہیں مگر اُن کے دیکھنے سے طبیعت مطمئن نہیں ہوتی، کیوں کہ اُن میں نہایت اختصار ہر ایک بیان میں کیا گیا

ہے۔ پس، اس کے بیان میں اپنا مطلب رہ جائے گا۔ اسی واسطے ان چند سطروں ہی کو یادگار و رہ پار
قیصری، جس کا نظیر ہر ملک نے بھی شاعرا ب تک نہ دیکھا ہوگا، کچھ کر مہ کا نگاری پر آمادہ ہوتا ہوں۔
شعر:

اے کام ساز قبلۂ حاجات کار ہا! آغاز کردہ ام تو رسائی بہ اینجا
دیکھ

گر خطائے رفت باشد در کتاب قاریا! بر من کمن نظر عتاب!

و محمد سرلئی خلعت ہزار داستان، یہ تحریر اشعار شاعراست اردو زبان

واضح راے علوم ہیراے ناظرین، باحو دشان ہو کہ ہندی کے حروف تہجی کل ہاون (۵۲) ہیں۔ ازاں جملہ بالاشفاق تین حرف خاص سنسکرت کے ہیں اور دو، یعنی لڑی، لڑی، لڑی بھی بجا کھا میں بہت ہی کم آتے ہیں۔ دس حرف مرتب ہیں، ”ٹا“ یعنی ٹون چار طرح کا ہوتا ہے مگر اردو قاری میں ایک ہی آتا ہے۔ پس، اٹھارہ حرف گویا اردو میں نہیں بولے جاتے۔ باقی چونتیس حرف ہندی و اردو زبان میں اشتراک رکھتے ہیں۔ ہاں، اردو میں ٹ، س، ہ، ص: تین حرف ہیں اور ہندی میں صرف ایک سہ۔ اسی سبب سے اس حصے میں چھتیس روئیں لکھنی مناسب معلوم ہوئیں، مگر ایسا تخلص یا نام کسی شاعر و کا نہیں ملا جس کا ہر حرف ’زائمشکلہ‘ ہندی ہو۔ پس، چھتیس روئیں پر اس رسالے کو محدود کیا۔

ہندے نے بخوف طوالت شاعران کا حال نہایت ہی اختصار سے لکھا ہے۔ پہلے مسودے میں بہت طویل طویل تھا۔ اس کو فضول سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس پر بھی اس واحدہ (۱۱۵) لاشریک کی عنایت سے غایت سے یہ کتاب لا جواب اس قدر ضخیم (۳۱) ہو گئی ہے کہ آج تک اس قدر اس بیان میں کوئی رسالہ نظر نہیں آیا، بل کہ قاری کو مستورات کا تذکرہ جواہر العجائب اور اردو قاری گو یوں کا بخلا بہارستان ملا ہی چھپا ہے مگر یہ، دونوں سے کئی حصے بڑھا ہوا ہے۔

ہاں! اب اگر کوئی اور صاحبِ ہمت ہمت کرے تو اس کو کسی قدر اور زیادہ کرے، کیوں کہ میں نے کچھ تمام زمانے کی شعر کہنے والیوں کو تو فراہم نہیں کیا، بل کہ صرف نمونے کے طور پر، جہاں تک ہو سکا، لکھ دیا۔ اللہ بس، ماسواہوں!

[اس کے بعد اختصارِ تالیاں، مام درخشان، شمیم سخن کا تعمیرِ حصہ، دیوانِ نشاط، مشاہیرِ نسواں، وغیرہ وغیرہ تذکرے شاعرات وغیرہ کے بیان میں چھپ گئے ہیں اور نگری میں بھی شیو سنگھ سروج نامی کتاب چھپی ہے، جس میں اکثر ہندوؤں کی شاعری بھی دکھائی گئی ہے۔] (۱۷۷)

ہر کہ نامِ رفقاں آرد بہ یاد نامِ نیکش در جہاں آباد باد

الف ممدودہ کی روئی

آرائش

آرائش مخلص کی کوئی مجہول الاسم بھی باز اردلی کی زیبا نشیو عاتی تھی، اب کسی کے کمر کی
نمائش کر رہی ہے۔ اس نے یہ شعرا اپنے حسب حال کہا ہے:
جوانی میں بھلی معلوم ہوتی تھی یہ آرائش یو حاپے میں تو مہندی ہنسی کی ہے خاک زیبا نش

الف مقصورہ کی روئی

اچھل

اچھل مخلص، لیکن جان نام کسی چلی عورت کا، صرف ایک ہی شعر ہاتھ آیا۔ اس کے مزاج
کی انچلا ہٹ کو دیکھیے کہ چلیا ہٹ کے مارے اپنا احوال بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔^{۹۱} خیر، اس کے کلام
ہی کے چلیے پن کو دیکھ کر اس کے اچھلے پن کو سمجھ لو!
ہے بیش اس کے جی کو اتنی غم بہت ہے یاں شادی وہاں رچائی ہے ماتم بہت ہے یاں

اختر

اختر مخلص ہے، نواب اختر محل نامی گرامی کا اور یہ ایک اختر تیمور یہ خاندان کی ہے جس کا
اختر طالع اب تک آویج لکک نام آوری پرورشیاں ہے، اور کیوں نہ ہوا کہ یہ بلند اختر مضامین تھی و

محقق کی شانہ ہے۔ قدسی سزا کی نازل کو اس نے کیا اچھی طرح تصمین کیا ہے جس نے رنجی کا مزہ بھی چکھا دیا ہے۔ عام شعر بھی اس اختر برج کوئی کے عام پسند ہیں، عاشق مزاجوں کے دلوں کے بیحد ہیں:

غسی اختر، در نصرتِ بزرگِ علی و سلم

تجھ پہ قربان ہوں، اے ہاشمی و مطلق! کہ ہے مشہور دو عالم تری عالی نسب (۱۳۸)
دیکھ رُجے کو ترے شوکتِ افلاکِ دہلی مرہبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں بادِ فدایت کہ عجب خوش نصی

وہ ترا نور ہے ماہِ فلکِ مہرِ کرم تیرے جلوے سے منور ہوئے دو عالم
تابِ یوسف کو کہاں ہے کرتے دیکھئے قدم منی بیدل بہ جمالِ ثوبِ حیرانم
اللہ اللہ! چہ جماعتِ بدیں بواغی

واہ! کیا درجہ ہے، کیا شان ہے اور کیا زتبہ (۱۳۹) خالقِ ارض و سما خود ہے ترا مدح سرا
انبیاء کہتے ہیں سب: صلی علی، صلی علی نسبتِ نبوت بذاتِ ثوبِ بنی آدم را
برتر از آدم و عالمِ ثوب چہ عالی نسب

ثوب ہے نیکانِ کرم اور صحابہِ اکرام بھر دیا موتیوں سے دامنِ اتم
بار آور ترے باعث سے ہے نخلِ اسلام نخلِ بختانِ مدینہ ز ثوب سرسبز دام
زاں شدہ شہرہٴ آفاق چہ شیریں رطبی

سب سے پہلے کیا پیدا ترا اللہ نے نور پردہٴ ذات میں اُس نور کو رکھا مستور
اور اُس نور کا اظہار ہوا جب منظور ذاتِ پاکِ ثوبِ دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سببِ آمدہ قرآن چہ زبانِ عربی

ہے ترے نور سے نورِ نور میں وشتِ بدوشت گلشنِ چرخ ہے تیرے ہی برائے گلِ گشت (۱۴۰)
تیرے ہی واسطے ہیں خاص یہ جماعتِ ہشت وہبِ معراجِ مروجِ ثوبِ افلاکِ گزشت

بہ مقامے کہ رسیدی نرسد ہیج می

قدسیں آنکھیں بچھاتے ہیں ترے زبرِ قدم خاک پا تیری ہی ہے سرمۂ چشمِ عالم
بخش دیجو مری تصویر پر، اے شاہِ اُمم! نسبتِ خود بہ سکتِ کردم و بس مطلقم

زاں کہ نسبت بہ سب کوئی تو شد بے ادبی

مخفی حشر سے گھبرائے گی جب مخلوقات اور نہن آئے گی، اے ابرِ کرم! کوئی بھی بات
انگیساب تجھے کہوں گے کہ اے ابرِ نجات! ماہرِ تشنہ لہانیم توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ ز حد ی گزرد تشنہ لبی

ہو گئی لبو [ا] نعب میں ہے مری عمر بسر یاد خالق میں نہ مصروف ہوئی میں دم بھر
بکستی ہوں نامیہ بخز کو حیرے در پر چشمِ رحمت بکشا سوے من اندازِ نظر
اے قریشی لعلی، ہاشمی و مطلبی

دردِ حسیاں کے سبب سے ہے مری جان چلی اور بچنے کی نہیں سوچتی تدبیر کوئی
عرضِ اختر کی بھی قدسی کی طرح سے ہے یہی سندی اُنت حبیبی و طہیبِ قلبی
آدہ سوے تو قدسی ہے دریاں طلبی

اختر کے متفرق اشعار، پسندیدہ غامق زار

آستان پر ترے پیشانی کو کھستے کھستے سر ہی غائب ہوا جس میں کہ ترا سوا تھا

اک آہِ شعلہ بار سے دل کو جلا دیا لہو آج ہم نے اس کا بھی جھگڑا مٹا دیا
لکھ کر جو میراث نام زمیں پر مٹا دیا اُن کا تھا کھیل، خاک میں ہم کو مٹا دیا
جلا لے کے نامہ بر سے جو کھڑے اُڑا دیا غیروں نے آج اُن کے تئیں کچھ پڑھا دیا
تصویرِ یار کی، نہ تصورِ عدد ہے کچھ اختر! ہمارے دل ہی نے ہم کو جلا دیا

تیغِ نگارِ یار کا دونو پہ وار ہے کھڑے ادھر جگر ہے، ادھر دل نگار ہے

ایسر

ایسر حقیق ہے، مسادۂ امیر بیگم نام کا، جو شاہ فخر الدین احمد صاحب دہلوی کے سلسلۂ شاکردی میں امیر، بیگمات چٹائی کے ذمے میں امیر، بدینہ گوہ نظر، حاضر جواب خوش تقریر ہے۔ ایک دوزیمیرے کی مہربان نے اس شاعر کو یہ مصرع سنایا:

بے قراری، قرار ہے اپنا

اس لطیفہ گو نے فوراً پیش مصرع بجم پہنچایا، بل کہ ایک بیت اور اس میں شامل کر دی۔ وہ ہوندا:

عشق دار و مدار ہے اپنا بے قراری قرار ہے اپنا
خاک میں مل گئی ہو جس پہ ایسر! اُن کے دل میں غبار ہے اپنا

الحک

الحک حقیق کسی شہزادی کا ہے، جس کا دہلی مقام ہے اور اس طرز کا کلام ہے:

نہ بوسہ دینا آتا ہے، نہ دل بہلانا آتا ہے تجھے، اے کالر ترسا! فقط ترسانا آتا ہے
کسی عاشق کا بے شک انھوں ہے میں تانوں کا کہ شائد حیرے رخ نکلتا ہے باکانا آتا ہے (۳۳)

امراؤ

امراؤ جان (۳۴)، حقیق یہ اسم خود، کوئی کھنڈ کی شلہ بازار کی سخن کی گرم بازاری اس

طرح پر کرتی ہے:

گر جگ کو سر کا کل خم دار نہ ہوتا تو میں یوں بلاؤں میں گرفتار نہ ہوتا

پلاوے سا قیما! زور دوں پہ ہے عالم جوانی کا لگاوے خم مرے منہ سے شراب ارغوانی کا (۳۳)
نہایت کو مری ناما قتی مجھ پر زلاتی ہے ہنسا ہے ضعیفی کو مرا عالم جوانی کا (۳۴)
یدل، جیسے کہ غلوت خانہ اس آئینہ دکا ہے ملا ہے دیۂ خیراں کو عہدہ پاس پانی کا

امراؤ! کیا کہوں کہ شب بھر میٹھ غم چہتا رہا ہر اک رگ جاں میں سحر تک

امراؤ

امراؤ حقیقت، جتنی ہی کم نام، کسی پر وہ نہیں دہلوی کا یہ کلام ہے:

بارغ عالم میں پھوٹا تھا اگر اینوں سے پہلے ہی سبز بے گانہ بنایا ہوتا
گرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری تو مجھے ساکنی دیرانہ بنایا ہوتا

امراؤ

امراؤ جان بنتو امیر جان معروف بہ علی بخش دالی، شہد بازار، دلی کی مشہور ڈیرہ دار ہے۔ اعلیٰ جوانی، نئے (۱۹۵۰) جوین کی بہار ہے۔ کہتے ہیں اس کی یہ طرہ گفتار ہے:

آئے، امراؤ! دن ترے اچھے دن بدن مطلق جو کھلتی ہے

امیر

امیر جان، تذکرہ بالا کے نام کا یہ شعر گوش آتا ہے:

غنی سے چہرہ میرا گل بار ہو گیا بس، یار مجھ کو طعنہ اغیار ہو گیا
حمید: واضح رائے مستحقانِ سخن ہو کہ میرے مرمان، نیک اساس میر مناس صاحب تاج
کتب دلی نے یہ دونوں شعر علی بخش دالیوں کے مجھے سنائے اور اس کتاب میں درج کرائے ہیں۔
الحسن! اسی سال، یعنی سنہ ۱۳۹۵ ہجری [مطابق ۱۸۷۸ء] جب کہ یہ رسالہ اول ولعہ چھپا تھا، میر
موصوف نے وفات پائی۔ انا لله وانا الیہ راجعون!

امیر

امیر حقیقت اور نام کسی کسنوی گل نام کا ہے، جس کا یہ کلام ہاتھ آیا ہے:

جدِ حُر کے دیکھنے سے جانِ زار جاتی ہے اُسی طرف کو نظر بار بار جاتی ہے
یہ بغض تھا کہ نہ چھوڑا تمہارے کوپے میں صبا لیے مرا مشعلِ غبار جاتی ہے
یہ مجھ دیدِ زرخ گل ہے بلبلِ شیدا نہیں خبر کہ چمن سے بہار جاتی ہے

باعربی کی ردیف

ہستی

ہستی نای آگرہ کی رفقا سے کافر بھی مطلعِ نظر سے گزارا
ہستی! ضرور چاہیے اسبابِ ظاہری دنیا کے لوگ دیکھنے والے ہوا کے ہیں

بسم اللہ

بسم اللہ تخلص اور نام ایک عورت ہندی نژاد کا ہے، جس کی والدہ ولایتِ ذرا ہے۔ خدو کے
بعد عام چٹے سے کنارہ کش ہو، کسی سے نکاح کر لیا ہے، یوں مجیشِ مباح روا رکھا۔ میرے عنایت فرما
مشی انعام اللہ صاحب سے مشورہ سخن رہا۔ یہ کلام اُس کا میراے یادگار لکھا گیا:

بسم اللہ! جانِ عشق میں قربان کیجیے بسو ڈلف دل نہ پریشان کیجیے

تری الفت میں یہ حاصل ہوا ہے مجھے مضطر ہے دل، گاہے تہاں ہے
نہ مجھے تازِ حسنِ عارضی پر نہ سمجھو یہ بہار بے غزاں ہے

تجو

تجو نای دہلی کی ایک گھر سن تھی جو گلاب سنگھ آشفقہ سے رہا ضبط رکھتی تھی۔ [ایک صاحب
اہلِ برادری کے معزز رکن کی زبانی معلوم ہوا کہ تجو مذکور کسی تھی۔ آشفقہ صاحب قوم کے کمزری،

باشعہ کوچہ مہاجانی واقع بازار چاندنی چوک تھے جن کے خاندان میں آج کل لالہ بہادر سنگھ صاحب چودھری موجود ہیں۔ [۳۶۹]

ایک روز آشفۃ آشفۃ مزاج نے اُس کی سفارتِ اتفاقی سے اپنے گلے پر منجر بھیر لیا، یوں زندگی کا قصہ پاک کیا، مگر دواہ رے جذبہ عشق اک دل برینے ہی مسیحائی کو روزِ اکبر غوثی و اقارب نے بہ بہانہ دیوانگی گھیر لیا۔ تاگزیر، اپنے مفتون کا یہ شعر پڑھتے گئے، اسی سے دلِ ناغیب کی تسلی کرنے لگی: پتا نہیں ہے کوئی بھی بیمار عشق کا یارب! نہ ہو کسی کو یہ آزار عشق کا

الغرض، یہ شاعرہ اُسی روز ممنوعات سے تائب ہوئی اور جہم مہینے کے عرصہ میں اپنے محبوب صادق کی روح سے جا ملی۔ اس موقع پر نواب نجم الدولہ و دیر الملک، اسماء اللہ خاں بہادر نظام جنگ مخلص بہ غالب، معروف بہ میرزا نوشہ صاحب مرحوم مغفور کا فرمودہ کیا برجستہ صادق آیا ہے:

کی مرے قل کے بعد اُس نے جہاں تو پہ (۱۳۷) اے اُس زود پشیاں کا پشیاں ہونا اعجاز: حضرت کے نام نامی سے یاد آ گیا کہ ان کی تاریخ وفات کسی شاعر نے ”برکل غالب و برکل غالب“ (۱۳۸۵) (۱۳۸) [مطابق ۱۸۶۹ء]، قہایت عمدہ تجویز کی ہے۔ بیچ خداں نے بھی دو چیزیں عرض کی ہیں، وہ بھی اس موقع پر لکھتے ہوں:

تاریخ وفات غالب سنہ ۱۸۶۹ء

اسماء اللہ خاں بہادر	را	چوں اجل غیش حق تعالیٰ بُرد
گفت تار خود از سرِ انوس:	غالب بے مثال، آہ! بہ مرد (۳۹)	
۱	[+]	[۱۸۶۸ء = ۱۸۶۹ء]

خیر، کہتے ہیں کہ بخیر، آشفۃ کے غم بھر میں بہ عارضہ دق مبتلا ہوئی، کسی کے معالجہ سے اتفاق نہ ہوا تو اپنا ڈکڑا ہوں روایا:

میں سب غم سے جلوں اور یہ کریں دق کا علاج ہو سمجھو انہی طبیعوں کی تو اس کا کیا علاج
الغرض، یہ شعر اس کے مشہور ہیں، تذکروں میں مسطور ہیں:

چھوڑ کر گ کو کہاں اے نہت کم راہ! چلا؟ تو چلا کیا کہ یہ دل بھی ترے ہم راہ چلا (۱۳۸)

بُھٹ گیا غم سے مرا کشتہ اُردو مر کر اک ٹھری میرے گلے پر بھی سری آء اچلا

نہ تو موت آتی ہے، نے زیست کا یارِ بُخ کو ہائے آشفۃ! ترے مرنے نے بارِ بُخ کو
موت پر بس نہیں چلتا ہے کروں کیا، درد نہ ٹو نہیں ہے تو نہیں زیست کو بارِ بُخ کو
اب کسے بھن، کہاں بیش، کدھر بسخِ خواب نہیں غفل بھی کم از بسخِ خارِ بُخ کو
کیا ہوئی، ہائے افواہ کی ترے شور انگیزی لے چلے بُخ کو تو ٹوٹنے نہ پکارِ بُخ کو

نعلین آشفۃ کو بدھوں نے پھونکا آگ سے آتشِ غم بھی جواں مرگ کی کچھ کم نہ تھی (۳۶)

بہو

بہو، معروف ہے بہو نیگم صاحبہ مرحومہ، محل خاص نواب یوسف علی خاں بہادر مغفور عالم والی
رام پور، یوں گوہرِ فشاں ہیں، سبحان اللہ! کیا شیریں زباں ہیں:

قطع

شب بزمِ ملاقات میں ہر چند یہ چاہا آکھیں تو لڑاؤں اور اُس رخِ کب قمر سے (۳۷)
پر خوفِ مرے دل میں بھی آیا کہ ہے! نازک ہے، شادوب جائے گھٹن تارِ نظر سے

بیگم

اس شخص کی تین شاعراؤں کا کلام اس وقت خوش نظر ہے جو با تفصیل یاروں کی تذکرہ ہے۔

اول: میر محمد تقی کی بیٹی، بکھنوی، یوں سخن سرا ہے۔ اللہ اللہ! کس لب و لہجہ سے گویا ہے:

برسوں سر گھسو میں گرفتار تو رہا لو! کہتے ہو کیا تم نے ہمیں مار تو رکھا (۳۸)
کچھ بے ادبی ہم نے نہ کی یار سے، شبِ بھر (۳۹) ہاں! یار کے رخسار پہ رخسار تو رہا
اتنا بھی غیبت ہے، قری طرف سے عالم! (۴۰) کدڑی نہ رکھی، روزِ دن دیوار تو رہا
وہ ذرا کرے یا نہ کرے، غم نہیں اس کا سر ہم نے جو خنجرِ خوں غوار تو رہا

اس عشق کی بہت کے میں صدقے ہوں کہ جیگم ہر وقت مجھے مرنے پہ چار تو رکھا

جیگم

دوم: تارا جیگم بھول الحال کی یہ مقال ہے، صاف صاف بول چال ہے:

کیوں وصل میں چھپاتا ہے ٹوہم سے یار پیٹ رکھتا ہے سو بہار کی یہ اک بہار پیٹ (۱۳۱)

جیگم

سوم: رشک گل، پتیا بن، جو واجد علی شاہ صاحب بہادر کے متاع میں ہے اور ہم رکاب حضور، کلکتہ میں رہتی ہے، یوں رشقی کا ڈھنگ دکھاتی ہے:

نہ بھجوں گی سسرال میں ختم کو خام! نہیں سچ کو دوبر ہے کھانا تھمارا (۱۳۲)
 مری سنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو (۱۳۳) یہ احساں ہے سر پر دوگانہ تھمارا
 ہوا بال بیکا جو مرزا! تارا تو پھر سنگ ہے اور شانہ تھمارا

کھر سر گانہ کے دو گانہ مری مہمان گئی میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

پا قاری کی ردیف

پارسا

پارسا، اسم باسستا، بہت کلاں نواب میرزا آقے خاں ہوس نیشا پوری لکھنوی، جو نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم کے عزیزوں میں تھے اور اپنے نزدیک بڑے صاحب قیروں میں تھے۔ میرزا موصوف کی ایک عجیب و غریب روایت مشہور ہے جو کتابوں میں بھی مسطور ہے۔ آپ نے اس خیال خام سے اس صاحب عصمت کی شاہی کتہ خدائی نہ کی کہ کسی کو اپنا داماد بنانا باعثِ ننگ ہے، سسر

کہلانے سے دل تنگ ہے۔ افسوس ایسے نہ کہجے کہ ہم بھی تو کسی کے دواہ ہیں، جس کے سبب نہایت دل شاد ہیں۔

خیر، یہ تو عرصے کی بات ہے۔ اس زمانہ میں وہ لوگ، جو محض بے علم اور جاہل مطلق تھے، دختر کشی کو جائز رکھتے تھے اور اسی مسئلے کے معتقد تھے مگر میں اس سے بہت بڑھ کر ایک اور فقرہ سناتا ہوں اور جاہل دنیا کی خود غرضی ظاہر کرتا ہوں:

روایتِ حیرت خیز، جہرت انگیز

ایک ہندو، صاحبِ عالی خاندان، فارسی و ناگری خواں، ناظم و ناظر ہر دولساں، یعنی فارسی و ہندی، مل کر اردو میں بھی صاحبِ دیوان^(۳۴) نے اپنے فرزندِ نرینہ، سعادت مندِ دیرینہ کی شادی اس خیال سے نہیں کی کہ مہاراجا کا زن مرید ہو جائے تو ہماری مفتی بر پار جائے۔ سبحان اللہ! جل جلالہ! اس زمانہ میں بھی، باوجودِ یہ کہ اس قدر علم کی روشنی نے جہالت کی تاریکی کو دور کر دیا ہے، پھر بھی ایسے ایسے خود ہیں، خود مطلبی، اس دارِ ناپائے دار میں جلوہ افروزیاں کرتے رہتے ہیں۔ آفرین ہے اُن کے وابستگان پر کہ وہ کس کس طرح تھماہل عارِ قاتلہ سے، دیدہ دانستہ ان ظلموں کو سہتے رہتے ہیں۔ الحاصل، ایسی لغویات سے خاندانِ غارت ہو جاتا ہے، بزرگوں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے، کوئی نام لیوا اور پانی دینے نہیں رہتا۔ ہاں ایسے قصہ ضرور یادگار زمانہ ہوتا ہے۔

خیر جی! ان جھگڑوں کو چھوڑ کر پارسا کا کلام نیک فرجام سنو!:

تن صورتِ حباب بنا اور بگڑ گیا یہ قصرِ لا جواب بنا اور بگڑ گیا
چند نہیں ہے اہلِ ایمان ایک چال اکثر یہ بد رکاب بنا اور بگڑ گیا

چٹا باز

چٹا باز کے نام سے صرف ایک شعر کی حمایت فرمائے سنایا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ یہ شاہد ہزاری ندر سے پہلے سہارن پور میں موجود تھی۔ اب اس کی حقیقت مفقود ہے مگر اس کا شعر لاحق اچھا ہے، مضمون نیا ہے۔ جو سکتا ہے، عشقِ عشق کرتا ہے، جو دل گدازی رکھتا ہے، اس تازہ مضمون پر

شش کرتا ہے:

لڑکیاں جالی کی پھینیں ہیں جو انہیں جھینیں کُسن کی فوج میں دیکھے یہ ذرہ پوش نے
 جھپیہ : اس کتاب کے اول دفعہ چھپنے کے بعد رام پور کا تذکرہ اشعرا (۱۵۰۰) جو دیکھا گیا تو
 معلوم ہوا کہ یہ شعر عورت کا نہیں ہے، بل کہ مولوی وجیہ الزماں خاں رحمتی تخلص کا ہے۔

تاقرشت کی روئی

تلی

تلی تخلص، معہ جان نام، کرناں کی خانگی کا یہ مطلع بہار (۱۵۱) میں دیکھا ہے۔
 اے تلی اترا دل جھین لیا ہے کس نے؟ ہاتھ سینہ پہ دھرے گور میں کیوں جاتی ہے

تصویر

تصویر: اس گل اندام کے کلام سے نغمۂ عنقلیب (۱۵۲) یوں گرم ہوا ہے، یعنی صاحب
 گلستانِ بے خزاں کی، بہ زبانِ تصویر یہ صدا ہے:

جل ہوا کھا، نہ صبا اس دلِ دل گیر کو چھیڑا! کیا مزہ پائے گی ٹوٹنے تصویر کو چھیڑا؟

محبت اب تک رکھتی ہے یہ تاثیر بخنوں کی کہ بن لیلی نہیں کہیں تصویر بخنوں کی
 جھپیہ : بخن ورائی معنی دس کو ظاہر ہو کہ کتاب مذکورہ بالا حکیم میر تقی میر صاحب ہاتھ اکبر آبادی
 نے بہ جواب تذکرہ گلشنِ بے خزاں چھپوائی ہے جس کا مختصر جواب الجواب مستجاب ارمغان (۱۲۹۳ء)
 [مجلد ۵، ۱۸۷۵ء] میں چاپ شعرائے دہلی، میرے ایک دوست نے چھپوا کے حکیم صاحب کی
 خدمت میں ارسال فرمایا مگر اکبر آباد سے صدائے برخواست کا معاملہ پیش آیا، چنانچہ اس ارمغان
 کی تاریخ طبع یہ ہے :

وحشی کا ہے کلام ز بس طرف بے نظیر ظاہر یہ ہے بن آئے گا باطن کو کیا جواب
 باذوق داب طبع کی رو سے نکھو میاں! ” ہے یہ جواب گلشنِ بے خار کا جواب“ (۵۳)

[۱۲۹۸ (+) - ۱۲۹۲ (-)]

۳

ہاں! غرض اس تحریر سے اور مطلب اس تقریر سے یہ ہے کہ شاید یہ شاعرہ حضرت باطن ہی
 صاحب سے فیضِ ظاہری و باطنی حاصل کرتی ہوگی جو آپ نے اُس کی سکونت و غیرہ کا بھی پتہ لکھا،
 بقول حکیم مومن خاں صاحب مرحوم:

قہرِ دھب ہم کلائی ہے، میں گزرا دو سے باز نہ اُس سے مگر کچھ داور محشرانہ ہوا
 پس، اس کلام پر استغفا کی ہے، اس عالمِ تصویر کی کوئی نشانی نہیں دی:
 شکلِ حال اس کی بہ ہجتمِ نگارہ پروہ پیش، معذرتِ صلیب خیال پر حسرت سے ہم روش۔ (۵۴)

نامتھلہ ہندی کی روئیف

مضمونی

مضمونی، کسی مجہول الاسم ولسکن کا شعر ہے جس شخص کا صداق ہے :
 مضمول باز کہے تھایہ کل مضمونی سے کہ ان میرا کہا، آ! اتر کے ڈولی سے

چاشنہ کی روئیف

شہ

شہ، بھڑی بھگم نام، زوجہ میرزا علی خاں مرحوم و عینہ خواہ شام دہلی، کا ہے جو غدر کے

بعد کسی اپنے عزیز کے پاس آ کر وہ چلی گئی۔ بحالت بیدگی شاعری سے بھی غائب ہو گئی۔ نیک بختوں کا ایسا ہی شیوہ ہوتا ہے۔ روزِ جزا ایسی ہی باتوں میں مسأ جلا رہتا ہے :

بتادیں ہم تمہارے کا کل شب گوں کو کیا کجھے؟ بیٹے غلتی ہم اپنی یا اسے کالی بلا کجھے
چہرہ دیکھا، اٹھا کر نیم بامسل کر دیا اُس کو تری مڑگاں کو ہم سو فار پیکان قضا کجھے (۱۵۵)

کجا

کجا، باشعء آ کر وہ کا یہ شعر نظر آتا ہے، وہی نذرِ بختانِ بامسأ ہے:
زادہ! تو بہ کی جلدی کیا ہے (۱۵۶) یہ بھی کر لیں گے جو فرست ہو کی

جیم تازی کی روئیف

جان

جان تحفص، صاحبِ جان نام، فرخ آبادی، مالِ بازاری، کا ہے جو بلی میں بھی آئی تھی۔
موتف گلدستہ نازنہاں کے کسی دوست کی دوست رہی تھی۔ اُسی سے شعر کی اصلاح لی، بھر نہیں
معلوم کہ نغمۂ عبدلیب والا یہ داگ بے گل اور وورا کا لون کہاں سے گا تا ہے، اپنی کتاب کے
مشتاقوں کو سناتا ہے کہ ”یہ جان صلب فیض آبادی ہے۔“ شاید اس شخص کو اخترِ اپردازی میں آزادی
ہے۔ بہر کیف، اس شاعرہ کی طرزِ تحریر یہ ہے:

جان جاتی ہے، دل ترستا ہے جلد آ جاؤ! منہ برستا ہے
حالِ جاں بازی کا میں کس سے کہوں جس سے کہتی ہوں وہ ہی ہستا ہے
جان و دل بیچتے ہیں ہم اپنا ایک بوسے پہ لے لو! سستا ہے

جانی

جانی تخلص، بیگم جان نام، نواب قمر الدین خاں صاحب مرحوم کی دھڑ تک اختر کا تھاجو
بیگمات آؤدھ میں بھونگم کے خطاب سے سرفراز تھی اور سب سے ممتاز تھی۔ مشہور ہے کہ بہ حالت
پناری آپ کی میاوت کو ہم نامی خواہ سرا آیا، آپ نے یہ شعر سنایا:

کیا پوچھتا ہے ہم دم! اس جسم ہاتھوں کی؟ رگ رگ میں پیش غم ہے، کیسے کہاں کہاں کی؟
بہار میں ان کی نسبت ایک لطیف لکھا ہے جس میں یہ شعر درج ہے۔ (حمید قیسری دلفی کی ہنسی
ہوئی بہار میں یہ چٹکے نہیں رہا):

نہیں پتلاں پہ جو ہر ہے یہ نامہ تیر پر لکھا اشارہ قتل کا میرے یہ کس تقصیر پر لکھا؟
مگر دراصل یہ شعر سودا کا ہے۔ اسی سبب سے میں نے وہ چٹکے نہیں لکھا:

یہاں میں کس سے کروں جا کے اب گلہ دل کا یہ دل کا دل ہی میں ہوئے گا فیصلہ دل کا

دل جس سے لگایا، وہ ہوا دشمن جانی کچھ دل کا لگاتا ہی ہمیں راس نہ آیا

نہیں ہانکے مرے زخم جگر پہ یہ اس کا خندہ دغاں نما ہے
نہیں نلتی کسی عنوان سر سے شب غم بھی کوئی کالی بلا ہے
وہاں پر تیرے تھا ہم کو تو غم یہ ہم کو آج ہی غنہ لکھا ہے

جعفری

جعفری تخلص، عارف کامل بیگم نام، شاعرہ شاہنشاہ قسیم دہلوی مرحوم کی تھی، جو اکبر شاہ دہانی کے
مہر دولت میں اس طرح سخن سرا تھی:

ساقیا آج کو ترا ساغر چلانا یاد ہے (۱۳۷) کھنڈ لاخفتنکذا سے دل چھکانا یاد ہے

تصور اس غم کا دل میں لائے جس کا پی چاہے ہماری بات سن کر آزمائے جس کا پی چاہے

محبت کے نکل میں عاشق جاں باز رہتا ہے نہیں خال کا گھر اس میں جو آئے جس کا جی چاہے
 کہا منصور نے سونی پہ چڑھ کر مشت بازوں سے ”یہ اس کے ہام کا زینہ ہے آئے! جس کا جی چاہے“
 غرور حسن پر ہم سے دو عاشق بھاٹھ کرتا ہے یہ نوبت چند روزہ ہے، بجائے جس کا جی چاہے

جمیت

جمیت تخلص اور نام ہے ایک عیسائی عورت کا۔ جس کی والدہ یا مائی ہندوستانی اور باپ
 انگریز تھا۔ پھر آدھشن صاحب بہادر سے اس کی شادی ہوئی۔ پس، ہر طرح کے غم و اہم سے اس کو
 آزادی ہوئی۔ اس کی بیٹیاں بھی صاحبانِ عالی شان سے منسوب ہیں۔ ان ہم صاحب کے اشعار آگرہ
 کے گوتہ ن کو مرغوب ہیں۔ سنا ہے کہ علم موسیقی میں بھی اس کو کمال ہے، آگرہ میں ہافضل یہ صاحب
 اقبال ہے۔ انگریزی داں، فارسی خواں، برج بھاکھا میں ہولیاں، داورے، وغیرہ بتاتی ہے، زبان
 اردو میں یوں اشعار سناتی ہے:

روٹھا ہے ہمارا جو وہ دل برکئی دن سے اس واسطے رہتی ہوں میں غصہ رکئی دن سے
 مقسوم کی خوبی ہے یہ قسمت کا ہے احساں رہتا ہے خفا مجھ سے جو دل برکئی دن سے

خدا کے زور و چاند است مجھ کو ہماری ہے کوئی نیکی نہ بن آئی اسی کی شرم ساری ہے

جینا

جینا تخلص، جینا دیکھ نام، بہت مرزا پار، محل خاص میرزا جہاں دار شاہ شاگرد میرزا
 رفیع اتودا۔ دہلی کی خوش گپ تھی۔ ایسے شعر کہتی تھی:

یا الہی! یہ کس سے کام چڑا دل تو تھا ہے صبح و شام چڑا

روشنے کا عہد بہانہ تھا مدعا تم کو یاں نہ آتا تھا

یہ کس کی آنکھیں غم نے جگر جلایا ہے؟ کہ تالک مرے شعلے نے سر اٹھایا ہے

ڈبڈبائی آنکھ، آنسو تھم رہے کانز زمرس میں جوں شبنم رہے

آیا نہ کبھی خواب میں بھی وصل مینر کیا جاوے کس صاحب بد آنکھ لگی تھی

نہ دل کو صبر نہ جی کو قرار رہتا ہے تمہارے آنے کا بیت انتظار رہتا ہے

جیم عجی کی روئیف

چند

چند اونکی کا حال یوں تحریر ہے، "اردو زبان میں سب سے پہلی صاحبہ دیوان شاعرہ کے بیان میں یہ تقریر ہے:

(کیا خدا کی قدرت ہے، یہ بھی ایک بیانِ عروت ہے، جاے ہجرت ہے، دلی والوں کے واسطے مقامِ غیرت ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں، ادنا سے اعلا تک مانتے ہیں کہ زبانِ ریختہ اردو خاص دلی والوں کی میراث ہے۔^(۵۸) یہ مقولہ زبانِ زور خاص و عام ہے، کیوں کہ اس زبان کا شیعہ و مخزج اردو بازار، واقع شہر شاہ جہاں آباد ہے، جس کی بولی سے ہر ایک کا دل شاد ہے۔ لہذا، جو کہ اس شہر کی تعمیر سے پہلے بھی کسی قدر الفاظ ترکی، عربی، فارسی اور ہندی کے ملے جلے بولے جاتے تھے مگر وہ بھی شاہانِ اسلام کے لشکرِ علی الخصوص دار الخلافہ میں، جو انکڑی شہرِ کرامت بحر کے قرب و جوار میں رہا ہے۔ مثلاً کلکوتری، نقل آباد، وغیرہ۔ پس، بندہ نے اپنے تذکرہ شعراے دکنی مستجابہ کلمہ صفۃ نادر الافکار میں جس میں تذکرے کے علاوہ قواعد علوم مختلفہ حلقہ شعرا کا بیان بھی صاف صاف اردو ہی میں مع امثلہ درج کیا ہے، بہ خوبی ثابت کر دیا ہے کہ اشعارِ اردو کی اکثر صنف کا موجد امیر خسرو دہلوی ہے، پر وہ اس زبان کا صاحبہ دیوان نہیں ہے، بل کہ اس بیت کا پہلا معمار دلی دکنی،

عالم کیر بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوا ہے (۱۵۹)۔ اسی طرح تذکرہ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتوں میں بھی سب سے پہلے اسی عورت نے اردو زبان کا دیوان فراہم کیا۔

اگرچہ اس سے پہلے بعض بعض نے شعر گوئی پر مہارت کی، مثلاً، صاحب دیوان نہ ہوئی۔ مزید برآں یہ کہ وہی دکنی معروف و مشہور موجد شعر اردو (۱۶۰)، عالم کیر اقل کے زمانے میں موجود تھا تو چندارڈی دکنی نے بھی عالم کیر ثانی کے عہد میں یہ فخر پایا کہ عورت میں سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی، یعنی اس فن میں، جس کا چرچا عالم کیر ہوا، وہ عالم گیر ہی کے زمانے میں پیدا ہوا۔

لعینہ: کیا اللہ جل شانہ کی شان بے پایاں اس بیان میں جلوہ کناس ہے کہ اس خالق مطلق نے جس قدر فرق مرد اور عورت کی خلقت میں رکھا ہے، اس کا جلوہ یہاں بھی دکھایا ہے۔ دلی، جو مرد تھا، اس شاہنشاہ کے عہد سلطنت میں پیدا ہوا جو درحقیقت عالم کیر تھا، اور چندا کو، جو عورت تھی، اس وقت میں ظاہر فرمایا کہ جو زمانہ برائے نام عالم گیری کہلاتا تھا۔ غرض یہ کہ اس موقع پر بھی تذکرہ مؤلف کا تقاضا قائم رکھا۔

حکیم صاحب کا فرمودہ ہے کہ یہ رقاصہ خوش اندام، مدلقا نام، حیدر آبادی، عورت بازاری تھی اور بڑی مال دار مگنی جاتی تھی۔ قریب پان سو آدمی کے سپاہی وغیرہ اس کے نوکر تھے، اکثر شاعر اس کے شاگرد تھے، اور کیوں نہ ہوتے کہ جو اس کی مدح طرازی کرتا، صلہ معقول سے اپنی مراد کا دامن بھرتا۔ اس کو ورزش اور پہلوانی کا بھی نہایت شوق تھا، گھوڑے کی سواری کا کمال ذوق تھا۔ سوار ہو کر اس قدر آسن بھاتی تھی کہ جولان گاہ میں اچھے اچھے چابک سواروں کا قافیہ ٹھک کرتی تھی، شہ سواروں کا جلیہ ادا دینا پڑتی تھی، تیر اندازی کے میدان میں اپنا ہم رویہ نہ رکھتی تھی۔ الحاصل، یہ شاعرہ جامع کمالات ظاہری تھی، چشمہ قیہ خضات باہری تھی۔ شیر محمد خاں مختص بہ ایمان کی شاگردی سے صاحب دیوان ہو گئی، گویا دلی کے ہم عثمان ہو گئی۔ تحت مفاد نکلا۔

پتھ مداس نے اس کے استاد کے نام سے پتا لگایا ہے کہ یہ شاعرہ ارسلو جاو صوبہ دار صوبہ دکن کے وقت میں موجود تھی اور وہ عالم کیر ثانی کا زمانہ تھا۔

طبقات الشعراء (۱۶) سے دریافت ہوا کہ سنہ ۹۹۷ھ میں اس یکساں زمانہ نے اپنا دیوان

کسی بھرے گاہ میں، ایک صاحب ذی شان، عالی خاندان انگریز بہادر کوغذ روپا تھا جو سرکار کبھی بہادر کے کتب خانہ موجودہ شہر لندن میں رکھا گیا (۱۴۳) گھر بسوں اکہ اُس کے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکروں میں دیکھا گیا، اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اختصارِ نہاں سے ظاہر ہوا کہ چند اُس کا نام اور مدعا خلاص تھا۔ اُس کی وفات کے بعد کئی من سونا چاندی اور بہت سا جواہر، اس کی نوچیوں نے باہم تقسیم کیا، اور یہ عورت فارسی کے شعر بھی کہتی تھی (۱۴۳)۔

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا پر آپ کو غلط کچھ آب تک گمان ہے گا

چھوٹے صاحب (۱۴۴)

چھوٹے صاحب نامی کوئی لکھنؤ کی شہرہ آزاری، دربار لکھنؤ کی نوکر کا مطلع لاحقاً ایک مہربان کی بیاض سے نقل کیا گیا:

یار میرے ہاتھ آیا اس قدر چالاک ہے جس کی چالاک کے آگے برق بھی غم ناک ہے

حاکمی کی روئیف

حاتم

حاتم خلاص کسی پر وہ فطیس، جملہ مصمت، دہلوی کا ہے جس کے دو شعر ہاتھ آئے:

مجھ کو کدورتوں سے طاء گے خاک میں کمر دیجیے جو آپ کے دل میں غبار ہو
دشمن کا شکوہ تم نہیں سنتے، نہیں سہی میرا ہی غم سنو! نہ اگر ناگوار ہو

حبیب

حبیب خلاص کسی پر وہ فطیس، خواندہ، پاک دامنہ مرحوم دہلوی کا ہے جس نے غدر سے پہلے

اپنے بچا متعجب ہمارے کو یہ شعر موزوں فرما کے لکھا تھا:

رکھیں ہم نے ہار یک ہٹ کر بیویاں بچا! آ کے تابھا سے پٹ کر بیویاں!

حجاب

حجابِ تحفص، بی بی جان نام، سکندراپور (۱۸۵۰) ضلع میرٹھ، متعجب ہمارے کا صرف ایک شعر ہاتھ آ یا، اور کچھ احوال نہ لکھا:

لکھ نہ کیوں کر بھلا منہ سے سدا واہ وا! نام خدادا اے صنم! تیری ادا، واہ وا!

حجاب

حجاب، یہ دوسری شاعرہ اُسی تحفص کی ہے جس کا نام عسکری بیگم ہے۔ یہ عفت پناہ سلا محمد زمان اصفہانی کی پوتی، محمد علی خاں مستجا کی شاگردہ، لکھنؤ کی ساکنہ ہے۔ کبھی اپنے مکان فیض ننگان پر یہ م شاعرہ آ راستہ فرماتی تھی، اب کسی کے عقیدہ کلام میں ہے مگر ہنوز مشقِ سخن جاری ہے، چناں چہ حال کے شاعرے میں اس کی فزول پرچی مٹی جو لکھنؤ سے نجف کر شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک شعر مجھے یاد آ گیا ہے، وہ ہی اس جگہ لکھا گیا:

رات کو آئیں گے ہم صاف متناہیہ ہے وعدہ وصل کیا اس نے دکھا کر گیسو

حجاب

حجاب، یہ تیسری شاعرہ پروہ پاک دامنہ میں محبوب، اپنے میاں کی محبوب ہے۔ یہ عورت دراصل کشمیر ہے مگر بمبئی میں کسی بھنے ہائے کے مگر خیمہ زن ہے۔ فارسی زبان کے شعر بھی کہتی ہے۔ اُردو میں یوں بولتی ہے:

کیا جانے بھلا لڑتے دیدار کو اپنی جب تک کوئی بادیدہٴ خوں بار نہ ہووے

حجاب

حجاب، یہ چوٹی نقاب پوش ہے جو بہ عایت ذی ہوش ہے۔ عالم خلص، نواب بادشاہ محل صاحب، منکوحہ، واجد علی شاہ صاحب اختر کا دیوان جو نظر سے گذرا تو اس میں ایک قصہ اس کے نام کا بھی دکھائی دیا جس کا مقطع یہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبن کا ڈھنگ بھی اچھا ہے:

کہیں کیا اے حجاب! آخر یہ دیکھا آگے سے ہم نے کیا طوفاں پیا عطر سر ہلک چشم بر نم نے
آزادی نیند اس کی جب فراق یار کے غم نے گزاری رات ساری تارے ہی گن گن کے عالم نے
ہوا شب کو جو دھوکا اپنے اختر کا ستاروں میں

حجاب

حجاب خلص، نواب حکیم نام، عرف چھوٹی حکیم، دختر داروغہ اعظم علی خاں فرزند نواب معتد الدولہ بہادر برادر شاہ غازی الدین حیدر بادشاہ آؤدہ۔ سنہ ۱۲۵۹ ہجری [مطابق ۱۸۷۸ء] میں پیدا ہوئی۔ اس کا دیوان چھپ گیا ہے۔ یہ شعر ایک مہربان کی تحریر سے لکھا جاتا ہے اور میرا قیاس چاہتا ہے کہ حجاب مذکورہ بالا شاید یہی ہو۔ اسی سبب سے میں نے اس کو پانچویں حجاب نہیں قرار دیا۔

[بے شک یہ منقول درست ہے۔ اس کا دیوان، مطبوعہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری [مطابق ۱۸۷۲ء]، جو اس کی سببی حیات چھپا تھا (اس میں آٹھ بحروں کے مختلف اوزان سالم و مزین مستعمل ہیں، ایک سو پانچ (۱۰۵) غزلیں، تین قطعے، تین رباعی، چار قصے مع خمر، تذکرہ، ایک ترجیع بند، ایک تاریخ دیوان کہ جس کا "تحریر عاشق" ۱۲۸۹ھ [مطابق ۱۸۷۲ء] نام تاریخی ہے، دوسری تاریخ اپنے پیدا ہونے کی لکھی ہے)، بندے کی نظر سے گزرا۔ نہایت عمدہ، قابل دید ہے۔] (۳۳)

بن کے تصویر، حجاب! اس کو سراپا دیکھو منہ سے یوں نہ کہو آنکھوں سے تماشہ دیکھو

حسن

حسن خلص، وزیر جان نام، بدست گوہر جان، ساکن پانا جالہ واقع کھنڈ کی ایک غزل پہ سہیلی

ڈاک ایک عنایت فرما کی معرفت آئی اور چشم درج ہوئی۔ اس کے اور احوال سے بندہ بے خبر ہے۔
 اے دلچا! مارٹچ کو حسن یوسف پر ہوا دیکھ دل پر کو مرے جو نفس پیغمبر ہوا
 پوسے آہو اگر مانگا، خفا دل پر ہوا فلکی بلو نو خیدہ وہ سب انور ہوا
 پہلے وہ چشم عنایت اب یہ آنیں کیوں حضور وہ ستم کیوں کر ہے جو لطف کا خوگر ہوا
 تار سوزاں جو سمیٹنے روکے میں نے ہجر میں رشک سے بجلی جلی، شرمندہ لہ تر ہوا
 وہ مریض غم ہوں میں جس کو دوا آئی نہ اس سر پہ جب صندل لگایا آؤر درد سر ہوا
 جب کہا میں نے مجھے عشق دی ہے آپ سے انس کے فرمایا کہ ”ہاں، سچ ہے! مجھے یاد ہو“
 وصل کی شب بھی نہ بار آ یا شرارت سے دو شونخ مسکرا کر پھیر لی کروٹ ستم ہم پر ہوا
 حلقہ میں فونے کا بے شہرہ وہ حوروں سے مرے حسن! دنیا میں جو مسک بادۂ کوثر ہوا

حشمت

حشمت خفص، مہر جان نام، شاکر دہ ستیہ احمد معروف بہ چھوٹے صاحب مخفص بہت تہمت،
 معتمد بہار صحیح حاصل دہلی، اس طرح سخن سرا ہے:
 نہ کہیں پھرتا ہے، اے قاتل اتری گوار کا خون بہر جائے نہ جب تک بے گنہ وہ چار کا

حور

حور، اس خفص کی دو حوروں کا کلام ہاتھ آیا ہے، گویا اس کتاب میں حورین نے جلوہ ظہور فرمایا ہے۔
 ازاں جملہ ایک ہستی بیگم ہادی دلی میں کوئی ناگنی ہستی ہے جو رنجی میں معاملہ بندی کا واسطہ
 اس خولی سے برتی ہے:

بارغ میں جاؤ گے کب؟ کیوں جی جہاں گیر! کہو! تم نے نصیرائی ہے جو مجھ سے وہ مذہب کو!
 اپنے خواہندوں کو ان سب نے کیا دیوانہ نہ مجھے شیریں، نہ لیلیٰ، نہ ملا گیر کو!

حور

حور، یہ حور ثانی، مٹا جاں نامی، شاگرد محمد رضا انگلیکھس بہ طور، بازار لکھنؤ کی کوئی شیریں ادا ہے، اس کا کلام بھی باعزہ ہے:

جو پہنا پاؤں میں سونے کا توڑا، اے پری اٹو نے مسلسل پائے دیوانہ ہوا زنجیر آہن سے
بدی کی جس نے ہم سے ہم نے اس کے ساتھ نیکی کی ہماری ٹو ہے یہ ہم دوستی کرتے ہیں دشمن سے

حیا

حیا تخلص اور حیات النساء بیگم نام، معروف بہ بھورا بیگم، بہت شاہ عالم ثانی، شاگرد شاہ نصیر صاحب مرحوم کی، شاعرہ، بے نظیر، دہلوی تھی۔ خدر سے پہلے یہ حالتِ ناکست خدائی کبریتی میں اس پاک دامن نے سطر آغز اختیار کیا۔ اس پار سا کا صرف آپ ہی شعر لا:

نہ کیوں حیرت ہو یاد اب! وہ زمانہ آ گیا ناقص حیا ڈھوٹے نہیں ملتی برائے نام سو سو کوس

حیا

حیا، یہ وہ صاحب حیا ہے جو پار سا مسطورہ، ردیف پے کی چھوٹی بہن ہے۔
محبوبہ: اب مہلو آرا کی، بہار دیکھیے، سنے تذکرہ نویس کی گل کاریوں کا گلزار دیکھیے۔
پہلے تو حضرت سلامت اس کو صاحب دیوان سمجھے اور دیوانِ مطلوبہ کے شعروں سے دو صفحے کے قریب سیاہ کیے، پھر ترمیم کے وقت اس کی خوب ہی ترمیم کی۔ خدوہ کلام رکھا، نہ اس کو صاحب دیوان لکھا، بل کہ صرف یہ چنانچہ شعرا اس کے نام پر رہنے دیے، باقی سب اڑا دیے:

نہ سنے گا بھی بھولے سے بھی قصہ محبت کا ازراہی ہے نیند، اٹکا اثر ہے اس کہانی کا

آج مینا دستم پیشہ نے کیا گل کترے ڈور لے جا کے چمن سے پرنیل کترے

دل صاف چلایا مرا کیا حیرتی نگہ نے اس بات پہ شاہ تری ڈوریدہ نظر ہے

بن گئی کان کی ہالی ٹھک اُن کی بجلی گری ٹخن غصہ، روئے غضب ناک میں ہے
دل میں اک یونہی تو رہنے دے لہو کی میرے (۱۶۹) جھم جھم غول ہار اترے ہاتھ سے دم ناک میں ہے

عرض بے غرض یہ ہے کہ شاید پہلی دفعہ حضرت کو حیا کا دیوان ناقص ہاتھ آ گیا ہو گا جہاں
آخر سے کم ہو گا۔ جس، اُس میں صاحب دیوان کا نام کہاں سے ملتا۔ حضور نے اُس کو حیات النسا کا
کلام خیال فرمایا مگر درحقیقت وہ دیوان میرزا رحیم الدین صاحب حیا خلیفہ میرزا کریم الدین صاحب
شذاردہ والا تارکا ہے، چنانچہ اشعار مندرجہ ذیل مرقومہ بہار، ازل — تذکرۃ گلستان
سخن ہی میں دیکھ لو اور سمجھ لو کہ کس کا کلام قابل اعتبار ہے:

روتا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب دو آنسوؤں میں نورج کا طوفان آ گیا (۱۷۰)

یہ باتوں ہوں کہ آیا نظر نہ موت کو میں قضا پھری مرے بستر کے گرد ساری رات
تجروہ کیا کہ نہ ہو چاک دن میں سو سو بار وہ دل ہی کیا، نہ ہے جس کو بے قراری رات

الٹی چھری سے ایک تو کاٹا گلا مرا ترپا جو میں تو آور وہ اُلٹے خفا ہوئے
توبہ دھری رہی جو وہ آ بیٹھے اے حیا ہے کس کو اعتبار کہ ٹم پارسا ہوئے

الحاصل، بہارستانِ ناز بلا ترسیم و ترسیم شدہ اور گلستانِ سخن اور حیا موصوف کا دیوان،
چاروں کتابیں رو برو ہوں تو اس بیان کی تصدیق ہو۔ مجھے کسی سے تعرض نہیں ہے، صرف اہل علم
سامعہ خراشی (۱۷۱) کی ہے۔

حبیہ: تیسری دفعہ جو بہار چھپی ہے، تو پہلی بہار کا پہلا شعر اس شاعرہ کے نام پر پھر لکھ دیا
ہے۔ وہ لہذا:

ہے موتوں کے ہار میں پَرخو نگار کا آبِ علم میں عکس نہاتا ہے یار کا
اگر حضور پوری غزل ہے، مشتہرہ دفعہ ازل درج فرماتے تو کیا کوئی مانع تھا؟ (۱۷۲) واللہ اعلم! اس
خاص مطلع کے لکھنے کا کیا سبب ہوا ہے۔

حیدری

حیدری مختص، حیدری خانم نام، زوجہ بشارت اللہ خاں، خواص شاہد علی۔ خدر سے پہلے ستر برس کی عمر میں عالم جاوہانی کو سدھاری، یہ ہے اُس کی یادگاری:

حیدری! نام ہے ترا کیا خوب! جو کہ تجھ سے بھرا وہ حیدر سے

خاتجہ کی ردیف

خاکساری

خاکساری، سنا ہے کہ کوئی پردہ پھین سر دوقی مصمت، دلی میں کشمیری دروازے کے قریب رہتی ہے، اپنے نام کو اپنے جمال کی طرح حجابِ عفت ہی میں پنہاں رکھتی ہے۔ صرف ایک بکلی شعر اُس کا ملا ہے:

کھسا نصیب کا کوئی مٹا نہیں سکا کسی کے درد کو ہم دم ٹٹا نہیں سکا

غفلتی

غفلتی مختص، بادشاہِ بیکم جتو چھوٹی بیکم کا ہے جن کا ڈیرا دلی میں یوسف والیوں کے نام سے مشہور ہے۔ سنا ہے کہ یہ شاعرہ، محمد یوسف سادہ کار کشمیری کی نواسی ہے اور بلاک صاحب بہادر سے پیدا ہوئی ہے۔ پٹنہ، مادری کو چھوڑ کر کسی انگریز ہی سے منسوب ہے مگر صاحب بہادر کو نامرغوب ہے۔ زبانِ انگریزی سے بہرہ ور، فارسی خوانی و خوش خطی میں صاحبِ مثر ہے۔ میں نے اُس کے ہاتھ کی تحریر، خطِ انگریزی و فارسی، جلی قلم کی، دیکھی ہے۔ سبحان اللہ! کیا خوب لکھتی ہے۔ خاص خاص مردوں کو اصلاح بھی دیتی ہے۔ بالکل یہ شاعرہ یہاں موجود نہیں ہے۔ مجبوراً اس کا کلام بھاری سے نقل کرتا ہوں:

خود شوقِ اسیری سے پھنسے دام میں سیٹا دا! شرمندہ ترے ایک بھی دانے کے نہیں ہم

جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں ہم سے وہ بے وفائی کرتے ہیں
اے غنچ! اپنے اعلیٰ بے تاثیر ملت میں جگ ہنسی کرتے ہیں

خورشید

خورشید نامی کوئی سید زادی و بلوی، عصمت بناؤ، علوم ضروری سے آگاہ، تاکہ خدا، مرشد
خروانی میں یکتا ہے، جس کا صرف ایک شعر سنا گیا۔ اللہ، مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ یہ اُسی کا کلام
ہے۔ وہ ہو پدا:

اے جذبہ دل! کیوں کہ اجازت دوں میں شج کو ہے سخت کششِ تیری، وہ ایسا نہ ہو ڈر جائے

دال مہلک کی ردیف

دلیر

دلیرِ مخلص، چھوٹی بیگم نام، اکبر آبادی یا حیدر آبادی کوئی رٹھی تھی جس کی تحریر تذکرہ
نویسوں نے اس اعزاز کی نگہ رکھی ہے۔ اللہ، اور کچھ حقیقت نہیں کہلی:

ہر روز جو تم روٹھ کے تجوی ہو بدلتے بے جا تو ہمیں غار اٹھانا نہیں آتا

قسمت میں ہماری نہ ہوا، ہاے، صدافسوس! اک روز پیٹ کر شبِ مہتاب میں سونا

جو اک دن آپ پھر تشریف لائیں رقیبوں کے گلے تم سے کہوں سب

دل ہمیں دو چار دن گر اپنا دو تم مستعار اس کو سکھائیں وفا ایسی کہ ہودے بے قرار

ہے چمکت آپ کی اور سر ہمارا قیامت تک یہیں ٹکرائیں گے ہم

اپنے آنے کی جو سناٹے ہو شغنی نالحق یہ تم جتاتے ہو
اس پہ قسمیں جو تم یہ کھاتے ہو مدعا یہ کہ دل لٹھکاتے ہو (۳۳۴)
لفظِ رخصت زباں پہ لاتے ہو جان کو میری تم ٹکھاتے ہو
رات کو گاہ گاہ آتے ہو اپنے کھٹنے کو آ جلاتے ہو
دلبر مجھے اس واسطے لکھتی ہے یہ سب خلق تاریخ کو ٹو دل بری سمجھ کر بھی آئے

دلہن

دلہنِ تنقہ، دلہنِ بیگم نام، مشہور بہ نواب بہو، صبیہ نواب انتظام الدولہ، زوجہ نواب
آصف الدولہ بہادر مرحوم دہلی آؤدھ، کلہ ہے جو سر لہا سخن کی تیلی کے وقت فیض آباد میں مدفن افروز
تھیں، پار سائرت، مرادانہ طبیعت رکھتی تھیں۔ یہ شعر اس شاعرہ کے مشہور ہیں، تذکروں میں مسطور ہیں:
جہاں میں کس سے کروں جا کے اب گلہ دل کا ^{۳۳۵} یہ دل کا دل ہی میں ہووے گا فیصلہ دل کا
بہا ہے مٹھوٹ کے آنکھوں سے آبلہ دل کا غری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
جہاں کے باغ میں ہم بھی بہار رکھتے ہیں مثال لالہ کے دل داغ دار رکھتے ہیں
ایسے کم طرف نہیں ہیں جو بھٹکتے جائیں ^{۳۳۶} گل کی مانند جدھر جائیں بھٹکتے جائیں
مت کرو فکر عمارت کی کوئی زیرِ فلک خانہ دل جو گرا ہو، اُسے تعمیر کرو!
دن کٹا فریاد سے اور رات زاری سے کئی عمر کٹنے کو کئی پر کیا ہی خواری سے کئی
دیکھ دیا کو مرے دل پہ یہ لہر آتی ہے کشتی عمر یہ انسوؤں! بھی جاتی ہے
☆ چوتھے دوپانچویں شعر جوابیہ ہیں، یعنی نواب آصف الدولہ بہادر کے ان شعروں کے جواب ہیں۔ (۳۳۷)

ساقیا! مے سے چمکاوے کہ بجکتے جاویں برق کی طرح جدھر جاویں لپکتے جاویں

جہاں میں جہاں تک جگہ پائیے عمارت بناتے چلے جائیے (۱۷۵)

دال مشغلہ ہندی کی روایات

واحد

واحد۔ حلقہ، نمبر اس نام، نازک بدن، خوش اندام، خوب صورت، نیک سیرت، نیکو
العمال، مستزاد، اخبار برس کا حسن وصال، بقول حسن۔ مصرع: جوانی کی راتیں فراوانوں کے دن
نظرِ حسن میں سرشار مگر ہنوز لہجہ دنیوی سے مجبور و برکنار کوئی ہندی پردہ نشیں یوں شکر چمن
سنی گئی ہے۔ گو حرف آشنا نہیں مگر ہم سایہ کے موزوں طہوں کے فیض سے ایسی ہو گئی ہے کہ معاملہ
ہندی میں گاہ بول اٹھتی ہے۔

[کس قیامت کا حسن پایا تھا، آپ اللہ نے بنایا تھا۔ افسوس! کہ نومبر ۱۹۰۲ء کو یہ دقا شعراء
نیک کردار اس داور ناپاکدار سے رخصت ہوئی۔ مجھے اُس سے دلی پاک محبت تھی۔ یہ پاک دامن بھی بہ
ظہر الفلک دیکھا کرتی تھی:

اُس شوق سے تھا میں سر راہ گاہے کرتا تھا وہ بھی تو کچھ چہ نگاہے گاہے
اُس کی شان میں نہیں نے یہ شعر کہا تھا:

تھو کو ہے مانع حیا اور مجھ کو مانع تنگ ہے پر ہندائی حیرتی عالم! دل پہ میرے سنگ ہے
اب اس کی وفات حسرتِ سات پر یہ تاریخ تحریر کی ہے:

مٹی مہراں جو اس دنیا سے یارو! پہ سوے دارِ عقیقی نامکھانی
ہوں کی رُو سے نادر نے کہا یوں ”چراغِ انس تھی وہ آں جہانی“

یہ کلام اُس کا اس تذکرہ میں برائے یادگار درج ہوا:

ذہبِ بن گیا تو آئیں گے، دل اپنا مت کڑھا
بے ذہب لگی ہے دل پہ محبت کی میرے چوٹ

ذال نقطہ دار کی ردیف

ذیل

ذیل تخلص کسی کینز یا تمیز کا تھا جو میرزا سلیمان شکوہ بہادر کی غلامی میں تھی۔ گو اُس کا نام
نوبہار تھا مگر تخلص کی سلیس سے اشعار نش رہنمائی زبان کے کہنی تھی۔ وہ شعر اُس کے تذکرہ لکھے جاتے ہیں:
میں فرشتے کی بھی سلتی نہیں، صبح کیا ہے اپنے کروت پہ جس دم کہ میں آجاتی ہوں

خُم سے اللہ رکھے اپنی لہاں میں! خُم تو ہم سی پریوں کو بھی دیوانہ بنا لیتے ہو

راہے نقطہ کی ردیف

راویہ

راویہ، دہلی میں بیٹا رام کے بازار کی طرف کوئی چھپی بچی اس تخلص سے اپنا رنگ چمکاتی ہے
مگر اُس کے کلام میں شوخی کم پائی جاتی ہے۔ شاید اُس کو کوئی پورا استاد نہیں ملا جو اُس کا کلام پیکار پا:
حصیہ: بعد الطہارۃ رسالہ ہند تحقیق ہوا کہ یہ شاعرہ دراصل شیخ زادہ، کسی ڈاکٹر کی بیٹی ہے
اور اس کا نام راہجہ ہے۔ اب اس کی عمر ۳۶ برس کی ہوئی۔ کسی بحیم صاحب کے عقیدہ نکاح میں منعقد
ہے۔ انگریزی ڈھنگ کا کشیدہ و غیرہ خوب بتاتی ہے:

ہوتی نہ محبت تو یہ آزار نہ ہوتا دل عشق کے صدموں سے خبردار نہ ہوتا

وے اپنی محبت مجھے، اے ہار خدایا! کر دور دلی زار کا آزار خدایا!

الہی! سب ملہ سے پاک کر کر مجھے لے جائیو جنت کے در پر

رعنائی

رعنائی تخلص بقدر یہ بیگم نام کا ہے :-

حمی طرح دار آپ بھی لیکن وہ نہ سکتی حمی اچھی صورت بن

اس کا صرف ایک شعر ہاتھ آیا، اور کچھ حال نہ نکلا:

میں جانتی حمی آنکھ لگی، دل کو شکھ ہوا کم بخت کیسی آنکھ لگی، اور دکھ ہوا

زا منقوطہ کی رویف

زہرہ

زہرہ، اب تک اس تخلص کی پانچ مصرعیانوں کا کلام جاہودا انعام ہاتھ آیا ہے۔

ازاں جملہ ایک شاہِ دہلی کی گائکوں میں کوئی عورت نصیب نہ ملی تھی جس کو زہرہ کا خطاب

ملے۔ اس نے اسی کو تخلص مقرر کیا۔ قبل اذندہ یہ شاعرہ موجود تھی:

بوسہ دیں گے نہ وہ تجھے زہرہ منہ لگاتا ہے کون ساں کو

دل کہے میں ہو تو کا ہے کو کوئی بے تاب ہو ساغرِ خوں کس لیے یہ دیدہ بُرے آب ہو

باغ ہو، آبِ رواں ہو اور شپ نہ تاب ہو ساقی نہ دس ہو، سے ہو، جلسہ احباب ہو

ڈہرہ

دوسری کوئی انہال کی محبوبہ بازاری ہے جو غدر کے بعد دہلی میں بھی آئی تھی۔ اُس کی غزل ایک شفیق نے بندے کو عطا کی ہے:

آؤ جی آؤ! خدا کے واسطے! رحم فرماؤ! خدا کے واسطے!
 زلفیں سلجھاؤ! خدا کے واسطے! جی نہ اُلجھاؤ! خدا کے واسطے!
 یہ تھما جاں ثار اب سر چلا دیکھتے جاؤ! خدا کے واسطے!
 جب گئے گمران کے تو کہنے لگے: ”جاؤ جی جاؤ! خدا کے واسطے!“
 جان جاتی ہے تمہارے بھر میں اب لپٹ جاؤ! خدا کے واسطے!
 غیر سے مل کر نہ چار آگئیں کرو! کچھ تو شرماؤ! خدا کے واسطے!
 چال کڑائی کی اسے جاں! مت چلو! راہ پر آؤ! خدا کے واسطے!
 لو وہ آتے ہیں، کوئی کہتا نہیں: ”اب نہ گھبراؤ! خدا کے واسطے!“
 کیوں ہو ڈہرہ سے خدا، اسے ماہ زو؟ کچھ تو اتلاؤ! خدا کے واسطے!

ڈہرہ

تیسری مثنیٰ جان نامی کشمیر، مقیم کلکتہ، شہید ہزاری، شاگرد مولوی عبدالغفور خاں صاحب نساخ صاحب تذکرۃ نسخہ شعراء یوں محفل سرور گرم کرتی تھی:

کیا کسی مدح کا ڈہرہ! اس کو بھی ہے انتظار دیدہ عاشق کی صورت ہے جو بیدار آنے (۷۷)

ڈہرہ

چوتھی مسخۃ الطین طوائف، کرناٹ سے تھی جو شاگردۂ جناب محمد سائب مولوی تلہور علی صاحب الحکملہ پہ تلہور مغفورہ دہلوی کہ خلع سکول ریواڑی کے مدّی اَوّل فارسی تھے (۷۸)، ہے۔

غرض یہ کہ اس شاعرہ کا حال ایک مہربان، کرناٹ سے یوں ارقام فرماتے ہیں:

”ذہرہ تخلص، لطیف جان نام، ماہ جمال، مہر تیشال۔ فارسی مع قواعد جانتی تھی اور اردو کے فقرات و تکین و دل چسپ خوب لکھتی تھی۔ فارسی تلفظ کو بھی بہت صاف، با محاورہ کرتی تھی۔ الحق، ہزار دو ہزار آدی میں مشغول تھی۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں اس تنگ تائے چار آٹھ شخص سے عالم جاودہانی کو روکا ہوئی۔“ تمّت الکلام۔

تاریخ: میرے عیادت فرما سولوی ذوالفقار حسین صاحب قنّی دہلوی نے اس شاعرہ کی تاریخ وقات ہیں سوزوں فرمائی ہے:

لطیفاً آں زین علامۂ عصر	شنید ستم کہ مُرد آں ماہِ جانی
خن فہم و خن سخ و خن در	بہ مشکوٰتاں مسودے میرانی
لطیفہ گاہ بذلہ گاہ شعری	چناں ی داد داد زنگانی
دریغ! آں گل گل زار خوبی	دریغ! آں گل گل ہارِ جوانی
بہ ”میزی کوہ“ مرگب او کشیدہ	اجل قطعش مسودہ زنگانی
ہزار افسوس! بہ تھپائی او	ہزار افسوس! بہ بے خانمانی
ہا مرزاد او را رخصت حق	مہاد او را عذاب آں جہانی
قنّی! ی جست از چہرِ خرو سال	نما آمد ”دریغ از جوانی“

۱۳ ۱۲

المختصر، اس کا خن اس کی لیاقت کا گواہ ہے:

دو نہ تو کیا تھے، ہوتے اگر دو ہزار نہ پروانہ کرتا طبع پہ سارے غار نہ

وہ رقیبہ روئے بیضا ہے کیا دل بر کے پاس ہے مگر مار سیہ یا روا ہے گنج زر کے پاس
پاس مسک کے دھرا ہے کیسے در اس طرح جس طرح خمر دھرا ہوئے کوئی خمر کے پاس

انکب غم ہرگز نہ لکے جب تک ہوئے نہ دور (۱۷۷۰) ہے کسی کے غم میں تو آخر یہ کوہر بارِ طبع

نہ بزم میں کوئی دل سوز ہو اگر اپنا جے وہ بزم، لگے ایسی انجن میں آگ

غضب ہے! طعن کیا آج اُس نے، اے ڈہرہ! لگے اٹھی اول و جان طعنہ زن میں آگ

ڈہرہ

پانچویں ڈہرہ جنس کا امراؤ جان نام ہے، بی بھجن جس کا عرف اور شہر لکھنؤ میں بہ بازار
چوک مقام ہے۔ میرزا آقا علی حس کی شاگرد خاص ہے، بل کہ ایک لکھنوی صاحب سے سنا ہے کہ جس
موصوف کو ڈہرہ کی والدہ سے ربط باانتصاص ہے۔ اسی نظر سے انھوں نے ڈہرہ و مشتری کو اس طرح
تعلیم دی ہے۔

امیر اللہ تسلیم کے دیوانہ کلیات میں ایک خط فارسی بنام ڈہرہ و مشتری شائع ہوا ہے جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں منہ پھٹ اپنے اپنے شفیق استاد سے منحرف بھی ہو گئیں، چنانچہ وہ زُندہ
بجسے نذر احباب ہے۔ اُس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ضرور جس کو اُن کے گھر میں کسی سے لگاؤ ہے۔
واللہ اعلم بالصواب:

عمرہ تسلیم بڈہرہ و مشتری

عطار و رقم ڈہرہ و مشتری	ہے اوجِ سخن نوردی و انوردی
ز صبرہ خدادادِ خورشید و ماہ	بمانید بر اوجِ اقبال و جاہ
ز تسلیم آوارہ و خستہ تن	ہے صبحِ رضا بشنودِ این سخن
کہ ایک ز یار و دادارِ خویش	شنیدم کہ آں ہر دو فرستہ کیش
ز آقا علی حس بر ہم شدہ	ہے نوے پریشان و پرغم شدہ
ز منزلِ سببِ پیش و آرامِ خویش	ز ایمان فرستہ فرجامِ خویش
ہے نامہ رانیِ بدوں کردہ اند (۱۸۰)	ز متحی ستمِ غولِ دروں کردہ اند
عراقِ کدایِ خطائے بدفت	کز و بر سرش این جفاے بدفت
بظاہر بجز لطف و محبتِ مدام	بدست ہر نئی مگر حرام
ہے تہذیب و اخلاق نامِ آدرست	سخنِ دامنِ سخنِ گو سخنِ پردست

بہ علم پہنچ و معانی، بیاں سبقت برده از شاعرانِ جہاں
 ثما را بیا سوخت شعر و سخن خبرداد از خوب و ناخوب فن
 بجاں داد تعلیم عقل و تمیز بخدمت بسر بُرد عمر عزیز
 فراموش کردن حق استاد بود رویای بدارالعاد
 مرقم کہ بعد سہ کار هست خداوند خود را گنہ گار هست
 غوربست پروردگار جہاں ثما را تحسب نغمہ چناں
 کہ فکر باید بہ افعالِ خویش دے شرم باید ز اعمالِ خویش
 ہمہ وقت رقص و سرود و غنا ہمہ شب لہو و فہور و زجا (۱۸۱)
 بجا گفت چلیم یک قال بہ قرآن کیا کرد ایزد حلال؟ (۱۸۲)
 ز انصاف دور ست نزدِ فرد جفا بر کہے کو بجاں پرورد
 ثما را بدیں پایہ و اعتبار رسانید شمس لک انکار
 وگرنہ بے تہ در لکھنوست کرا ایں قدر عزت و آبروست؟
 نہ پُرسد کہے را کہے در جہاں بہ تعظیم و تکریم و نام و نشان
 بنا زید بر خود کہ اندرِ زمن شمار ثما هست در اہلِ فن
 چہ دل سوزی کو چہ آب و گل ست ز اربابِ معنی مرا حاصل ست
 ز رخ صاف کاغذ پیہ ساختم بہر رو خیالی چہ پرداختم
 دگر من کہ باشم کہ بر حال کس بہ گستاخ کاری بر آرم نفس؟
 چہ من چہ جانم چہ تقریر من ہمہ پہنچ تقریر و تحریر من

بہر کیف، یہ ریڈیاں نہایت سہ روز مشہور ہیں، اکثر اردو زبان کے اخباروں میں اُن کے
 مباحثے مسطور ہیں۔ اچھے اچھے استادوں پر طعن کرتی ہیں، شاید تلفظ کے اثر سے آسمان پر پاؤں دھرتی
 ہیں۔ دیکھو ایک، جگران کا اشرف الاخبار، دہلی، مطبوعہ اجلائی سنہ ۱۸۶۷ع میں یہ ہے:

”سحق میران محمد میرزا خاں صاحب اشرف الاخبار دہلی، اردو عتاپہ!“

بعد اشتیاقی ملاقات کے یہ عرض ہے کہ آغا علی حس، جو منطق میں آج کل اپنے سے بہتر کسی کو نہیں جانتے اور ادب و ریاضی و نجوم میں کسی کو نہیں مانتے، انہوں نے لکھنؤ میں ذہرہ و مشتری، دور درازوں کو علم و مستقل و عروض و قافیہ تعلیم کیا ہے اور ان کو خدمت حضرات اساتذہ میں گستاخ کر دیا ہے، چنانچہ آپ نے اودھ اخبار، نمبر ۲۶ میں ان کی فزائیں اور باتیں استاد فی ثقیب الدین صاحب سوز آں کے جواب میں دیکھیں اور زیارت غزل آغا صاحب کی بھی، جو جواب استاذ — استاذ مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب میں لکھی ہے، کی ہوگی اور یقین ہے کہ طبع حق پسند و سخن شناس پر حقیقت ان کی شرافت و اہلیت اور علم و فضل اور سخن فنی کی کھل گئی ہوگی اور حسرت مناظرہ دل سے نکل گئی ہوگی۔

غیر، مختصر یہ ہے کہ ہر چند میں جانتا ہوں کہ آپ کا مذہب صلح کل ہے اور مجاہدہ و مناقبہ و بادشہ سے آپ کو نفرت بالکل ہے لیکن اگر ان سب باتوں سے قطع نظر فرما کے میری خاطر سے صرف ان فزائوں کو اپنے اخبار میں طبع فرما دیجیے تو سخن و زبان حق پسند کو سخن وانی آغا معلوم ہو اور حقیقت ان کی سخن فنی کی مہیوم۔ فقط! اور ہاں! حضرت کو ذہرہ و مشتری کی تقریر اور آغا حس کی تحریر سنائی اور دکھائی تھی۔ انہوں نے اس کر یہ قطعہ نادری کا پڑھا اور یہ بات فرمائی: ”بھائی! کیا کروں؟“ کو قلمب بے مہر اور گواہ پیر سے لہنا نہیں ہے، مجھ سے ان کا کیا کہنا؟

قطعہ نادری

نے مرا بہت از گواہ فیض نے مرا بہت از لک بہرہ
(اس کا دوسرا شعر غرض ہے اس واسطے درج کتاب نہیں ہوا)

المراقم نور محمد خاں مظاہرؒ (۱۸۳)

مکمل: یہ کتاب تذکرۃ النساۃ ہے۔ اس سبب سے فزائوں، مستذکرہ رقعہ بالا، کو درج نہیں کرتا، صرف ذہرہ و مشتری کی فزائیں نقل کرتا ہوں:

حیا سے نہیں وہ جو آنے کے قابل تو ہم خوف سے کب ہیں جانے کے قابل

کرو خون سے میرے تم ہاتھ رنکیں
 رہے مر بھر قید کجِ قفس میں
 سکندر کو دی آبدِ تم نے صاحب!

رقیب رہے زود کو نامہ نہ لکھوا
 لہو میں ہیں تر شرم سے دستِ مر جاں
 عہدِ وصلِ جاں کے بھوکے ہیں عاشق

مفضل کہوں ماجرا حاسدوں کا
 نہ سم ڈھرہ اُس کی غزل پر غزل ٹوا
 فی الجملہ اب وہ اشعار ڈھرہ مشتری شعار کے لکھے جاتے ہیں جو یہ سہیل ذاک، خاص اس

تذکرے کے واسطے آئے ہیں:

دل میں تجھ کو پری لقا سمجھا
 ٹو نے ہر ایک کی سنیں باتیں
 اپنی اپنی ہر ایک کہتا ہے

تیرے آنے کو اے صنم! واللہ!

سب مرا حال سن گئے ہیں بدغم (۱۸۵)
 میں نے واللہ! دی دُعا غم کو (۱۸۶)

ہاے! بے فائدہ غراب ہوا
 بدگماں تجھ سے یار ہے ڈھرہ

زلف کو تیری میں بلا سمجھا
 میرا مطلب بھی کچھ بھلا سمجھا؟
 کوئی میرا نہ مدعا سمجھا
 درد کی اپنے میں دوا سمجھا
 ٹو نہ کچھ یار بے وفا سمجھا
 ٹو خدا جانے دل میں کیا سمجھا
 عشق کی میں نہ انتہا سمجھا
 شکر کو تیرے وہ لگلا سمجھا (۱۸۷)

ہم سے سخن بگڑ خایا نہیں جاتا
 صد شکر! کہ ظلی سے جوانی کا سن آیا
 ہوتا نہیں کچھ کام بھی اُس پر وہ نشیں سے

ہم سے کبھی روٹھے کو منایا نہیں جاتا
 اب ہم سے ترا باز اُٹھایا نہیں جاتا
 آیا نہیں جاتا تو بلایا نہیں جاتا

ہم معرکہ عشق میں شیرانہ کھڑے ہیں میدان سے اب پاؤں ہٹایا نہیں جاتا
 دیوانہ ہو جو کوئی مرے صحن پر تاجش سے دل اپنا لگایا نہیں جاتا
 کچھ آج عجب حال ہے سینہ میں جگر کا سامان اب اچھا ہمیں پایا نہیں جاتا
 کیا روز قیامت میں زباں اپنی میں کھولوں بکڑی ہوئی باتوں کو بتایا نہیں جاتا
 میں بندۂ ناچیز، وہ ہیں حسن کے سلاطین ڈہرو! انھیں گمراہ اپنے نکایا نہیں جاتا

سو بوسے گر دیے ہیں توڑیں اور دیجیے قلعہ میں ضرور ہیں دانے شمار کے
 چٹکلا: ایک لکھنؤ کے وضع دار باوقار مستانِ ناز احمد مخلفس بہ محروقات، اس شاعرہ کے مکان پر
 تشریف فرما ہوئے تو ڈہرہ نے یہ مصرع سنایا:

سیرِ فلک کو ہم کبھی تجھ نہ جائیں گے

محروقات ہوں جواب دو ہوئے :

ڈہرہ کے ساتھ جائیں گے یا مشتری کے ساتھ

یہ سن کر دونوں اچھل پھریں، حضرت کا منہ چوم لیا۔ گویا یہ صلہ دیا۔

بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث میں لکھا ہے کہ: ”مشتری کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پانچ برس سے
 اس شاعرہ نے کسی رئیس عالی خاندان سے عقد کر لیا۔“

زینت

زینت، مخلفس بہ اسم اور اسم باسما، میرزا ابراہیم بیگ متوال کی قاتل، جس کو کبھی دلی کے
 بازار میں کمال رونق تھی۔ قریب چالیس برس کے گزرے کہ اپنے متوال کی مشکور نظر ہو کر لکھنؤ کو چلی
 گئی۔ بہار کا موقوف کچھ اس کے خلاف لکھتا ہے مگر یہ حصار^(۱۸۸۸) میں بھی دیکھا ہے۔ بہر کیف یہ
 شعر اس کا یادگار ہے۔ جس کی کئی کتابوں میں تکرار ہے:

شبِ مدتاب میں تاج، زینتِ خیال ماہِ زو ہے اور ہم ہیں

ڈا قاری کی روئیف

ڈاؤ

ڈاؤ حلقص کی کوئی عورت ہزاری ایسے شعر کہتی تھی:

ڈاؤ گوئی سے ٹو پیارے باز آ ۱۲ ورنہ بچھٹائے گا، سن! کہتی ہے ڈاؤ

سین مہملہ کی روئیف

سر دار

سر دار حلقص، سر دار بیگم نام، مو حلقص نکھو، بقیچہ اتارہ نکا ہے۔ یہ عورت اصل میں نکھو کے کسی شریف خاندان کی ہے مگر غدر کے بعد بیوہ ہو کر پہلے کان پور، پھر قنوج گئی اور اپنی بیٹی مسنا کے کاظمی بیگم کو تاج گانے کی تعلیم دلوائی اور ڈیرا داروں سے مل گئی۔ اب اتارہ میں ہجرے کراتی ہے، ساہا بہواتی ہے۔ یہ عورت گونا گونا عمدہ ہے مگر شعر کہتی ہے، طبیعت موزوں رکھتی ہے۔ جو کہتی ہے، اوروں سے نکھو لیتی ہے۔ اس کی بیٹی اکثر اس کی غزلیں گاتی ہے۔

سر دار میں اب تک شرافت کی نو پائی جاتی ہے۔ بات کی بڑی پتی ہے، دل لگی بازی میں تلی ہے۔ میرے ایک مہربان مسافر انار سہا جانہ اتارہ گئے تو دو چار ہی روز کی صحبت میں اس کا ایسا پتلا حال ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد دلی میں چلی آئی۔ مقل حذکرہ روئیف میم نے اس کی دعوت کی۔ بندہ بھی وہاں موجود تھا۔ خوب جلسہ دیکھا، کاظمی، وغیرہ کا گانا سنا، سر دار کے شعر سنے۔ آدمی رات تک محفل کا لطف اٹھایا، پھر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے گھر کا رستہ لیا۔ اب تک میرے حمایت فرمانان محبوبوں سے

خط کتابت رکھتے ہیں، انھیں کے ذریعہ سے یہ شعر بھی ملے ہیں، جن کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
 حبیبہ : سبحان اللہ! بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث میں خواہ تو اکھڑ دیا ہے کہ ”پہلے تو شین تھی،
 اب میم ہے۔“ ناظران تحقیق طلب انصاف فرمائیں، جمن انداز کی نکالی اور اس پر بہتان بندی۔ ۱۲
 منہ علی اللہ عز:

لگایا میں نے جو تم سے دل کو تھارے دل پر نہاں نہ ہو گا
 اٹھائے صدے ہیں جتنے میں نے جہاں میں کس پر عیاں نہ ہو گا
 ہے خوف رنج کو اکیلے گھر کا کہ ہو گا دھماں پر گزراہ کیوں کر
 مدد کو میری جو لطف یزداں! ندیم و ہم دم وہاں نہ ہو گا
 لگایا گل سے جو دل کو ٹوٹے، بکھ یہ دل میں ٹو اپنے بلبل
 ہیں چند روزہ بہار کے دن، یہ گل تو روزِ غزاں نہ ہو گا
 بہت کتابیں پڑھی ہیں تم نے، یہ مانا ہم نے اے شیخ صاحب!
 چھوڑا ہم سے نہ حالِ دل کو، نہاں یہ عشق بجاں نہ ہو گا
 کیا ہے سردار رنج کو دہشت، شفیق ہوں گے رسولِ داور
 جو ڈرلے سے ہر روزِ محشر، زمیں نہ ہو گی، زماں نہ ہو گا

وہ تو ہمارے مجھے بیٹھے بٹھائے دل ہرگز نہ کوئی آپ سے اپنا بھڑائے دل
 آتی نہیں ہے نیند شبِ جہر میں مجھے ہے کوئی ایسا اُس سے مرا پھیر لائے دل^(۱۸۹)
 فریاد کر رہا ہوں میں گھڑیاں کی طرح یارب! وہ خود چلے جو ہمارا جلائے دل
 ہے جرم رنج کو یاد نے مارا ہے دوستو! اب دل ہی دل میں کہتا ہوں فریادِ ہائے دل!
 سردارِ روزِ محشر کو اٹھ کر کہے گی یہ عاشق کہاں سے سگ کا اپنا بٹھائے دل؟

دل مرا اٹھ گیا زمانے سے غوث آئے کسی بہانے سے

نہ لگی پھر آنکھ سحر تلک، مجھے یاد اپنی دلا مجھے
میرے پاس سے وہ چلے گئے، مرے دل کو لے کے ہلا گئے

میاں میں کیا کروں تم سے، نہایت بے قراری ہے
پہنسا ہے دل مرا اُس سے، مجھے اب زیت بھاری ہے
کڑی منزل بہت ہے گی، مجھے اب خوف بھاری ہے
وہاں کیوں کر گذر ہو گا یہاں اب اشک جاری ہے
اندھیری گور ہووے گی نہ کوئی دوسرا ہو گا
لے گا وہ صنم کیوں کر ہمیں اب انتھاری ہے
فرشتے آ کے پہنچیں گے: کہو سردار سوئی ہو؟
پڑھو کلمہ محمدؐ کا! چلو اب فصل باری ہے!

تربا چلتر کا نمونہ: سنہ ۱۲۹۳ ہجری (مطابق ۱۸۷۶ء) میں کاظمی عرف مخلص بہت سردار کا ایک
خط اپنے خواہندہ کے نام آیا کہ سردار نے انتقال فرمایا۔ بحالت بیماری ایک غزل کہی تھی اور رزق کی
حالت میں یہ مصرع فرمایا:

ہم دم سے گئے، ہم دم کے لیے، ہم دم کی قسم، ہم دم نہ ملا
ہم تو عاشق اسی کے ہو بیٹھے دل سے میر د قرار کھو بیٹھے
یاد ہم کو اسی کی ہر دم ہے دار فانی سے ہاتھ دھو بیٹھے
صورت اُس کی نظر نہ آئے گی دل ہی دل میں کڑھا کڑھو بیٹھے
یہ ہی محشر میں کام آئے گا کلمہ مسطع پڑھو بیٹھے
غم کو سردار اب یہ لازم ہے نام رب کا بچا کرو بیٹھے

ہاں! وہ خط بندے نے بھی پڑھا۔ بڑے سوز و گداز سے بھرا ہوا تھا، مل کہ میں نے اُس کی
تاریخ و قات کی فکر کی تو یہ فقرہ پایا: ”مخلص رہائی کفیل“ (۱۲۹۳)، اور اُن کے یاروں نے تو خوب ماتم

داری کی، مگر یہ داری کی، فاتحہ دلوائے (۱۹۰)، چہلم کے واسطے روپیے بھجوائے۔ پس، روپیوں کی رسید پر فوراً ہی ٹھکڑہ کھلا، یعنی سردار زندہ سلامت تھی۔ یہ تو یاروں کی صرف دل لگی تھی۔ میرے نزدیک یہ بھی روپیہ لینے کی ایک چال تھی۔ سچ ہے: ”تو یا چلتر جانے نہیں کوئے، قصم مار کرستی ہوئے۔“ (۱۹۱)

سلطان

سلطان تخلص اور سلطان بیگم نام، دختر نواب معتمد الدولہ بہادر لکھنوی کا تھا جو ظریف و ذہین، صاحب دیوان گزری ہے اور شیریں کلائی کی دادیں دے گئی ہے:

کب تک یہ تیرے ہجر کے صدمے اٹھائے دل؟ اور ہے یہی کہ جان سے اپنی نہ جائے دل
تامل نے کب کہا تھا کہ آنکھیں لڑائے دل آخر یہ میری جان پہ آئے بلائے دل
تھی وہ نگاہ یا کوئی ناک کا حیر تھا ملتے ہی آنکھ رہ گیا میں کم کے ہائے دل!
سینہ اگر ہے داغوں سے معمور کیا ہوا خالی ہے تیرے واسطے عشرت مراے دل
سلطان! غزل اک نور بدل کر روئیف لکھ پر شرط ہے کہ لفظ گل آئے بجائے دل

شعین کی روئیف

شرارت

شرارت تخلص، امیر جان نام، بخت چھوٹے خاں، کنجن دہلوی۔

حقیق: کنجن کے لفظ پر خیال آیا کہ عوام الناس گل کسیوں کو کھنچیاں کہا کرتے ہیں اور پنجابی اُن کو کھنچیاں بولتے ہیں، دامن کوہ، یعنی اختلاص ڈیرہ دون و لغیرہ میں پاتراؤں کے نام سے پکاری جاتی ہیں، کہیں رام بنیاں کہلاتی ہیں، (۱۹۲) مگر اس کی بہتر اصلیت نہیں نکلتی کہ کیا بات ہے؟ صرف اس قدر تو کچھ کو دریافت ہوا ہے کہ ہندوستان میں شیوع اسلام سے پہلے جو ہندو نیاں رکھا کرتے تھے،

اُن کو پاترا، گائناں، انگھرا اور کندھڑیاں، وغیرہ کہتے تھے۔ سنسکرت میں اُن کو پارید و لکھا ہے، اور جب سے اس ملک میں مسلمانوں کا تسلط ہوا اور انھوں نے کسی وجہ خاص سے مسلمانوں کو پیشہ کرنے کی اجازت دی، پس، جس قسم کے فرقہ مذکور سے اُس نے تعلیم پائی، اُسی کے نام سے شہرت کمائی، یا جس قوم کی مسلمانیاں اُن میں آئیں، اُسی اُسی نام کے فرقے اُن میں بنتے گئے، چنانچہ اب یہ نام اُن کے مشہور ہیں: کچن، کچھڑ، دھرم، پاترا، دھوت، دھبوت اور ڈھے وغیرہ۔

اُن کے علاوہ اب کوئی اور چھٹاں اپنے گھریار سے جدا ہو، کسب عام اختیار کرے تو اُس کو خانگی کہتے ہیں اور یہ لوگ جب تک دھوت وغیرہ لے کر اُس کو اپنے میں شامل نہ کر لیں، اُس وقت تک اُس کو حقیر جانتے ہیں، گو وہ کسی اسی محتول یا صاحب ہنر کیوں نہ ہو اور خانگیوں کے لواحق اُن سے، یعنی کچنوں سے ملنا تک سمجھتے ہیں، بل کہ گفتگو و بند کھانا بھی عار جانتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں شریف سمجھتے ہیں اور اُن کو رذیل۔

اُن دونوں سے بڑھ کر تیسرا فرقہ چھٹالوں کا ہے، جو نہ تو سرکاری دکانی میں جائیں، نہ اپنی خانوں سے غرض رکھیں، بلکہ بالاحزے ٹوٹیں اور اُن دونوں پر ترے پڑھیں۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے!

آدم برسر مطلب: غرض یہ کہ یہ کچنی، پتھرا، آگرہ اور ٹوٹک، وغیرہ کی سیر کر کے ابھی آئی ہے۔ آگرہ کے مجموعہ الاشعلہ میں ابھی اس کی ایک غزل ٹھپ گئی ہے۔ یہ دوسری غزل لا جواب، ٹوٹک کے اخیر مشاعرے کی، خاص اُس کی زبانی سن کر اس تذکرے میں درج ہوتی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ گو میں پہلے شعر کہتی تھی مگر میاں امیر خاں صاحب متیر اکبر آبادی، مقیم پتھرا کی شاگردی سے یہ رُجہ حاصل ہوا کہ سوچ پاس غزلیں کہہ لی ہیں۔“

دریں والا، اُس کا سن و سال میں سے لوہ ہے۔ عظم سے بے بہرہ ہے، ہاں! کچھ حرف شناس ہے، گاتی ناجتنی بھی ہے۔ چاؤڑی کے بازار میں ایک کوٹھے پر رہتی ہے۔ ظاہر اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔

مشاعرہ مذکور کی طرح کا مصرع یہ ہے جس کا پیش مصرع اس شاعرہ نے خوب چسپاں

کیا ہے:

جو نہ کرنی تھی ہمارے ساتھ، وہ اس دل نے کی

ایسی مجھ پر رات مشکل فرقیہ قافل نے کی
 زو سیای شب کو اپنی مشعلِ مغل نے کی
 آرزوے بوسہ گر دل میں کسی سائل نے کی
 نیکروں منزلِ عدم سے آگے دشت لے گئی
 سایہ میرا مشعلِ برقیِ تعفلی ہو گیا
 دُور تھی لیکن ہمارے شعلت پر کچھ جم کر
 بس نہیں چلتا ہے یارب کیا کریں؟ تا چار ہیں
 ایسی دریائے بلا میں فرق ہے کشتی مری
 اس کو تم جو ہر نہ سمجھو اپنے رہنے کے لیے
 مگر سو نہ جگر سے ہو گیا ہوں جل کے خاک

ساتھ میرے صبحِ بزمِ کمری مشکل نے کی (۹۳)
 ہو گئی گل، اساقِ واجبِ بزم میں قافل نے کی
 ہو گئی تدبیرِ در پردہ لب اُس کے سنے کی
 خاک اب عطا کرے گا فکر میرے ملنے کی
 یہ نظر نہ نور مجھ پر کس سہ کابل نے کی
 پیشوائی نیکروں منزل مری منزل نے کی (۹۴)
 جو نہ کرنی تھی ہمارے ساتھ وہ اس دل نے کی
 تو پہ جس کے نام سے لے نا خدا! ساحل نے کی
 تیغِ قافل میں جگہ خونِ رگِ بھل نے کی
 یہ شرارت آتھیں دُعا سے قافل نے کی

شرفین

شرفین نامی کان پوری دفا سے کاسر ف یہی کلام نظر سے گزرا جو نہ را احباب ہوا۔ اُس کا اور

احوال نہ نکلا:

رات کو ایسا چڑھا تا کہ فلک سے مل گیا
 یاد رکھنا! خود بخود طبعِ آلتِ دہن کا دہیں
 دھوڑ تا کب سے ہوں دل کو کچھ پتا لگتا نہیں
 دُور سے قاصدِ ہمارا نا شاہدہ آ یا نہ ہاتھ
 سو جتنا کچھ بھی نہیں شمع کو بھلا کیا کیجیے؟

کیا کہیں! عرشِ معلو تک بھی سارا مل گیا
 کوچہ سفاک میں مجھ سا اگر بھل گیا
 اٹک کے ریلے میں شاید دل بھی اپنا مل گیا
 کیا کرے قاصدِ ہمارا تو کئی منزل گیا
 جس کو سمجھا تھا نہ شرفین! اُسی پر دل گیا

شرم

شرمِ تخلص کا چھوٹے صاحب نام ہے اور اس کا لکھنؤ میں مقام ہے:

مردے زندہ ہو گئے پازیب کی جھکار سے ہر قدم پر حشر بربا ہے تری رفتار سے

یہ کس رعب کا نظارہ ہوا ہے کہ خود شید آنکھوں کا تارا ہوا ہے
لے غیر سے یار آنکھوں کے آگے مری جاں! یہ کس کو گوارا ہوا ہے!

شرم

شرمِ تخلص اور شمس النساء نام، بہت حکیم قمر الدین، شاکر دہلوی دہلی، کا ہے۔ اس شاعرہ بناری الاصل، لکھنؤ کی اسکن، صاحبہ دیوان، عروض و قافیہ دان کے چند شعر لکھتا ہوں۔ انھیں سے اس کی شیریں کلامی، خوش بویائی ظاہر کرتا ہوں:

جو تیری کاکل مشکیں کی تُو صبا لائی دماغِ عرش پہ اس خاک سار کا پہنچا
پڑے جو کس گل تر ہزار بن جائیں کہ شاخِ گل سے بھی نازک ہے یار کا پہنچا
مثالِ غنچہ ٹو کیوں دل گرفتہ ہے؟ اے شرم! خوشی ہوا! خط ترے اب گلِ ہزار کا پہنچا^(۱۴۵)

پہلے ثابت کریں اس وحشی کی قصیریں دو کیوں مرے پانوں میں پہناتے ہیں زنجیریں دو
دو زلفوں کا تری آیا جو وحشت میں خیال پڑ گئیں پانوں میں میرے وہیں زنجیریں دو
کہا قاصد نے کہ لایا ہوں میں پیغامِ وصال آج خلعت مجھے پہناؤ کہ جاگیریں دو!
دردِ دل دور ہوا، سینے کی سوزش بھی گئی شریعتِ وصل میں تیرے ہیں یہ تاثیریں دو
یا بہانے سے بلائیں اُسے یا خط ہی لکھیں شرم! کیا خوب یہ سوجھیں ہمیں تدبیریں دو

شری

شری تخلص، بلکن نام، بہت بجا طوائف، ساکن جلیسر ضلع سحر، مقیم کوئل عرف علی گڑھ،

کا ہے جو میرے عنایت فرمایا میرزا امیر بیگ صاحب میرزا حفص دہلوی رونق افزاے کوکل کی صحبت سے شعر کہتی ہے۔ یہ مطلق اس دلی کا ہے جو نانا پایا اور گیا:

شریہ ایسا بکھڑاں پڑا کہ شرفی قید ہو جائے غزالان حرم سے اڈ کے چشم یار میں آئے

شوخی

شوخی حفص، علی بیگم نام، بذوجہ نواب عماد الملک غازی الدین خاں بہادر نظام مرحوم دہلی عالم گیر خانی، کا ہے۔ بعض تذکرہ نویس اس کو حفص بہ نام، شاعر و قمر الدین منت لکھ گئے ہیں اور کسی نے اس کا حفص مختصر قرار دیا ہے۔ ایک کا قول ہے کہ یہ شاعرہ علی قلی خاں شش انگشتی کی بیٹی، نظام کی منکوحہ ہے، میر سوز اور رفیع السودا سے اصلاح لیتی تھی۔ ایک شاعر اپنی کتاب میں اس کا نام زیب القسا لکھتا ہے، یا شاید کسی کا حب یا تنج کی غلطی ہوئی ہو، کیوں نہ کہ بہت سائنق اور ایسی غلطی کرے! خیر، میر قطب الدین صاحب باطن اکبر آبادی اپنے نغمہ عندلیب میں اس نازک خیال کی نسبت یوں نغز سرائی فرماتے ہیں:

”علی بیگم، از خاندان محبت جناب نواب عماد الملک غازی الدین خاں، و صحر علی قلی خاں نظام حفص۔“

خاک سار، بیجا دعاں کا فہم ناقص اس فقرہ میں کئی جگہ سرگرواں ہے۔ اول تو یہ کہ نظام حفص کس کا تھا؟ یا علی قلی خاں کا یا علی بیگم کا؟ اور یہ دونوں تو ہم ناطق ہیں۔ دوم، از خاندان عماد الملک کے معنی ظاہر نہیں کرتے کہ یہ اس نواب کی بیگم تھی۔ سبحان اللہ! اسی نہ تے پر حضرت اپنے مسکن کو کفر و علی اور جہ و علی کہتے ہیں، دلی والوں پر زبان طعن دراز فرماتے ہیں۔ کیا کیا عمدہ فقرے نئی نئی ترکیب کے گھڑتے ہیں، شیفہ و آرزو و موسن و وحشت و صاحب و غالب علی کلن غالب تک پر متآ تے ہیں۔

بہر کیف شاعرہ موسونہ کے لطائف دیکھیے، شعار پڑے۔ ان فقرا گنیز باتوں سے درگزر ہے۔ حکایت: ایک دن کا ذکر ہے، جو تذکروں میں مسطور ہے کہ نواب صاحب باغ میں تشریف لائے، بیگم صاحبہ کو سیر چمن میں مصروف پایا، فرمایا کہ ”چلو! بارہ وری میں بیٹھ کر سیر کریں!“

جواب ملا کہ ”حضور شریف نے چلیں، لوٹتی بھی حاضر ہوتی ہے۔“

فرض کر تو اب صاحب تو چالے۔ فوراً باغ کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائے خواب نوشین کا شربت پلایا۔ اسنے میں نیگم صاحب بھی در آمد ہوئیں۔ آپ کو سوتے دیکھ کر واپس چلیں مگر ان کے پاؤں کی آہٹ سے غزال خواب دم کر گیا۔ تو اب صاحب نے معایہ مصرع فرمایا :

آ کر ہماری نقوش پہ کیا یاد کر چلے

اُس حاضر جواب نے کہا:

خواب عدم سے نکلے کو بیدار کر چلے

صحیبہ: میں نے یہ حکایت، بہارستان دار، مطبوعہ دفعۃً ازل سے نقل کی تھی مگر اب تحقیق ہو گیا کہ یہ شعر میرزا عظیم اللہ، ایک عظیم شاعر و حاکم کا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہار آرا نے یہ حکایت کہاں سے نقل کی تھی؟ او کیخود کرۃً مجلسین سے خار۔

روایت: ایک روز خواب صاحب نے یہ شعر موزوں کیا:

سر سے پاؤں تک سفیدی آگئی، تبس پر یہ حال
شع سی، ہم نے نہیں دیکھی کوئی بوزمی چمنال
اس کا جواب اس بدیدہ گو سے یہ پایا:

پردۂ فانوس میں رکھتی ہے عصمت کو سنہال
کات لو اُس کی زباں جو شمع کو یولے چمنال
اب اس کے اشعار پر مذاق ملاحظہ فرمائیے:

نیم ہاسل نہ چھوڑ جانا تھا ہاتھ ایک اور بھی لگانا تھا

ہماری خاک پہ اس گل نے جب گزار کیا دم سبج نئے سر سے آشکار کیا

یا الہی! یہ کس سے کام چڑا دل تڑپتا ہے صبح و شام چڑا

شمع کو چہرۂ دل دار سے کیا ہے نسبت؟ کیوں کہ یہ ہے بڑا خداں وہ ہے روتی صورت

شب کو مہاں باطل میں تری ہم ہلک ہلک (۱۶۸) جوں حلقہ در پہ رہ گئے سر کو پک پک

میری بھی معیت خاک کا کچھ پایہ ہے ضرور اے جامد زیب! جانچو دامن جھٹک جھٹک!

مقابل ہو اگر لب کے ترے مصری، چہا جاؤں تری آنکھوں سے ہم چشتی کرے بادام، کھا جاؤں

آیا نہ بھی خواب میں بھی وصل میسر کیا جاوے! کس سہجہ بد آنکھ لگی تھی

اب چھایا ہے، مینہ برستا ہے جلد آ جا کہ جی ترستا ہے

لے آؤی طرز فغاں بلبلِ تالاں ہم سے گل نے بھی روشِ پاک گریباں ہم سے

شع کی طرح کون رو جائے! جس کے جی کو لگی ہو سو جانے

رقبوں سے وہ جس دم غم رہے تھے دردِ میرے (۱۸۷) مری ہر مزہ، اے دردِ جگر، سوتی پڑتی تھی

ترے منہ کی تھنکی دیکھ کر کل رات حیرت سے زمیں پر لوہتی تھی چاندنی اور شع روتی تھی

جس طرح لگی دل کو مرے چاہ کسی کی اس طرح نہ لگیو مرے اللہ! کسی کی

اس ڈلف دراز اپنی کو خالم نہ کتر دے کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسی کی

نے نامہ و پیغام نہانی، نہ نشانی حالت سے کوئی کیوں کہ ہو آگاہ کسی کی

عنقلیوں کو وہ گل زار مبارک ہووے ہم کو یہ سایہ دیدار مبارک ہووے

رات دن جس لیے روتے ہو سو اللہ کرے! ایک دن غم کو وہ دیدار مبارک ہووے

جھوٹہ کہتا ہے تو قاصد یہ نہانی پیغام رنج کو باور نہیں جب تک نہ نشانی آوے

مجھ سے کرتی ہی رہی ڈلف کی، کیا مجھ؟ دل مرا لے کے یہ کتنی ہی رہی "کیا مجھ؟"

غیر دیکھے ترے باب نہیں رہتی (۱۸۸) چٹم اس کی تدبیر کو اب تو اجی! کیا مجھ؟

جی تک بھی اگر چاہو تو دوساں نہیں ہے کچھ اور جو دمِ حوضِ دوسرے پاس نہیں ہے

اب خراب میں ہی وصل ترا ہوئے تو ہوئے ظاہر میں تو ملنے کی ہمیں آس نہیں ہے

یار پردہ میں ہے اور بخش سے مایوسی ہے نقش پاک بھی مرے در پہ چاسوی ہے

شیریں

شیریں تخلص اور بیگا نام ہے، اس شاعرہ کا لکھنؤ مقام ہے۔ پہلے میر محمدی پتھر سے ہم مشورہ رہی، پھر شیخ امداد علی بحر کی طبع مزاج سے لب ربوہ سخن ہو کر صاحب دیوان ہو گئی۔ اس کی کئی غزلیں فارسی اور اردو کی بندہ کے پاس ہیں جن کے چند اشعار اپنے اپنے موقع پر لکھے ہیں۔ سخن فہم ملاحظہ فرمائیں اور اس کی ذہانت کی داد دیں:

سختا ہے کون، کس سے کہوں ماجراے دل؟ بہتر یہ ہے نہ کوئی کسی سے لگائے دل
کیوں کر رہیں حواس جو قابو سے جائے دل اے کاش! موت آئے کسی پر نہ آئے دل!
ہائیں وہ دل فریب، ادائیں وہ دل زبا ایسی پری خصال پہ کیوں کر نہ آئے دل؟
کیوں کر اسے نکال کے سینے سے پھینک دیں زلفوں میں پھر کسی کی نہ بچ کو پھنسائے دل
آفت بھی چاہیے، پہ ذرا دیکھ بھال کر ہر شرط زد کو چاہے تو چولہے میں جائے دل!
بے مہر و بے مروت و نا آشنا ہو غم غم سے خدا خواست کوئی لگائے دل!
شیریں کا یہ کلام ہے ہر وقت ہر گھڑی جس کو خدا خراب کرے، وہ لگائے دل

پری زادوں میں غم مشہور، میں مشہور دیوانہ اگر غم صبح محفل ہو تو یہ بندہ ہے پروانہ
گرا جو ہاتھ سے ساتی کے شیشہ ہو گیا ثابت ہماری زندگانی کا ہوا لبریز پیمانہ
کہیں عشق حقیقی ہے، کہیں عشق مجازی ہے کوئی مسد بنا ہے، کہیں بنتا ہے مسد خانہ
ہو میدان قیامت میں بھی دور ساغر ل کا رہے آپا یار ب! حشر تک ساتی کا ہے خانہ
نہیں مسد تو کیا پروا، خدا پر اپنا بھروسہ فقیری میں بھی اے شیریں! حراج اپنا ہے شاہانہ

اشعار سحر کات از غزلیات موجودہ

اُس نے جب ہنسی لگائی اور جوہن ہو گیا برگِ گل، اجازت سے برگِ سون ہو گیا

آنکھ اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا ہر طرف ٹلج کو جلوہ گر دیکھا (۱۹۱)
لہجہ دل آئے شاخِ مڑکاں پر ٹھل ٹھلِ آفت کا یہ شر دیکھا

دہنِ یار کا بوسہ نہیں ملتا دل کو چہرہٴ آپ ہٹا ہے سکندر بے تاب

دل میں جگہ بنائی ہے رہنے کی آپ نے حیراں ہیں مٹل آنکھ آئے کدھر سے آپ (۱۹۲)

ہوئی ہے ہمیں ڈانف و اہدو کی آفت مقدر میں تھی سانپ بھو کی آفت
چمکتے ہیں گیسو پہ انکشاں کے دڑے ہوئی شاخِ شہیل کو جگنو کی آفت

خاک پا جان کر مجھے اپنا دل میں رکھو غبار، کیا باعث؟

وہ عالم ہے ترے گورے بدن میں جو دیکھے چاند آ جائے گہن میں

خدا جانے کیا دل میں ہے بدگمانی؟ مرے ہاتھ کا پان کھاتے نہیں ہو (۱۹۳)

شیریں

شیریں متخلص ہے اس اسم ہستیا، جن کو معنی فہم کا جو نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ الٰہی ریاست بہو پال اودام اللہ سلطنت، صاحب دیوان ہیں۔ مولوی حبیب الدین احمد صاحب اذیت مرحوم قاری گو آپ کے کلام پاک کو پاک نظر سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ اگر حضور کے اوصاف ہمایوں تحریر کرنے چاہوں تو ایک دفتر بھردوں، پھر بھی کیے از ہزار نہ لکھ سکوں۔ اس سبب سے فرطِ ادب (۱۹۴) اس کے کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مجبور، ایک غزل تمہر کا نذر احباب ہے:

خالق ہے خداے سحر و شام ہمارا مشہور اسی نے یہ کیا نام ہمارا

پیدا ہوئے ہم اُنسِ محبوبِ خدا میں
 آتی ہے ہوا سرد، گھٹا آہستی ہے گھن گھور
 بے پہلی دل! اُس کے بھی دل میں تو اڑ کر!
 اے بادِ صبا! تُو ہی جن زار کو لے چل!
 ہم کرتے ہیں حج کوچہٗ دل دار کا اپنے
 فرقت میں تری ساتھ دیا اپنا اُس نے (۸۳)
 بکلی سی زکاوت نہیں، اب ہے ظریف
 کافر کیا حج کو تری اس زلف نے کافرا!
 دنیا میں بڑا شور ہے کھڑکھنی کا
 برتر نہ ہو کیوں زحیہٗ اسلام ہمارا
 منگواؤ صراہی سے و جام ہمارا
 مذت سے یہی تجھ سے ہے پیغام ہمارا
 گل زار میں آیا ہے دو گلِ فام ہمارا
 ہے چادرِ تنِ جلدِ احرام ہمارا
 کام آیا بہت یہ دلِ ناکام ہمارا
 آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا
 اس لام نے کھویا ترے اسلام ہمارا
 شیریں جو تحفے میں ہوا نام ہمارا

شیریں

شیریں تحفے، شیریں وحید نام لکھنوی شاعر کا ہے۔ رسالہ سیرِ مستحاج، ہمیں اللہ
 داد خان صاحب، صاحبِ لطیف غیبی سے معلوم ہوا کہ یہ رفاغہٗ محبوبہ بنو زاپنا ناز و انداز دکھا
 رہی ہے اور اس طرز پر غزل طرازی کرتی ہے:

فصلِ گلِ آتی ہے لے دستِ جنوں! وہیں رہے
 دلِ پسا جاتا ہے قدموں کے تلے صاحب کے
 حیرتی صورت پہ نظر ہو، ترے قدموں پہ ہوسر
 خانہٗ چشم سے یہ کہ کے سدِ صمدی مری روح:
 کیوں حضور! آپ نے وعدے ہی پہ پلا برسوں
 اب یہ خالق سے شب و روز دعا ہے شیریں! ا
 آرزو کوئی نہ بن آئی فلک کے ہاتھوں
 کھڑے دامن ہو، سلامت نہ گریبان رہے
 پانو آہستہ سے رکھنے کا ذرا دھیان رہے
 حیرتی اُلفت میں مروں میرا یہ ایمان رہے
 "اپنے گھر جاتے ہیں، تھوڑے یہاں مہمان رہے"
 کسی شب آ کے نہ گھر میں مرے مہمان رہے
 کہ سدا دامن محمدؐ مرا ایمان رہے (۸۴)
 دلِ بے تاب میں لاکھوں مرے ارمان رہے

صاحبِ محض کی روایت

صاحب

صاحبِ محض، ائمۃ الفاطمہ نام، مشہور بہ صاحبِ جی۔ غدر سے پہلے یارب سے طلوع ہو کر جلوہ افروز دہلی ہوئی۔ حکیم مومن خاں صاحبِ مومن مرحوم سے اپنی بیماری کا علاج چاہا مگر یہاں یہ نقش ہوا:

مژدہ دارے مرگ! ہمیں ہی بیمار ہے

یعنی حکیم صاحبِ حکمت کا رستہ بھول، از خود فراموش ہو، لہذا عشق کا درس شروع کر بیٹھے۔ اُس وقت دار نے بھی اپنے مریض و طبیب کو برابر ایک سال تک خوب ہی دل کھول کر شربتِ وصل پلایا۔ جب فریقین کو صبح کھلی و تنگی دلی حاصل ہو گئی تو یہ دل نہ لکھنؤ کو چلی گئی۔ حضرت نے لہذا مثنوی ”قول تمیں“ کا اُس کی مفادقت کے بیان میں خوب موزوں فرمایا ہے۔ اپنے فیضِ صحبت سے اُس محبوبہ عاشقِ نواز کو شامِ عمرہ بھی بنا دیا ہے۔

اب نہیں معلوم کہ یہ بڑی زعمہ ہے یا مرغی مگر یاروں کی یادگار کے واسطے یہ کلام چھوڑ گئی:

رقیبوں کا جتنا کہاں دیکھتا تُو تا یہ مرے گھر میں آیا تو دیکھا
غمہ کیا صنم کے نگارے میں زاہدا یہ جلوہ خدا نے دکھایا تو دیکھا

کھولے ہیں اُس نے حیرتِ یوسفی کے بندے طے کر رکھے حیم سے کم دو، تباہے گل

نظر ہے چاہِ اغیار، دیکھے کیا ہو؟ بھری ہے کچھ نظر یار، دیکھے کیا ہو؟

جو خطِ جنیں کا مرے کاتب ہے، اُسی کو دکھانا مرا بندۂ اعمال الہی!

صاحب جو بٹا ہے تو ہاتھ زلیخا یوسف سا غلام اک مجھے دے ڈال الہی!

صدر

صدر تخلص، خواب صدر محل صاحب کا ہے۔ ان کا اور کچھ حال عاصی پُر معاصی کو معلوم نہیں ہوا۔ صرف اتنا سناسکس شاعرہ لکھنوی کا ایک دیوانہ نام بادشاہ دہلی اور ایک نامہ پر اسم ”گل دستہ“ تصنیف ہو چکا ہے۔ ہنوز مشقِ سخن جاری ہے، یہ غزل اُس کی بہر یادگاری ہے:

جوشِ جنوں میں رات دن سب سے رہا الگ الگ میں ہوں جدا الگ الگ، لوگ جدا الگ الگ
میں نے بلائیں لیئے کو ہاتھ بڑھائے جب اُدھر منہ کو پھرا کے یار نے مجھ سے کہا ”الگ الگ“
شمع جلانے آئے ہیں آج وہ میری قبر پر چلیو خدا کے واسطے باو صبا الگ الگ
خاک ہو زندگی بھلا تیرے مریضِ عشق کی میں ہوں دوا سے دور دور، مجھ سے دوا الگ الگ
ہجر میں خوب خاک آزی اُن کو ہوانہ کچھ اثر نالے گئے الگ الگ، آو رسا الگ الگ
حسرت و آرزوے وصل، درد و مصیبتِ فراق سب کا ہے لطف الگ الگ سب کا حرا الگ الگ
صدر اوہ کم نصیب ہوں ہجر میں گراؤ خداؤں ہاتھ باپ قبول سے رہے میری دُعا الگ الگ

حتم

حتم تخلص کی، دُرگامی اکبر آبادی ایک دم جتنی ہے جو اس زمانہ میں بنام دُرگامی شہرت رکھتی ہے۔ کسی راجا کی سرکار میں گانے پر نوکر ہے اور نہایت متمول ہے۔ میرے دو دشمن دوستوں نے، جنہوں نے اُس کی صحبت کا بظاہر اٹھایا ہے، اُس کی لیاقت اور حسنِ اخلاق کی بہت تعریف کی ہے۔ ایک مہربان نے اُس کا تخلص نقطہ بتایا تھا مگر کلامِ اَوّل اَوّل معلوم ہوتا ہے۔ بہر کیف، یہی کلام اُس کا اس وقت موجود ہے:

چھپا مگر زنج پُر نور اپنا جیسے کا طالب دیدار کیوں کر؟

روال کے لباس میں ابر آ کے بارہا پانی پیا کیا مرنی جہنم پُر آب سے (۴۵)

صنوبر

صنوبر حقیص اور حیوانی نام سے چاندھری طوائفوں میں کوئی بھری تھی جو مدت تک دہلی میں رہ کر رہ گئے عقلمانی ہوئی۔ پہلے میں مذکور ہے کہ یہ شاعرہ پنوارچ قدم شریف مدفون ہے۔ سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں اس نے اپنی جدائی کے داغ کا گل کھلایا تھا مگر گلدستہ سخن اس کا اب تک اسی طرح تازہ ہے:

زندگی تک کے یار ہیں وہ لوگ مر گئے پر یہ آشنا کس کے
دل نہ دے ان کو ٹوٹا خدا کو مان اے صنوبر! یہ نہت بھلا کس کے

ضاد ضلع کی روئی

ضرورت

ضرورت حقیص، شرف النساء نام، زوجہ میرزا کوچک مرحوم، نسل تیموریہ سے تھی:

سربز رہے باغ سدا دین نئی کا مکی، مدنی، ہاشمی و مطلق کا
یارب! رہے شاداب ہمیشہ جمن دیں مکی، مدنی، ہاشمی و مطلق کا

ضیا

ضیا حقیص، ضیائی بیگم نام، زوجہ حکیم انور علی لکھنوی۔ بقول صاحب پہلویہ شاعرہ فارسی و فارسی زبانوں میں بھی شعر کہتی تھی۔ ہاسٹہ برس سے زیادہ عمر کی ہو کر عازم ملک بھا ہوئی۔ یہ نمونہ اس کی رشتہ گوئی کا ہے اور اچھا ہے:

تھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا غائب ہرگز اٹھے تو کیوں کر اٹھے گا کہ تم ہنازک، میں ناواں ہوں

میں ہوں وہ تکِ خلق کہ کہتی ہے بُخ کو خاک ”اس کو بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی“

میں نے پوچھا ”تکِ بُخ کو کیجیے گا کس طرح؟“ بولے ”غفلت سے کبھی، گا ہے نگاہِ تیز سے“

سوتے میں شب جو بچا کھلے ڈالے یار کے دعوے دروغ ہو گئے مشکِ تار کے
 شمشادِ گردِ سایہ قامتِ چمن میں ہیں خورشید و منہ شعاعِ ہیں زخماں یار کے
 بے وجہؔ تو شراب کی منہ میں نہیں آیا! پلو سے ہیں ہونٹ تم نے کسی بادِ خوار کے

طا مہملہ کی ردیف

طلب

طلب، مجہول الحال، کسی عورت کی یہ مقال ہے:
 طلب کو طلب تھی جو دیدار کی کھلی رو معنی آنکھ پیار کی

ٹا معجمہ کی ردیف

ظرافت

ظرافت، جو گلستانِ سخن میں مسطور ہے، وہی یاں بھی مذکور ہے، کہ یہ ظریف ایک
 پردہ فہم ہے جو کبھی شوخ رویوں اور دل بردوں کے دُمرے میں شمار کی جاتی تھی:
 اُس کے لب ہیں شراب سے بہتر کُسن ہے آفتاب سے بہتر

عین بے نقط کی روایف

عابد

عابد تخلص کا اب امر او بیگم صاحبہ مرحومہ عابدہ قاضی کا تھا جو نواب محمد یوسف علی خاں بہادر مغفورہ الہی رام پور کی دختر تھیں ایک اختر تھی اور نواب زمین العابدین خاں بہادر، حال فوج دارمراج سواتی بے پور کی محل خاص شہر کی جاتی تھی۔ علم و فضل میں گویا زعب النساء یعنی بھئی جانی تھی، چنانچہ دیر یکساں شاعر بے ہمتا ششی محمد علی جو یا مراد آبادی، متعجب ہے پورا اپنی کتاب سرود غمیں یعنی خیابانہ نالودخ میں نسب ارقام فرماتے ہیں:

”میں اسی کے فرس فیض کا خوش چمیں ہوں اور یہ نکلنے کا نام اسی کے مطلع سخن کا فیض ہے۔“

الغرض، بیگم صاحبہ مرحومہ، دیوان قاری و اردو اور نیز مشہور شکار کے بیان میں، یادگاری کے لیے چھوڑ گئی ہیں مگر اسوں اکہ میری نظر سے اب تک اس عابدہ عارفہ قاضی کا کلام نہیں گزرا۔ مجبورہ اس کا وہی شعر لکھتا ہوں جس کا آخری مصرع بے کم و کاست اس کی تاریخ وفات ظاہر کرتا ہے اور جو یا موصوف نے اس کو یوں تخصیص فرمایا ہے:

یہ کرامت اس کی ہے جو یا! کہ خود فرما دیا ”تا قیامت رحمہ خلاق باری قبر کو“
کشہ ہیں اے ”لا غری اہم“ رنگہ گندم گوں کے ”بے شک گندم کی بس کافی ہماری قبر کو“ (۳۶)

[۱۸۹۶ء] (۳۷) [مطابق ۱۸۷۷ء]

۱۸۹۶

عالم

عالم تخلص ہے، خاص محل صاحبہ بادشاہ و اجد علی شاہ صاحبہ مدوح الصدور کا، جو

صاحب دیوان و شہسوی ہیں۔ ستار خوب بھاتی ہیں۔ یہ شعر ان کا ہے:

عالم اوہ طلب کار ترے ہوں گے اسی دن جب تازہ ستم اور کوئی ایجاد کریں گے

عزت

عزت تخلص، عزت نامی، ضلع مظفرنگر میں کوئی عورت یوں سخن سرا ہے:

کافیہ تک نہ ہو اہل سخن کا کہیں کرا؟ ہے مرے شعر میں مضمون کمر اس گل کا

.....

میں اپنی آہ کی تاثیر کے قدا! عزت! کہ بزم غیر سے پاس اس کو سمجھ لاتی ہے

عزیز

عزیز تخلص کی کوئی دہلوی کسی سعادت یار خاں رنگین کی شاگردہ، اس طرح لب کشا تھی:

تم نہ دیکھو گے گو ہمیں اک بار (۳۸) ہم تمہیں بار بار دیکھیں گے

جب کہ باغ و بہار دیکھیں گے ایک گل کیا ہزار دیکھیں گے

عشرت

عشرت تخلص ہے اب مشرت گل صاحبہ گل شاہ آؤدہ موصوف کا:

کری عشق مانع نشوونما ہوئی میں وہ نہال تھا کہ اکا اور جل گیا

عصمت

یہ وہ عصمت نامی دہلوی ہے جو لاہور میں مدرّس مشہور ہے۔ کھنڈ کا پانی بھی پی چکی ہے۔

سنا ہے کہ عربی، فارسی زبانوں میں بھی مداخلت رکھتی ہے مگر نہیں معلوم کہ شعر کی اصلاح کس سے لیتی ہے۔ یہ شعر اس کا پہلا ڈاک آیا ہے:

لب ہوئے بند نام احمد سے اور مشکل کشا نے کھول دیے

علیت

علیت مختص، مجملہ نام، باشندہ کھنڈ، شاگرد منصور عالم منصور کا ہے جس کا صرف یہ ہی ایک شعر سنا گیا، اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا: ^{۱۷۹}
ہم جو اے جان! جہاں اٹھم سے بچھڑ جاتے ہیں صدے ہوتے ہیں، قتل ہوتے ہیں، گھبراتے ہیں

علی

علی، میں نے ایک پررب کے طالب علم کی زبانی سنا ہے کہ علی بخش نای کھنڈ کی شہد بازار، صاحب دیوان، محتول و مخیر، حیدر و جلیل، آتش و تاج کے زمانے میں شہر فضاں گزری ہے مگر فوس کر اس نے اس شاعر کا صرف ایک مصرع ہی سنا یا تھا، وہی لکھا گیا:
الہی! گھر مجھے اب کس شہر قطار میں ہم

عیدو

عیدو نای کسی عورت بازار دیہوی کا یہ شعر سنا یا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس شعر کو جناب مفتی صاحب بہادر مرحوم آرزو پسند فرماتے تھے، اور تحقیق ہو گیا ہے کہ اب یہ شاعر کسی کے عقوبت میں ہے:

لٹنے کو رگ لٹل کو دکھائی سے کہم دو! تصویر میں کیسے دامن ایسا، کمر ایسی

نصین منقوطہ کی ردیف

غریب

غریبِ حلقص اور امیر القسام، منکوحہ میر برکت علی حاکم پنڈ، کا یہ کلام ہے:

لوا اور وہ تو جلتے لگا میرے نام سے دل سرد اب تو آو شرر بار نے کیا
مکھنا نہ تابہ مرگ مرا یہ معاملہ رسوائے شہر سچ کو دلی زار نے کیا

دل کو درد پردہ چلایا منکب شمع کیوں غریب! وہ جو پردانہ ہے غیر دی پر، تو ہو، کچھ غم نہ کر
آہ گردل میں جگہ اُس کے نہیں کرتی تو خیر اس قدر بھی مجھ سے اُس محبوب کو برہم نہ کر

نصین کی ردیف

فاطمہ

فاطمہ بیگم ہائی، آگرہ میں کوئی خانگی اس لب و لہجہ سے سخن سرا ہے:

تازک دماغ وہ ہیں تو بھاس بھی ہے حکمت^(۴۹) ہم خود بھی ایسے ہیں کہ متایا نہ جائے گا

فاطمہ

فاطمہ حلقص، فاطمہ سلطان بیگم نام معروف بہ الدوان، ہندو سرد سرتانہ، کا ہے جو نیا گل
کے مدد سے میں لڑکیوں کو پڑھاتی ہے۔ فارسی خواں ہے، خلیق بھی ہے۔

ایک روز میرے ایک مہربان نے، جو اُس کو کچھ پڑھاتے بھی تھے، یہ مصرع سنایا:

آپ کی مرضی ہم نے پالی ہے

اُس نوجوان حاضر جواب نے یوں جواب دیا :

پھر یہ کیوں بیت و لعل ڈالی ہے

فرحت

فرحت، مختص بہ اسم، کوئی محبوبہ، فرحت بخش، فیض آبادی، یوں سخن سرا ہے :

میں جلوں اور کرے غیر سے یوں گرم بغل دل میں خنڈک ہو مرے، ٹو بھی بنے جب مجھ سا

دل لگایا ہے تری زلف ڈوتا ہے، کچھ ہو ساپ کو چھیڑ لیا اب تو بلا سے کچھ ہو
میں نہ چھوڑوں گی سر زلف ہاں اے داعی! میری کیا ٹانج کو پڑی، حیرتی بلا سے کچھ ہو

فوز

فوز، مختص، فوز بخش نام، کسی بے دلی، حسن فروش بازاری کا یہ شعر نظر آتا ہے :

ہمارے قل کی تدبیر بے تقصیر ہوتی ہے لگاؤ پاک کی شاید بھی تاثیر ہوتی ہے

فریدوں

فریدوں نامی میرٹھ کی شاہد بازاری، قریب پینتالیس (۴۵) برس کے گزرے کہ دہلی میں

آئی تھی۔ حافظ عبدالرحمن خاں صاحب کو شعر دکھاتی رہی۔ خود میں ذمہ تھی۔ یہ شعر اُس کا ہے :

اک ہی زبانِ رجم، تو ہم کو زبانِ دو! (۴۰) کرتی ہے روسیاء قلم کو زبانِ دو

قاف کی ردیف

قادری

قادری، مختص بہ اسم، جعفری مسطور کی چھوٹی بہن، شاہ نقیر صاحب مرحوم کی شاگردہ تھی،

جس کی یہ غزل ہاتھ آئی ہے:

شرط دفا یہ نہ تھی غیر کے کمر جائے کچھ تو حیا کیجیے، جی میں تو شرما جائے! (nr)
 ترے خدا چاہیے اے نہج ترسا! تجھے عاشقِ رنجور کو اتنا نہ ترسائے!
 لب سے بزم کیجیے اپنے لبِ لعل کو شرم نہ کچھ کیجیے، چھاتی سے لگ جائے!
 میں ہوں فقط اور ٹم، نام نہیں غیر کا پاؤں مری گود میں شوق سے پھیلا جائے!
 جہر میں اے قادری! سخت ہے مضطربِ دل ایک دن اُس سے ضرور ملنے کی نصیرا جائے! (nr)

تقریر

تقریر تحفص، حیدری حکیم نام عرف ماہِ طلعت صاحب، مرحومہ محلِ واحد علی شاہ صاحب
 مدووح الصدور کی یہ یادگاری ہے۔

حمیمہ : اس تقریر کے بعد سنایا گیا کہ یہ تقریر آسمانِ حسن و خوبی، مولانا تاج صاحب کے مقصد
 نکاح میں بھی رہی ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ع میں جو میں پنشن یاب ہو کر اپنے مسکن شہرِ دہلی میں آیا تو بہتر خوش
 تقریر صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ شاعرہ میرزا امایاں بخت کی بیٹی، میرزا محبوب علی قوس کی، بشیرہ،
 قاری کے شعر بھی کہتی تھی۔ سنہ ۱۲۸۱ھ بمطابق ۱۸۶۳ء میں راجہ ملک بھا ہوئی۔ واللہ اعلم
 کہ یہ فقرہ صحیح ہے یا تحریرِ بالا، یا دونوں باتیں صحیح ہوں۔ ہاں، تحفص اور نام میں دھوکا ہو تو عجب
 نہیں۔ واللہ اعلم بہ حقیقت الحال:

لے گیا قیس پہ بھی فوق تھمارا وحشی مر کے بھی دستِ جنوں سے نہ گریباں چھوڑا

ہو گئی نیند بھی ہم سایہ کی تاشیحِ حرام میں نے نالہ جو کسی رات سرِ شام کیا

جہر میں دل کو بے قراری ہے جوشِ فریاد و آہ و زاری ہے
 آنکھیں چہرا کے ہو گئی ہیں سفید کسی نہت کی جو انتظاری ہے

قمر

قمر تخلص اور قمر النساء، مذہب اشرف علی خاں مسرور مہرور کا ہے۔ کہتے ہیں، میاں بیوی میں اس قدر تحقیق تھا کہ تین روز کے آگے پیچھے دونوں راہی ملک بھاؤئے ہاں! یہ اشعار یا دگاری کو چھوڑ گئے:

جسے لوگ کہتے ہیں خورشید رخشاں شرابہ ہے یہ میرے سوز نہاں کا
کریں، کم دو منہ بند شے سب اپنا میں گلشنی مستحا ہوں اُس کے وہاں کا
خطر سے مری آہ کے ایسا بھاگا پتا لامکاں تک نہیں آساں کا

دہاں حضرت دل! غم کو زیست ہو جاتی جو تم سے لطیف سر زلف مو بہو کہتی
ہوئی ہوں تھکے جام شراب اے ساقی! انھوں گی کور سے "ساقی! سیوسہ" کہتی

کاف عربی کی ردیف

کتن

کتن نامی بازار حضرت ہار کی کوئی بھنگی، سبز رنگ تھی، جس کے سامنے ضلع جلک اور پٹنہ میں اچھے اچھے اچھوں کی عقل دنگ تھی۔ کہتے ہیں کہ نوشت خواند میں بھی بکو ملکہ رکھتی تھی۔ بندے کو اس شعر کے سوا اس کی آواز نہ تھی:

آہ! میں ہوتی اگر حضرت مہر کے ساتھ مارتی شعر موعے کو کسی تدبیر کے ساتھ

کثیر

کثیر تخلص ہے، قافلہ حکیم نامی، حضرت الدولہ بہادر کھنوی کی چھوٹی بیٹی کی لوطی کا۔ نقل ہے کہ یہ کثیر باتیر چہرہ برس کی عمر میں علوم ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر شعر گوئی پر باک ہوئی تھی

اور میں برس کی عمر میں مر گئی۔ یہ کلام اُس کا ہے :

نقاش نے اُس بُت کا سرے نقش جو کھینچا
ساحر پہ نہ پہنچا تھا کہ جو ہاتھ کو کھینچا

جاننے بھی ہو پری زود! تم کیا کرتے ہو کیا؟
مارتے ہو، زندہ کرتے ہو، قیامت کرتے ہو

وہل کی شب ہو گا کیا حاصل ہمیں؟ جو تاز سے
جب تک تم بند کھولو گے، سحر ہو جائے گی

کنیز

کنیزِ تخلص، منجھو خانم نام، بنتِ حکیم طیب الدار لکھنوی، کا ہے جس نے بارہ برس کی عمر میں یہ دہائی موزوں کی تھی۔ اور حال اُس کا کچھ معلوم نہیں ہوا:

ہے دستِ الہ نام تیرا بادشاہ! بس غیر کے ہاتھ پہ نہ رکھ میری نگاہ
میری ہو کنیزِ غیر کی دستِ مگر (۲۳) لاجلِ دلا تو (۲۴) ہاں اللہ (۲۵)

نوٹ: اس دو ماں کا چوتھا مصرع عروضیوں میں تروانے کا وزن ظاہر کرنے کو ضربِ اشل ہو رہا ہے۔ جو چار مصرعے اس وزن کے ہوں، وہ درجیت ہی کھلاتے ہیں۔

نوٹِ تحقیقی: بندہ نے یہ چومصری بہار سے نقل کی تھی مگر اب دریافت ہوا کہ وہ اصل یہ تو میر علی اسد صاحب رشک کا کلام ہے۔ دیکھو اُن کا دیوان جو بنام تاریخی نظم مبارک ۱۲۵۳ (۱۸۵) مطابق ۱۸۳۶ء کے نام سے مشہور ہے۔

سہلی

سہلی تخلص کی ایک شہزادی تیموریہ خاتمان سے تھی، جس کا یہ غزل حدیثِ فلسفی میں منجھپا ہوا ہے۔

جملہ: حدیثِ قدسی کے لفظ پر مجھے اس وقت ایک لحیفہ پائیز یاد آ گیا ہے جو یارِ اہلِ عرفان پسند کو سنا تا ہوں۔ واضح ہو کہ قدسی تخلص کا ایک شاعر شاہ جہاں بادشاہ کے عہدِ دولت میں ملکِ اشعرا تھا۔ میرزا رفیع التودا نے اُس کے کسی مضمون کا سرود کیا اور اردو زبان میں نہایت پائیز غزل لکھی۔

جب وہ مشاعرہ میں پڑھی گئی، مرحبا و آفرین کا شور مچا ہوا۔ اسی وقت سراج الدین علی خاں آرزو نے فرمایا:

قول ستودہ حدیثِ قدسی ہے چاہے لکھ رکھیں فلک پہ ملک
پس غزلِ مذکور سے زیادہ اس کی داد دلا ہوگی، بل کہ خود اس کی اچھل پڑا۔

حدیث، بات کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں خاص ہفتہ گدا کی بات کو حدیث بولتے ہیں، اور حدیثِ قدسی شرعی ہمارے میں ان آیات پاک کا نام ہے جو قرآن شریف کے علاوہ ہیں۔

الغرض، محدثہ قدسی کے نام سے ایک مجموعہ مصنفات بھی لکھا ہے جس میں قدسی مذکور کی ایک نسخی غزل کی تضمین، نئے نئے ڈھنگ کی مختلف شاعریں اردو، فارسی کو کی جمع کی گئی ہیں۔ کو یا وہ بھی ایک تذکرہ ہے۔ [اسی حدیثِ قدسی کا اور ملاحظہ تمام صحیفہ قدسی میرے عنایت فرما بشیر علی مرحوم نے لکھا ہوا ہے۔] (۴۷) اسی سے یہ خبر لکھا جاتا ہے: غن:

کس کا منہ ہے جو کرے مدح تری، میرے نبی! نعتِ اطہر میں ہے جب شخصِ ذکی محض نبی
خدا ذاتِ تری مایہ حاجتِ ظلی مرحبا! سب سے سلی مدنی العربی
دل و جان بادِ فدایت چہ عجب خوش نصیبی

نورِ قضا تیرا وہاں نورِ حقیقت سے بہم دیکھ کر موسیٰ عمروں ہوئے خوش شاہِ اسم
نورِ سرِ زلفِ تاباں پہ ہے کیا ہی عالم من بیدل چہ جمالِ ثو جب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں یونانی

مہرِ روجِ قدس آپ کی ذاتِ والا عرشِ اعظم در دولت پہ کہے صلحِ علی
عظیمِ زہد والا ہو شہا کس سے ادا نسبتِ نیست بہ ذاتِ ثو بنی آدم را
بہتر از عالم و آدم ثو چہ عالی نسب

نور سے حیرے سوز ہے زمیں دشت بہ دشت ثو کی ہانی ہے بجائے فلکِ زریں طشت
بہ فلک، ہشت جہاں کی نہ خوش آئی گلِ گشت جب سراجِ مروجِ ثو ز اطلاقِ گزشت
ہمقائے کہ رسیدی ز سدا لچ نبی

حق تعالیٰ نے کیا آپ کو ابر اکرام تجھ سے خداں ہے لب غنچہ امید اہم

ہیں شجر اور حجر فرق صحاب اکرام نکل بُتائے عیند ز ٹو سرسبز عام
 زان شدہ شجرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
 ذاتِ نور سے بنا سارا جہاں عالم نور اور فروغِ اُس کے سے ہر خانہ ہے بیتِ انوار
 ربِ عزت کو جو اعزازِ عرب تھا منظور ذاتِ پاک ٹو وریں ملکِ عرب کرو ظہور
 زان سب آمدہ قرآن بہ زبانِ عربی
 زجہ وہ حیرے سب کو کا ہے اے شاہِ اسماء سر بہ پا اُس کے رہا حیرِ فلک بھی ہر دم
 دلک افرواے ملائک ہے سوائے آدمؑ تسبیحِ خود بہ سبکِ کرم و بس مطلق
 زان کہ نسبت بہ سب کو ہے ثوابِ اولی
 فرقتِ زوے مقدس میں نہیں تابِ حیات زہرِ پی جاؤں پائیں جو ہے تابِ حیات
 محضِ وصلِ اقدس نہیں سیرابِ حیات ماہرہ نقشِ لبائیم ثوئی آبِ حیات
 لطف فرما کہ ز حدِ می گزردہ تھنہ لپی
 چشم ہے آپ سے اے شاہِ سرافرازِ نظر نظرِ لطف سے عضاوت پہ ہو بازِ نظر
 تا کریں خلدِ بریں پر بھی وہ بازِ نظر چشمِ رحمت پہ کشا سوسے من اندازِ نظر
 اے قریشی قصص، ہاشمی و مطلق! ہاشمی و مطلق!
 دردِ مصیباں سے ہے بے تابِ نہایتِ کفلی حکمتِ لطف سے اس درد کے ہو تم ساقی
 عازمِ درگاہِ کفلی ہے مثالِ کفلی سیدی اُنت جہی و طیب کفلی
 آمدہ سوسے تو قدسی ہے دریاں غلی

کاف فارسی کی ردیف

مطلع

مطلع، مخلص بہ اسم، کسی شاعرہ کے معنوی کا یہ کلام ایک مہربان کے ذریعے سے ہاتھ آیا، اور یہ کچھ

احوال نہ سکھا۔ اس ہم قیمت ست :

یقین کیجئے دولت سرا میں یار نہیں دلِ طہیدہ کو پہلو میں جو قرار نہیں
 نہج کو دیکھئے بوسہ میں آپ سے لوں گی میں آپ بھی تو اٹھاتی کسی کی عار نہیں
 بنایا مج کو زمانہ نے آغوشِ چو رنگ کیا ہے کون سایاروں نے مج پہ وار نہیں
 فلک زدہ جو ہے تکتا تو ان دنوں صاحب بغور ہم نے جو دیکھا کسی کی یار نہیں

مکوہر

مکوہر، مختص ہداسم۔ دراصل کامل کے کسی رسالہ اور کی بنی ہے۔ خدا معلوم کس سبب سے اپنے والدین سے ناراض ہو کر مہڑستان میں چلی آئی۔ لہذا حیانہ میں امیرانہ ہر اوقات کرتی ہے۔ قاری تو اس کی زبانِ مادری ہے، اردو میں یوں گوہر فشاں کرتی ہے :

عشق کیسا بلا ہوا صاحب! کس سے کہجئے یہ ماجرا صاحب!
 غیر اچھا ہے، ہو گا اپنے لیے ہم کو کہتے ہو کیوں بُرا صاحب!
 ستم کرا! جور کرا! ظلم و جفا کرا! پر اے عالم! کبھی مجھ سے ملا کرا!
 لجا کر، شرم کھا کر، کسماکس کر دیا بوسہ مگر کچھ منہ بنا کر
 ہارے دل میں ہے تصویرِ جاں (۷۷) جو چاہا دیکھ لی گردن جھکا کر (۷۸)
 بچل جائیں گے طفلِ اٹک میرے نہ حاصل ہو گا کچھ مج کو زلا کر

مکوہر

مکوہر مختص، اصل ہے بہانام، لکنو کی کسی کسی کے یہاں شعر میرے پاس آئے ہیں :

حسرت و یاس و اہم اور غم جھپائی ہے اپنی قسمت میں بھی ابھرن آرائی ہے
 تھا ابھی ذکرِ حصار کہ ابھی غم آئے میری تاثیر زباں کھینچ کے لے آئی ہے
 مردہ اے شوقِ ہم آغوش! کہ جا کے ہیں نصیب لے کے انگڑائی وہ کہتے ہیں کہ "نہید آئی ہے"

روح پیاسی گئی کس مست کی سے خانے سے سے اڑی جائے ہے ساقی! ترے پیمانے سے (۴۱)
راہ میں مل گیا بُست خانہ بھلے کو زہدا کب کو جا ہی چکا تھا ترے بہکانے سے

کیمی آرا (۴۲)

کیمی آرا، مخلص باہم، ساکن پیرائمنج واقعہ دہلی۔ فارسی خواں ہے۔ کو عام پیشہ کرتی ہے مگر
اپنے تئیں شذ اوئی بتاتی ہے۔ یہ شعر اُس کا لکھا گیا:
ہم نفیس ہیں وہ کہاں کوئی لکھنا نہ رہا یا ہمیں وہ نہ رہے یا وہ زمانہ نہ رہا

لام کی ردیف

لطیف

لطیف مخلص، لطیف التمام، عظیم آبادی کا اس زبان میں یہ کلام ہے جس کا ذکر خیر اسی
کتاب کے پہلے حصہ، یعنی مخلصی نلا میں لکھا گیا:

یہ طفل ایک مرے جس گمڑی چھلے ہیں تو پھر ہزار سنبھالو نہیں سنبھلتے ہیں ۴۳

یقین نہ والقیل پر کریں گے جو حیرے گیسو نہ دیکھ لیں گے
رہیں گے مصحف سے مل کر منکر جو حیرے زد کو نہ دیکھ لیں گے

لطیف

لطیف، یہ دوسری لطیف مزاج ہے جس کا نام اللہ جوائی اور پشند وطن ہے۔ ان دونوں یہ مقام
محبوب بازار علی گڑھ میں متمم ہے۔ دربار قیصری کی تقریب میں وارد دہلی ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ کسی
قدر حرف آشنا بھی ہے۔ یہ شعر اُس کا ہے:

آنے کا اُس پری کے مجھے اشتباہ ہے دروازے کی طرف مری ہر دم نگاہ ہے

لعن

لعن، سنہ ۱۸۵۷ع کے غزوے سے پہلے سہارن پور کی دو رنڈیاں لالہ (۳۳) اور خیر نامی وارردہ ملی ہوئیں جو گانے میں ابھی دست گاہ رکھتی تھیں۔ لالہ جملہ لالہ کے یہ دو شعر امیر خاں کو کہتے دہلوی نے، جو اُس وقت اُن کا گیت تھا، مجھے سنائے ہیں:

جلوہ گر جب سے ہوئی اُس خچہ دہن میں لالی شرم سے ٹھپ گئی مرجان کے بن میں لالی
بعد مشکیں میں پڑا شوخ کے وصلِ مرغِ موہاف آگلی نکس سے یاں ساپ کے من میں لالی

میم کی روئیف

ماہ

ماہِ قنصل کی دو عورتوں کا کلام ملا ہے۔ ایک کا نام بھلی بیگم تھا جو ولی کی خانگی تھی۔ طرزِ تحریر اُس کی یہ ہے:

ماہ کا بیدہ ہوا جاتا ہے ابرو دیکھ کر دیکھ لو! بن کر کے نکلا آج وہ شکلِ ہلال

ماہ

دوسری کا نام نامی اُس کے جہاں کی مانند پردہ عصمت ہی میں مستور رہا۔ لا، اس قدر مظلوم ہوا کہ اس ماہِ بگوتی نے اپنے ہر میاں غلام نصیر الدین صاحب عرف میاں کالے صاحب دہلوی (۳۴) مرحوم مخفون کی وفات کے تیس روز بعد رحلت فرمائی۔ لا، پوری دروازہ کے باہر خاص اپنے باغ میں مدفون ہوئی۔

اس قاضی نے ایک دیوانِ فارسی زبان میں، دوسرا اردو میں مرثیہ کیا تھا لیکن غزوے میں اُس

کا گل کلام برباد ہو گیا۔ اب یہ ہزار تجسس صرف ایک شعر مستزاد کا اُس کے ایک رشتہ دار نے اپنی یاد سے لکھوا دیا ہے۔ وہ ہوا لہذا:

ماہ کے دل میں جو ترانہ عشق محبت ہے یارا نہ مٹے گا وہ کبھی
باغِ جنت بھی کوئی دیوے تو درکار نہیں تیرے کوچے کے سوا

ماہ لقا

ماہ لقا نامی ایک روضی، طوائف، ملا زمانہ راجا چند دلال صاحب مرحوم مغفور کھتری
نائب ال ریاست حیدر آباد کن سے، صاحب دیوان تھی۔ [میں کہتا ہوں، یہ وہی چندا ہے جو پہلے لکھی گئی
ہے۔] (۲۲۳)

ایک روز راجا صاحب نے صبح کے وقت اُس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:۔
ہے جہن کہاں جب سے مری آنکھ لڑی ہے ملنے کی، فوجی! تو بتا کون گھڑی ہے؟
اس شوخ دیدہ و دوچمن دیدہ، حاضر جواب نے فوراً یہ شعر بدینہ موزوں کر سنایا:
پہلے ہی سے چلا کے مرے دل کو سلامت! اے نرباغ سحر چپ رہا ابھی رات بڑی ہے

مبارک

مبارک، آپ کا اسم مبارک نر اوق عصمت و حق عفت میں جلوہ نما ہے۔ آپ کی آل
مبارک سے ایک مبارک خال نے صرف یہی ایک مقطع مبارک سنایا اور فرمایا کہ ایک دفعہ جناب
مبارک نے ایک مکان خرید ا جس پر حق طبع والوں نے دجا کیا تو زبان مبارک سے ایک نزل موزوں
ہوئی جس کی اخیر بیت یہ ہے:

گھر لینا مبارک کو یا رب! یہ مبارک ہو! بے تادمہ لوگوں کو با حق کی جلن آتی ہے
یقین ہے کہ آپ نے شاہ نصیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ سخن کیا ہو۔

تصحیح: اس کتاب کے اول دفعہ طبع ہونے کے بعد تحقیق ہوا کہ آپ کا نام نامی مبارک الفسا

بیگم تھا۔ آپ شاہ نعم الدین صاحب صفیر مرحوم خلف شاہ نصیر صاحب مغفور کی زوجہ نامی تھیں۔ سنہ ۱۸۸۳ء تک آپ کی ذات مبارک سے کعبہ اللہ شریف کا کوئی فخرہ آباد ہے۔ گیارہ بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ آپ دہلی سے ہجرت کر گئی ہیں۔ بیش تر عارفانہ شعر موزوں فرماتی رہیں۔ یہ کلام ان کا اور ملا ہے:

مجھے کیا غنیمت ہو مبارک لون قیامت کے بکڑیوں کی میں گوشہ دامن خاتونِ جنت کا
غراب گور کی بختی الہی! کیوں کر جھیلوں میں؟ تھکا ہارا ہوا آیا ہوں میں پہلی ہی منزل کا (۱۳۳)

محبوب

محبوبِ تخلص، نواب محبوب محل بیگم صاحبہ، منکوحہ حضرت واجد علی شاہ صاحب بہادر کی یہ غزل سراپا سخن سے نقل کی جاتی ہے: (۱۳۵)

اُٹھا سکی نہ مصیبت فراق یار میں روح	نکل گئی جنِ لاغر سے انتظار میں روح
ہزار مرتبہ تجھ پر سے میں فدا کرتا	اگرچہ ہوتی مرے پیارے اختیار میں روح
جو آتا ہو تجھے مدِ نظر تو آ عالم!	نکل نہ جائے کہیں تیرے انتظار میں روح
نہ نکلی حسرت دل ایک بھی کہ موت آئی	ہمیشہ تر پے گی حیرے لیے حزار میں روح
غیب ہے گور کی تنگی سے کچھ ہمیں وحشت	رہے گی بعد فنا کے بھی کوئے یار میں روح
جو آئے نزع کے بھی وقت وہ سچ جمال	مرہیں ہجر کی آجائے جسم دار میں روح
ترے فراق میں ہیں زندگی گذرتی ہے	ہے کربِ قلب کو پیدے اور اضطراب میں روح
ہے آرزو ترے ہاتھوں سے قتل ہوں میں بھی	لگی ہوئی ہے تری تیغِ آب دار میں روح
اُسی کے حکم میں ہے موت و زندگی محبوب!	حقیقت ہے دلا و سید کردگار میں روح

حق

حقّی تخلص اور سلطان جہاں بیگم نام اس مرحومہ مغفورہ کا ہے جو صاحب عالم میرزا قادر بخش

صاحب صابر کی (جن کے نام نامی سے تذکرہ گلستانِ سخن ممتاز ہے) محفل خاص بااختصاص تھی۔ اگرچہ بیگم صاحبہ کا کلام بہت کچھ ہے مگر مجھے ایک شذائے دلا جانہ نے یہی دو شعر عطا فرمائے ہیں:

لو حاتمے کے بیکس خفگانِ خاک شراب قسم خدا کی حسس کو بڑا صواب ہوا

خدا جانے کیا بات ہے اُس میں مغلّی ! کہ اس ظلم پر جی کو بھاتا بہت ہے

مشتہری

مشتہری تخلص ہے اُس زہرہ جبین کا جس کا مشتہری ہر ایک عطار و نضال ہے مگر قرنِ جان اُس کا نام ہے، شہرِ لکھنؤ کے چوک میں اس کا جائے قیام ہے۔ یہ لولی لکھنوی بھی مثل اپنی (بین از ہرہ کے) آغا حس صاحب کی شاگردی پر تازاں ہے، ہر طرح سے شاداں و فرحاں ہے۔

کوان دونوں رنڑیوں پر ہر طرف سے بوجھاؤ رہتی ہے، پر اُن کی طرف سے بھی گوہار رہتی ہے، چاہاں چاہیک اخبار میں شفی کنیش داس صاحب لائق سابق ملازم راج پٹیلہ کے نام نامی سے ایک غزل دیکھی گئی جس میں یہ شعر بھی تھے:

ہم رہ چکے جس زہرہ جبین کے ہیں مشتہری خوبیوں سے یوں بھرا ہوا گو لکھنؤ تو ہو
شاگرد جس زہرہ ہو یا ہودے مشتہری لکھے اک اس زمیں میں غزلِ دو بد تو ہو

مگر دریں دلا، ایک خط اُن کی طرف سے بہ اسمِ گرامی میاں داد خاں صاحب ستار صاحب لطائفِ حبسی جو مشتہر ہوا تھا، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب کچھ یہ کج رفتاریں دواور راست پر آگئی ہیں جو ایسی ملامت با تمیں بناد ہی ہیں۔

اب بندہ ان جھگڑوں کو چھوڑ کر مشتہری کی وہ غزل لکھتا ہے جو خاص اس تذکرہ کے واسطے پہنچائی ڈاک آئی ہے:

پہلو میں تھاما دل ناخدا نہیں ہے ویرانہ تنِ ہجر میں آہا نہیں ہے
کانی ہے رگ جاں کے لیے نشترِ مڑگاں عاشق کو ترے حاجتِ فضا نہیں ہے
کس وعدہ فراموش کو دل دے دیا ہم نے اللہ رے لسیاں کہ ڈرا یاد نہیں ہے

کاشانہ دل میں ہے کہاں ساقی سے کش؟
 کافی ہے ترا حلقہ گیسو عوض طوق
 وہ سبز قدم ہے یہ مبارک ہے سراپا
 اے طاہر جاں! پھیر سے کراں میں بسیرا
 شاید کسی محروم کا ہے آبلہ دل
 اے ہانی بے داد! کچھ انصاف بھی ہے شرط
 وہ دشت میں تھا، میں صلیب گرد جہاں میں
 وہاں حسن خدا داو ہے، یاں عشق خدا داو
 فرماتے ہیں وہ سن کے مرا شکوہ فرقت
 کھینچے سر نہ زلف بے تاب کا نقشہ
 کس سے کہوں کو غم و وحشت کی میں افتاد
 اس صفوہ دل پہ ہے تری آنکھ کا نقشہ
 کہنے کو تو سب کہتے ہیں اے مستری! اشعار
 شیشے میں ہمارے وہ پری زاد نہیں ہے
 گردن مری منت کش حذ او نہیں ہے
 قامت کے مقابل ترے شمشاد نہیں ہے
 یہ خانہ تن، خانہ صناد نہیں ہے
 یہ کنید چرخ ستم ایجاد نہیں ہے
 یہ جان حزیں قابل بے داد نہیں ہے
 بھٹوں میرا شاگرد ہے، استاد نہیں ہے
 کم آن سے کبھی عاشق ناشاد نہیں ہے
 سرکار میں شغولی فریاد نہیں ہے
 تابِ حکم مانی و بہزاد نہیں ہے
 افسوس! کہ بھٹوں نہیں، فریاد نہیں ہے
 مجھے ظہری جس کو یہ وہ صاد نہیں ہے
 لیکن کوئی اب جس سا استاد نہیں ہے

ممشوق

ممشوق مخلص ہے، حیدری خانم فیض آبادی کا جس کا صرف ایک شعر پسندیا کہ مخلص سے پاپے:
 چن کھا کر جو کہیں تھوک دیا اُس گل نے رھک پا قوت ہے بارخ کے نکھر مہر

مغل

مغل مخلص، ریا جان نام مشہور پہ مغل جان ہستا امیر تیم، کا ہے (جو چنڈت گلاب نگلے
 کشمیری کے گھر میں تھی اور اس کی وفات کے بعد ساری عمر تائب رہی۔ اس عورت کے چنڈت مسطور
 سے، جو مرتے وقت کلہ پڑھ کر مد فون ہوا، چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ازاں جملہ یہ مغل اُس

کی پیٹ پوچھن ہے۔)

ایک بہن اُس کی معروف پینیم جان، جو سید امیر صاحب خوش نویس دہلوی عرف میر پنچہ کش کے کمر میں پڑ گئی تھی اور بعدِ وفات سید مرحوم، غدری کے زمانہ میں رحلت کر گئی۔ اس کی بیٹی ولایت نامی تاجپے میں خوب متعلق ہوئی مگر مسکرات کی عادی ہو کر ڈبل و خوار رہی۔ اب اُس کی لڑکی کہہ نامی، عفتولہا جوانی میں تعلیم پا رہی ہے۔ دوسری ایک نواب زادہ دہلوی منغل بچے کے نکاح میں رونق افروز نام پور ہے اور اُن کا نسب بلند ماوری بھی منغلوں ہی سے ملتا ہے۔ صرف امیر بیگم ہی گردشِ زمانہ سے چنڈت کے ہاتھ آ گئی تھی مگر بعد [میں] تو یہ خانگیوں کا ڈایا خوب مشہور ہوا، تاجپے گانے کا بھی چرچا بکھل گیا۔ اہلی دلی پہاڑی پر ایک مکان رفیع الطاقن بخالیا، رحمد اور پاکلی خریدی، سب طرح کی ناموری حاصل کی۔

تیسری عمدہ جان ہے نامی جو میرے ایک حمایت فرما سے آشنائی رکھتی تھی، اپنی جوانی کے زمانے میں اچھا گاتی تھی۔ اب اپنی لڑکی زہرہ ہے نامی عرف محبوبین کو تعلیم دلوا رہی ہے۔ (اور ہاں، یہ نو خیز کچھ ناری بھی پڑھتی ہے، چنانچہ آج کل گلستان کا سبق لیتی ہے اور گاتی بھی مزے سے ہے۔ ”ہونہار بردا کے پچھے پچھنے پات۔“)

الغرض، یہ منغل خانگی کہلاتی ہے۔ اُس نے پچھلے عام کو طرح دے، تاج بھرے کو سلام کر، فقط ستار ہاتھ میں لے، اپنے خواہندہ کا پہلو برسوں گرم کیا، اور کسی سے کچھ سر دکار نہ رکھا، مگر سنہ ۱۸۷۷ء کے شروع سے وہ بھی کسی سبب سے کنارہ کر گیا تو یہ ثابت قدم روزہ نماز کی پابند ہوئی، مسکرات و منہیات سے، سوائے زردے کے سب ترک کر بیٹھی۔ ہاں، وہ وفا شعار بھی اس قدر سلوک کرتا ہے رہتا ہے کہ اُس کے کھانے پینے کو کافی ہوتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہے۔ اپنے لواحقوں کے شامل، گزارہ کر رہی ہے۔ اللہ جل شانہ اس نیک فیتی کا اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

بہر کیف، یہ دو تین غزلیں اُس کے نام کی ہیں:

بہت ہو تیری مجھے بعد از فنا تھی، میں نہ تھا روح میری طالع قبلہ فنا تھی، میں نہ تھا

نقشِ خوں آلودہ میری کیوں نہیں کی پامال
میرے ہوتے غیر کو ٹوٹنے بلایا کس لیے؟
جب کہ اُس قاتل نے قتلِ عام پر ہانگی کر
برگِ پان و ہار گل تھے اور سے وہ جام و گزک
ذلف کے بوسے پہ باقی مجھ پہ برہم ہو گئے
شارخِ گلِ گلشن میں اُس پر اس طرح دوڑائے ہاتھ
پانو گنتے کو ترے کیا بس حنا تھی، میں نہ تھا
اویٹ کا فرا یہ کیا طرزِ جھانسی؟ میں نہ تھا
واسے ناکامی کہ وہاں خلقِ خدا تھی، میں نہ تھا
سب طرح کی اُس کی محفل میں فضا تھی، میں نہ تھا
یہ دلِ سوداگی کی پیارے! خطا تھی، میں نہ تھا
اے مغل اکیا بھیجے، اُس گُل کا ساتھی میں نہ تھا
غزلِ دیگر

حالِ دل کا کروں جو کچھ اعتبار
لیک ہے نمبرِ خامشی لب پر
ہے توقع یہ اپنے تالوں سے
دیکھیے کب گُدا ملاتا ہے؟
رات دن اے مغل! تصور میں
واجبِ الزم سمجھے وہ دل دار
چُپکا بیٹھا ہوں مثلِ نقشِ چدار
جلد ہوں سینے بڑو کے پار
یار کو یار سے دوبارہ یارا
مثلِ بھل رہوں ہوں زار زار
دیکر

بے وفائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
عمرِ اُلفت کی احتیاج ہے کہاں؟
بے وفاؤں سے کیا وفا ہو گی؟
خاہری زہد کو بھی دیکھ لیا
ہے حیا دین و دنیا کی زینت
کیوں جلاتا ہے اور مارتا ہے
دستِ نازک کا کچھ خیال تو رکھا
باز آ علم سے ٹو حیا طمن!
وہ گُدا ہے تو اُس کو ہونے دے
خود نمائی نہ کرا گُدا سے ڈرا^{۵۵}
آشنائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
آشنائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
پارسائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
بے حیائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
مُت! گُدائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
یوں لکائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
یہ سلائی نہ کرا گُدا سے ڈرا
ٹو بھائی نہ کرا گُدا سے ڈرا

مٹوں سے مٹا رہا ہے وہ اب ڈھٹائی نہ کرا خدا سے ڈرا
ہے مقل رات دن ترے قرباں اب خدائی نہ کرا خدا سے ڈرا

مور

مور تخلص ہے، مور بخش نام، بکھنوی، مقیم حال جو ناگذاہ کار۔ سنا ہے کرا جھے شعر کہتی ہے
لیکن اس کا کام ہاتھ نہیں آیا۔ صرف ایک مصرع سنا گیا ہے جو اس نے اپنے نام کے گچ میں کہا ہے۔
وہی لکھا جاتا ہے۔ اور کچھ احوال اس کا در یافت نہیں ہوا :

یا الہی! دلِ مور بخش!

منو

منو تخلص ہے، منو جان نام، سکڑ کر نال کا جو موزوں طبیعت سے بھی بھی شعر موزوں
کرتی ہے :

ٹوٹے کر دیکھا ہر اک سے بُج رہا! اغلاص جب ہوا نقش ترے دل پہ ہمارا اغلاص

شم سنو یا مت سنو اے جانِ من! پر دُعا ہر صُبح دے جاتے ہیں ہم

مہتاب

مہتاب، تخلص بہ اسم۔ کسی بریلوی عورت ہا زاری کا یہ شعر نگاہ سے گزرا ہے:
دل اٹھاتا ہے مرا جو د جھکا کیا کیا کچھ آہا کرتا ہے وہ عیار دغا کیا کیا کچھ

مہر

مہر تخلص، مہنا جان نام عرف کالی، سکڑ کر نال کے یہ شعر دست یاب ہوئے ہیں :

وقت نزع ہائیں پر سرے آئے تو کیا آئے دم آخر جو تم کو ایک دم دیکھا تو کیا دیکھا
یوں چمکتا داغ جہراں تہر کے سید میں ہے جس طرح فانوس میں ہو زیرِ ہیرا من چراغ
ہم کو سینے سے لگاتا چاہے غیر کی چھاتی جلاتا چاہے

نون کی روئیف

تاز

تاز— اس شخص کی چار نازنیوں کا کلام ملا ہے جو بے کم و کاست لکھا گیا ہے۔
اول: بے جان نازی شلہ بازار کی طرح آبادی، یوں مترنم ہے:
ڈہرہ جلا نہیں لینے لگی آسمان پر توڑا لیا جو تاج میں اُس نے اٹھا کے ہاتھ

تاز

دوی: دلی والی گمانی غلام کی بیٹی، بنام کبھی آرا بیگم (۱۹۷۷ء) ہے جو نہایت شوخ مزاج، بڑی
چالاک، زبان دراز، چال باز، چلتی اوزار، رنڈیوں میں مشہور روزگار ہے۔ اُس نے دلی کے ایک
ریکس کی بھوبھی ناموزوں، موزوں کی تھی۔ یہ عورت کبھی کسی کے گھر میں بیٹھ جاتی ہے، کبھی پیچھے پر کر
باندھتی ہے۔

سنہ ۱۸۷۷ء کے شروع میں یہ شاعرہ بے پور چلی گئی۔ وہاں سے اُس کے کچھ شعر لالہ کھنیا
لال صاحب دکنی صاحب جواب الجواب تذکرہ گلشنِ صحر، لائے۔ کچھ پہلے میرے ہاتھ آئے
تھے۔ وہ سب تذرا صاحب ہیں:

وصالِ یار کا سماں جہاں بنا بگڑا ہمارا کام یوں ہی ہر زماں بنا بگڑا

ہمارے پاؤں کے ناخن کی ہم سری نہ ہوئی لال لاکھ سر آساں بنا بگڑا

ہمارے سین لکھنے پر ہزاروں صاد کرتے ہیں یہاں کی عین حمایت ہے کرم اجاڑ کرتے ہیں (۱۳۸)

مٹ تو اتر اٹھے جفا کر کے ہم نے مارا نہ دم دقا کر کے
ہم نے دکھا دیا کمال عشق ابتدا ہی میں اچھا کر کے

غلط فہمی ہے اپنی، آپ کو ہم بادشاہ ہے بڑا دھوکا ہوا نا آشنا کو آشنا کہے
مرا دل ڈلف کو زنجیر یا دام بلا کہے ہزاروں بچا ہوں جس میں اُسے انسان کیا کہے
حصیں ہم دوست کہے دوست کو نا آشنا کہے ہی بدامن تھے صاحب اجڑم کہے، بچا کہے (۱۳۹)

تاز

سوی: ایک شہزادی تیموریہ خاندان کی، پیر و مذہب امامیہ، دہلی میں عمر رسیدہ موجود
ہے۔ ندرت سے پہلے جوانی کی ترنگ میں شعر کہتی تھی۔ اب جو دو چار یاد تھے، خود لکھوا دیے ہیں اور
وہ یہ ہیں:

شور ہے اس کی بے وفائی کا بس نہیں چلا دھان رسائی کا
دام ڈلب سیاہ اس کی سے نہ بنا کوئی ڈھب رہائی کا
کر غلامی غلی کی ٹو، اے تارا ہے اگر دھیان بادشاہی کا

مجھ سے روٹھا وہ بار جاتی ہے جان جانے کی یہ نکلتی ہے

تاز

چھاری: امیر جان بچ گوہر جان بگھنوی کی یہ غزل موصول ہوئی ہے:
اپنے پہلو میں جگہ دی سر مفضل گنج کو دل دہی پارنے کی دیکھ کے بے دل گنج کو

کفج یار سے بس ہو گا یہ حاصل بچ کو
 لے گیا بام پہ وہ حور شاکل بچ کو
 کر کے مخی کلبہ ناز سے بسمل بچ کو
 جس کا دیوانہ و سرگشتہ پھرا کرتا ہوں
 اور مہماں ہوں کوئی دم کا ذرا ٹھیرد تو
 بدگماں ہو تو قسم کھانے کو میں حاضر ہوں
 ہجر میں اُس بیچ خوبی کے ہوا یہ نقشہ
 سبب گریہ میں اُس حشر کرم سے کہتا
 گرمیاں یار نے کہیں غیر سے میرے آگے
 چشمِ احباب میں افزوں مری عزت ہو جائے (۳۸)
 تالہ و آہ و بکا، کاہشِ دل، داغِ جگر
 زُلبِ بڑ بچہ کا دیوانہ سمجھ کر حذار
 اور بھی بعد فنا مرحہء عالی ہو
 قیس کی شکل سے جتنوں کسی لیلیٰ کا نہیں
 نازِ احباب کی خاطر سے کہی میں نے غزل

نازک

نازک مخفص، زینتِ چان نام ایک عورت اسی شہر کی، نزاکت فروشِ پارسی، سنہ ۱۸۴۷ء
 میں موجود تھی جس کا یہ کلام ہے۔ مطلب ہے کرابِ رحلت کر گئی ہو:

یاد آتی ہے اُن آنکھوں میں آدہ و نشہ کی ساقی کے گل رنگ سے جب جامِ بھرے ہے
 ہے تالہ و زاری کا سرے شور فلک تک پر وہ نہت گلِ فام کوئی کان دھرے ہے

تازک

تازک، یہ دوسری تازک انعام، سیہ نام، فتن جان نام، خوش خرام، شیریں کلام ہے، جو میرزا شاہ رخ بہادر مرحوم کی کائناتوں میں تھی۔ وہاں سے امام خاں گوپنے کے ذریعہ سے متا جان والدہ فتن جان رقا صہ متوفی کے ذریعے میں آئی اور تاجپے گانے میں مشہور ہوئی۔

یہ شاعر واکثر لکھنؤ کے ڈھنگ برتنی ہے۔ مثنوی بہادر عشق کو بہت ہی مزے سے پڑھتی ہے، اور اس مسدسی کو خوب ہی ادا کرتی ہے:۔

مشہور ہے کہ تھا کوئی ایک خواجہ مصطفیٰ الب

چال باز بھی ایسی ہی بنی کہ اپنا طافی نہ دکھا۔ سنا ہے کہ اس نے کبھی تماش بین کو فرجی چکا کر نہیں دکھا مگر دو چار روز کے بعد اس پر وہ چچر دکھا کہ سر نہ اٹھا سکا۔ جو اس کے پیچہ میں پھنسا، اس کے جھٹکے بھوت گئے۔ اس آفت جہاں کی بدولت ایک دو بے چارے مارے بھی گئے۔ بعض اس کی لکھنؤ سہارے گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس بہرہ بین نے بناری شزاوی کا بیٹا بنایا اور دلی کے ایک رئیس زادہ ہندو کو، جو رٹ پوں سے متفر اور چھانلوں کی طرف مائل رہتا تھا، دام تزویر میں پھنسایا۔ اب تو پوچھا رہا ہو گئے، ہزاروں کے دارے بنارے ہو گئے۔ ہفتہ عشرہ میں خود ہی راز فاش کر دیا، اس سادہ لوح کو بچھا دیا۔ باوجود ایسی چالاکیوں کے یہ دل نرہ، دل فریب اپنے آشاؤں کی ایسی خاطر مدارات کرتی ہے کہ جس کی نظیر میں نے اور کوئی نہیں سنی۔

غرض یہ کہ اس زمانہ میں یہ پوری نہ سوا ہے۔ یہ مثل شاید اسی کے واسطے درست ہے:

”آن سے مارے، اتان سے مارے، ہران سے مارے، جان سے مارے“

مہاراجا شودان سنگھ بہادر مرحوم مغفور والی آلہ کے لڑکا پیدا ہوا تو اس مقامہ نے بھی جاکر بھرا کیا اور اپنی چرب زبانی و شیریں گلای سے مہاراجا صاحب کو ایسا مائل کیا کہ ہر روز کی حاضری کا حکم لیا۔ وقت خواب مر سے تک مثنوی سناتی رہتی تھی، یوں مثنویوں کو لہجائی رہتی تھی۔ وہیں چند اشعار، جلسہ مذکور کے بیان میں سوزوں کر سنائے۔ مجملہ اُن کے چار شعر مجھے بھی لکھوائے ہیں مگر اب تو یہ مثل ہے کہ ”نو سوچو ہے کما کے تلی جج کو چلی“، یعنی منوعات شرعی سے توپ کر ایک مسلمان

کو گھیر لیا ہے۔ گو بظاہر نکاح نہیں کیا لیکن نکاح کی شرطیں پوری کر رہی ہے۔ مسئلہ مسائل کی کتاب میں بھی پڑھ رہی ہے۔ کلام اللہ بھی پڑھی ہوئی ہے۔ کسی قدر زبان فارسی سے بھی آشنا ہے۔

الحقیر، یہ شعر اس کے ہیں جو اس نے خود لکھوا دیے ہیں:

کہتا ہوں میں خدا سے پیاب ما جزاے دل	ایسا نہ ہو کہ میرا کسی بُت پر آئے دل
ڈرتے رہو خدا سے بُجو! غلم مت کرو!	ایسا نہ ہو کہ شمع کو کوئی دے سزاے دل
بس چاہئے یہاں سے اندہ باتیں بتائیے!	تکوں سے غل کے بھٹکے جو ایسا ستائے دل
تازک! شب فراق میں اتنا نہ رویے!	اشکوں کی جانگل نہ پڑیں لخت ہاے دل

جلوہ گری سے رونق پر یہ جلسہ وہ لا جانی ہے
کوئی ہستی اوز سے چار کوئی دو شالہ سُری سر (۳۳)
آج ہے یاس مقدہ کشاکش لُجہ جگر کی سال گرہ (۳۴)
بزم طرب آراستہ یہ کیا قاعدہ اور آداب سے ہے
پتھر میں ہے جس سے تھک ہر اختر کو حیرانی ہے
سُرخ کسی کا جوڑا ہے، پوشاک کسی کی دھانی ہے
ہو گئی جس کے باعث سے دل بتوں کی آسانی ہے
والی اُلو رکا ہے ستلور باری بھی سلطانِ ہے (۳۵)

منجھن

منجھن، اس شخص کی ایک عورت کا کلام ایک عنایت فرمانے عنایت فرمایا، اور کچھ حال

نہ بتایا:

چشم بددورا گر بھی ہے آنکھ دل جگر نہیں تو دونوں کھو بیٹھی
ہو گئی وہ جہاں میں وہ بھی غنی نکلیے کر کر خدا پہ جو بیٹھی

منجھن

منجھن، مقتضی پر ہم۔ دہلی کے اردو بازار کی رونق انگیز تھی، جس کی گفت و شنید و محبت، مثل کہ پھل آ میز تھی۔ سنا ہے کہ اس نے ایک غزل پان کے سلازے پر لکھی تھی، جس کا ایک شعر کسی مہربان نے سنا یا، وہ ہی درج اور باقی ہوا:

ننگ دیکھو، بعد مرگ مرے انتظار کو نرمس نے چھالیا ہے ہمارے حزار کو

نزاکت

نزاکت اس موزوں تخلص کی صدق تین نزاکت شعاردوں کی حقیقت اس جگہ اپنی نزاکت ظاہری و باطنی سے جلوہ گری کرتی ہے۔

اقول: وہ نزاکت تخلص، رمجودام، نارنول کی نوب بازاری، ستم شعاری ہے جو شیفتہ مرحوم، صاحب گلشن بے خطر کی دوست داری سے شاعری میں نام پا گئی۔ انجام کار حضرت سلطان جی صاحب کے قدموں میں جا مدفون ہوئی اور جنگلہادی اس کی دوسری بہن، میر حرم علی خاں کار عبدالج فوجداری کے گھر میں پڑ گئی تھی۔

یہ دونوں خانگیباں یکساں زمانہ مشہور تھیں۔ چرخدالوں میں ان کا مکان عالی شان اب تک موجود ہے جس کو لالہ محمد منیر نرائن صاحب ساہوکار کھتری اور حکیم احسن اللہ خاں صاحب بہادر مرحومین مرۃ بعد از مرۃ خرید فرما کر اپنے اپنے تحت و تصرف میں لائے گئے ہیں اور غدر کے بعد ایک برج اسکول بھی اس میں جاری ہوا تھا۔ اب اس کی محفل ایک مشن اسکول کی شاخ ہے۔

الحاصل، رمجودام کا یہ کلام ہے:

بس کہ رہتا ہے یار آنکھوں میں ہے نظر بے قرار آنکھوں میں
محل لعل رخس میں وہ لعل زد لے گیا دل ہزار آنکھوں میں
سرمۂ خاک پا عنائت ہوا آ گیا ہے غبار آنکھوں میں
یاد آئے کمر جو گلشن میں ہو رگ لعل بھی خار آنکھوں میں

کیسے جو رقیبوں کی برائی تو کہے وہ ”ہے وہ ہی وفادار جوانیوں سے نہا ہے“

ہذا ہے خون دل مرے قدم تک جا بجا میرے بنایا ہے مجھے گویا کہ خاک کوے قاتل سے

کہتا ہے ”آپ کی بھی ہے کیا عاشقی غلط“ مگر کہے حیرے عہد میں الفت نہیں رہی

کیوں نہیں تریاں ہوں جب وہ کہے ہے ہارے (۳۳۲) ”ہم کو جفا کا شوق ہے، اہل وفا کون ہے؟“

مرے شوق پہاں کی تاثیر دیکھو کہ دل دار بھی دل ربا جاتا ہے
نراکت ہوں پر ناقابلِ محبت لطیف مرے نام کا جاتا ہے

نامضیٰ اور اے بُت بے دار گرا ایسی؟ چاہت تری غیروں کو بھی ہوگی مگر ایسی؟
کہتے ہو علاج آپ کریں گے خفگان کا جی کا ہے کو خیرے کا سُٹائی اگر ایسی
حراں ہے اگر چاہ کی تقدیر تو عالم! تقصیر نہ ہو گی کبھی بار دگر ایسی
ہم بڑی دشمن کو چھپاتا ہے ٹو کا صدا کہتا ہے کسی سے کوئی ناداں! خبر ایسی

کھلائے ہے کمری کی نگہ سے وہ گلِ انعام (۳۳۵) اللہ! یہ کیا لطف کی نازک بدنی ہے

نراکت

دوم: وہ نراکت حلقص، کند و نام، دہشِ مینسی ہے جو خوش حالی والی دلی کی بختی، مشہور ڈیرا دار ہے اور بالفضل ہے ہار میں اقامت گزیر ہے۔ گو ناخواندہ ہے مگر طبیعت موزوں رکھتی ہے۔ ستار خوب بھاتی ہے۔ میر و ابد علی کھنوی شگفتہ معجم ہے پودے مشہور بختی ہے۔ یہ شعر اس کی زبان کی لکھے گئے:

ہللی زار ہوں تو تیرا ہوں میں گرفتار ہوں تو تیرا ہوں
ان فرشتوں کو واسطہ مجھ سے میں گنہ گار ہوں تو تیرا ہوں
غواہشِ دین نہ کام دُنیا سے میں طلب گار ہوں تو تیرا ہوں
ہوں نہ اچھا کبھی سبھا سے میں جو پیار ہوں تو تیرا ہوں
سجدہ کروا نہ خیر کے آگے بندہ، اے یار! ہوں تو تیرا ہوں

ہمیں غیروں سے بھڑکاتے ہیں آپ آرام کرتے ہیں کسی کے کام سے کیا کام ہم اپنا کام کرتے ہیں اکندہ
نہ پور رخ کا دیتے ہیں، نہ گیسو چھونے دیتے ہیں یوں ہی اک عمر گزری ہے کہ صبح و شام کرتے ہیں

ہوئے دو چار خوں گر ناگہانی سے جب کیا ہے؟ وہ جب ہندی لگاتے ہیں تو قبل عام کرتے ہیں
 جگانا ہے انھیں تا صبح اک دن وصل کی شب میں ابھی سونے والا اگر طالع مرے آرام کرتے ہیں (۱۳۶)
 حسیب: اس شاعرہ کے کلام پر بعض جاسر قہ کا احوال کرتے ہیں مگر میں نے جس طرح اس
 کے منہ سے سنا، لکھ دیا۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں یہ شاعرہ پیارہ اپنا سجادہ کرنے وار دودھلی ہوئی تھی اور ریوڑی
 والا کمرہ میں ٹھہری تھی۔ اس وقت میں خود اس سے ملا تھا۔

نزاکت

سوم، وہ نزاکت تخلص کی محبوبہ، بازاری، مقیمہ، بمبئی ہے جس نے ایک رقعہ نثر کا مع غزل،
 لایا، اسی زہرہ مشتری کی کھنوی کے، مشتہر کیا تھا۔ میں نے طویل فصول سمجھ کر اسے قلم انداز کیا، صرف
 غزل کو لکھ لیا۔ دہوا لگا:

نہیں مگر ترے در پہ جانے کے قابل	یہ قسمت ہے کس کام آنے کے قابل
جسے دیکھیے بے وفا، تنگ دل ہے	نہیں منت کوئی دل لگانے کے قابل
کہیں کیا کیا شغف نے کام اپنا	نہیں ہم رہے لب بلانے کے قابل
کیا عشق نے ہم کو بدنام سب میں	کہاں اب رہے منہ دکھانے کے قابل
اسی سے ہے درد و اَلَم عاشقوں کو	یہ ہے نقشِ اَلقت مٹانے کے قابل
عجب کیا، کششِ دل کی اس سے ملاوے	کہ ہے اس میں طاقت ملانے کے قابل
عبث ایک بے درد سے دل لگا کے	ہوئے ہم غم و غصہ کھانے کے قابل
عجب دور آیا ہے نا قابلوں کا	فلک! جی کہاں وہ زمانے کے قابل؟
اگر بزم میں ہو نہ ساقی نزاکت!	تو پھر سے نہیں منہ لگانے کے قابل

نسائی

نسائی، سنا ہے کہ اس تخلص کی کوئی عصمت چٹا لکھنؤ میں یوں لب کشا ہے:

کیا کہیں غم سے ہم کہ کیا ہیں ہم پاک دامن ہیں، پارسا ہیں ہم

نظیر

نظیر، مختص بہم، کسی شاعر کا یہ مطلع گوش آتا ہے:

جو ٹو اغیار کے پہلو میں میاں ا رہتا ہے رنج کو تہائی میں پہروں خفقاں رہتا ہے

نورن

نورن نامی کسی فرخ آبادی عورت کا یہ شعر ہاتھ آیا ہے:

بادا تھا تیری ذلف نے کل جس کو گل بدن! بارغ جہاں سے آج وہ پیار اٹھ گیا

واوکی ردیف

دوڑی

دوڑی، ہم مختص وہم نام کسی عورت خیر آبادی، ماہرہ بازاری کا یہ کلام ہے:

کسی پردہ دار کا غم جو نہ پردہ دار ہوتا تو نہ استخواس میں ہرگز میرے غبار ہوتا
یہ غضب نہیں تو کیا ہے! کہ جن ہے اور گھٹا ہے یہ وہ وقت ہے کہ جام بے تاب و یار ہوتا
نہیں جب ثبات دنیا تو مجھے ترا گلہ کیا مرے ساتھ عہد کیوں کر ترا استوار ہوتا
تجے کب غمور کہتا کوئی اے کریم و رام! کسے بخفا؟ جو کوئی نہ گناہ گار ہوتا

ولاچی

ولاچی مختص شاید کسی شہزادی تیمور یہ کا ہو جس کے نام سے غداری ہوئی نہایت مشہور ہوئی

تھی جس کا مقطع یہ ہے:

چودہ کا وہ سال، مہینا ماہ کا، سن لو بھائی! روزِ جمعہ کا تھا زوجِ تھی، ولایتی بیگم نے ہوئی گائی
سمت ۱۹۱۴ کری دونوں کی بڑائی ہند میں کیسی ہوئی چائی

ہا ہوز کی روئیف

ہوئی

ہوئی تخلص، کسی مجبول الحال کی یہ مثال ہے:

عمر انساں جس قدر بڑھ جائے ہے اتنی ہی دیکھو ہوں ہو جائے ہے

یامشاۃ تختانی کی روئیف

یاد

یاد تخلص کسی شزاوی دہلوی کا ہے جو میرے ایک مہربان سے رہا ضبط رکھتی تھی اور انھیں
سے شعری اصلاح لیتی تھی۔ انھوں نے اس کی تاریخ وفات میں موزوں فرمائی ہے:

لہ میں یاد نے جب منہ چھپایا رہا ہے کثرتِ فہم سے کسے ہوش
کہو تاریخ اُس کی کون کہوے؟ ہوئی جو یاد اب از خود فراموش

[۱۲۹۳ھ [مطابق ۱۸۷۶ء]

الفرض، اگرچہ یاد مرحومہ سے بہت سا کلام یادگار ہے مگر ایک قطعہ، جو اس نے اپنی نزع کی
حالت میں کہا تھا، یہ نظر یادگاری درج ہوتا ہے۔ وہ ہوا ہذا:

مٹ لکڑ دریاں ہے اے اقربا کہ اب یاد تو یاں سے چلنے کو ہے

سر انجامِ حُسن و کفن کر رکھو! جن زار سے جاں نکلنے کو ہے

پاس

پاسِ تحفص ہے آفتابِ بیگم کا جو فیض آباد میں اپنی نازک خیالی کو ظاہر کر رہی ہے:

اُڑنے وہ غنچیر بادِ شوق میں بے پر لگا حیرتِ جوا جس کسی کے اے پری بیکرا لگا
کیا خبر سودائیوں کو موسمِ ٹھل کی ہوئی میری ٹوہت پر برسے رات دن "خمر" لگا
اب بھی گرا آتا ہے تو جلدی سے آئیے خبر لے سیگا! اب تو دم آنے مرے لب پر لگا

حال حیرے زار کا نوحہ دگر ہونے لگا جاں بلب عاشقِ ترا اے ہم برا ہونے لگا

پاسن

پاسنِ تحفص کی چنبیلی مائی، انشا اللہ خاں صاحبِ مرحوم کی کنیز یا تمیز تھی۔ ڈہو پار سائی کے سبب نکاح کرنے سے بھی معذور تھی مگر کہتے ہیں کہ انتہائی پر حکیم شرع اُس کا نکاح کر دی دیا۔ پس، یہ پاک و امنہ تیسرے ہی روز رحلت کر گئی۔ واللہ اعلم کہ اس میں کیا اسرار تھا۔

الغرض، یہ کلام اُس کا یادگار رہ گیا :

گردشِ بخت سے بھر ہوں دو چار دیکھ ترا راہِ گزرد یاد آیا (۲۳۷)
یاد آیا مجھے گھر دیکھ کے دشت دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
سُرمہ کھلویا خوشی نے مجھے وہ جو منظورِ نظر یاد آیا

صبر جاتا رہا قرار کے ساتھ پر مرے دل سے جان ٹو نہ گیا
دھڑ ز ز سے رات صحبت تھی شیخ جی کا گھر دھو نہ گیا

یا سیمین

یا سیمین تخلص اور تو من نام سے کسی سہارن پوری شاعرہ کی غزلیں ہر دم سخن اور گلستا سخن میں طبع ہوئی ہیں جن کے مطلب یہ ہیں:

کام آخر ہو چکا، کہ دو ترے پیار کا ہے فقط مشتاق اب وہ شربت دیدار کا
کون سے دن رکھنے پہا، چارہ گر آتے نہیں پر یہ بھرنے میں مرے زخم جگر آتے نہیں
طلح سرشک رونے پہ جس دم بھل گئے چشموں سے ایک آن میں دیا اٹل گئے

لا اظم

شعر لا اظم کی نسبت سنا ہے کہ کسی عورت کا کلام ہے:
زہ رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

خاتمہ الکتاب

الحمد لله والمنة کہ یہ گلستا سرشک دو صد بہار، ہائزراں زیب و زینت، حسب تمنا کے
اجامہ خرب ہوا۔ جو کہ اس میں مستورات کی خیال بندیاں ہیں، اس کا نام تاریخی مراثی خیمہ
(۱۳۹۲ھ - مطابق ۱۸۷۵ء) رکھا گیا۔

یا الہی! یہ کل نو گشت اپنی شمعِ حنبریز (۲۳۸)، غیرت افزاے و من بوے پرویز سے عالم کے
دماغ کو تازگی بخشے اور آئینہ جہاں کے دل صفا منزل کو تعلیم نسواں پر نائل کرے!
آمین! یا رب العالمین!

”چمن انداز“ کا ضخیمہ

”چمن انداز“ کا ضمیمہ

جوز ۱۸۸۳ء مطابق سنہ ۱۳۰۰ھ جری موافق سہبت ۱۹۳۹ ہجری میں تحریر ہوا

مولفہ

عجز بنیادورگا پرشاد مولفہ تذکرۃ النساۃ نادری

کہ بیام تاریخ مرآت علیانی (۱۲۹۲ء مطابق ۱۸۷۵ء) نام زد ہے

مع عریضہ

جو بخدمت صاحب تذکرہ

بہارستان ناز روانہ ہوتا ہے

ماہ فروری سنہ ۱۸۸۳ء کو

اکمل الطابع، دہلی میں سید فخر الدین مہتمم کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہو انجام میرا بخیر اے کریم!

اللہ! وہ بارگاہ ہے نیاز کیا مستب لا سہاب ہے کہ انسان ضعیف البدیان جس طرف رجوع کرے، اسی دست کا توشہ ہوتا و موجود پائے۔ دیکھو ابھی کچھ دعاں، کچھ میر نے جو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھا تو اُس کے لیے کس قدر ذخیرہ جمع ہو گیا کہ اس کتاب میں بھی نہ سکا، ”تکملہ“ اور ”ضمیمہ“ لکھنے کی نوبت آئی۔ افسوس! کہ باوجود ایسے ایسے ثبوتوں کے بھی دل فسق و فجور منزل شہد مقصود کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ تالائق الہی اُس طرف توجہ کرے تو کیا رو بہ نہ ہو؟ بے شک گوہر مطلوب حاصل کرے، پر اس راہ پر صواب کو ذرا گزرا سمجھ کر ادھر کا رخ ہی نہیں کرتا، مگر نہ ہاں تو ہر دم یہ صلاح عام (۳۳۹) ہے۔ مرقی:

طلب بیاد و محزن از متاع منیع کلیم بساط عذر میار کہ نیستی معذور
اللہ جل شانہ! اپنی عمارت بے غایت سے جلد اس کم راہ کو ہدایت کا نور بخشے! کہ یہ کم راہ راہ
ایمن و آں کی طرف سے بھر کر صرف ذات خاص کا تصور ہر وقت پیش نظر رکھے اور دنیاوی معاملات
کی پابندی سے دبا ہو کر بہ صدق دل حضور ہر اس نور کا خیال کیا کرے۔ آمین! یارب العالمین!
اسی خیال سے اب اس خمیہ کو لکھ کر چاہتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس قسم کی خامہ فرسائی سے ایک
قلم (۳۴۰) ہاتھ اٹھاؤں، جیسا شعر گوئی کو ترک کر دیا ہے، آئندہ مثر نگاری سے بھی باز آؤں، کیوں کہ
جن باتوں کے اظہار کو دل چاہتا تھا، وہ اُس کے فضل و کرم سے اکثر قلم بند کر لی ہیں۔ اب کچھ زندگی کا
بھر و سانچیں۔ پچاس برس بچہ سن ہے۔ کہاں تک اس کم رو بات میں پڑا رہوں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ سرکار اہد
پاکدار کی ملازمت سے بھی دست بردار ہو کر فتن پر قناعت کی ہے۔ گود لگی کے واسطے بظاہر کتابوں
کی تجارت شروع کی ہے مگر اُس سے اصلی مدد عاید ہی ہے کہ اسی بہانے سے شاید کسی مقبول بارگاہ کا
کلام آتھا جائے جس کے اثر فیض مآثر سے جوہر مطلب نظر پڑ جائے۔ اللہ بس، ماسواہوں۔

ضمیمہ کا آغاز

اور

اور حقیقت ہے اُس با ادا کا جس کا نام امیر بیگم ہے اور چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ لکھنؤ اس کا مقام ہے، بہ شاگردی میرزا عباس صاحب مشہور نام ہے۔ یہ کلام اُس کا نتیجہ سخن^(۲۳۱) سے لفظ ارقام ہے^(۲۳۲)؛ تاکتا ہے ناک مڑگاں سے دونوں کو وہ شوق دیکھے پچتا ہے کیوں کر اب کلیجہ دل کے پاس

امیر

امیر حقیقت، امیر بخش نام، مقیم ضلع پورنیہ کا یہ کلام نتیجہ سخن سے ملا، اور کچھ حال نہ نکلا: پائے ہوئے ہیں یوسے دل دار کا مزہ کیوں کر نہ ہو امیرا ہمارا سخن لذت

اہل

اہل حقیقت، جاگی بی بی نام۔ اطلب کہ قوم کی کلتھ ہو۔ الہ آباد کی پردہ نشیں کا یہ کلام ایک مہربان نے بہ سہیل ڈاک روانہ فرمایا ہے، اور کچھ حال تحریر نہیں فرمایا: ٹوٹنے تو رہا کر ہی دیا رنگ دوتا سے ہم جان سے بھی جائیں تو اب میری بلا سے

— — — — —

ملا ہے وہ مضمون ہمیں ذہن رسا سے اس گُل کا نہ لائی کبھی پیغام مرے پاس^(۲۳۳) رہ جاتا ہے جو بندش فکر شعرا سے شرمندہ کبھی میں نہ ہوا یاد صبا سے دشوار سنبھلتا ہے مجھے لغزش پا سے آتا ہے نظر ہاتھ میں اُس شوق کے جس وقت ہوتا ہے لبو خاک مرا رنگ حنا سے^(۲۳۴)

ہڈیوں سے میری ڈر کر ہو رہا ہے محترمہ مجھ کو سمجھا ہے سب جاناں بھی دیوانہ مزاج

بیاری

بیاری تخلص اُس بیاری کا ہے جو ملک بدردہ (۳۳۹) کے علاقہ میں داڑھواں رنگ گل کی ساکنہ ہے۔ یہ اُس کے کلام کا نمونہ ہے:

چھوڑ آفت ان نگوں کی اے دلِ ناداں! ٹھہرو
بچ کے چلے ہیں وہ ان سے جو ہیں فرزانہ مزاج (۳۴۰)

بیاری

بیاری بی بی مولانا بکت قصبہ بلب گڑھ، مقیم دہلی، شاکر دہلیر خوش تقریر، تخلص باسم ہے۔ یہ نوخیز محبوبہ، مرغوبہ، درگاز، شاہدان، ہم عصر میں مشہور و معروف ہے، یہ شعرا کے نام کا موجود ہے: کیوں نہ ہوں وحشت کے قبراں، ضبط ہو سکتا نہیں آگئے ہیں آپ از خود بے گلائے آج جو

جعفری

جعفری تخلص ہے، جعفری جان طوائف لکھنوی، مقیم کلکتہ کا جوشی فدا حسین صاحب قزاق سے ہم مشورہ ہے:

آتا ہے [من کے] امہاں وہ باوقام روز
کس عیش سے گزرتی ہے یہ صبح و شام روز

جہاں

جہاں تخلص، شاہ جہاں بیگم نام کا کلام آؤدہ ہنسج، دسمبر ۱۸۸۸ء کے پرچم میں دیکھا گیا، اور کچھ حال نہ نکلا۔ کمانی بہار، مطبوعہ دفتر ثالث:

مرا سینہ ہے گھینے متاع دردِ ہجران کا
ستارہ آج پر ہے طالعِ امدادِ حرمان کا

چندا

چندا جٹخلص اور نام ایک رٹڑی کا تھا جو سودا کے عہد میں منظور نظر فیض اثر والی آؤدھ تھی۔ ایک صاحب دیہس میرنچو شیخ امیر بخش صاحب جٹخلص با امیر خوش تقریر نے بمقام لاہور یہ شعراؤں کے مجھے سنائے تھے جو یہاں لکھے گئے:

گورے گورے ہیں، پیارے پیارے ہیں دُر دھماں نہیں، ستارے ہیں
 بچ میں کس کو لاء گے صاحب! بال کس کے لیے ستارے ہیں
 نکل بادشاہ کے صدقے جہاں چندا وہیں ستارے ہیں

چندر سکھی (۲۵۱)

چندر سکھی، نغمۂ دل کش، حضرت دہم میں اس کی نسبت صرف یہ ہی لکھا ہے کہ "مشہور شاعر کا کلام بڑے تاثیر ہے"، مگر اس میں اس کی کوئی غزل، وغیرہ بھی نہیں لکھی، صرف ایک غمری بھاشا کی درج ہے۔ بدیں وجہ میں نے صرف یہ ہی نشان بنادیا اور اس کی نقل سے قلم کو روک لیا۔

حجاب

حجاب جٹخلص، مٹی بائی نام، باشندہ کلکتہ، شاگرد مولانا سناخ، یوں لب کشا ہے مگر بہار میں اس کو صاحب دیوان اور شوکت کا شاگرد قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بہ حقیقت حال: ایک دم بھی کسی کروت نہیں ملتا آرام ہاے! بے یمن ہیں ہم دروہگر سے کیا کیا

حرم

حرم جٹخلص، عزیز الحسن، حکیم صاحب نام، معروف بہ سردار..... (۲۵۲) بہو صاحب ریضہ دہلی کا ہے جو نہایت پرہیزگار، نماز روزہ گزار، بشیر موصوف الصدقہ کی نسبت رکھتی ہیں۔ اس طرز کے صاف بڑے مضمون شعر موزون کرتی ہیں:

محبت کی بس قطع محبت قدر ہوتی ہے کہ شایخ نخل بیعدی کے پھل میں طرفہ لذات ہے

حسین

حسین مخلفس اُس پردہ نقص کا ہے جس کا نام شست جان عرف چھوٹی بیگم ہے، فیض آباد اس کا مقام ہے۔ حافظ محمد امین صاحب امین کے مشورے سے کیا خوب اس کا کلام ہے:

اے حسین! ہم کو تو دل سے خاک ساری ہے پسند ہو مبارک اُس پری بیکر کو شاہانہ حراج

حنا

حنا مخلفس ہے، محمدی جان طوائف مرزا پوری، شاگردہ سید الطاف حسین صاحب شیدا کا : مشابہت ہے جو نقصوں کو صاف افشائے جہیں کو آپ کی تشبیہ دوں گا قرآن سے

خوڑ

خوڑ مخلفس اور نوروز جان نام اُس گل انداز، محبوبہ بازاری کا ہے جو چھوٹے صاحب کہلاتی ہے۔ گو باشعور، کھنکھن ہے، پر آب کلکلیہ میں رہتی ہے۔ طبیعت سوزوں ہے، شعر خوب سمجھتی ہے۔ بہر کیف، یہ بیت اس کی نتیجہ سخن مذکورہ سے نقل کی جاتی ہے:

جس کی فرقت نے کنوئیں جھکوائے ہیں عشاق کو وہ مرا یوسف لقا، زہرہ شاکل کیا ہوا

حیا

حیا مخلفس، چھوٹی جان طوائف، شاگردہ سید الطاف حسین صاحب شیدا، یوں سخن سرا ہے:

ہمیشہ کوچہ جانوں کے گرد بھرتا ہے یہ پاؤں کم نہیں گردش میں چرخ گرداں سے

حیدرئی

حیدرئی یا حیدر مخلفس، حیدرئی جان نام، طوائف کھنکھن کی ایک غمری نغمہ دل کش کے

پہلے جسے میں مثنوی رام پرشاد صاحب کھتری عاملِ مخلص نے شائع فرمائی ہے۔ یہاں اشعار اُردو سے بحث ہے، بدیں وجہ وہ نہیں لکھی گئی۔

خورشید

خورشیدِ مخلص ہے اس میر آسانِ دل بری کا جس کا مشرقِ قن کان پور ہے، گواہِ کلِ کلکندہ میں اس کا نورِ نذر ہے، محمد امین صاحب امین کی شاعر دی سے مشہورِ خرد ویک و ذور ہے، اس کی غزل طرازی کا یہ دستور ہے:

کوئی جلا تا نہیں اب میں نکلاؤں کا نام تھا ابھی پہلو میں کیا جانے مرادِ کیا ہوا

رحمن

رحمن، مخلص بہ اسم، ایک بہت بازاری، بے مہری و دودھ و خلائی سے عاری، ہاشمہ، ہمیر پور تھی۔ خوش گلو، خوش ادا، نازک اندام یہ خوش خرام تھی۔ میرے مہربان، علم و ہنر کی کان، موزن آہنگ، خاکِ کرکلاب، سنگِ صاحبِ رحیم، میرٹھ، واردِ حالِ دلی اور میر (۱۹۳۲) نہرِ رحمن مخلص بہ مثنوی، شہرہ آفاق، شاعر و استادِ خلقِ مرحوم، جس زمانہ میں اس طرف مصروف بہ کارِ سرکار تھے، اس دلِ زبا سے دوچار تھے۔ انھیں کے فیضِ صحبت سے اس کی طبیعت شعر و شاعری پر مائل ہوئی، مثنوی کا گاہ گاہ خود بھی چمکنے لگی، مگر تحقیر میں ہی شعر کہے ہوں گے کہ مشاعرہ، دوا کی شہریت کی طلبی آگئی، چلتی پھرتی نظر آئی۔ خاکِ صاحب نے اس کی وفات کے صدے میں چند تاریخیں موزوں فرمائی ہیں۔

از اس جملہ یہ ہے:

تھوڑی سی عمر میں تو رحمن! مری، ستم لیکن وفا شعاروں میں نام اپنا کر گئی
دیکھا کسی کو آگہ اُٹھا کر نہ جیتے جی (۱۹۳۲) مثنوی کی طرف تری جب سے نظر گئی
خامہ سر بٹکا سے یہ لکھتا ہے سالِ فوت عمدہ شعار حیف! جہاں سے گذر گئی

(۱۹۷۹ء) (۱۹۵۵)

حبیہ: اس میں ”و“ کو ”سی“ شمار کر کے اس کے دس عدد لیے ہیں، ”مگز“ کو دالِ محمد سے

مان کر اس کے ”۷۰۰“ تھو شمار کیے ہیں۔

بہر کیف، سنا ہے کہ جس روز سے اس نے مشتاق صاحب کے اشتیاق میں ہاتھ پھیلا یا، اسی روز سے کسب عام سے ہر سینما، صرف باغ بھرے کا دروازہ کھلا رکھا۔ روٹی کپڑے کے گفیل اس کے مشتاق ہی رہے۔

نقل: ایک دفعہ کسی اخلاقیہ بات پر حضرت مشتاق اپنی محبوبہ بیگمہ آفاق سے بدحوہ ہو گئے تو یہ دل رباعے زمانہ بولی کہ ”اے یار دل نواز و سوس دم ساز! میں بے گناہ چند روزہ مہمان ہوں، آپ مجھ سے بے زار نہ ہوں، تاحیات ناپایدار، بلا رنج و تعب، بے کشادہ پیشانی ہم کنار ہوں“، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بہت جلد عالم بقا کو روانہ ہو گئی۔

روایت: یہ درقا سر پہلے ریاست گمرولی: واقعہ بندرل کھنڈ میں ستر (۷۰) روپیہ ماہوار کی بھرائی تھی لیکن اپنے پیارے مشتاق کی خاطر چھ مہینے گھر پر رہتی تھی، چھ مہینے نوکری بجاتی تھی۔ گو اس کے لواحق باغ آتے تھے مگر یہ ایک کی نہ سٹتی تھی، اس کی ناکھلا پتا سرور حنفی تھی۔

بہر کیف، یہ غزل اس نے اپنے حسب حال لکھی ہے جو حضرت مشتاق ہی کے ذریعہ سے بندہ کو ملی ہے:

طبع جس دن سے مری تجھ پہ ہے آئی مشتاق! تب سے رہتی ہے مرے گھر میں لڑائی مشتاق!
کرتے گھر والے شکایت ہیں تری ہر لفظ سنی جاتی نہیں ہم سے تو بُرائی مشتاق!
نہیں دل تجھ سے پھرا تیری جدائی میں مگر مجھ پہ آفت جو پڑی وہ ہے اٹھائی مشتاق!
یہ تو ممکن نہیں دل تیری طرف سے ہٹ جائے ہووے دشمن بھی اگر ساری خدا کی مشتاق!
یاد رکھنا اسے کہتی ہے دشمن جو کچھ جان لیوے کی مری تیری جدائی مشتاق!
یہ نغمہ شعر آدھی شاعرہ کے، ہاتھ آئے ہیں:

جیسا ٹیچ کو کہ ہے دقا دیکھا نہیں دُنیا میں دوسرا دیکھا
اپنے بیگانے سب ٹھٹھے ہم سے حیرت چاہت میں یہ حرا دیکھا

تیری چاہت سے دل نہیں بھرتا لاکھ باتیں تو کر کڑی مشاق

زیب

زیبہ تخلص، بگن جان نام، لکھنؤ کی حسن فروش بازاری، میرامنزل صاحب امیر کی شاگردہ، کلکتہ میں یوں مخم ہوا ہے:

پہر پہر انا تھا جو راتوں کو وہ کھل گیا ہوا؟ آج سنا ہے پہلو میں مراد دل کیا ہوا؟

سونا

سونا، تخلص، ہم کوئی عورت ہے فرق طوائفوں سے جس کا کام میرے مہربان مٹی جھوٹا صاحب بالائے عنایت فرمایا ہے۔ وہ ہوا ہلا:

میں ہوں، وہ یاد ہو اور نام قیامت مٹ جائے اور آ جائے الہی! ملک الموت کو موت!

شباب

شباب تخلص، محمدی جان نام، شیریں کام، آباد کی شاگردہ، طوائفوں کلکتہ میں پرمیدان مخم نئی یوں خوش خرام ہے:

وہ زلیخا کا مکان ہفت منزل کیا ہوا؟ پست گیا دامن پوست اور حاصل کیا ہوا؟

شوخی

شوخی تخلص، مولانا جان نام عرف تخلص صاحب کان پوری، رونق بازار کلکتہ، شاگردہ جناب خشی عبدالرحیم صاحب آباد اپنی طبیعت کی شوخی یوں ظاہر کر رہی ہے۔ نغمہ دل کش کے دوسرے حصے میں بھی اس کا کلام بھیرودیں کی دھن میں موجود ہے:

فلں مجھے آیا تو گھبرا کر یہ کہتا ہے وہ شوخی ”میرے عاشق! میرے شیدا میرے کھل گیا ہوا؟“

شیریں

شیریں، مخلص بہام۔ یہ وہی شیریں ادا لکھنوی معلوم ہوتی ہے جس کا کلام جمن انداز میں لکھا گیا ہے۔ اب کلکتہ میں یوں گرم بازاری کر رہی ہے:

ہام پر چڑھ کر، نہ جب آنکھیں دکھائیں یار نے اُس کے کوہے کی ہمیں گردش سے حاصل کیا ہوا؟

متم

متم مخلص، لہسن جان نام، طوائف، متیم کلکتہ کی ایک فزول نغمہ دل کش کے دوسرے حصہ میں دیکھی ہے، اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ ازاں جا ست:

دل پہ دھڑکوں سے جدائی کے یہ صدمہ پہنچا ہو کیا صبح کو عاشق کا سفر وصل کی رات

قیام

قیام، ایک پردہ نشیں، تہنِ مصمت کا مخلص ہے جس نے نواب صاحب بہادر دہلوی دارالسرور رام پور ادم اللہ ملکہ سے لہسنِ تہنی حاصل کیا ہے۔ یہ شعر اُس کا ہاتھ آیا ہے:

کبھی بہار کبھی موسمِ غزاں دیکھا نہ ہم نے سیر کے قابل یہ بوستاں دیکھا

قیام

قیام مخلص ہے اُس پردہ نشیں، سرِ اوقاتِ محنت کا جس کا نام نامی سکندر جہاں بیگم ہے اور یہ ناز پروردہ، ستیا میر علی صاحب مرحوم کو تو ال ساکن جاورہ کی دختر نیک اختر ہے۔ اس شاعرہ نے ایک قصیدہ ریخے، جو پال کے حضور میں روانہ فرمایا جس کے صلے میں مبلغ ڈیڑھ سو روپے نقد پایا۔ اس کی عرضی مع قصیدے کے، گلدستہ نتہجہ سخن، کلکتہ کے نمبر ۱۳، مطبوعہ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا ہے۔ اُسی کی تصحیف سے یہ شعر نیا ہوا:

تھ سے بھی ہے ہمیں کچھ کا ضروری اس دم کہم دو اے فکرِ رسا! آج مری ہو مہماں

غزل تازہ دباں سے مری سن لیں جو خیا! شکل طاؤس چمن میں ہوں منادل رقصاں
غیر ممکن ہے چمن میں گزدر ہاد خزائن بن گئی اب کے ہر فصل بہاری درباں

قائل

قائل مختص، مجو بہ جان نام، فیروز آبادی رٹڑی اپنی شیریں گفتاری سے یوں قفل عام کرتی ہے، اس تازہ داد کا دم بھرتی ہے:

بد مزاجی کوئی دیکھے تیرے بھٹوں کی منم! ہو گیا ہے آپ سے اپنے وہ بیگانہ حراج

طب سے بحث نہ معکب تار سے ہم کو غرض جو ہے سو رخ دلف یار سے ہم کو

کوہر

کوہر مختص بہ اسم، معینہ پر تاب گندھ نے اپنے ممکن سلطان پر کے مدد سے میں تعلیم پائی۔ حافظ حامد حسین صاحب ترسہارن پوری اور میاں صفیر صاحب کسنوی سے شعر کی اصلاح لی۔ کئی کمرآباد کر کے جاڑا آئی ہے، اب سنہ ۱۸۸۰ء سے پھر رونق بازی ہے۔ یہ شعر اس کا بہار سے نقل کیا گیا ہے:

آپ کے جاں نثار ہم بھی ہیں (۴۵۶) عاشق دل نگار ہم بھی ہیں

کوہر

کوہر مختص بہ اسم، کوئی کسنوی حسن فروش بازار گوالیار، یوں گوہر بار ہے:

منہ کی کھائی جب چڑھا ہے منہ پہ ماو چاروہ ہر سینے میں تو ہوتا ہے متاقل کیا ہوا؟

مختلی

مختلی مختص تھا اس سریم زماں، بلقیس دوراں کا جس کا نام ہی زیب النساء بیگم تھا لیکن یہ

نور جہاں تاب، شہرہ صاحب کی بیگم کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہ بی بی نام اُس رئیسہ عالیہ کا، زبانِ نادر نزدیک و دور رہا۔ واصل یہ مسلمان خاندانِ عالی کی، شہرہ صاحب فرانس کے ہاتھ آگئی تھی جس نے اسے عیسائی بنانا کراچ میں لی تھی۔ اسی سبب صاحب موصوف کی وفات کے بعد سرحد، وغیرہ نو بحال حلقہ صاحب ممدوح کی مالک ہوئی۔

مولفہ بالا نقل کے پڑاوا راے ہر دے رام صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی راے بہادر سنگھ صاحب مغفورین اسی سرکار کے تنگ خواہ تھے۔ تا دم حیات، سرکار باد پاندار انگلیہ کے خزانے سے پنشن پاتے رہے، کیوں کہ جس وقت بیگم صاحبہ کے انتقال پر اُن کا علاقہ سرکار نے ضبط کیا تو ہر ایک ملازم کی پنشن مقرر فرمادی تھی۔

نیز بندے کے ولید ماجد ششی خسارام صاحب باتواں، فریقہ لہجہ رحمت متاں نے دو چار سال سرکار ممدوح کی ملازمت کی تھی مگر اُن کے صحن حیات ہی آپ نے وہاں سے علاقہ وکالت رسالہ اردو کا، بہ سبب بد مزاجی ڈیوٹی صاحب کے، چھوڑ دیا تھا۔

الفرض، بیگم صاحبہ ممدوح نے شاہ فقیر صاحب مرحوم سے مشورہ خفی اختیار فرمایا۔ جس وقت شاہ صاحب حیدر آباد کو تشریف فرما ہوئے، اُن کی اجازت سے میر نیا دعلی بیگ تہمت اور دل سوز، اُن کے شاگردوں نے آپ کے کلام فیض انعام کو ملاحظہ فرمایا۔ بندے کو شاہ صاحب ہی کے خاندان سے یہ معلوم ہوا، پر افسوس! کہ بیگم صاحبہ کا صرف ایک ہی شعر ہاتھ آیا:

ان دنوں جوش پہ ہے دیدہ گریاں اپنا اے صبا! کہو ٹھکانا کرے طوقاں اپنا

مختصر

مختصر تخلص، جسکی جان نام طوائف نادری کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

واقعہ رحم محبت ہیں، ہے دیوانہ مزاج کوئی نا صبح تو نہیں ہم، ہوں جو فرزانہ مزاج

شہید ہم ہیں ہمیں احتیاج غسل نہیں کسی کی صفحہ کے پانی سے ہیں نہائے ہوئے

مزب

مزب مخفص ہے، زمین جان نامی لطائف کا جو بہ شاکر وہی میر یوسف علی صاحب یوسف، اس طرز پر سخن سرائی کرتی ہے:

کھنچ کر تنجی جلائی جو وہ آ نکلے کہیں سر کو ہڑائے ہوئے ہاؤں ابھی قاتل کے پاس (۲۵۷)

مستور

مستور مخفص پاسبان کی کسی خانگی کا یہ شعر بنا گیا ہے:

غزاں میں بھی نہ کسی سال کم ہوئی وحشت رہا ہے اپنا گریبان بے روف برسوں

مطلوب

مطلوب مخفص ہے، فضل اللہ بیگم، پردہ نہیں، سراوقات عصمت، مقیم شملہ کا جس کا کلام گلدستہ نتیجہ سخن (۲۵۸) میں شائع ہوتا ہے:

ہے منزل عدم میں دل سوختہ کباب اپنا ہے قوشہ اپنا میان کفن لذیذ
پڑتی ہے وحشیوں کی نظر خطِ یار پر پڑتے ہیں خوب ہرزہ صحرایہ ہرن لذیذ
شیریں سخن کا دل سے حزمہ بھول نہیں (۲۵۹) مطلوب! شاعری کا نہایت ہے فن لذیذ

معتوق

معتوق مخفص اور صلح نام، بیہودن، مقیم کلکتہ۔ پرتی مندرجہ ضمیر ہذا کی ہم شیرہ ہے:

ہجر میں پہلو کو خالی دیکھ کر حیران ہے پوچھتا ہے جان سے میرا جگر ”دل کیا ہوا؟“

ملکہ

ملکہ مخفص، کامنی جان نام، رام پور میں پیدا ہوئی، مراد آباد میں سکونت پذیر رہی۔

پانچس (۲۲) برس کی عمر پائی، ایک سید زادے کی منکوحہ بی بی کہلاتی۔

خیر، یہ کلام اس نیک انجام کا پنجاب، پنج، لاہور، جلد ۲، نمبر ۲۶، صفحہ ۱۷۶، مطبوعہ ۹ جون ۱۸۷۷ء سے نقل کیا گیا:

نہ تو میناد کا دھڑکا، نہ خزاں کا کھٹکا ہم کو وہ جگن قفس میں ہے کہ بٹھاں میں نہیں

گلہ

گلہ تحفص، آئی نام، سبکی، مس جاک بر صاحب (۲۶۰) پرنٹڈ پریس کلکتہ، کا ہے۔ انگریزی کے طبع موسیقی اور غامض میں تو شہرہ آفاق ہونا بڑی بات نہیں ہے مگر یہ یکتاے زمانہ ستارو ازی میں بھی طاق ہے۔ مولانا ساج کی صحبت کے فیض (۲۷۱) سے شاعرہ ہی ہو کر خاموش نہ رہی، بل کہ مشرف باسلام بھی ہو گئی۔ یہ دو شعرا اس کے درجہ ذکر ہوئے:

بہر میں دل کو بے قراری ہے جوش فریاد و آہ و زاری ہے
آنکھیں چہرا کے ہو گئی ہیں سفید کسی مُت کی جو انتظار ہے

مہک

مہک تحفص، یکن جان نام، شاکرۃ امداد حسین خاں صاحب رضا لکھنوی کا یہ رنگ ڈھنگ ہے:

میں نے باحق داستان ہجر کہ دی یار سے اور برہم ہو گیا سن کر یہ افسانہ مزاج

تاز

تاز تحفص کی لکھنؤ میں ایک رٹھی ہے جو شیریں جان کہلاتی ہے اور اس انداز سے اپنے خواہندوں کو لہلاتی ہے:

سبب یہ ہے جو نیکل مائل پرداز ہوتے ہیں سفر ہے موسم گل کا چمن برباد ہوتے ہیں

تاز

تاز تخلص، امراؤ جان نام ہے، اُس طوائف سندیلہ والی کا خیر آباد مقام ہے اور اس طرز کا کلام ہے:

نہ کہیں کہم تو وہ سنیں سب کہم بات مانیں تو ہم کہیں سب کہم

تاز

تاز تخلص، ہندی جان نام، عظیم آبادی، قاری، اردو اور انگریزی دان کا یہ شعر مہار، مطبوعہ دلع، ثالث سے ملا ہے:

ٹن کو جانا تھامے پاس سے گرد و قبّہ اخیر (۲۱۳) شکل اک بار مجھے اور دکھاتے جاتے

تازاں

تازاں تخلص، فحشی جان نام عرف جھیل مل کا ہے جس کے ناز و انداز کا عام ٹکڑے مقرر ہے۔
یاس کا شعر ہے:

میرے پہلو میں نہیں، زکب مسلسل میں نہیں حیرت منگی میں نہیں ہے پھر مرا دل کیا ہوا؟

تازنین

تازنین، بہار، مطبوعہ دلع، ثالث میں اس مقام سے مرزا چیری، مقیم ہارس کا نام مانگی لکھا ہے جس کا یہ شعر حضرت گوٹا ہے:

جان وی میں نے جو اُس چشمِ بید کے عشق میں سیر گاؤ آہوان تھیں مرا مرتد ہوا

نصیحون

نصیحون تخلص، الہی جان نام، سہارن پور کا بازار جس کا قدیمی مقام ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء کو [کذا]

دار ودلی ہوئی۔ میرے مہربان حضرت بشیر خوش تقریر سے ملی۔ انھیں کے فیضِ صحبت سے شاعر بن گئی، مگر کہ بدیہہ گو ہو گئی۔ ایک روز اس کی والدہ خفا ہو کر کل گئی تو یہ عدا سے اپنے آٹا سے ہوں گوہر افشاں ہوئی:

گھر والے بکڑ جائیں، بکڑ نے دوا ہلا سے! کیا ٹم سے خدا کر کے طائیں کے خدا سے؟ (۲۳۳)
آج کل یہ دفا صد آگرہ کی طرف چلی گئی ہے۔ یہ شعر بھی اس کا ہے:
آجل نہ دیر میں آئے، نہ نکلے جان کعبہ میں ترے قدموں پہ دم نکلے، تمنا یہ ہماری ہے

نظیر

نظیرِ قلص کی کوئی بازاری صورت کھنڈ میں یوں اپنی گرم بازاری کرتی ہے، یعنی اس انداز کے شعر کہتی ہے:

وہ آئے ہیں سرے ہائیں پہ، کھو تو کہ سن لوں خبر کرو ملک الموت کو ذرا فیصرے!
محببت لب ہاں بخش پار نے مارا کجا میرے لیے ہامٹ قضا فیصرے
سے کب آجیں غم پارہ دلہ منظر نظیر! آگ پہ پارہ رکھو تو کیا فیصرے

غلاب

غلابِ قلص، حمید بن ہانی نام، ساکنہ کلکتہ، جس نے رام پور اور اڑھاکا وغیرہ کی سیر بھی کی ہے۔ مسماۃ غلاب کی شاگردہ ہے۔ بہارِ مطبوعہ دفعہ ثالث سے یہ شعر اس کا لکھا جاتا ہے:
وہ کیا منہ دکھائیں گے محشر میں رنج کو؟ جو آنکھیں ابھی سے نچرائے ہوئے ہیں

دور

دور، مختص بہ اسم۔ دہلی کے زمانہ اسکول میں تعلیم پاتی ہے، بشیر خوش تقریر سے شعری اصلاح لیتی ہے۔ تھوڑے دنوں سے اپنی ہم شیرہ کے پاس نصب سونی پت میں جا رہی ہے۔ یہ دور شعر

اُس نوخیز کے ہیں:

میں ٹھکا بات کہنے کو تو کہا ”پلے کیوں آتے ہو؟ پرے بیٹھو!“

خبر دیتی ہے یہ بھی مجھے دل بر کے آنے کی ہمارے دل کے اٹھٹن پم کی ریل ٹٹ جاتی ہے (۲۲۳)

ولایتو

ولایتو طوائف گھنٹی، یوں غزل سرائی کرتی ہے:

ہماری سارے اسیروں میں آمرد ہو جائے کہہ ڈلف اگر حلقہ گلو ہو جائے

متر

متر جنس ہے اُس گنا جان رنڈی کا جو در بھنگ میں مقیم ہے اور کبھی کبھی حسن بھی اپنا جنس بانہ حق ہے۔ یہ شعر اُس کا ہے:

کیوں نہ چرخِ حیر کو کہے ہے دیوانہ حراج ہاے! یہ حیرانہ سالی اور طلقانہ حراج

نفس بالخیر

۱۵ مارچ ۱۸۸۴ء، رشتہ صبح، مقام دلی، بدایان خانہ خود، پتھم فکھردقم احقر مبارک پڑاؤ دار

علی اللہ حق۔

من نوشتم صرف کردم روزگار من لایم ایی ہماہ یادگار

ملحقَاتِ مِتن

ملحقہ (۱)

تذکرۃ ہذا میں مذکور مشاہیر خواتین اور
شاعرات کی مشروح فہارس

[تذکرۃ النسائے نادری، مجلہ ۱۸۶، ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۵ء]

(ن) فہرست ہفت اسما ۶ رات فاضلہ میر تقی میر

نمبر شمار	نام	مکن	صفحہ [تذکرۃ النساء]	صفحہ کتاب ہذا
۱	سری پارتی بی	کیلاش	۲	[۳۵]
۲	سری بیجانی	اجودیا	"	"
۳	کھترانی بھول لاسم	علی گڑھ	۳	[۳۶]
۴	حضرت جائیہ (۲۶۵)	مکتہ مدینہ	۵	[۳۸]
۵	حضرت فاطمہ زہرا	"	"	[۳۹]
۶	حضرت خدیجہؓ	"	"	"
۷	زینبہ خاتون	"	"	"

(ب) مقدمہ میں جن پچیس نامی گرامی عورتوں کا ذکر ہے، ان کی فہرست

نمبر شمار	شخص یا نام	مکن	صفحہ [تذکرۃ النساء]	صفحہ کتاب ہذا
۱	ولج (۲۶۶)	مصر	۸	[۳۳]
۲	آبیہ	"	"	"
۳	فا	عرب	"	"
۴	لہجہ (۲۶۷)	مکہ	"	"
۵	خدیجہ	عرب	۹	[۳۵]
۶	اہم مسلم	عرب	۹	"
۷	خانکہ	"	"	"
۸	میسون	"	"	"
۹	بنت لکھڑ	کوفہ	"	"

۱۰	عائشہ	"	"	[۳۵]
۱۱	ہشتہ عقل	"	"	"
۱۲	تقیہ	صور	"	"
۱۳	نور جہاں (۳۶۸)	آگرہ	۱۰	[۳۷]
۱۴	چترا	دکن	"	"
۱۵	کارگی	جنگ پوری	"	[۳۸]
۱۶	مندودری	لکناؤ	۱۱	"
۱۷	سبکی (۳۶۹)	دکن	"	[۳۹]
۱۸	بدایا تھا	قنوج	۱۲	"
۱۹	لیلا دتی	"	"
۲۰	کھونا	اُجمین	"	"
۲۱	کھونا	گڑ	"	"
۲۲	میراں بائی	بارواڑ	"	"
۲۳	مرگ نیٹا	گلاپار	"	[۵۰]
۲۴	روپ جی	سارنگ پور	"	"
۲۵	الہیا بائی مرثیہ (۳۷۰)	۱۳	[۵۱]

(ج) گلشنِ ناز کی شاعرہ کا شمار تین ہے (۳۷۱)

نمبر شمار	تخلص	نام	مکن	صور	[صور تذکرہ النساء] کتاب شمار
۱	دل آرام	دل آرام	قاری	۱۶	[۵۶]
۲	آقون	توتی	غلامزی	۱۷	[۵۷]
۳	آرام	دل آرام	بھول اسکن	"	"

۳	آرزو	سرحد	۱۹	[۵۹]
۵	آرزوی	"	"	"
۶	آقا	بیم	خراسانی	"	"
۷	آقا بیکم یا بیک	ہرات	"	"
۸	امانی	دہلی	۲۰	[۶۰]
۹	پادشاہ خاتون (۵۴)	کرمان	"	[۶۱]
۱۰	بزرگی	کشمیر	۲۱	"
۱۱	بچہ یا ماہ	بچہ بچہ	جام	"	[۶۲]
۱۲	بیوی	ہرات	۲۲	"
۱۳	پرتوی (۵۳)	تمہج	"	[۶۳]
۱۴	جمالی	استرآباد	"	"
۱۵	جمیلہ	اصفہان	۲۳	"
۱۶	جہاں آرا	دہلی	"	"
۱۷	جہاں خاتون (۵۴)	شیراز	"	[۶۴]
۱۸	تجانی	استرآباد	۲۴	[۶۵]
۱۹	حیات	حیات النسا	"	"
۲۰	حیات	شیراز	"	"
۲۱	حیاتی	"	"
۲۲	خان زادی	فخر النساء (۵۵)	تمہج	۲۵	[۶۶]
۲۳	دوئی یا آقا دوست (۵۶)	نسائی	سبزوار	"	"
۲۴	رامزی	ایران	"	"
۲۵	سلطان	غدیچ سلطان بیکم	دہلی	"	[۶۷]
۲۶	شیریں	سلطان رضیہ بیکم	دہلی کہنہ	۲۶	"

۲۷	حفیظی	سرحد	"	[۶۸]
۲۸	حاکم	"	۲۷	"
۲۹	حفیظی یا اختر	"	"	"
۳۰	حفیظی	خواف	"	"
۳۱	حفیظی	نواب جہاں آرا بیگم	—	"	[۶۹]
۳۲	حفیظی	اسر	"	"
۳۳	فا	نفاۃ اللہ	"	"
۳۴	مکا یا شورش	مکا بیگم	دہلی	۲۸	[۷۰]
۳۵	لالہ خاتون (۱۷۷۷)	کرمان	"	"
۳۶	لطیف	لطیف النساء	عظیم آباد	۲۹	[۷۱]
۳۷	ظہنی یا زبیب	نواب ذبیب القاسم	دہلی	"	"
۳۸	مشتزی	قرن جہاں (۱۷۷۸)	کھنڈ	۳۲	[۷۵]
۳۹	مطرب	—	کاشغر	۳۳	[۷۶]
۴۰	مکہ	سید بیگم	جرجان یعنی اسر آباد	"	"
۴۱	میری	ہرات	"	"
۴۲	ہستی	کچہ یا نیشاپور	۳۶	[۷۹]
۴۳	نسائی	فخر النساء	غزاسان	"	"
۴۴	نسائی	۳۷	[۸۰]
۴۵	نور جہاں یا نور	میر القاسم	آگرہ	"	"
۴۶	نہانی	بیگم	ایران (۱۷۷۹)	۴۰	[۸۳]
۴۷	نہانی	کرمان	"	"
۴۸	نہانی	شیراز	"	"

۴۹	نہانی	دہلی	۴۱	[۸۵]
۵۰	نہانی	---	کشمیر	۴۲	[۸۶]
۵۱	وزیر	وزیر النساء	دہلی	"	"
۵۲	بھری	شریفہ بانو	"	[۸۷]
۵۳	---	ترماچی محبوبہ المالح (۱۸۹۰)	بغداد	۴۳	"
۵۴	---	محبوبہ المالح (۱۸۹۱)	اصفہان	۴۴	[۸۸]

(د) نکل میں جن کا کلام ہے ان کی فہرست

نمبر شمار	تخلص	نام	مکن	تذکرۃ النساء [ملحقہ کتاب نمبر]
۱	بانو	بانو بیگم	دہلی (۱۸۴۲)	۵۵ [۹۱]
۲	بلینہ	...	شیراز	"
۳	بنت	اصفہان	"
۴	بہشتی	ممبہ	"
۵	بیدی	خیابان	" [۹۲]
۶	پری	پری بیگم (۱۸۴۳)	نیٹاپوری	"
۷	تصویر	بیتیس خانم	مرشد آباد	"
۸	تونی	ایران	۵۶ [۹۳]
۹	جاناں بیگم (۱۸۴۳)	آگرہ	"
۱۰	جہانی	دہلی	۵۷
۱۱	حاکم کی خطی سے	کھاسیا	خراف	"
۱۲	جہانی	ہر بادگان	" [۹۴]

۱۳	حسینہ	حسینہ بیگم	بہرپال	۵۷	[۹۳]
۱۴	دل شاہ	آٹا بیگم تذکرۃ گلشن ناز ہے		"	"
۱۵	دولت (mo)	سرقد	۵۸	"
۱۶	راجہ	اسنبان	"	[۹۵]
۱۷	راجہ	لیلا شیراز	"	"
۱۸	زبدہ	تہیہ گلشن ناز میں دیکھو	---	"	"
۱۹	زلیخا	دلی	۵۹	[۹۶]
۲۰	زہرا	امراۃ جاں عرف چمن (۱۹۶)	کھنڈ	"	"
۲۱	زینت	زینت النساء	دلی	"	"
۲۲	سلیمہ	آگرہ	"	"
۲۳	سیدہ جو گلشن ناز میں یہ تحفہ لکھ ہے	...	جرمان	"	[۹۷]
۲۴	شاہ جہاں و شیریں	نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ	بہرپال	۶۰	"
۲۵	شادی	---	گیلان	"	"
۲۶	شرم	---	کھنڈ	"	[۹۸]
۲۷	شیریں	بیجا	"	"	"
۲۸	سراجی	محترم النساء	مشہد	۶۱	"
۲۹	فاطمہ	خراسان	"	[۹۹]
۳۰	فاطمہ	بی بی فاطمہ سام ۵۹	دلی	"	"

۳۱	قصیدہ	خاتم	برسات، اسفہان (۱۳۸۸ء) بکرہ	"	[۹۹]
۳۲	قرآن مجید	نیم سطر		۶۲	"
۳۳	کالم	دہلی	"	[۱۰۰]
۳۳	کثیر قافیہ	کابل	"	"
۳۵	کوکب	ستارہ بانو	شیراز	"	"
۳۶	گل بدین	آگرہ	"	"
۳۷	گل چہرہ	"	"	"
۳۸	گلشن	"	[۱۰۱]
۳۹	ماہیادالاقبال "نہن انداز" میں یہ نظمیں چھپا دی گئی ہیں اور شاید وہیں ہم کی روایف میں بھی یہی نظمیں ملیں گی			۶۳	"
۴۰	ماہی	"	"
۴۱	محترم	مرآتِ مذکورہ بالا ہے	مشہد	"	"
۴۲	نثری	تم	"	[۱۰۲]
۴۳	نقد و سہ	بکرہ	"	"
۴۴	شہینہ	دکن (۱۳۸۸ء)	"	"
۴۵	مستورہ	ماہ شرف	گردستان	"	"
۴۶	نظیر	شیراز	۶۳	[۱۰۳]
۴۷	نہانی	اسفہان	"	"
۴۸	جا	"	"
۴۹	پاکستان	دہلی	"	"
۵۰	مجموعہ نظمیں و ناول	شیراز	"	"

عذرا گناہ بدتر از گناہ

اگرچہ یہ موجب اس مثل کے میرا غزلی سماعت کے قابل نہیں ہے مگر
یہ کریمیاں کار ہادشا و غشت

پر عمل فرما کر یہ گوشت و غشت سنیے اور قبول فرمائیے!

بندہ سال ہا سال سے اس تذکرے کی فراہمی میں مصروف تھا۔ جس وقت کسی شاعرہ کا تکلم
ملاحظہ فرما کسی پرچہ پر لکھ لیا۔ اس میں یہ خیال نہ ہوا کہ یہ پرچہ کس موقع پر نقل ہوگا۔ اب جو اس کتاب کو یہ فہرست
مجموعی چھپوایا اور وہ دہ دہی ریڈی پرستے کا صاحب کے حوالے ہوئے تو بعض کا حال مگرز کھسا گیا۔ جیسے
صراحتی و محترم کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس، تنقید کر کوئی صاحب یہ گمان نہ فرمائیں کہ مولف نے شمارا سا
کے بڑھانے کو ایسا کیا ہے۔ بلکہ اس نقص کا باعث میری عدم فرصتی رہا جو اس کو بہ نظر ثانی درست نہ کر سکا۔
اسی خیال سے یہ فہرست بنادی ہے۔ اللہ بس ماسواہوس۔

(و) ”چمن انداز“ کی ایک سو چوالیس غزل سراویں کی فہرست

صفحہ [تذکرہ]	صفحہ [تذکرہ]	سکونت	نام	مختص	[فہرست شمار]
[۱۱۳]	۷۰	دہلی	آرائش	۱
"	"	سہارن پور	ننگن جان	انجیل	۲
"	"	دہلی (۱۹۹)	نواب اختر کل	اختر	۳
[۱۱۵]	۷۲	"	امیر بیگم	امیر	۴
"	۷۳	"	انک	۵
"	"	لکھنؤ	امراؤ جان	امراؤ	۶
[۱۱۶]	"	دہلی	حسینی بیگم	"	۷
"	"	"	امراؤ جان	"	۸

۹	امیر	امیر جان	"	"	"
۱۰	"	۔ (۱۶۰)	کھنڈ	۷۳	[۱۱۶]
۱۱	بھتی	بھتی جان (۱۶۱)	آگرہ	"	[۱۱۷]
۱۲	بسم اللہ	بسم اللہ جان (۱۶۲)	دہلی	"	"
۱۳	نور	نور بھنی	"	"	"
۱۴	بہو	نواب بہو نیگم صاحب	رام پوری	۷۶	[۱۱۸]
۱۵	نیگم	۔۔۔	کھنڈ	۷۶	"
۱۶	"	نارانیگم	۔۔۔	"	[۱۲۰]
۱۷	"	نواب رنگ گل صاحبہ	کلکتہ	"	"
۱۸	پارسا	۔۔۔۔۔	کھنڈ	۷۷	"
۱۹	پنا باز	۔۔۔۔۔	سہارن پور	۷۸	[۱۲۱]
۲۰	تسلی	نکا جان	کرناٹ	"	[۱۲۲]
۲۱	تصویر	۔۔۔۔۔	آگرہ (۱۶۳)	"	"
۲۲	طشولی	۔۔۔۔۔	۔۔۔۔۔	۷۹	[۱۲۳]
۲۳	شیخ	بڑی نیگم (۱۶۴)	دہلی، آگرہ	"	[۱۲۴]
۲۴	شیخ	۔۔۔	آگرہ	"	"
۲۵	جان	صاحب جان	فرخ آباد، دہلی	۸۰	"
۲۶	جانی	نیگم جان عرف بہو نیگم صاحبہ	آودھ	"	[۱۲۵]
۲۷	جعفری	عارف کامل نیگم	دہلی	۸۱	"
۲۸	جمعیت	یری نام ہے	آگرہ	"	[۱۲۶]
۲۹	مینا	نواب مینا نیگم صاحبہ	دہلی	۸۲	"
۳۰	چترا	مرثا	حیدر آباد	"	[۱۲۷]

۳۱	چھوٹے صاحب	مخلص بہار (۲۹۵)	کھنڈو	۸۳	[۱۲۹]
۳۲	حاتم	دہلی	"	[۱۲۹]
۳۳	حبیب	"	"	[۱۳۰]
۳۴	حجاب	نئی جان	پانچ، پھارس	۸۵	"
۳۵	"	عسکری بیگم	کھنڈو	"	"
۳۶	"	بستی	"	"
۳۷	"	کھنڈو، بکھنڈو	"	[۱۳۱]
۳۸	حجاب	نواب بیگم عرف چھوٹی بیگم	آؤدھ	۸۶	"
۳۹	حسن	دویر جان	کھنڈو	"	[۱۳۲]
۴۰	حشت	مہر جان	دہلی	"	"
۴۱	حور	بستی (۲۹۶)	"	۸۷	"
۴۲	"	منا جان	کھنڈو	"	[۱۳۳]
۴۳	حیا	نواب بیگم صاحبہ	دہلی	"	"
۴۴	"	کھنڈو	۸۸	"
۴۵	حیدری	حیدری خانم	دہلی	۸۹	[۱۳۵]
۴۶	خاک ساری	"	"	"
۴۷	حفی	بادشاہ بیگم	"	"	"
۴۸	خورشید	مخلص بہار (۲۹۷)	"	۹۰	[۱۳۶]
۴۹	دلیر	چھوٹی بیگم	آگرہ، حیدر آباد	"	"
۵۰	دلہن	نواب دلہن بیگم معروفہ نواب بہو صاحبہ	فیض آباد	۹۱	[۱۳۷]
۵۱	واحب	نہرواں، بھدنی	دہلی (۲۹۸)	۹۲	[۱۳۸]
۵۲	ذلیل	نوبہار	"	[۱۳۹]

۵۳	راویہ	راویہ	دہلی	"	[۱۳۰]
۵۴	رحمتی	نواب قدسیہ بیگم	.	۹۳	[۱۳۰]
۵۵	زہرہ	نصیبین	دہلی	"	[۱۳۱]
۵۶	"	...	انبالہ	"	"
۵۷	"	فتی جان	کلکتہ	۹۴	[۱۳۲]
۵۸	"	لطیفان	کرنال	"	"
۵۹	زہرہ	امراء جان عرف بھٹن (۲۹۹)	کلکتہ	۹۵	[۱۳۳]
۶۰	شاو (۳۰۰)	۱۰۰	[۱۳۸]
۶۱	سردار	سردار بیگم	کلکتہ، انبالہ	"	[۱۳۹]
۶۲	سلطان	سلطان بیگم صاحبہ	کلکتہ	۱۰۳	[۱۵۱]
۶۳	شرارت	امیر جان	دہلی	"	[۱۵۲]
۶۴	شریف	شریف جان (۳۰۱)	کان پور	۱۰۵	[۱۵۳]
۶۵	شرم	چھوٹے صاحب	کلکتہ	"	"
۶۶	"	شمس النساء بیگم صاحبہ	"	۱۰۶	[۱۵۵]
۶۷	شری	بگن جان (۳۰۲)	ہلیس، کوٹل	"	"
۶۸	شریف، گنا، بختگر	گنا بیگم صاحبہ	دہلی	"	"
۶۹	شیریں	بیگ جان (۳۰۳)	کلکتہ	۱۰۹	[۱۵۸]
۷۰	"	نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ	بھوپال	۱۱۰	[۱۶۰]
۷۱	"	شیریں دھید	کلکتہ	۱۱۱	[۱۶۱]
۷۲	صاحب	نعتہ المظفر صاحبہ	دہلی	۱۱۲	"
۷۳	صدر	نواب مہدی گل صاحبہ	کلکتہ	۱۱۳	[۱۶۲]
۷۴	صنم	ردگاہی	آگرہ	"	[۱۶۳]
۷۵	صنور	جیونی	چاندھر، دہلی	"	"

۷۶	ضرورت	شرف الشانیم	دہلی (۳۰۳)	۱۱۳	[۱۶۳]
۷۷	ضیا	ضیائی بیگم	ککڑ	"	[۱۶۳]
۷۸	طلب	۱۱۵	[۱۶۵]
۷۹	ظرافت	"	"
۸۰	عابد	نواب امراؤ بیگم صاحبہ	سے پر	۱۱۵	"
۸۱	عالم	خام گل صاحبہ	کلکتہ	۱۲۹	[۱۶۶]
۸۲	عزت	عزت الشا	مفتونگر	"	"
۸۳	عزیز	..	دہلی	"	"
۸۴	عشرت	نواب عشرت گل صاحبہ	آؤدھ	۱۳۰	[۱۶۷]
۸۵	عصمت	عصمت الشا (۳۰۵)	لاہور	"	"
۸۶	عفت	جمہ الشا	ککڑ	"	"
۸۷	علی	علی بخش	"	"	"
۸۸	عہد (۳۰۶)	مخلص بہارم	دہلی	"	[۱۶۸]
۸۹	غریب	امیر الشانیم (۳۰۷)	پٹنہ	۱۳۱	"
۹۰	قادر	قادر بیگم	آگرہ	"	"
۹۱	"	قادر سلطان بیگم معروف بالداد	دہلی	"	[۱۶۹]
۹۲	فرحت	فرحت بخش (۳۰۸)	فیض آباد	"	"
۹۳	فرخ	فرخ بخش	پارپ	"	"
۹۳	فریدان	مخلص بہارم (۳۰۹)	میرٹھ	۱۳۲	"
۹۵	فادری	"	دہلی	"	[۱۷۰]
۹۶	قر	حیدری بیگم عرفہ بہ طلعت صاحبہ	کلکتہ دہلی	"	"

۹۷	"	قرن الثانی	۱۳۳	[۱۷۱]
۹۸	حسن	منقش جام (۳۱۰)	بھارت پور	"	[۱۷۱]
۹۹	سینیر	سینیر فاطمہ بیگم	کھنڈو	"	[۱۷۲]
۱۰۰	"	مجموعہ غام	"	۱۳۳	"
۱۰۱	سینئر	دہلی	۱۳۳	[۱۷۳]
۱۰۲	منا	منقش جام	کھنڈو	۱۳۶	[۱۷۵]
۱۰۳	گوہر	"	کابل	۱۳۷	"
۱۰۴	گوہر	نعلی بیبا	کھنڈو	"	[۱۷۶]
۱۰۵	گیتی آرا	منقش جام	دہلی	"	"
۱۰۶	لطیف	لطیف الشائیکم	عقیم آباد	۱۳۸	"
۱۰۷	"	اللہ جوائی (۳۱۱)	پنڈ	"	[۱۷۷]
۱۰۸	نعلن	لادن	سہارن پور	"	"
۱۰۹	داد	مجموعہ بیگم	دہلی	"	"
۱۱۰	"	"	۱۳۹	[۱۷۸]
۱۱۱	داد لقا	اعلیٰ کہ چنڈا تذکرہ دہلا سو	حیدر آباد	"	"
۱۱۲	مبارک	مبارک الشائیکم	دہلی	"	[۱۷۹]
۱۱۳	محبوب	نواب محبوب محل بیگم صاحب	آزادہ	۱۴۰	"
۱۱۴	غفری	سلطان جہاں بیگم صاحبہ	دہلی	"	[۱۸۰]
۱۱۵	مشتی	قرن جان	کھنڈو	۱۴۱	"
۱۱۶	مشتاق	حیدری غام	فیض آباد	۱۴۲	[۱۸۳]
۱۱۷	مغل	بیبا جان مغل جان	دہلی، حیدر آباد	"	"
۱۱۸	سور	سو بخش	کھنڈو	۱۴۵	[۱۸۳]

۱۱۹	منو	منو جان	کرنال	"	"
۱۲۰	مہتاب	مخلص جام	بریلی	"	[۱۸۵]
۱۲۱	مہر	بیجا جان عرف کالی (۲۲)	کرنال	"	"
۱۲۲	تاز	لی جان	فرخ آباد	۱۲۵	"
۱۲۳	"	گنیمت آرا	دہلی	۱۳۶	[۱۸۶]
۱۲۴	" (۲۳)	"	"	"
۱۲۵	"	امیر جان	کھنڈو	۱۴۷	[۱۸۷]
۱۲۶	تازک	زینت جان	دہلی	"	[۱۸۸]
۱۲۷	"	لحسن جان	"	۱۴۸	"
۱۲۸	نہجیون	۱۴۹	[۱۹۰]
۱۲۹	"	مخلص جام	دہلی	"	"
۱۳۰	نزاکت	رنگبهار نولی	"	۱۵۰	"
۱۳۱	"	کنڈو	"	۱۵۱	[۱۹۲]
۱۳۲	"	بہی	۱۵۲	"
۱۳۳	نسائی	کھنڈو	"	[۱۹۳]
۱۳۴	نظیر	مخلص جام	"	"

مرض حال: جس روزیہ نے فہرست شاعرات تیار کی تھی، اس روز تک میری اس کتاب کے ۱۵۲

پی صفر چھپ کر میرے پاس آئے تھے، وہیں تک کی فہرست میں نے تیار کر دی۔ اب جو کتاب پوری چھپ کر آئی تو یہ فہرست طبع مکمل پائی۔ پس، یہ دل میں سہلی کہ اس کا تختہ کھٹا چاہیے۔ مجبور، یہ چند سطریں لکھ دیں۔ ہاتھ میں صداقت گزریں صاف فرمائیں! المرقوم ۱۵ فروری ۱۸۸۳ء۔

تختہ فہرست شاعرات

۱۳۵	نورین	فرخ آباد	۱۵۳	[۱۹۳]
-----	-------	-------	----------	-----	-------

۱۳۶	دبیر	عکس جام	خیرآباد	"	[۱۹۳]
۱۳۷	دلالتی	دہلی	"	[۱۹۳]
۱۳۸	ہنس	"	"
۱۳۹	یاد	دہلی	"	[۱۹۵]
۱۴۰	پاس	آدابِ حکم	فیض آباد	۱۵۳	"
۱۴۱	پاس (۳۳)	چنبلی	کھنڈو	۱۵۳	[۱۹۶]
۱۴۲	پاکپن	توسن	سہارن پور	۱۵۵	"
۱۴۳	لا اطم	—	دہلی (۳۱۵)	"	"

عسکی فہرست

نمبر شمار	تخلص	نام	مکن	سنہ (تذکرۃ النساء)	سنہ (کتاب پڑا)
۱	درا	امیر حکم عرف چوڑے صاحب	کھنڈو	۱۶۵	[۲۰۳]
۲	امیر	امیر بخش	پورنیہ	"	"
۳	اہل	جاگی بی بی ہندنی	الہ آباد	"	"
۴	بدلا	بدلا جان	علی گڑھ	۱۶۶	[۲۰۳]
۵	پری	سیر عرف بکھ	کلکتہ	"	"
۶	ہمراہ	یہی نام ہے	اٹارہ	"	"
۷	بیاری	بڑودہ	"	[۲۰۳]
۸	"	بیب گڑھ	"	"
۹	جعفری	جعفری پان	کلکتہ	"	"
۱۰	جہاں	شاہ جہاں (۳۶)	۱۶۷	"
۱۱	چندا	یہی نام ہے	آڑودھ	"	[۲۰۵]

۱۴	چندر سخی	"	[۲۰۵]
۱۵	غلاب	مثنیٰ بانی	کلکتہ	"	"
۱۶	حرمیت	عزیز الدین بیگم صاحبہ سراف بیروں بہو صاحبہ	دہلی	۱۶۷	"
۱۷	حسین	حشمت جان	فیض آباد	"	[۲۰۶]
۱۸	حنا	عمری جان	مرزا پور	۱۶۸	"
۱۹	حور	نوروز جان	کلکتہ	"	"
۲۰	حیا	چھوٹی جان	"	"	"
۲۱	حیدری	حیدری جان	کھنڈو	"	"
۲۲	خورشید	کلکتہ	"	[۲۰۷]
۲۳	رحمن	مختص جہاں	ہمیر پور	"	"
۲۴	زیب	نکین جان	کھنڈو	۱۷۰	[۲۰۸]
۲۵	سونا	سونا جان (۳۷۸)	دہلی	"	"
۲۶	شباب	عمری جان	کلکتہ	"	"
۲۷	شوخی	مولانا جان	"	۱۷۱	"
۲۸	شیریں	الغلب کہنڈ کرے "جمن انھاڑ" ہے	"	"	[۲۱۰]
۲۹	منم	نکین جان	"	"	"
۳۰	ضیا	"	رام پور	"	"
۳۱	"	سکندر جہاں بیگم صاحبہ	جاوہر	"	"
۳۲	قاسم	گوپ جان	فیروز آباد	۱۷۲	[۲۱۱]
۳۳	گوہر	گوہر جان (۳۱۸)	پرتاب گڑھ	"	"
۳۴	گوہر	" (۳۱۸)	گوالیار	"	"

۳۳	مغنی	شہر کی نیگم صاحبہ	سردھ	"	[۲۱۱]
۳۴	مغور	حسینی جان	بنارس	۱۷۳	[۲۱۲]
۳۵	مزہب	امین جان	"	[۲۱۳]
۳۶	مستور	مستور جان (۳۲۸)	کھنؤ	۱۷۳	"
۳۷	مطلوب	فضل النساء نیگم صاحبہ	شملہ	"	"
۳۸	معتوق	صلو	کلکتہ	۱۷۴	"
۳۹	ملکہ	کاشی جان	(۳۲۱)	۱۷۴	"
۴۰	"	انی	"	"	[۲۱۴]
۴۱	مہک	مین جان	کھنؤ	"	"
۴۲	تاز	شیریں جان	"	"	"
۴۳	"	امراؤ جان	خیر آباد	"	[۲۱۵]
۴۴	"	بڑی جان	عظیم آباد	۱۷۵	"
۴۵	تازاں	نصی جان	کلکتہ	"	"
۴۶	تازمین	مانگی	بنارس	"	"
۴۷	نصین	الہی جان	سہارن پور	"	"
۴۸	نقیر	کھنؤ	"	[۲۱۶]
۴۹	نقاب	حیدر بان	کلکتہ	۱۷۶	"
۵۰	دزمی	مقلص جام	دہلی	"	"
۵۱	ولہ	—	کھنؤ	"	[۲۱۷]
۵۲	ہنر، حسن	گنا جان	درہنگ	"	"

ملحقہ (۲)

”قطعاتِ تاریخ و تقریظات، متضمن
سالِ انطبایِ دفعۂ اوّل“ [گلشنِ ناز]

[مرآتِ خیالی، صفحہ ۷۲۴: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۵۳۴-۵۳۵]

قطعہ تاریخ اختتام کتاب، از پیچہ فکر آسان بیا شاہ بہاء الدین صاحب عرف عبداللہ شاہ
مخلص بہ بقیر خوش تقریر سزا تقدیر، میرہ شاہ نصیر صاحب مرحوم، سجادہ نشین خلفائے راشدین حضرت
سیدہ خدوم شاہ صدر جہاں صاحب قدس سرہ المعزی، ساکن دہلی، محلہ روشن پورہ، جاگیردار موضع
مولرین، واقع تحصیل بلب گڑھ، ضلع دہلی:

چمن مرتب نمود گلشن ناز دُرگا پرشاد کاشت اسرار
ذکر نسواں بہ پردہ عصمت کرد در پردہ طرف تر انظار
غنچہ ہائے معانی گونا گوں زد مقلش ز کلک گوہر ہار
نغمہ طوطیان خوش الحان لعل نوسیدہ دریں گلزار
تا قیامت بماند ایں یارب! یادگار زمانہ فذار
گفت از بحر قطعہ تاریخ آں جناب، از بشیر ناخوار
سال ترمیم آں گل نوخیز "گل بن فرح بخش" کلک نگار

[مطابق ۱۸۷۵ء] ۱ ۲ ۹ ۲

ایضا، دیگر فرمودہ

ترمیم نمود طرف تار گلشن معانی
سائش بہ بقیر گفت ہاتف! "نورسہ" گلشن معانی

[مطابق ۱۸۷۵ء] ۱ ۲ ۹ ۳

بسال الطباع فرماید

طرف مصدب جناب تار است دیدش را بس کہ جمع خلق شد
بحر سال الطباع، اے بشیر! گفت دل "مقبول طبع خلق شد"

[مطابق ۱۸۷۶ء] ۱ ۲ ۹ ۳

بطرزدگمیری سراید

نادر از کلک خود پہ گلشنی نادر رشتہ ہاے گل معانی سفت
سال تاریخ او نوشت بشیرا "گل تازہ چہا جدید شکفت"

[مطابق ۱۲۹۳ء ۱۸۷۶ء]

جناب موصوف اردو میں یوں ذرا افتخانی فرماتے ہیں، جس کے مصرع ازل میں سال اختتام

اور اخیر میں سہ اظہار دکھاتے ہیں:

مراتب خیالی چمپا، المفقودہ (۲۲۲) یہ حضرت نادر کا کھلا طرف چمن ہے
۱۲۹۲ [مطابق ۱۸۷۵ء]

ہوں مشتری اس کے جو ملائک تو عجب کیا حسرت سے جھکا سرب زمیں چرخ کہن ہے
ہر بیت میں تو صیف لکھی لعل لبوں کی یہ طرف صدف ہے کہ نہ از لعل یمن ہے
گھر بیٹھے خریدار چلے آئیں گے اس کے جس مال میں جو کون ہی نہیں ایسا وہ من ہے
تاریخ بشیر اس کی کوئی تم سے جو پوچھے کہہ دو کہ یہ "نوباوہ بستان خن ہے" (۲۲۳)

[مطابق ۱۲۹۳ء ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ اظہار، چکیدہ کلک گو ہر سلک، موزن یکساں، صاحب رسالہ جہل جواب
تاریخی و جغرافی، سہ ہوتا، صاحب جغرافیہ ملو اور و مثنوی فصیح، صاحب قصہ خرد افرا و شاعر بلیغ،
صاحب تذکرہ شعرائے اہل ہند، ساکن ٹونک، یعنی ششی ایمن الہنشی، مثنوی دہلی پر شاہ صاحب بلاق،
خوش معاش، کہ دو مرتبہ پہلی آمد، از بندہ ملاقی شد، و از قوم کاچھ، مرد خلیق و شفیق اند:

تذکرہ شعر گو حسینوں کا جس میں ہیں حسن و ناز کی باتیں
نادر پاک باز نے لکھا جس کی باتیں ہیں راز کی باتیں
ہے عزم و محنتوں کی باتوں میں ہیں جو سوز و گداز کی باتیں
ناز و انداز کا نہیں پاں ذکر اور نہ ہیں امتیاز کی باتیں
بل کہ انجھار و شجہ دل ہے اور بجز و نیاز کی باتیں

اُن کے اشعار میں ہے سوز کی بو
دل میں درد اور داغ کی غلٹیں
اور کہیں عالم فصاحت میں
ہے کہیں عشق کے مذاق کا ذکر
اور کہیں عشق کے تقاضا سے
عورت اور عشق کا کرے اظہار
کیوں نہ ہوں عاشقوں کے دل کو پسند
پان سو بارہ اور یہ مصرع

۵۱۲

[+] ۷۸۱ [= ۱۳۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

سال تاریخ کے لیے رکھ یاد اس حقیق مجاز کی باتیں

قطعات تاریخی الطبع، از کلام مذاق انعام، مطلق یکا نام قاری گلشن نام، تارکش،
مطلق پتھر کہ بہ مشورۂ جناب بقیر باوجود انہی ہونے کے شعر گوئی پر مائل، رات دن کھانے ہی
کے ذکر کا قائل۔ افسوس! کہ کتاب کے منچے ہی منچے بقیر جیسے خوش تقریر کی محبت سے سیر ہو کر
راہی ملک بجا ہوا۔

دعاں، خدا جانے اُسے کس کی محبت لے گئی جو گیا اس طرح وہ جلدی سے گھبرایا ہوا

إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَهُ رَاجِعُونَ

خوان نعمت ہے یہ گویا تذکرہ
جس کے بھوکے پیٹے ہیں سب خاص و عام
یہ نئی باتوں کا گنکا ہے بنا
جس کی تا محشر رہے گی دھوم دھام
دیکھنا شیریں کھادی کا اثر
اس کا ہر فقرہ ہے گویا ٹیٹا آم
دل روٹی سے جو ہیں خوش حال لوگ
اُن کو یہ اک شغل ہے ہر مہج و شام (۳۷۵)
دیکھنے میں اس کے کیسی اشتہا
ہونے دو ہوتا ہے گر ٹھنڈا طعام

ہیں معصت اس کے میرے مہربان داد رس ہیں، دل پر ہے اُن کا نام
 ہے شخص اُن کا تادہ اور لقب درگا پر شاہ محبت انعام
 بیٹ کی خاطر لکھا میں نے یہ سال میں بھی ان باتوں کا بھوکھا ہوں دام
 بس یہی لکھ دے قلم لے کر حیرا ہے عجب چٹ چٹ پٹا طرف کلام (۳۳۶)

[۱۹۹۳ + ۱ = ۱۲۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعات تاریخ اطہار چکیدہ قلم، فیض رقم جناب مفتی غلام سرور صاحب لاہوری، صاحب
 کتب محدود

گلشن ناز ست رنگیں نسو و تادہ کتاب فی الحقیقت کان لطف و معارف راز ست اس
 وقت طبع ہست سال طبع سرور از خود شہداء محبوب تادہ گلشن ناز ست اس (۳۳۷)

[۱۹۹۳ + ۱ = ۱۲۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعات تاریخ انعام و اطہار از کلمہ طبع فراغت آگئیں غشی نادری داس صاحب گلشن قوم
 کھڑی، ساکن دہلی خلف قصد ق غشی کشن لال صاحب مرحوم، کہ پہنشی گری کوٹھی ساہوگر والا مشہور
 دہلی، اوقات گرامی بسر کرتے ہیں اور جناب کمالات عاب میرزا قربان علی بیگ صاحب ساکن کی
 شاگردی سے رشتہ میں صاحب دیوان مختصر ہو گئے ہیں۔ آدی نو جوان، خوش بیان، خوب زد و نیک خو،
 خرمند، خوش زد و پسند ہیں۔ تاریخ ختم ہوئے کتاب کی کمرہ بیت کے سبب میں:

لکھا تادہ نے ایسا تذکرہ خوب جہاں میں ہو رہی شہرت ہے جس کی
 ہوئی دل کو ہے میرے کلمہ تاریخ محبت دل سے رکھتا ہوں میں اُس کی
 کہا یہ صاحب نہیں نے گلشن ”رباعی الخیض“ لکھ تاریخ اس کی

[۱۹۳۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

پہ سال اطہار پڑبان، عجی چنیں فرمودہ

دش دیم کہ در غم جاں مضر و ہے قرار بد گلشن

ناگہاں دلبرے ہویدا لحد سے لقاء خوش ادا و زہرہ جبین
 از رہ تاز گفت عاشق زار بشنو از من کہ ی کسم تخلص
 تاور روزگار و فخر زار تذکرہ ثبت کردہ رنگیں
 سال تاریخ آں ٹو نیز گویا گفت دل "منظیر عجائب ہیں" (۳۸۸)
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

دیگر پیدبان اردو

تورا واللہ! [کیا] خوب لکھا تم نے [ہے] یہ تذکرہ زنانہ
 ہر ماہ جبین و مد لقا کا مضمون لکھا ہے عاشقانہ
 رنگیں نے لکھی ہے اس کی تاریخ یارب! ہو یہ "منظیر زنانہ"
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ اطہار از کرمیت بنیان لالہ گنگا پرشاد صاحب مختصس پر گنگا، طالب علم ٹل
 سکول لاہور، اپنی لالہ کیشی لال صاحب۔ جس وقت میرے مہربان بشیر وارو لاہور ہوئے، لالہ
 صاحب نے اُن سے فیض بخشی پایا۔ گو پہلے سے کچھ واسطہ ہاتھی رکھتے تھے لیکن یہ تازہ رابطہ ہو گیا:
 جب ہوا اطہار گلشن ناز سب نے اُس کو کہا "صحیفہ نغز"
 کہا گنگا نے بے تکلف سال خوب "چھاپا گیا صحیفہ نغز"
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ اطہار من الطبع رسالہ علوم انگلیسی، واقعہ رموز زبان فرس، موڈت
 خصال فشی ہزاری لال صاحب مختصس پر عتقر، سابق ہیڈ ماسٹر ٹل سکول سونی پت، ضلع دہلی، قوم
 کاچھ سری باسٹ، ساکن دہلی، محلہ روشن پورہ، علق دیوان سری رام صاحب مرحوم مغفور:
 کہاں تک لکھوں اس کا میں حال آوا قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ
 بقول غصے: ۔ ایں ماتم سخت است کہ کوید جواں مرد۔ افسوس! صد افسوس! کہ یہ

میرا دوست روحانی سنہ ۱۸۷۷ء میں عازم ملک جاودانی ہوا۔ مجھے یہ صبر و حشمت اثر لاہور میں ملی، یادگاری کے واسطے اس موقع پر لکھ رکھی۔ خدا اس نوجوان کو اس کے معصوم بچوں کی دعا سے بخشے اور اس کے بڑے بھائی لالہ چندو لال صاحب کو ان جیم بچوں کے سر پر قائم رکھے، جو ان کی خبر گیری کرتے ہیں۔ آمین!

جب طرح کا تذکرہ یہ لکھا کہ شہرہ ہے نادر کا ہر ایک جا
 لکھی اس کی تاریخ منظر نے یوں دلا! غنچہ عقل ہے کھل گیا (۳۹)
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ الطباع من جانب مقل حذکرہ حصہ دوم تذکرہ ہذا الٰہی "چمن اعزاز"
 اس تاریخ میں شاعرہ مذکور نے اُن شاعرہ مورثوں کے تخلص مع اپنے، ایک مصرع میں فتح کیے ہیں جن
 سے میرے دوست آشنائی رکھتے ہیں، اور اس کا لطف صرف یاروں ہی کو آئے گا:

نکسا یہ نادر دوراں نے تذکرہ کیا خوب	منترج حال سبھی مورثوں کا جس میں ہے
جو شعر اچھے ہی کہتی ہیں اس زمانے میں	کلام اُن کا ملا جس قدر وہ اس میں ہے
لکھوں جو وصف میں نادر کا کیا مری ہے بہال	کہ ادا وصف کی اُن کے بہال کس میں ہے
اثر کی زد سے ادا کو سنائی وہ تاریخ	مقل کہ نازک و بسم اللہ بھی ہوس میں ہے
۱	۶
۱۰۷۰	۷۸
۱۲۸ [۱۲۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]	

قطعہ سال الطباع، از مولفہ پنج عاں، یعنی نادر و ولیدہ بیان:

جو نادر گلشنی نازم شدہ طبع بعد ایں عیسوی تاریخ پیدا
 طفیلی ہم صغیران گلستاں الٰہی! "غیرت گل زار بارہ"
 ۱۸۷۶

دیکر فقرہ منترخص بر شاعرہ شاد گویان حذکرہ گلشنی نادر:

گفتارے پنجاہ و سر شاعر است فارسی زبان سنہ ۱۸۷۶ء

تقریباً پورے خاندان مولوات شام، عالم محترم، فاضل دہر، سرآمد محکمین، سرگروہ متاخرین، جناب کمالات مآب مولوی آفت حسین صاحب شکارپوری مخلص بالقت، مدرس ازل مدرسہ انگلو عربی دہلی زاد اللہ شرفا۔ صاحب چند نسخہ نظم و نثر مذہبی و نصیحتی و مباحثی وغیرہ جو سنہ ۱۸۸۳ء میں مزبورنگ کالج لاہور (۱۳۰۰) کے مدرس ازل تھے۔

”میں نے اس تذکرۃ شعرا النساء کو خوب پاک نظر سے دیکھا۔ واقعی آفت قوی اور مہبت جنسی کا مزہ آ گیا۔ محبوبہ مطلوب بھی خوب اور پیرایہ مقصود بھی مرغوب و خوش اسلوب، کیوں نہ تھا ہوا اب بھی سنگ دلوں کو خیر نہ ہو تو بے شک سنگ خار ہیں۔

یہ رسالہ بے مبالغہ ایسا ہے کہ خواہی خواہی زن و مرد کو اس کے پڑھنے کا شوق ہو اور طرح طرح سے دہنو کو علم و سخن کا لطف و ذوق ہو۔ دل کیوں نہ لگے کہ یہ گلدستہ ہاتھ میں ہے، جی کس طرح گھبرائے کہ ہر ورق صفحہ بہار و خنجر در کنار ہے۔ خاص کر ہندوؤں کے لیے اچھا گل صد برگ ہے۔ مصنف کا شکر ضرور ہے۔ ایسے ہی صاحبانِ علم کے ہونے سے دنیا کو فائدہ ہے کہ کبھی تھکی رکھتے ہیں اور نہ لیاقت ذاتی فرض و جوہر چالاکی سے فقط کیا فائدہ! وہ تو حکام و اہلہوں کے لیے تشہیر ہے۔ چند کھینے تو تے مینا کی طرح ٹیس ٹیس کرائی اور گھر کی راہ لی۔ ایسے ہی علوم سے قوی فائدہ بھی متصور ہے۔ جو ایسی تصانیف یادگار چھوڑ جائیں، اسی ڈھنگ سے جاہل ہوش میں آئیں گے اور عقل پائیں گے۔ اسی طرح نادانوں کی آنکھیں کھلیں گی، لیکن چھپائی و سفاکی عمدہ چاہیے۔ سو کسی دولت مند کا کام ہے کہ اعانت کرے۔

العبد من بندۃ القلم ضمیمہ

اخبار کوہ نور، لاہور، مطبوعہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء میں یہ صفحہ ۷۲ مجلسین ناز کا کاروبار چھپا تھا مگر اس وقت وہ پڑچھرے پاس موجود نہیں۔ اس سبب اس کی نقل سے معذور ہوں۔

سفیر بڈھانہ، مطبوعہ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء میں یہ عبارت شائع ہوئی ہے :

تقریظ من حدیج طبع رسا و کبر عالی جناب مولوی امانت علی صاحب ہڈس قصبہ
ہنت، تحصیل شاملی، ضلع مظفر نگر

لکھوں تقریظ گلشن ناز کی دل میں یہ آتا ہے اگر خال زرخ لیلیٰ سے حاصل کچھ سیای ہو
سبحان اللہ! یہ کیا گلشن ناز ہے جس کا نرالا ڈھنگ، نیا انداز ہے۔ جتنی جگہ میں گل ہائے
سوری کا رنگ ہوا ہے، جہن جہن شگوفہ ہائے معنوی سے ہمرا ہے: روش روش پر ہونے عطر آمیز ہے، ہر سو
ہوائے لطف انگیز ہے۔ سطروں کے اچھٹے سے اچھٹا ہے کہ یہ جہن زار سرپاؤ سے زلف چٹکیں سے ہوا
ہے۔ رکینتی عبارت میں رنگ حنائی ہے، ایک ایک ورق رُوے زیا کی صفائی ہے۔ اکثر مقام پر دل
دھوکا کھاتا ہے، صفحہ صفحہ پر سادہ رویوں کا خیال آتا ہے:

کیا کہیے یہ کیا ہے گلشن ناز گل زار جہاں کا سارا انداز
سطروں سے گھٹلے ہے چچہ کا گل گردن پہ ہے اس کے خون سنبل
نفلوں سے نھر میں ہے سویا یا خال سیاہ روئے زیا
ہر شعر ہے اس کا شعر گیسو فرق اس میں نہیں ہے اک سر مو (۳۳)
اور کیوں نہ ہو؟ چمن آرا اس گلشن بے خزاں کا دیر عطار و رقم، بیضا قلم، یعنی طوطی سنجیدہ بیان، ہلہل ہزار
داستان: شہ سوار میدانِ سخن دانی، یکہ تا زعرے پہلوی و ددی، و عقبہ رموز شعر گوئی، ہار یک گلن دکان
مضامین جوتی، بلن عروض میں تاور، اجنی مٹی در گاہ پر شاد تاور:

سبحان زبان زبان اردو ہے اس کی زبان میں جان اردو
شک نہیں ہے کہ نیم اس گلشن ضیم کی، دل ہائے چمرہ کو راحت دے اور پورے ترغیب سے
مشام جاں اپناے جنس کا بھرے۔ کیا سنتے؟ کہ قدرت بیانی شقائق تذکرہ سخن ربانی عموماً شاعر زمانہ
سلف و حال کو پخصاحت تمام و بلاغیت مالا کلام لکھا ہے۔ اس تلاش عمدہ پر دل سے آفرین ہے، مرحبا
ہے۔ سچ تو یوں ہے کہ تعریف کو شہ میں زبان نہیں، قلم کو طاقت بیان نہیں۔ فی الواقع ایسی کتاب
لا جواب دیکھی نہ سنی۔ اگر خوش مذاقانِ سخن اس کو عرض گوہر جان خرید فرمائیں تو بہا ہے اور جو بے چشم

سے ہوائے شوق میں اس بوستانِ معنی کی سیر کو آئیں تو سزا ہیں۔

غزلِ تازہ

عیاں ہر شاعرہ عورت کی خوش گفتار ہے اس سے
مرہ شیریں کھامی کا ہمیں ہر بار ہے اس سے
یہ اک گلِ زار خوبی ہے سراپا بے معنی سے
مشام جاں ہر اک بلبل کا خوشبودار ہے اس سے
مرہ آتا ہے ہر فقرے سے یاں قندِ مکور کا
عجب شیریں چانی ہے کہ یہ تکرار ہے اس سے
بیاں ہو اس کی کیا رنگینی فقراتِ موزوں کا
مثالِ لالہ، دافی سینہ گلِ تار ہے اس سے
نہ ہو تجبور کیوں فرحت ہمیں اس باغِ رنگیں سے
گفتہ چوں گلِ خنداں دلِ سرکار^{۵۹} ہے اس سے

حمت بھون ملک

تحریر تاریخ کا پی: ۲۵: راکت سنہ ۱۹۸۳ء بمبئی

پدہ بدائتم و کارِ خلق

تا دہرِ جلوہ گلِ عذارِ خلق

بقلم: نیازِ رقم سید محمد عبداللطیف دہلوی

ملحقہ (۳)

قطعاتِ تاریخِ تصنیف و طبع
مع تقریظات ”چمن انداز“

[تذکرۃ النّسائے نادری، صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۴]

قطعات تاریخ اطہار دفعہ اول "چمن انداز" جو اس کے شائع ہونے کے بعد موصول ہوئی ہیں، اور نیز تقریظیں جو جن وروں، بالانصاف پسندوں نے مرحمت فرمائی ہیں

فقہ و تاریخی پے صحیح رحمان، فاضل اجل، عالم بے بدل، بلیغ علوم عربی، و اہل فنون انگلیفہ مرزا اشرف بیگ خاں صاحب اشرف مرحوم خلف الخلف جناب ثواب فاضل بیگ خان صاحب دہلوی
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

المسوس! کہ یہ نو بادہ جوانی، مترجمی سنٹرل بک ڈپو پنجاب سے دہلی کے ضلع سکول کی مدد سی فارسی و عربی پر مشرف ہوئے۔ ۱۳۹۹ ہجری کے اخیر میں عازم ملک بقا ہوا۔

انا لله وانا اليه راجعون

"نکذہ زار غرض جو کہ کلام عجیب شاعرات ہند ہے۔" سنہ ۱۲۹۵ ہجری، از حرف ہمد (کذا: حرف ہمد)،

۱۸۷۸ء از مخطوط۔

من الکلام بقیہ خوش تقریر، منہ القدیر جن کے اوصاف گلشن ناز کے چمن میں تحریر ہیں:

از فضل ایزدی "چمن انداز" طبع گشت لاریب ہست قاطبی قسین و مرجبا
کلب بقیہ کرد دو تاریخ با رقم "شائستہ بوستان" و "چمن زار غرض فزا"
۱۲۹۵ ۱۲۹۵

دیگر

نادر خوش فکر و بیکتاے زماں تذکرہ فرمود حیرت ناک طبع
گفت سائش بلبل فکر بقیہ "نغمائے طوطیان پاک طبع"
۱۲۹۵ ھ مطابق ۱۸۷۸ء

دیگر

مجھے ایں نسخہ چوں مطبوع فرمود شدہ مطبوع طبع شاکھیاں
بقیہ بے تکلف گفت سائش "پیش آمد ریاضی نازنیاں" (۲۳۲)
۱۲۹۵ ھ مطابق ۱۸۷۸ء

دیکھ

نادر خوش کلام و سحر بیان "تجربہ انداز" طبع زد فی الحال
خامہ تاریخ بھوسوی نوشت "تذکرہ طبع شد بعد آمل"
۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

نقل محلہ

جناب میر محمد علی صاحب جو یا امراء آبادی (صاحبہ سرود غیبی، رونق افروز سوائی ہے
پورہ کہ فی زمانہ تاریخ گو یگانہ و یکتا شاعر، نکات شاعری سے ماہر، بے ہمتا ہیر، معلومات فنی گری
میں بے نظیر، صاحب تحریر بڑے تاثیر و بولنے میں خوش تقریر ہیں)۔ موصولہ ۱۲/۱۱/۱۸۷۹ء میں ۹۔۱۸۔۷۹ء
مقام لاہور:

قد روانی جو یا! سلامت!

اجی جناب! آپ کا رسالہ مراۃ خیالی اتفاق سے ایک سوداگر میرے پاس لایا۔ اس کو
کھول کر پڑھتا ہوں تو وہ آفتاب جمالی ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا رسالہ تالیف کیا
ہے کہ عاشقوں کی جان، معشوقوں کا ایمان۔ رسالہ کیا ہے، کائنات، جان الفیت ہے۔ میں تو اس
رسالے کو دیکھ کر چار گھنٹی تک حیران رہا کہ اس قسم کا رسالہ، محبت کا قبلا دیکھنا نہ تھا۔

رسالے کو دیکھ کر یہ لطف آیا کہ گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں اور اس خواب میں یہ دیکھتا ہوں
کہ گویا ایک باغ ہے، درخت کا چشم و چراغ ہے۔ اس باغ میں ایک محل ہزار سالانہ سے آراستہ اور اس
محل میں ہزار پری جیکر حور جمال، مہر تیشل ہزار تازہ کرشمہ کے ساتھ بیٹھی ہیں۔ ان پر ہی رویوں کا
مشاعرہ ہے۔ ہر ایک ماہر و اپنے اپنے اشعار پڑھ رہی ہے اور جس کا جو شعر ہے، وہ لا جواب ہے،
دیوان عشق کا انتخاب ہے۔

آکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مراۃ خیالی ہاتھ میں ہے۔ واللہ! عجیب کتاب ہے۔
لا جواب ہے۔

پڑھتے پڑھتے جب عابدہ، یعنی نواب امراء بیگم کے نام پر پہنچا تو اپنا نام بھی اور رسالہ

حبیبان کا ذکر بھی دیکھا۔ آپ نے ذرے کو آفتاب بنایا اور خاک کو آسمان پر بٹھایا۔ آپ بڑے قدردان ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ میں آپ کی ان معنائوں کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا ہوں۔ من آئم کہ من دائم۔ آپ نے وہ کام کیا ہے کہ مجھ کو تازہ نگہی معنوں رہنا چاہیے اور بعد مرنے کے بھی مشکور ہونا چاہیے کہ ہمیشہ کو یادگار رہا، اور جہاں جہاں آپ نے اصلاح فرمائی ہے، واللہ! بہت درست ہے۔ میں مان گیا لیکن مطیع والوں نے بہت غلطیاں کر دی ہیں۔ اب خطر ثانی میں درست کروں گا اور آپ کی اصلاح کو قائم رکھوں گا۔

کیا کہوں، آپ نے مجھ کو نہ لکھا، ورنہ عابدہ کا کلام دیوان سے بھیج دیتا۔ میرے پاس ہے۔ اب منظور ہو تو لکھتا، اور خط کتابت جاری رکھیے جس سے ایک طرح کی ملاقات ہوتی رہے، اور کارلائقاس طرف سے سرور کرتے رہے اور اپنی کیفیت سے اطلاع بخفیے۔
بقلم سید محمد علی جوہر، نائب کوٹوال شہر ہے پھر، ۱۸ اپریل سنہ ۱۸۷۹ء۔

”جمن انداز“، موقفہ تحقیق شیوا زبان و مولفہ جاویدیان فشی درگا پرشاد صاحبہ ناظر تخلص دہلوی، ہیڈ آفکریمنزراجو کیشنل پریس لاہور، سلمہ اللہ تعالیٰ، کار یو یو۔

ہمارے پاس یہ کتاب ایک معزز کرم فرما کی وساطت سے پہنچی۔ ہم نے سر تا پاس کا مطالعہ کیا اور ایک بے بہا جوہر پایا۔ مصنفہ سلمہ رب نے شاعرہ عورتوں کے تذکرے میں، جو ہندوستان میں گزری ہیں، یہ کتاب تحریر فرمائی ہے اور ایک سو چوالیس (۱۴۳) عورتوں کا اس میں ذکر کیا ہے اور سب کے نام ردیف وار لکھے ہیں اور ہر ایک عورت کے حالات، جس قدر مل سکے، مختصر اور مستفیج مہارت میں لکھے ہیں۔ خشی المتقدور نہایت کوشش کے ساتھ جس قدر حالات اُن کے نزدیک صحیح معلوم ہوئے، وہی درج کیے، باقی چھوڑ دیے۔ فی الحقیقت تذکرہ کی خوبی یہی ہے کہ صحیح صحیح حالات اُس میں لکھے جائیں، نہ یہ کہ خواہ مخواہ طوالت اور مبالغہ سے کام لیا جائے اور اناب شاپ اُس میں بھردیا جائے جو ناظرین کو گمراہ اور کتاب کو بے وقعت کر دے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے پاس اس قسم کے چند نسخے اور بھی تھے جو تصنیف کے

وقت مطالعہ میں تھے مگر اُن سے مصنف کو کچھ مدد نہیں مل سکی، بل کہ اکثر مقامات پر اُن کو رد کیا گیا ہے اور اُن کی غلط بیانی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ بھی اس تذکرے میں ایک بڑی خوبی کی بات ہے کہ مصنف نے اکثر اپنی ہم عصر شاعرات کا ذکر کیا ہے اور بہتوں کو اُن میں سے بہ چشم خود دیکھا ہے اور دوستوں کے ذریعے سے اکثر کا احوال دریافت کیا ہے۔

فرض، ہمارے نزدیک اس تذکرے کے معتبر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ مصنف کی کوشش و محنت کی جس قدر تعریف کی جائے، بہت کم ہے۔ جب سے لکھنؤ اور دہلی کی سلطنتیں زائل ہوئی ہیں، ہندوستان میں شعر و شاعری کا چرچا بہت کم ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے بھی جو شاعر، خصوصاً عورتیں موجود ہوں، وہ مردوں کے برابر، بل کہ اُن سے بہتر شعر کہ سکیں تو یہ بھی غنیمت ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی کریں تو مردوں کے برابر لیاقت پیدا کر سکتی ہیں اور یہ لیاقت بالخصوص یورپ ہی کی عورتوں کا حصہ نہیں ہے، بل کہ ہر ایک ملک کی عورتوں کو خدا نے قابلیت کا ہدیہ عطا کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے ہر ایک خیال کا آوی مستفید ہو سکتا ہے۔ جو لوگ سخن فنی کا مذاق رکھتے ہیں، اُن کے مطالعے کے لیے ایک عمدہ سفینہ ہر قسم کے اشعار کا ہے۔ جو لوگ تاریخ کے شائق ہیں، وہ تاریخ کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ جن کو ناز و انداز زہرہ جیوانی مشتری خصال کی گفتگو بہائی ہے، وہ بھی اپنے دل کے ارمان نکال سکتے ہیں۔

جن لوگوں کا آج کل یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں مروج نہیں ہوئی، اُن کے دفعہ دہم کے لیے یہ کتاب کافی دلیل ہے کہ اس ملک میں عورتوں کی تعلیم پہلے سے جاری تھی اور بہت عمدہ تعلیم ہوا کرتی تھی۔ اب جو سرکار کی توجہ سے جا بہ جازانات مدارس قائم ہیں اور لاکھوں روپیہ سرکار کے صرف ہوتے ہیں، پھر بھی وہ بات حاصل نہیں، جو پہلے تھی۔ ہم نے ہرگز نہیں سنا کہ حال کی تعلیم یافتہ عورتوں میں سے کوئی شاعرہ ہوئی ہو۔ جتنی شعر کہنے والیوں کا ذکر اس تذکرہ میں ہے، وہ سب خانگی تعلیم یافتہ ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف اسی قدر شعر کہنے والیاں ہندوستان میں ہوئی ہیں، بل کہ چھپ نہیں کہ اور بھی ہوں۔ حضرت مصنف بھی اس احتمال کے قائل ہیں۔ پس، معلوم ہوا کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں پہلے ہی سے جاری ہے۔

ہاں! یہ انہوں نے کہ جس تذمروروں کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں شریف بہت کم ہیں اور اکثر بازاری عورتیں ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ اشراف خاندان میں (جو پرانے خیال کے آدمی تھے) تعلیم نسوان ایک عیب کی بات سمجھی جاتی تھی اور شاہدان بازاری لیاقت پیدا کرنے کو اپنی گرم بازاری کا ذریعہ جانتی تھیں۔ مومن کے طور پر ہم ایک شاعرہ کا حال نقل کرتے ہیں۔^{۱۱}

ان چند سطروں سے ناظرین دریافت کر لیں گے کہ کس درجہ تک تحقیقات کا حق ادا کیا اور وہ ان فصاحت و بلاغت دی ہے، کیوں کہ نہ ہو، غرضاً اللہ اوٹی کے رکھیں زاوے اور اعلیٰ زبان ہیں۔

ارداباب بصیرت پر یہ بھی واضح ہو کہ تذکرۃ النساء نادری کے دو حصے ہیں: پہلا گلشنِ ناز اور دوسرا "جمن انداز"۔ ہم نے فقط دوسرے حصے کا ریویو لکھا ہے، پہلا حصہ ہمیں نہیں ملا۔ ہاں، اسی حصے کے ساتھ ایک مختصر مکتبہ پہلے حصے کا چمپا ہے۔ طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی زبان میں شعر کہنے والیوں کا تذکرہ ہے اور یہ اردو لکھنے والیوں کا۔ شاید ہمارا یہ قیاس صحیح ہو۔ بہر حال، جو کچھ لکھا ہے، بے بدل لکھا ہے اور مصنف سطر و رُہ نے نہایت فائدہ مند یادگار چھوڑی ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ حضرت مصنف صرف اسی کتاب کے مصنف نہیں ہیں، بلکہ اور بھی نہایت عمدہ تصانیف مطبوعہ روزگار پر یادگار رکھتے ہیں۔ ان ازل جملہ رسالہ ہشت ثمن، معلّم المبتدی، لبّ لباب قصۃ شکار صف شکن، شجرۃ گل زار یعنی نسب نامہ تیموری، تذکرۃ نادرا لاذکار شعرا دکنی، ہیں۔^{۱۲} (ذکات الحساب، ترجمۃ رسالۃ نجوم فلوسی صہبائی، وغیرہ) اشتہار مشہور کوہِ نور، کذب سے دور..... نمبر ۵۶، جلد ۳، مطبوعہ ۲۸ دسمبر سن ۱۸۷۸ء)

مواہبِ خیالی

مندرجہ عنوانی رسالہ، جس کا اصل نام "جمن انداز" ہے اور مندرجہ عنوان نام صرف تاریخی تالیف کے لحاظ سے رکھا گیا ہے، رسالہ گلشنِ ناز کا دوسرا حصہ ہے جس کا ریویو سالِ گزشتہ میں درج اخبار ہو کر دینے ناظرین ہو چکا ہے۔

اس رسالے کے مصنف صاحب طبع سلیم، (۳۳۳) عالی جوہر، فنی درگاہ پر شاہ صاحب، نادری نے شب و روز کی نہایت عرق ریزی سے اس میں عورات شاعرہ نادریہ روزگار کے حالات مع ان کے منتخب اشعار کے، درج کیے ہیں۔ رسالہ قائل دید ہے اور مولف صاحب کی محنت قابل قدر۔ ایسے لوگوں کا وجود معجزات سے خیال کیا جاتا ہے جو اپنے اہل وطن کے لیے اپنے اوپر اتنی محنت صرف کر رہے کر کے ایسی ایسی عمدہ یادگاریں زمانے میں چھوڑ جائیں جس سے علاوہ ان کے بقائے نام کے، اس چیز کی بقا تک ان کے ہم وطن مستفید ہوتے رہیں۔ اس رسالہ کی ضخامت ۹۶ صفحوں کی ہے تقطیع ۳۶x۲۰ ہے ہماری رام پوری کاغذ پر چھپا ہوا ہے، قیمت ۴ روپے۔

نقل خط

آج ہے پھر موصولہ ۳۰ جون سنہ ۱۸۷۷ء، مقام لاہور :

محمود خوبی ہائے بے کراں، منظر الطافہ فراوان، مجمع محاسن اشفاق و اخلاق، شاعر بزرگ خیال، منشی بے مثال درگاہ پر شاہ صاحب، انکس بنا در و ام اشفاق تم !
تسلیم عرض ہے ! اشتیاقی بلا طلاق، ملاقات کثیر الاوقات کی تحریر یا تقریر زبان قلم سے یا میری (۳۳۳) کسان سے باہر ہے۔

شکر ہے اللہ کا کہ میں خبر نہت سے ہوں اور آپ کی توفیق محبت و ملی کا اس کی جنتاب سے شب و روز جو یا رہتا ہوں۔ تذکرہ "چمن انداز"، کہ جو بنام "تذکرۃ النسوان" ہم مشہور ہے، میں نے وریں ولا تقریر یا مطالعے میں لیے۔ سبحان اللہ! ہر فقرہ جس کا نہایت بڑے مضمون ہے اور طرح طرح کے عمدہ، غیر موزوں، خاص بھیجہ خاطر، عنایت مآثر کا ایک بڑے کثرت ہے۔ نقطہ نقطہ دل رہا ہے، ہر حرف جاں نرا ہے۔ ولاحسنی اور بلند رنگی میں شاعر مصنف کے، کس کو کلام ہے اور جس کسی سطر عرض، حاسد بہد میں کو کلام ہے، وہ کج فہم مطعون خاص و عام ہے۔

خیر، خاکسار اکثر مشتاق شعر و سخن ہم چمن صاحبان ہے، غل کہ جو یاے فیض محبت و ملاقات و افراسزات رہتا ہے۔ بے تابانہ دل نے جاہا کہ خدمت میں خود کو پہنچا دے مگر یہ چند

اسوراست عارضہ افکار زمانہ یہ حتمی دل میں غلی رچی۔ خط، کہ نصف ملاقات جس کو کہتے ہیں، نگارش کیا۔ اگر جواب آئے تو کیا کہنا چاہیے، خوبی تقدیر سمجھنا چاہیے مگر وہ بھی خالی نہ ہو۔ ایک دو غزل بھی، جس میں چکیدہ خاصہ لطافت شمار ہو۔ بعد از اخلاق و اشتقاق اصلا نہیں اور نہ ہوگا۔ زیادہ طول فضول۔ عام دوست و اور دوست ملاقات پر اضافت مع کار پار لائے یا فرمائیں۔

بندہ شیخ حافظ علی بن غشی امان علی صاحب سر رشتہ دار محکمہ اہل ریاست سوئی ہے پورا مخلص بہ حیات، مقیم باغ شامی رتی رام جی، بغرض تفریح طبع و تہذیب آب و ہوا ۱۸ اور جب، روز یک شنبہ، سنہ ۱۳۹۷ ہجری۔

فقیر تاریخی

مضمین بر تقدیر شاعر است "چمن انداز" بہ صنعت رعنہ، مشتمل پر سنوالت بھوسوی و بھری انطباق دفعہ اول جو مہدائے سخن کی بارگاہ ہے نیاز سے مولف کو عطا ہوا تھا۔ یہ مادہ تہذیب دار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صنعت میں بھی تہذیب تجزیہ ہو سکتا ہے۔

بجمل: ایک سو چالیس شاعرہ عورتوں اردو گو کا تذکرہ۔

یعنی بجمل کے حساب سے کن لو کہ اس فقرے کے حروف بے نقط کے ۱۳۹۵ عدد سنہ ہجری نبوی کے ہوتے ہیں اور نقطہ دار حرفوں کے عدد سے ۱۸۷۸ عیسوی سال نکلتے ہیں۔ "بہ نقل" سے یہ مراد ہے کہ لفظ بجمل کے عدد بھی شمار میں آئیں گے۔ یہی تہذیب کا اشارہ ہے۔ (۳۳۵)

ملحقہ (۴)

قطعات تاریخ تصنیف و اشاعت — تذكرة النسابة نادری

[تذكرة النسابة نادری، ج ۱۸۲، ۱۸۵۴]

قطعات تاریخ تالیف مجموعہ ہذا مع تقریظات، جو اس وقت تک موصول ہوئی ہیں

قطعات رخصتہ کلک، جواہر سلک جناب ٹھاکر گلاب سنگھ صاحب مشتاق، فن شاعری
کے مشتاق، بریکس میرٹھ، بروقی بخش و ملی، آدر سیر کلک، شہر غربی حمن، سلمۃ اللہ تعالیٰ،
شاگرد استاد قلم مرحوم

دیکھ کر، ہاں! کتاب ناآدر کی خوش ہیں، مشتاق! عاقل و دانوں
از سر دوستی کہا میں نے ”خوب ہے یہ کلام معشوقان“ (۳۳۹)
[۱۲۹۶+ = ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء] ۳]

دیکھ

جناب کہی غم نے ناآدر کتاب گلستان نازک خیالوں ہے یہ
کہی اس کی تاریخ از دوسے جاں ”زہے گلشن خوب زوایاں“ ہے یہ (۳۳۷)
[۱۲۹۷+ = ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء] ۳]

ایضا

یہ جگہ ہے کہ ناآدر نے اس مذکرے میں کہی عورتوں کے ہیں حالات ناآدر
سر جان سے اس کا، مشتاق! بے شک کھسو سال تم بھی ”خیالات ناآدر“
[۱۲۹۷+ = ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء] ۳]

میں

کیا خوب تم نے کہی، ہاں، یہ کتاب، ناآدر! ہے شوراگ جہاں میں شایاں و مرہا کا
”احوال سارا لکھا عورت خوش ادا کا“ محفوظ حرف میں ہے مشتاق! اس کی تاریخ
[۱۲۹۷+ = ۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء]

فصلی

ہو کے ترمیم چھپی پھر یہ کتاب نادر دیکھے لکھتے ہیں تاریخ غن در کیا کیا
 پوچھا مشاق سے جو سال، بدینہ اُس نے سر بھجوت سے کہا ”تمہارا اتمام چھپا“
 [۱۲۹۰ فصلی مطابق ۱۸۸۳ء] + ۲ [۱۲۸۸ = ۱۲۹۰ ق]

ایضاً عیسوی

بیٹھا کس سوچ میں ہے تو مشاق! دیکھ کیا خوب ہے بارغ عورات
 لکھ دے از روئے بشارت اس کا عیسوی سال ”چارمغ عورات“ (۳۳۸)
 + ۲ [۱۸۸۱ = ۱۸۸۳ء]

دائرۂ تاریخی، رسم فرمودہ تھا کر گلاب سنگھ صاحب موصوف



قطعہ از مناسج نگہ رسا، رموز مخفی و جلی کے کاشف، شاکر لال سنگھ صاحب
 واصف، برادر اکبر شاکر گلاب سنگھ صاحب مشتاق موصوف الصدر
 افسوس ہے کہ اس کتاب کے چھپنے سے پہلے ہی جناب واصف صاحب واصل بحق ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ

وائے نادرا! واصف، برادر مشتاق، نرا

بندے نے یہ فقرہ اُن کی وفات کے سبب بکری کا نکالا ہے۔ اکثر احباب نے اس حادثے کی
 تاریخیں موزوں کی ہیں جن کو مشتاق سراپا اشفاق نے جمع کیا ہے۔ شاید کسی موقع پر چھپ جائیں۔

لکھا نادرا نے واقعی واصف! تذکرہ خوب عورتوں کا ہے
 تو بھی لکھ دے یہ مصرع تاریخ "نثر" بلبلان دنیا ہے"

۰ ۹ ۲ ۱ ۱

[۱۲۹۰۱ فصلی مطابق ۱۸۸۳ء]

قطعہ رقم فرمودہ جناب بابو شکر لال صاحب کھتری، رئیس روڑہ، ضلع انبالہ،

رونی افزاے حال دہلی، شاگرد جناب مشتاق ضیع اشفاق

لکھی تم نے کتاب کیا نادرا! ہے یہ گویا صوتہ اسنام
 نازنینان خوش بیانوں کے درج ہیں اس میں واقعات تمام
 دل میں شکر کے دیکھ کر آیا اس کی تاریخ دیجیے انجام
 لکھ سر بزم سے! ندا آئی "ہے یہ بے مثل و بے نظیر کام"

۱۸۸۱ = [۱۸۸۳ء

+ ۲]

قطعہ از طبع فیض رسا جناب شاکر راوہا کشن صاحب مشتاق، رئیس

تصبہ سُر جن نگہ، حلقہ مراوہا، مقیم میرٹھ، شاگرد جناب مشتاق شہرہ آفاق

لکھا تم نے جو آج کل نادرا تذکرہ کیا ہی ہے بہارستان

لکھا مشتاق نے بھی اس کا سال ہے سر بغض، "نظم ضد رویان"
[۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء] - ۲ - [۱۳۰۲ھ - ۱۳۰۰ھ]

.....

قطعہ نظم فرمودہ مشیت پناہ شیخ شرف الدین صاحب ظہور، موطن موضع اینڈری، ضلع کرنال،
حیدر سر پر، ضلع دہلی، اہل کار حکمہ شہر شاگرد جناب مشتاق صاحب موصوف الصدرۃ الاولیاء

خوب ہی اس کتاب میں، اے ظہور! نازنینوں کا ہے بیان لکھا
ہے سر جور میں نے اس کا سال "عورتوں کی ہے داستان، لکھا"
- ۳ - [۱۲۹۳ھ - ۱۲۹۰ھ]

.....

قطعہ تاریخ عنایتی شیخ مشیت اللہ صاحب مشیت، ساکن سکندر آباد، ضلع بلند شہر،
شاگرد تھا کر گلاب سنگھ صاحب مشتاق شہرہ آفاق

تادہ نے وہ لکھا ہے یہ تذکرہ زمانہ لازم ہے گل رگوں کا کیسے اسے گلستاں
تاریخ ہے کہ اس کی درکار اے مشیت! از روے جوش لکھ دی "ہے نظم غریبوں"
- ۳ - [۱۸۸۰ھ - ۱۸۸۳ء]

.....

قطعات تاریخ ریختہ نظم صداقت رقم جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب صفابدایونی،
وکیل عدالت دیوانی، صاحب تذکرہ ضمیمہ سخن وغیرہ کتب متعددہ سلمۃ اللہ تعالیٰ
قطعات تاریخ طبع مکرر تذکرہ "چمن انداز"

میرے شفیق حضرت تادہ نے، اے صفا! عورت ہند کا ہے لکھا ٹھیک ٹھیک حال
کیوں لکھ کر رہے ہو؟ تھوڑے کیا بندھا؟ تاریخ طبع لکھ دو "ایس فحشہ قال"
[۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء] - ۳ - [۱۳۰۰ھ]

ولہ

تذکرہ لہذا لکھا ناؤر نے تھا عورات کا	بار اول جب چپا، مقبول اہل دل ہوا
کوشش و اصرار سے احباب کے ہا اہتمام	بار چانی زیور طبع سے پھر لہذا سجا
سال طبع دوئی، ہاتھ نے بارے ادب	"ہے چپا ناؤر کا ناؤر تذکرہ" مجھ سے کہا
$\frac{+1}{+1}$	$\frac{1883}{1882}$

ولہ

"چمن امانز" چو شد طبع، صفا! بار دوم	شوق ویدار فزوں گشت بہ ہر فرد بشر
سال تاریخ پہ یک مصرع دوبارہ کفتم	چمن ذکر جمیل (۳۳۸) و نسخہ اہل نظر (۳۳۹)
[۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء]	$\frac{1300}{1300}$

تمام شد

ملحقہ (۵)

عریضہ بخدمت حکیم رنج میرٹھی

مصنف بہارستانِ ناز

[تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۴]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عریضہ

معروضہ سراپا گناہ، روسیاء، بگڑ بنیاد، درگا پر شاہ، جامع تذکرۃ النسلۃ نادری مسمومہ بہ مراتب خبیالی جس کے دو حصے گلشنِ ناز و ”چمن انداز“ سنہ ۱۲۹۲ ہجری اور ۱۲۹۵ ہجری میں علاحدہ علاحدہ مثنوی انبی پر شاہ^(۳۳۱) صاحب ہاجر کتب، دہلی نے طبع فرمائے ہیں اور اب مکرر صحیح ہو کر بہ بیست و جمہوری مع کلمہ اور ضمیر کے، چھپا چاہتا ہے۔

بخدمت فیض درجست، شرافت پناہ، لیاقت دست گاہ جناب حکیم محمد فصیح الدین صاحب رحیم میرٹھ، موجد تذکرہ نوہی زانہ، یکاے زمانہ، مختص بہ سچ، بکھر سچ، سلمۃ اللہ تعالیٰ۔

حضور نے کمال عنایت فرمائی جو بیچکداں کی یاد دل سے نہ بھلائی۔ سنہ ۱۲۹۹ ہجری قدسی میں جو آپ نے تیسری دفعہ ترمیم فرما کر اپنی بہلاستان ناز چھپوائی تو اس میں کئی جگہ ”چمن انداز“ کو بہ خطاب ”تذکرات چمن انداز“ زب تحریر فرمایا۔ شاید آپ کو کامل نسخہ ہاتھ نہ آیا اور نہ گلشنِ ناز^(۳۳۲) حضور کے ملاحظے میں گزرا۔ خیر، بقولِ مخلص ”بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“۔ مجھے اس مزخرفات سے کچھ بحث نہیں ہے۔ اپنا مذہب صلیح کُل ہے۔ میں نے اپنے رسالے میں کوئی لفظ جناب کی نسبت گستاخی کا نہیں لکھا تھا۔ ہاں! جہاں غلطی پائی تھی، اس کو درست کر دیا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاقی کریمانہ سے جو چاہا، بندے کی نسبت زب ارقام فرمایا۔ اس کے علاوہ مجھے جناب مثنوی محمد سلیم الدین صاحب، مالک مطبع عثمانی کی خدمت میں تین چار سال سے نیاز حاصل ہے جن کی فرمائش سے جناب نے یہ نسخہ ترمیم فرمایا ہے۔ اس سبب سے بھی زیادہ کھٹا فضول سمجھتا ہوں۔ صرف اس قدر موقیانہ گزارش کرتا ہوں:

تیرہ صفحے کی دس و گیارہ سطر میں جو آپ نے ارقام فرمایا کہ

”اس تذکرے کو کھرچ کھرچا کر بیکو فرض اور خیالی شاعر کا کلام خودی گھر کے

عامی کی رہیں ” پر کچھ کاغذ سیاہ کریں گے۔۔۔ الیغ۔“

ظہر انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ ہند گان حضور نے ”جن اعداد“ سے کیا کچھ نہیں لیا؟ اس کے سوا حضور اس کام کے، بقول اپنے، موجود ہیں، بندہ مقلد۔ بیچ ہاں نے کہیں تصنیف کا دعوا نہیں کیا اور تالیف کے معنی یہ ہیں کہ ”کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کتبہ جوڑا۔“

میرے جلسہ دلو میں ترجمان اور اس کے محکمہ مطبوعہ ساہتہ میں، جو ”جن اعداد“ کے ساتھ چمپا ہے، آٹھ اور ”جن اعداد“ میں ایک سو چالیس، یعنی کل دو سو پانچ عورتوں کا کلام لکھا گیا تھا۔ حضور کی بہارستان دلو، مطبوعہ دفعہ سوم میں بھی صرف ایک سو پانچ عورتوں کی لکھی گئی ہے، حالاں کہ شمار میں ایک کم آتی (۱۳۳) ہیں۔ نیز فہرست کا مقابلہ کل سے کیا گیا تو فہرست میں حرف کاف کی نو شاعرہ لکھی ہیں اور کتاب میں دس کا کلام ہے۔ فرمائیے اتنا لکھنوی فہرست سے کیوں خارج ہے؟ اور اب جو میرا تذکرہ مکرر چمپتا ہے، اس میں مجلس دلو کے کھیلے میں قریب پچاس کے اور ”جن اعداد“ کے ضمیمہ میں پچاس شعر گوہوں کا ذکر بڑھایا گیا ہے جس سے کل شعر کہنے والیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گئی ہے۔ فرمائیے اگرچہ جن کس کی کتاب ہے؟

اور خیالی گفرت کی جو تہمت لگائی ہے، اس کا حال یہ ہے کہ بندے نے اکثر جگہ مقول عن کا حوالہ دے دیا ہے مگر:

قلب ہر کس بقدر ہمت دوست

یا

ہر کس بخیال خویش خیلے دارد

اقلب کہ حضور نے اس خیالی مسئلہ کو بڑا ہوگا۔ پس، دوسرے کو بھی ایسا ہی سمجھ لیا۔

حضور نے پانچویں صفحہ کی یاد میں طر میں ترقیم فرمایا ہے:

”فرض کہ اسی حضور میں نیکروں تذکرے دیکھ ڈالے، چاہا سے اضمحض کے

ٹکالے اگر کوئی تذکرہ خاص مستورات کا نہ پایا۔ الیغ۔“

لیکن جناب نے ان تذکروں کی فہرست ارقام نہ فرمائی۔ نیکروں تذکرے تو شاید کل بہارستان کے

کتب خانوں میں بھی نہ ملیں گے۔ آپ کے دیکھنے میں کہاں سے آئے؟ ہاں! کسی گچھے ہوئے تذکرے کے سیکڑوں ضخیم کسی مطبع وغیرہ میں دیکھ لیے ہوں گے، کیوں کہ جواہر العجائب، مطبوعہ مطبعہ فنی نول کشور صاحب بھی ہندوگان عالی کو نہ ملا۔ کمال تعجب کی بات ہے! میرے مخلصین نادر، مطبوعہ سہارنپور کے چوتھے صفحہ کو بھی حضور نے ملاحظہ نہ فرمایا جس میں اٹھارہ بیس تذکروں کے نام اور ان میں عورتوں کی شاعری کا پتا لکھا گیا ہے، مگر دیکھتے کہاں سے؟ وہاں تو صرف ”چمن انداز“ کی ہیکھرؤی ہی نظر اقدس سے گزری تھی، کامل کتاب کی آپ کو کیا خبر تھی۔ خیر، اب چرخی دفعتاً اس کو ترمیم فرمائیے۔ یہ نسخہ کامل میں حضور کی تذکروں کا۔ مصرع:

گر قبول افتد زبے عز و شرف

شعر بقول کاظمی اختر:

تقصیر ہو معاف تو اک عرض میں کروں تجھ کو نہ کیجیے آپ جو مورد عتاب کا

جب کہ مختلف تذکروں سے حضور نے بہارستان نادر کو انتخاب فرمایا تو حضور اس کے موجد کس طرح ٹھہرے؟ اگر یہ فرمائیے کہ یہ ایستہ مجموعی تو کوئی خاص کتاب اس قسم کی پہلے نہیں تھی، چہاں چہ فرمایا ہی ہے تو حضور جواہر العجائب کو اب ملاحظہ فرمائیں کہ وہ شاہنشاہ اکبر کے عہد میں تیار ہوئی تھی۔ جس صورت میں کہ آپ موجود نہ رہے، بندہ آپ کا مقلد کیوں کر ہوا؟ ہاں! مستفہ مین کی تھلید سے آپ نے بھی کتاب لکھی، بندے نے بھی تذکرہ تیار کیا۔ اس میں قصور کیا کیا؟ ”چمن انداز“ کی ردی سے آرائش کا نام غریب کلام (۳۳۳) لے کر آپ نے تاجن اپنی کتاب کی آرائش بگاڑی ہے۔

اسیر کا بکائن کا پھول آپ کی کتاب میں نہ سا سکا۔ تعجب کا مقام ہے کہ ”چمن انداز“ کی ردی سے اس کا دوسرا شعر لیا، پہلا چھوڑ دیا، تیسرا آج تک اغلب کہ نظر مبارک سے نہ گزرا ہوگا، پھر کس طرح آپ اس کے (۳۳۵) باقی کلام کو بکائن کا پھول قرار دیتے ہیں؟

الحک کی نسبت جو خبر یہ ہے، صرف دعوایے بے دلیل کی تقریر ہے۔ اپنے بیان صداقت نشان کا ثبوت تو دیا ہوتا۔

بسم اللہ کے بیان میں فنی انعام اللہ بیک صاحب کو غیر مشہور جو آپ نے لکھا ہے، مجھے نہیں

معلوم کہ شہرت سے آپ کی کیا غرض ہے؟ دہلی کے مشاعروں میں ان کی غزلیں پڑھی گئیں اور چھپیں، اخباروں میں بھی چھپیں۔ دہلی کے مدرسہ سرکاری میں یہ صاحب ہوش ہڈی فارسی ہیں۔ عالی خاندان والا اور بان ہیں۔ اگر آپ اُن سے واقف ہیں تو کیا یہ فہر مشہور ہیں؟

چھاپ چھلّس، نواب بیگم نام، صاحب دیوان کے بیان میں جو حضور نے ”چمن انداز“ کی ردی سے کچھ لکھ کر لکھا ہے کہ ”دروغ برگردن راوی۔“ شاید اس میں ہندگان حضور کو شہید رہا ہے، کیوں کہ اُوروں کا حال و مقال جو ”چمن انداز“ سے لیا، وہ سب راست راست سمجھا گیا، صرف اس میں شک رہا، جو یہ فقرہ سنایا گیا۔ متھنناے تحقیق تو یہ تھا کہ آپ تحقیق فرماتے، اپنا شہید مٹاتے، میرا قصور جتاتے، جیسا کہ میں نے حیا کے بیان میں جناب کی خطا کا ہر کی تھی۔

منجھو خانم کنیزی رباعی جو حضور نے زیب ارقام فرمائی ہے، وہ دراصل میر علی اوسط صاحب رشک کی ہے۔ اُن کا دیوان نظم مبارک (۱۲۵۳ھ - مطابق ۸ - ۱۲۷۷ء) ملاحظہ فرمائیے! چوتھی دفعہ کی ترمیم میں اس کی تحریر سے بھی ہاتھ اٹھائیے!

فریدان کے باب میں جو کچھ ارشاد ہوا، بجا و درست ہے، کیوں کہ حضور خاص وہاں کے رہیں۔ ابتدائے آبادی سے شہر میرٹھ کی رتھ یوں کی فہرست آپ کے ہاں تیار ہوگی۔ بندہ نے جیسا سنا تھا، لکھ دیا تھا۔ بالعرض اگر غلط ہے تو بقول آپ کے ”دروغ برگردن راوی۔“ میرے پاس بہ مقام لاہور، دلی سے ایک خط میں اس کا احوال یوں پہنچا تھا کہ

”میرزا محمد بیگ صاحب حیران، قرابت دار نواب شمس الدین خان صاحب مرحوم کی زبانی فریدان کا حال لکھا جاتا ہے، عرصے تک جن کی ملاقات اس شاعرہ سے رہی تھی۔“

پس، میں نے درج مذکورہ کر دیا۔ وہ خط بھنم میرے پاس موجود ہے۔ جس صاحب کو شک ہو، آ کر ملاحظہ فرمائیں۔ پس، بندہ اس بہتان سے برکنار ہے۔ بقول ہندی:

بھئی سنئے، ویسی کے (۳۳۹) پاپ پن میں نیارا رہے (۳۴۰)

کنیز کے بیان میں حضور نے سب سے بڑا کر لکھ کھائے ہیں، عجیب و غریب فقرے

اُڑائے ہیں۔ اُن سب سے قطع نظر کر کے بندہ صرف اتنا عرض کرتا ہے کہ وہ ”نظرت الدولہ یہاؤ“ کو اہل مطالع نے ”نظرت الدولہ یہاؤ“ چھاپا، حضور نے اُسے ”نظرت الدولہ یہاؤ“ بتالیا۔ خیر، اچھا کیا۔ رہا کنیز فاطمہ بیگم، ممکن ہے کہ فاطمہ بیگم کی لوطی کا تخلص کنیز ہو، حضور ہی اُس کو کنیز فاطمہ بیگم نام سمجھے ہوں۔ پس، امیری بیچ مدانی پر بہتان بندی ناخن دنا روا ہے۔ زیادہ گزارش کرنا تہذیب کا منہ کالا کرتا ہے۔

ماہِ لقا کی نسبت ارشاد ہے کہ ”یہ ایک شعر اُس کے اشعار سے منتخب ہوا۔“ بخدا! کج کہنا کہ اس کے کتنے اشعار نظر مبارک سے گزرے تھے جن میں سے یہ منتخب ہوا؟ بندے کو تو صرف اس کا یہ ہی شعر ہاتھ آیا تھا، وہی ”جمن انداز“ میں لکھ دیا تھا، جس کی مدّی سے حضور نے نقل کر لیا ہے۔ یہ چمدی اور سینہ زوری نہیں تو کیا ہے؟

تازک تخلص، زینت جان نام کے کلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ ”یہ دو شعر اُس کے یاد تھے، لکھ دیے گئے۔“ اگر حضرت کو شعر ہی یاد تھے تو اس کی سکونت و سہ موجودگی ”جمن انداز“ سے لکھ دیجئے۔ اس میں کیا تاقضی جی لکھ کر تے؟

تازک تخلص و فتن جان نام پر تحریر ہے کہ ”مٹا جان رنڈی کے ڈیرے میں آنے جانے لگی۔“ جناب عالی! وہ تو اُس کے ڈیرا میں آ کر آباد ہو گئی اور ”جمن انداز“ کے چھپنے تک مٹا جان کے پاس رہی، بل کہ اُس کے بعد مٹا جان کی تجھیز و تمھیں خود ہی کی۔ آپ نے ناخن ”جمن انداز“ کے اس فقرے کو بدل کر ”مٹا جان والدہ جن جان متولی کے ڈیرے میں آئی۔“

فرض، اس کا بیان آپ نے خلاف واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ اس پر آپ لکھتے ہیں کہ ”باد فرمائے کا جھوٹ نہیں، کج ہے۔ یہ اشعار اُس کی زبانی سنے ہوئے تحریر ہیں۔“ سبحان اللہ! ”چہ ولا درست دُروے کہ بکف چہ اغ وادور۔“

جناب نے ”جمن انداز“ کی خاک چھان کر یہ شعر فتن کے لکھے اور زبانی سنے ہوئے تحریر فرمائے۔ آپ نے جس وقت یہ شعر لکھے ہیں، اُس وقت اُس سے ہم کلام ہونا تو دور کتنا، اُس کا دیکھنا بھی غیروں کو نصیب نہ تھا اور اگر آپ پہلے سن چکے تھے تو ازل ہی وفد یا وفدِ ثانی میں کیوں نہ لکھے؟

الغرض، یہ ہٹ دھرمی اچھی نہیں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کے سارے دعوے نرے دعوے ہی دعوے ہیں، راستی کے دریا سے سب کنارے ہی کنارے ہیں۔ خیر و فیب کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۴	۸	مطلب	مطب
۵۱	۱	برام	بزم
۵۱	۸	تھی بعد غدر	بھی بعد غدر
۶۳	۳	کھول کر	گھول کر
۶۸	۱۲	میر کر است علی	میر برکت علی
۶۹	۳	فرحت کے بیان کی عبارت سے نہ اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ مر جانا۔ کوئی فقرہ موجودگی پر دال ہے، کوئی توحیدگی پر۔ غرض کہ اجتماع تھپسین ہے۔ بہار، مطبوعہ دفعہ ۲ کی تحریر تو اس کی توحیدگی صاف ظاہر کرتی ہے، دفعہ ۳ ثالث کی باقی دھوکا دیتی ہے۔	
۹۹	۱۵	لوزم	نورم

جناب حکیم صاحب ایہ سات آٹھ غلطیاں بہارستان دلا، مطبوعہ دفعہ ۳ ثالث کی صرف اس سبب سے نمونے کے طور پر گزارش ہوئی ہیں کہ باوجود اس قدر کوشش و سعی کے بھی مطبع کے کارپرداز، جیسی کہ چاہیے، محنت نہیں کرتے۔ آپ تو خود وہاں روٹنی افروز تھے، جس قدر رحمت ہوتی، کم تھی، اور جس وقت کہ میرا ”چمن انداز“ چھپا تھا، میں لاہور میں تھا اور کتاب دہلی میں بھیجی تھی، پھر بھی حضور کو اس میں جبر ایک اس (یہہ اور) لفظ کے اور کوئی گرفت کا موقع نہ ملا، مگر اپنی ہٹ دھرمی سے آپ نے فریدان اور کثیر کے بیان میں اپنے دل کا غبار نکال لیا۔ خوب ہوا کہ میں غایت کی باز پُرس سے بری ہو گیا۔

اب زیادہ کوئی یادہ کوئی سمجھ کر سلام عرض کرتا ہوں اور اس کا انصاف منصف مزاجوں سے
چاہتا ہوں۔

تحریر تاریخ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۸۲ء

المرقم درگاہ شادادہ

ملحقہ (۶)

رُقْعہ ☆ راستی رُقْعہ ☆ بے مُجادلہ ☆

[بہ جناب ابوالقاسم مختار]

[مشمولہ: ملحقہ مرآت خیالی، علاحدہ صفحات ۸۴۱]

زُفَعۃ راسنی زُفَعۃ برے مُجَادِلہ

محررہ بجز بنیاد و رنگ پریشانہ موقوفہ تذکرۃ النساء نادری (جس کے دونوں حصے: گلشنِ ناز اور ”جنم انداز پہلے علاحدہ علاحدہ چھپے تھے اور اب ایک جلد میں، پایز ادبی نگارہ و ضمیر مع عریضہ بخند مت موقوفہ بہارستانِ ناز، اُن کی عین حیات چھپا ہے)۔

پہلا زمست والا درخت جناب ابوالقاسم محقق صاحب موقوفہ تذکرۃ اخترِ تاجان و ماہِ درخشان، رونق افزاے دارالاقبال بھوپال زاد اللہ شمعہا۔

جناب! اس حلیم قلم کے مددِ خاطر اڑ ہوں، معافی چاہ کر تقدیر پر داز ہوں۔ حضور کی پہلی کتاب، ”اُختیٰ تاجان بندے کے پاس آئی۔ اُس نے میری گلشنِ ناز کے حاشیے اور پٹھانے کی آبرو بڑھائی۔ اب جو اُس کی جلیوٹانی، یعنی ماہِ درخشان، مطبوعہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مطابق ۱۸۸۳ء ملی تو اُس نے اور ہی کیفیت دکھائی۔ خیر، اِن اوراق کا مقابلہ ”جنم انداز“ سے کیا تو عجب حیرانی نے منہ دکھایا۔ جہاں دیکھا، تحریف و بلا سبب تہنیک کا نقشہ پایا۔ ناچار، دلِ تحقیق منزل میں یہی سمایا کہ ہندوگانِ عالی سے اس کا سبب دریافت کروں، دلِ ناخکیب کو تسکین دوں، کیونکہ میں نے اپنے نزدیک کمالِ تحقیق کے ساتھ واقعاتِ صحیح جمع کیے تھے، پھر اُن میں بلا دلیل رد و بدل کیوں کر ہو گئی؟ آئندہ نسل کے واسطے گویا مظاہر کی راہ کھل گئی۔ کوئی اس کو، کوئی اُس کو صحیح سمجھے گا، کوئی یوں ہی ٹھوکرے گا کہ فراموشی تو بندے کو اپنے لطاف و اخلاقِ کریمانہ کا بندہ احسان بنائیں اور زمانہ حال و مستقبل کے طالبِ علم اِن لطیفیوں اور مضامینوں سے مامون و محفوظ ہو جائیں۔ آئندہ جو راے مہارک۔

دو کلمے استفسارات (۱۳۰۸)

(۱) ماہ درخشان، صفحہ ۱۴: ”یگم نے ہوا۔“ لیکن ”چمن انداز“ میں اس کا نام صاف بتا رہا یگم موجود تھا، پھر آپ نے اس فرد گذشت میں کیا فائدہ تصور فرمایا۔ اگر اس میں کوئی رعب ہو تو بندہ بھی اُس سے مطلع ہو۔

(۲) صفحہ ۱۰: پارسا کے بیان میں زریب تحریر ہوا ہے کہ ”شوہر گرفت۔“ کیا خوب! بندے نے تو اس پارسا کے دل کو ماحد کی نسبت یہ لکھا تھا کہ :

”آپ نے اس خیال خام سے اس صاحب عصمت کی شادی کت خدائی نہ کی کہ کسی کو اپنا داماد بنانا باعث تنگ ہے۔“

حضور نے اس واقعہ (۳۳۸) عبرت خیز کو بالکل منکوس فرما دیا اور نواب زریب القسا شہزادی سے اس زریب زاوے کو بکھڑا دیا۔ فرمائیے، اس میں کیا نیا لطف نکالا۔

(۳) اسی صفحہ کے اخیر پر پناہ باز کا جو شعر شہر ہوا ہے، وہ دراصل مولوی وجیہ الزماں رحیق کا ہے۔ کافی تذکرۃ اشعار ام پور۔ بندے نے اپنے تذکرے میں، جب کہ وہ دوبارہ چمپا ہے، یہ امر ظاہر کر دیا ہے۔ پس، اٹکلا عایاں بھی گزارش ہوا ہے۔ نیز، اس بیان سے حضور کی تحقیقات کا حال بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) صفحہ ۱۳ (۳۳۹): ”تصویر: بخشش بردالا کبار، و طش عظیم آباد۔“ بندہ صرف یہ اتنا اس رکھتا ہے کہ حضور کو اس کے وطن کا پتا کہاں سے لگا؟ میرے نزدیک تو یہ عورت حکیم میر قطب الدین صاحب ہاتن اکبر آبادی، موافق تذکرۃ نغمۃ عندلیب کی آشا معلوم ہوتی ہے جنہوں نے اوّل اوّل اس کا کلام شائع کیا، سکونت کا پتا نہ دیا۔ اگر آپ کو بالتحقیق اس کا یہ مسکن معلوم ہوا ہے تو بیچ ہماں کو بھی اس کی سند تائیے! ممنون فرمائیے۔

(۵) صفحہ ۱۲ پر: ”یگم نام آپ کو کہاں سے ہاتھ آیا۔“ ”چمن انداز“ اور بہارستانِ دلا میں تو اس کا نام بڑی یگم چمپا تھا۔ کیا زاہندی کا لفظ بھوپالیوں سے اور انہیں ہو سکتا یا اس تبدیلی نام کا

کوئی اور سبب خاص ہے؟ بہر کیف، جو معاملہ راست راست ہو، وہی ارشاد فیض بنیاد ہو۔

(۶) صفحہ ۱۶: حبیب النساء دہلوی۔ حضور نے کس سے بنا۔ یہ شخص غلط اور غلط شخص ہے۔ حبیب تخلص کا جو شعر بندے نے لکھا ہے، اُس کا نام اور پتا بخوبی معلوم ہے۔ اُس کے لواحقین سے ملاقات ہے۔ یہ صاحب عقلیت و عصمت اس درجے کی نہیں ہے کہ جس کا نام و نشان شہر کیا جائے۔ آپ نے یہ فرضی نام کیوں دھر رکھا؟ اس افترا پر داری میں کیا فائدہ سمجھا؟ مگر ہاں! اپنی کتاب کے ملاحظہ فرمانے والوں کو ناواقف و صحر کے میں ڈالا۔

(۷) اس کے آگے ہے: ”حجاب در بنارس۔ از زمرۃ لولیاں بود۔ در قصبہ ہائے قریب میرٹھ اکثر جاگرمی نمود“ مگر ”چمن انداز“ میں صاف لکھا ہے کہ حجاب تخلص، دینی جان نام، سکنت، ہاپور، ضلع میرٹھ، مقیم بنارس۔ فرمائیے! کیا یہ ترجمہ حضور نے درست کیا ہے، یا کسی اور تذکرے سے یہ ماجرا لکھا ہے؟ پس، اُس کا نام و نشان بتانا اور میرا بے ہودہ بکنا، ظاہر فرماتا تھا۔

(۸) صفحہ ۷۱: ”حجاب تخلص، نواب بیگم، زین عقیف، خوش تقریر، دھڑا اعظم علی خاں، رفیق معتد الدولہ آغا میر۔“ اصل میں ”چمن انداز“ کا یہ مقولہ ہے کہ حجاب تخلص، نواب بیگم نام عرف چھوٹی بیگم، دھڑا داروغہ اعظم علی خاں، فرزند نواب معتد الدولہ بہادر..... وغیرہ۔ آ کے اس کے سبب ولادت اور صاحب دیوان ہونا بھی لکھا ہے۔ پس، معلوم ہوا کہ بندگان عالی کے نزدیک یہ دونو باتیں تذکرے میں ذکر کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ خیر، مگر جس قدر حضور نے زعم ار قلم فرمایا ہے، اُس میں بھی ناقص پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ دونو عبارتیں تو درست ہوئی نہیں سکتیں، ایک ضرور غلط ہوگی۔ پس، جس کو آپ بہ دلائل صحیح صحیح رکھیں، وہی صحیح ہے۔ بندہ بھی اُس سے مطلع ہوتا عین حنایت ہو۔

(۹) صفحہ ۱۹ میں حیا کا بیان جناب نے حبیب ڈھنگ پر زعم تحریر فرمایا ہے: ”بقول مولف سلسلہ دار، ”چمن انداز“، دھڑا شہ عالم دشاگر و شہ نصیر و بقول مولف بہارستان دار، حجاب نواب مرزا قلی خاں ہوتی شاعر شاعر۔“

اے مہربان! براے خدا ”چمن انداز“ کو نظر غور ملاحظہ فرمائیے! بندے نے اس پاک

دامنہ کا احوال لکھ کر صرف وہ شعر لکھ دیا ہے: "تذکیوں حیرت ہو..... طبع"۔ اور یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ اس شاعرہ کا صرف یہی ایک شعر ملا ہے۔ اس کے بعد دوسری شاعرہم شیر پارسا بہت ہوں مسطور کا احوال قلم بند کیا ہے اور بہارستان ناز کی غلط بیانی کو بہ دلائل ماطح و برہان قاطع جلوۂ ظہور دیا ہے، چنانچہ شاعرہ مندرجہ بہلول مذکور، میرزا رحیم الدین صاحب حیا کے دیوان اور تذکرۂ گلستان سخن میں بتائیے ہیں، سب کو سنا دیے ہیں۔ آپ نے دونوں شاعراؤں کو ایک ہی خیال فرمایا، تحقیق کا حق پورا پورا ادا کیا۔ مزید سے برآں، صاحب عالم بہادر کا تخلص حیات قرار دے لیا۔ بس، یہ تخریف و تنقیح نہیں معلوم کہ کس وجہ سے ہوئی ہے، جب کہ تذکرہ ایک قسم تاریخ کی ہے تو مؤرخ کو واقعات میں اختلاف کرنا، جواسین عقلی، درست نہیں معلوم ہوتا۔ ہاں! اگر حضور کو ریاست بھوپال زاد اللہ شوکت سے کوئی خاص حکم اس بارے میں مل گیا ہو تو مضا لکھ نہیں ہے، پر آج تک تو ایسا حکم کسی حاکم کی طرف سے دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔

الفرض، اس کی مفصل کیفیت (اگر ہندوگان عالی کو تکلیف نہ ہو)، ضرور مذہب ارتقا مفرمایئے۔ بندہ آپ کا کمال ممنون و مرہون احسان ہوگا۔ زیادہ کیا تصدیق دوں، ہاں! بہارستان ناز، مطبوعہ دفعۃ ثالث کو دیکھو تو وہاں بھی پہلے حیا صلی ۳۹ میں ہے اور دوسرے صلی ۳۳ پر۔ نہیں معلوم کہ حضور نے کیوں کرداروں کو ایک سمجھ لیا۔

(۱۰) صلی ۳۱ پر جو آپ حسین کو طوائف تحریر فرماتے ہیں، اس کی کیا سند رکھتے ہیں؟ وہ تو پردہ نشین، حافظ محمد امین صاحب امین کی شاگرد ہے جس کا ذکر خیر "چمن انداز" کے ضمیمہ نو حیات میں درج ہوا ہے۔ بس، اگر میرزا بیان قاطع ہو اور آپ کو اس کا قاضی ہونا ثابت ہو گیا ہو تو بندے کو بھی اس کی سند عطا ہو، ورنہ کیوں کسی مسلمانی کو بدنام کیا؟

(۱۱) اسی صفحے پر "خاکسار تخلص غریب" کہ در سنہ ۱۲۷۷ ہجری (مطابق ۱۸۵۳ء)..... طبع" جو لکھا ہے، آپ کو کہاں سے ثابت ہوا ہے؟ بندہ اس حلقہ چاہ کے واسطہ داروں سے رابطہ رکھتا ہے اور پوچھتی جانتا ہے کہ خاکساری اس کا تخلص ہے۔ سنہ ۱۲۹۲ ہجری (مطابق ۱۸۷۵ء) میں، جب

کہ ”چمن انداز“ تالیف ہوا، چند روزوں میں اس کا اس کا سن و سال تھا۔ فرمائیے کہ سنہ ۱۲۷۰ھ [۱۸۵۳ء] میں کہاں سے موجود ہوئی؟ یہ موجودگی کی سند آپ کو کہاں سے ملی؟

(۱۲) صفحہ ۲۳: ”دہلی، ہندو نے بون، از قوم کچھ، ساکن ہندو ہیں۔۔۔۔۔“۔ بھوان اللہ اٹھلس بدلا۔ نام اڑا دیا، مسکن تبدیل کیا، قومیت پیدا کر دی، بیت نئی کیوں نہ گھڑی؟ وہ ”چمن انداز“ ہی سے نقل کر لی، ورنہ یہ شاعرہ نئی ہو جاتی، مجھے کیوں اس قدر خامہ فرسائی کی حاجت پڑتی! جبنا با یہ شعر، جو حضور نے دہلی کے نام سے زب ارقام فرمایا ہے، مبرا اس نامی دہلی کا ہے جس کا اٹھلس ڈھب لکھا گیا ہے اور اب تک زندہ وسلاست موجود ہے مگر شاعری نہیں کرتی۔ یہ بھی صرف اس زمانہ کی ترجمان، اٹھلس جہانی کی اٹھلس میں بول اٹھلی تھی، جو یاروں کے گوش آٹھا ہو گئی، قید کتابت میں آ گئی۔ آپ نے ناخن اس کا نام و نشان مٹایا اور دوسری کوفرضی نام تو ملو سکونت سے اس کی جگہ لٹھایا۔

(۱۳) صفحہ ۲۳: رہنمائی کا مسکن فتح پور، صفحہ ۷۲: ”ہوش، نے نے بودہ کرناں“۔ ان دونوں کا مقام کہاں سے دریافت ہوا؟ اگر صحیح ہو تو بندہ بھی لکھ دے، اکثریت ہے تو خیر۔

(۱۴) صفحہ ۳۲، سطر ۳: ”میر محمد شیرداد دہلی بحر“۔ بجائے میر محمدی سپہر دہلی بحر کے لکھا گیا۔ یہ سہو کا تب معلوم ہوتا ہے، پر صحیح نے درست کیوں نہ کیا؟ اہالیان مطبع کو محتجہ کرنا ضرور ہے کہ کانپی و پروف کی تصحیح پر نظر رکھا کریں، سنگ ساز کو تاکید کریں۔ اس پر بھی درست نہ ہو تو صحت نامہ تیار ہو۔

(۱۵) صفحہ ۳۱ پر: ”طالب، طالبہ خانم، از لولیایں شاہ جہاں آباد، زین ذی شعور۔ دیکر حال وے در پردہ عصمت مستور۔“۔ نا شاہ اللہ! چشم بدور لیاں بھی وہی ملو ریرتا جو صفحہ ۲۳ پر دہلی کے بیان میں ظاہر ہوا تھا۔ یہ ڈھب حضور کو خوب آتا ہے۔ ”چمن انداز“ میں تو صرف یہ لکھا تھا: ”طلب، مجھول الحال کسی عورت کی یہ مقال ہے۔“ فرمائیے انام کہاں سے نکالا؟ اٹھلس میں الف کیوں زیادہ ہوا؟ جب وہ مجھول الحال تھی تو لولی کیوں لکھی گئی؟ شاید بھلی مانس ہی ہو، اور جب قید قرار پائی تو اس کا حال پردہ عصمت میں کس طرح مستور رہا؟ وہ تو طشت از بام

ہو گیا۔ غرض یہ کہ ”دروغ را فروغ باشد“ کا مقولہ درست ہے۔

جب جناب نے اس طرح کی بہتان بندیاں اختیار کیں تو فرمائیے کہ ان تذکروں کی کیا وقعت رہے گی؟ بندے نے دانستہ اس کو مجھول الہال لکھا تھا، کیوں کہ اشرافِ دہلیاں جو شعر کہتی ہیں، وہ اپنا نام و نشان ظاہر کرنا ہرگز روا نہیں رکھتی ہیں، نشان کے لواحق اس امر کا افشا چاہتے ہیں، البتہ اپنے ملاقاتیوں کو ان کے شعر لا دیتے ہیں، نام و نشان نہیں بتاتے۔ پھر فرمائیے کہ ایسے موقع پر فرضی نام و نشان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

(۱۶) صفحہ ۳۳: غلطی کے بیان میں بڑا دھوکا ہوا۔ حال تو دہلوی کا لکھا گیا، کلام آگرہ والی کا ڈال دیا۔ دہلوی کا صرف ایک مصرع جڑا ہوا تھا جو اُس نے اپنے استاد کے مصرع پر کہا تھا۔ پس، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جناب نے ”چمن اعداؤ“ پر کچھ نشان دے کر کا تب کے حوالہ کیا ہو گا، اُس نے یہ غلطی کر دی۔ آپ کو کارِ سرکار سے اس قدر فرصت کہاں ملے کہ پھر اُس کا مقابلہ اصل سے ہوا، خیر، یاں بھی ادغام نے کام دیا، جیسے دو حیا کو ایک مان لیا تھا۔

(۱۷) اسی صفحہ میں غرضِ بیگم کو لکھنوی مخدرات، بمعنی پردہ دارِ ناحق لکھا ہے۔ یہ تو کوئی پوربی ربڑی تھی۔ اگر آپ کو اپنے کلام کی کوئی سند ملی ہو تو زبِ تحریر ہو۔

(۱۸) اس کے آگے فریدین میر ظمن کو آپ نے دہلوی بنا دیا۔

(۱۹) صفحہ ۵۱ پر کوہرِ تخلص، مستاقِ لال بی، بجائے کوہرِ تخلص، اعلیٰ بے بہا نام کے، کیوں شائع ہوا؟ کیا ہر جگہ نام کا بدلنا لازم گردانا گیا ہے۔

(۲۰) صفحہ ۵۲: مجملی بیگم خانگی کا مسکن ”بہرون لاہوری دروازہ“ کس بنا پر قائم فرمایا ہے؟ وہاں تو ردِ ذیل قوم کی آبادی لکھی جاتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ..... الخ۔

حضور نے یاں بھی وہی تخفیفِ تصدیق کا معاملہ کیا، یعنی ”چمن اعداؤ“ میں تاہ تخلص کی دو صورتوں کا ذکر تھا۔ آپ نے ایک کو لکھا، دوسرے کے بیان میں لکھا تھا کہ لاہوری دروازہ سے کے باہر اپنے باغ میں مدفون ہے، یاں سے اُس کا مسکن نکال لیا۔ کیا خوب انتخاب لا جواب کیا اجزالت اللہ فی الدارين خیرا!

(۲۱) صفحہ ۶۱: ”گمانی خانم طوائف“، بھائے گمانی خانم کی بیٹی بنام تھقی آرا بیگم کے، لکھ کر باقی غلط بیانی کا دھبہ اٹھایا۔

(۲۲) صفحہ ۶۲: ”عالم آرا بیگم“۔ بندے نے خود اس شاعرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا کلام لکھا تھا۔ اُس نے نام نہیں بتایا تھا، آپ نے یہ فرضی نام خوب مگز لیا۔

(۲۳) صفحہ ۶۳ میں نازک تخلص، فتن جان نام کو حضور نے فتنہ جان بتایا لیکن ”بعد وفات شہزادہ“ کہاں سے پایا؟ یہ بیان خلاف واقعہ ہوا۔ وہ تو ولی عہد بہادر کے دربار ہی نکل آئی تھی۔

(۲۴) صفحہ ۶۵: ”نزاکت تخلص، مستنقہ بخج“، بھائے نزاکت تخلص، رنجو کے، بہو القلم سمجھنا چاہیے۔

(۲۵) صفحہ ۶۶ میں: ”نزاکت تخلص، مستنقہ کنڈن“، بھائے نزاکت تخلص، کنڈو نام کے، بنا کر کیا غلط نویسی صاحب نے کنڈن کا زلا حاصل کر لیا؟ مگر: عیشی مقرب خاں بے کیس است۔

(۲۶) صفحہ ۶۸: ”نظیرین“، بھائے مناجاتی کے، لکھ کر وہ شعر تحریر فرمائے۔ دراصل پہلا شعر مناجاتی کا، دوسرا نظیر تخلص پر اسم کا۔ پس، یاں بھی تخفیف کا بازار گرم رکھا۔

(۲۷) صفحہ ۷۳: ”بعد سامعۃ یا حسن قالب حنی نمود“۔ یہ واقعہ بھی خلاف واقعہ لکھا گیا۔ آپ کو مترجم اچھا نہ ملا۔ اُس نے اپنی عقل آرائی بہت کی ہے۔ نکاح کے بعد اس کا تین روز زندہ رہتا

موزوں نے لکھا ہے، پھر آپ کا ترجمہ کس طرح درست رہا۔

(۲۸) صفحہ ۷۴ سے ۷۵ کا شعر جو یا سمین شاعرہ کے اشعاروں [کنڈا] میں ملا دیا ہے (جس کا اصلی نام تو من ہے اور تخلص یا سمین)، وہ تو کسی اور شاعر یا شاعرہ کا ہے جس کا حال بندہ ہیچ دیاں کو

تحقیق نہیں ہوا تھا۔ اغلب کہ حضور نے تحقیق فرما کر لکھا ہوگا یا ذی دود کو ایک ایک کر کے تعداد شاعرات کا گھنٹا بھی واجب کر دیا گیا ہے۔

بہر کیف، جیسا ہوا، اگر نمبر وار جواب شافی عطا ہوں تو میں عطا ہوں۔

یہ بھی تو فرمائیے کہ اس تذکرہ نویسی کا صلہ کیا اُڑایا؟ حضور رحیمہ دام اقبال سے کیا

ہاتھ آیا؟ والسلام!

خاتمہ حید کلام محبوباں (۱۳۰۸ [۷۔ مطابق ۱۸۹۰ء])

یا

خاتمہ کالا لائے کلام محبوباں (۱۳۰۸)

واضح رائے ناظرین باحکین ہو کہ بیچ ماں نے ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۹۰ء مطابق ۲۰ صفر سنہ ۱۳۰۸ ہجری کو ایک کارڈ جناب مکتوب الیہ صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے تذکرہ مانو درخشاں کی نسبت بندہ کو کئی باتیں دریافت کرنی ہیں۔ اگر آپ تحریر فرمائیں تو عرض کروں مگر وہاں سے جواب نہ آیا۔ مجبور یہ رقمہ چھپوانے کا ارادہ کیا۔ پس، میں ہر طرح سے معذور ہوں اور مہذب جواب کا اب بھی خواست گارہوں۔ والسلام!

غور فرمائیے کہ جب بہارستانِ ناز دودھ چھپ چکی تو بندے نے گلشنِ ناز اور ”چمن انداز“ تیار کیا۔ اس میں جہاں موقع پایا، بہارِ مستور کی غلط بیانی دکھائی مگر کہیں بدترہجی کی عبارت نہیں لکھی، مگر اُس کے موقف نے پھر تیسری دفعہ اپنی کتاب کو ترمیم فرما کر چھپوایا، جس میں اس جاہلِ مطلق کی نسبت جو دل میں آیا، حوالہ قلم کیا۔ پس خاک سار نے بھی اپنے تذکرے کے دو جیسے بدستور، پایز اوی ٹھکڑی دینا دی خمیر، مع ایک عریض، چھپوا کر جناب حکیم صاحب مرحوم موقف بہار کو نذر کیا، چناں چہ اُن کی دستِ خطی رسید بھی میرے پاس موجود ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”تذکرۃ النساءِ بحالی جہاں آراہ رخ نگار گیاں کشود۔ مشکوٰۃ علیہ مصنف ہے بدل نشی در کارِ شاد شدم۔ ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۸۳ء۔“

مگر پھر صدائے برخواستہ اور نیز، بیچ میر نے سرود غیبی کی نسبت جو کچھ

”چمن انداز“ میں یہ بیان عابدِ عرض کیا ہے، وہ سب کتابِ مندرجہ بالا کے مصنف، منصف مزاج میاں جو یا صاحب نے منظور فرمایا ہے، جیسا کہ اُن کے خط سے، جو ”چمن انداز“ مطبوعہ دفعۃً غانی کے ساتھ چھپ گیا ہے، ظاہر ہے۔ پس، اسی طرح اگر جنابِ مکتوب الیہ بہادر بھی صحیح جواب یا صواب دیں گے تو ان شاء اللہ کسی موقع پر چھپا دوں گا، یا وہ خود ہی اس لچر و پوچ عبارت کو، مع جوابات، اپنی کتاب کا ضمیر بنا کر شائع فرماویں، ایک نسخہ مجھے بھی مرحمت فرمائیں۔ زیادہ کیا قصد پیدا یا جاوے۔ فقط۔

حسب

ملحقہ (۷)

تاریخ گوئی کا بیان

[مراۓ خیالی، صفحہ ۶۹۲۵۷ : تذکرۃ النّسایم نادری، صفحہ ۱۱۶-۱۲۹۲]

تہذیب

ناظرانِ علم دوست کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ گو بندے نے اپنے تذکرے مکمل و مستند نادراۃ کلاں میں رمز البلاغت و ریح کی ہے۔ وہاں سے تاریخ گولی کا ذکر صگ بھی کچھ اخذ ہو سکتا ہے [اس بیان کی زیادہ تشریح چاہوں] [تو] میرا رسالہ کینز قلم جلی (۱۳۹۰ھ [۱۵۷۲-۱۵۷۳ء]) اور ملخص تسلسم (۱۳۰۰ھ [مطابق ۱۸۸۳ء]) حضرت انوار حسین شلیم مرحوم کی، ملاحظہ فرماؤ!، (۳۵۰) اور نیز میرے مہربان میر عباس صاحب نے ایک رسالہ تمام استخراج التواریخ چھپوا دیا ہے۔ پس، یہاں زیادہ توضیح کی کچھ حاجت نہیں تھی۔ الا، جو یا مروج کی کتاب لاجواب مسطور میں عجیب عجیب باتیں نظر آئیں۔ بے اختیار دہل چاہا کہ اس کا لپ لہاب بھی تذرا احباب ہو۔ پس، ناآریادہ کو عرض کرتا ہے:

عام باتیں جن کی واقفیت تاریخ گو کو لایج ہے

ایسے چند حرفوں کے اجتماع کو تاریخ کا مادہ کہتے ہیں جن کے عدد، جو قفل کے حساب سے حاصل ہوں، سو و سالِ مطلوب کے برابر ہوں۔ اب عام ہے کہ جملہ، جس کو مادہ قرار دیا ہے، موزوں ہو یا ناموزوں، یعنی بیچستہ ہو خواہ پرانگندہ۔ سب سے بھترہ مادہ ہے جو اس واقعہ پر دلالت کرتا ہو اور جس کی کردہ تاریخ ہے۔ مثلاً، میرزا رفیع السودا نے کسی کے بارغ کی تاریخ میں کیا خوب کہا ہے:

سر عددے بہارش بریدم و گفتم بگلشن تو الھی گزند وے زسد

مادہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ کامل، ناقص، مزائد۔ ”کامل“ جیسے مراد خیالی اس کتاب کا نام ہے۔ ”ناقص“ جس کے عدد کچھ کم ہوں اور پاشاۃ العالیٰ اس پر کوئی حرف بڑھا کر سو مطلوب نکالیں۔ جیسے جناب میرزا قربان علی بیگ صاحب مالک عظمیٰ العالیٰ نے بندے کے تذکرہ نادراۃ کلاں کی تاریخ میں موزوں فرمائی ہے، اور اس قفل کو ”تقیہ“ کہتے ہیں:

ز ریح کلک ناؤر نقش ناؤر تراویج و مینر مکت کا موش

برائے سالِ تالیف از سر فہم نہادہ نادراۃ کلاں نامش

خاص سرود غیبی کی اصطلاحیں

واضح ہو کہ اب شاعر تاریخ گوئی میں صنعتوں کو بہت کم برتتے ہیں، بل کہ اکثر تو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ فکر براں چند صنعتوں کی تعریف مع امثلہ لکھتا ہوں۔

صنعتِ صوری و معنوی: جس ماژے کے اعداد سے ایک سزا اور الفاظ سے دوسرے سزا نکلیں، وہ اس نام سے موسوم ہوتا ہے مثلاً جیسا:

ایک ہزار درود و صد و ہشتاد و شش تاریخ بتاے مدد سزا علوم علی گڑھ کا اٹھارہ سے پچھتر
جس کے حرفوں سے سنہ ۱۲۹۴ ہجری [مطابق ۱۸۷۵ء] ظاہر ہیں، اور جائز ہے کہ خواہ دونوں طرح ایک ہی سزا نکالیں۔

صنعتِ جنہیں: جنہیں کی ایک قسم ”جنہیں خلی“ یہاں کام آتی ہے کہ تینوں وغیرہ کی تبدیلی سے سزا پڑھے جاتے ہیں۔

اٹھارہ سے پچھتر دیا سر میں بار
دیکھو اٹھارہ سے پچھتر سو ہی ہیں۔ ایضاً تین قاسم کی رسید کی تاریخ:

سر تازہ شے بتاے آئے
ہیں سزا بارہ سے بیاسی بھی اسی کو پڑھ سکتے ہیں اور عدد بھی مطابق ہیں۔

صنعتِ مرقع: جس کے ماژے کا ایک حرف نقطہ دار ہو اور دوسرا بے نقطہ۔

جھیم: علم بدیع میں اس کو ”صنعتِ رقصا“ کہتے ہیں۔ پس، یہاں بھی ملتی ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے:

سال اس کا بلند قسمت (۱۲۸۶) [مطابق ۱۸۷۰ء]

صنعتِ مرقوطہ: وہ ماژہ ہے جس کے سب حرف مرقوط ہوں:

شب نقت شفق ۱۸۷۲ء

صنعتِ مہملہ: جس میں ماژہ بے نقطہ ہو:

کہ گرد مالک دہر دار و دہر سنہ ۱۲۸۷ ہجری [مطابق ۱۸۷۵ء]

صنعتِ دھنا: اگر کسی ایک ماژے سے دو تاریخیں اس طرح نکالیں کہ اس کے حرف مرقوط

سے ایک کامل تاریخ لکے اور پہلے سے دوسری، تو اس کو اس نام سے نامزد کرتے ہیں، کیوں کہ گلی رحمان دور نگاہ ہوتا ہے۔ اس کی دو مثالیں "چمن اعجاز" کے اخیر پر بھی ہیں:

سنہ ۱۲۸۳ روزہ فردوس و رشک صد جمال پروردق سنہ ۱۲۸۳ھ [مطابق ۱۸۶۷ء]

صنعت موشل وغیر موشل: جب کہ ماڑے کے حروف موشل سے بھی تاریخ کامل ملے اور حروف مقطوع سے بھی: سنہ ۱۲۸۷ مثال نور چناباں جب چراغ ادا سنہ ۱۲۸۷ھ [مطابق ۱۸۷۰ء]

صنعت مقلوب: ماڑے کو چاہو جس طرح آلت پکت کر پڑھو وہی پڑھا جائے:

کفتم برائے سائش۔ شاہاش کلک شاہاش سنہ ۱۲۷۸ فصلی [مطابق ۱۸۷۰ء]

صنعت تقسیم وہ ہے کہ عدد کے حصے دو چند یا سچہ لیے جائیں:

لے دال کر دو چند سرچند اس کو پھر شین سنہ ۱۲۸۳ھ [مطابق ۱۸۶۸ء]

یعنی ازل اکائی میں دال کے عدد کو رکھا، پھر اس کے دو چند کو، پھر اسی کے سرچند کو لکھا۔

تجسیم: پچھڑاں تا در نادان عرض کرتا ہے کہ اگر اس صنعت کا نام "صنعت ضرب" رکھا

جائے تو بہت ہی مناسب ہو۔ اس نکتہ کو محاسب خوب سمجھ سکتے ہیں اور میری رائے ناقص کے موافق

"صنعت تقسیم" کی مثال یہ ہو سکتی ہے: بارہ کا پوتا اور چھٹا حصہ دیکھو سنہ ۱۲۹۲ [مطابق ۱۸۷۵ء]

یعنی پہلے بارہ کو سیکڑہ سمجھو، پھر اس کے پونے یا تین چوتھائی، یعنی نو کو دہائی بناؤ اور اسی بارہ کو چم پر تقسیم کر دو، خارج قسمت کو اکائی کی جگہ لکھو تو اس کتاب، یعنی سراؤ حلی کی تصنیف و تالیف کے جبری سنہ ۱۲۹۲ پیدا ہوں۔ فافہم!

صنعت اوائل: جب کہ سر ہر لفظ سے تاریخ پیدا ہو:

باقف و خور و پری آدم گفت سنہ ۱۲۸۵ ہجری [مطابق ۱۸۶۹ء]

انتخاب: اس صنعت کی دوسری مثال بندہ اسی کتاب کی تالیف منہ سہی میں یوں عرض کرتا ہے۔

ہم دم، عابد و شیا، غافل اند سنہ ۱۸۷۵ء

گو ہر چار اشعارات کے تخلص ہیں مگر اوّل و آخر کو تخلص دگر دانو تو گویا صحبت نسواں سے پرہیز کرنے کو ایک حمد و صیحت ہے اور تاریخ تالیف کتاب بھی ظاہر ہے۔

صنعتِ قالی: جب کہ کسی واقعے کی تاریخ قالی کے طور پر کسی کتاب سے دیکھی جائے، جیسے امراءِ بیگم صاحبہ مآثر کی تاریخ اُسی کے کلام سے میر جو یا صاحب نے لکھی ہے۔

صنعتِ ریاضی: جس قدر قاعدے ریاضی کے مشہور ہیں، سب سے تاریخ پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً جمع، تفریق، ضرب، تقسیم، مارہر، سہ، کسور، اعشاریہ، خطائیں، سلسلہ وغیرہ کے کل قاعدوں سے تاریخ بنا سکتے ہیں۔ قیمت مفاد و کلام۔

تصہیر: ذرا بے مقدار عرض کرتا ہے کہ اگر اس کو صنعتِ حسابیہ کے نام سے لکھتے تو مناسب تھا، کیوں کہ یہ سب قاعدے حساب کے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک ہی ماورے میں دو تین عملوں سے کام لیا جائے۔ جیسے تذکرۃ نادروالافکار کی تاریخ میں نے یوں لکھی ہے:

ولی مضروب ہے مولیٰ کے سر سے ولی کے دل میں جس کا اک نکلا ہے (۳۵)
 "ولی" کے ۳۶ عدد مضروب اور سر "مولیٰ" کے ۴۰ مضروب فیہ، جن کا حاصل ضرب ۱۸۴۰ ہو۔ "ولی" کا دل لام ہے جس کے ۳۰ عدد ہیں۔ دونوں کو جمع کیا تو مجموعہ ۱۸۷۰ اس پر مطلوبہ ہوئے۔ اس کے ظاہری معنی صحیح فقرا ہیں۔ اہل دل اس کو خود جانتے ہیں۔ تشریح کی حاجت نہیں۔

صنعتِ ملفوظی: جب کہ حروفِ ملفوظی ہی کے عدد لیے جائیں، یا یہ کہو کہ حروف کے ہموں کے عدد لیں، یعنی زبرد و چٹاوت، دونوں کے عدد ملا کر تاریخ پیدا ہو۔

"سراجِ سعادت" ہے تاریخ اُسی کی سنہ ۱۲۸۲ ہجری [مطابق ۱۸۶۶ء]

سین را الف جیم سین سین الف دال تا

۱۲۰ ۲۰۱ III ۵۳ ۱۲۰ ۱۳۰ III ۲۵ ۴۰۱ = ۱۳۸۲

تصہیر: اگر اس کو صنعتِ الاسما کہیں تو بھی شاید ہے، کیوں کہ اس میں حروف کے ہموں

سے کام لیا ہے، اور "ملفوظی" صرف تیرہ حروف کا نام ہے (الف جیم دال ذال سین شین صاد ضاد یمن نہیں قاف کاف لام)۔ پس، صنعتِ ملفوظی کا وہی ماورہ ہو جس میں ان حروف سے کام لیا جائے، اور کہنی حرف نہ آئے۔ جیسے "قلقل قلقل شد" کے بارہ سوا کسٹھ (۱۳۶۱) عدد ہیں، یا یہ اعتبار قطع کے ملفوظی حروف کا لحاظ کیا جائے۔ جیسے سو دانے ایک جگہ "کواب" کی واحد شدہ کو دو حرف خیال فرما کر بارہ عدد شمار کر

لیے ہیں: پہنچا لو مبارک! انواب غامدار سنہ ۱۱۸۸ھ [مطابق ۱۷۷۳ء] مکر یہ قطعی ہے۔ اس کو کسی نے جان نہیں رکھا۔

صنعت نادر: اس میں شمار حروف کے عدد لیتے ہیں۔ جیسے الف مستنہ کہ اس کا شمار یک ہے۔ پ، یک کے تیس عدد لے لیے۔ جو یا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صنعت بہت ہی مشکل ہے۔ اس میں صرف مفلح خان کرم اور موسیٰ خان موتی مرعومین نے ہی ایک ایک تاریخ لکھی ہے، اور کسی سے نہ ہوگی

موتی: این نسبت جو یا: باشد خوشی

۱۲۶۳ [۱۔ مطابق ۱۸۳۹ء] ۱۸۷۰ [۱۰]

تخریج مازہ ازلہ کی یہ ہے: ا ی ن ن س ب ت حروف
یک دو پنجاہ شصت دو چار صد شمار
۳۰۳ + ۱۰ + ۷۹۰ + ۶۱ + ۶۱ + ۹ + ۳۰ اعداد
= ۱۲۶۳ اسے مطلوب۔

اور مادہ ثانی کی تخریج سرود غیبی میں ہے

جو یا موصوف نے اس صنعت میں یکس تاریخیں لکھی ہیں۔ میں نے صرف نمونہ دکھا دیا ہے۔ اس شاعر یکم نے اس صنعت میں خوب ہی علم استادی بلند فرمایا ہے۔
حمیم: اگر اس کو صنعت شمار مناسبت کیجئے تو مناسب مقام تھا۔
صنعت ایہاں: جس میں لفظ مازہ کے اعراب کے بھی عدد شمار کر لیں۔ شہاب ثاقب کی تاریخ:
اس کی تاریخ صاف ”نادر“ ہے۔

۱۲۸۶ [۱۔ مطابق ۱۸۷۰ء]

ت + زہر + ۱ + ساکن + ر + زہر + ۵ + ساکن = ۱۲۸۶
۳۰۰ + ۳۰۹ + ۱ + ۱۳۱ + ۳۰۰ + ۵ + ۱۳۱ = ۱۲۸۶

حمیم: میرے نزدیک اس صنعت کو صنعت الاسما الحروف والاعراب کے نام سے یاد کیا جائے تو نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کمالا یحییٰ علی الفہیم۔

صنعت بلوغ: جب کہ شمار حرف کو بھی حرف فرض کر کے اس کے عددوں سے تاریخ نکالیں، اور یہ سب سے مشکل ہے۔ آج تک کسی صاحب ذکا کی تاریخ اس قسم کی نہیں دکھی گئی۔ یہ جو یا کا ایجاد ہے۔ ایک ہاتھی کی تاریخ: اس کی تاریخ ”تھل“ ہے جو یا
[۱۸۷۲ء]

پ	ی	ل	حروف مادہ
دو	دو	سی	شمار حروف مادہ
چار شش	چار شش	شست دو	شمار حروف شمار مادہ
۸۰۹	۲۶۳	۷۹۹	۱۸۷۲ سنہ مطلوبہ

حجیر: لیکن دوسری تاریخ جو حضرت نے بلا تخریج تکھی ہے، درست نہیں آتی:

ایک ہے نام، یہ ای سال ہے

[۱۲۷۲ء (ھ۔ مطابق ۱۸۵۷ء)]

ا	ی	م	ن	و	حروف مادہ
یک	دو	چھل	پنجاہ	شش	شمار
دو بست	چار شش	سٹش سی	دو پنجاہ سے یک شش	دو پنجاہ سے	حروف شمار کا شمار
۳۷۱	۲۶۳	۱۹۰	۲۳۱	۱۳۶	۱۲۸۲ اعداد

مکمل میں تو (۱۸۷۲) لکھے ہیں۔ واللہ اعلم یہ مغالطہ کیوں کر پڑا۔ اظہر ہے کہ یہ کتاب کی نقلی ہو۔ مصنف صاحب نے (۱۲۸۳) ہی لکھے ہوں گے۔ اس صنعت کا نام ”صنعت شمار مستازیہ“ معلوم ہوتا ہے۔

صنعت عجیب: اس میں حرفوں کے عدد بچہ حسب مراتب لکھے جاتے ہیں:

سال تاریخ احبا جو یا (۲۵۲)

[۱۲۸۱ء (ھ۔ مطابق ۱۸۶۵ء)]

ا	ح	پ	ا	حروف
۱	۸	۲	۱	اعداد
۱	۸۰	۲۰۰	۱۰۰۰	مراتب

پس سن ۱۲۸۱ ہجری حاصل ہوئے۔

حمیم: اس کا نام ”صنعت المراءب“ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

صنعت فریب: جس میں کنایہ تعیید تخریج کیا جائے :

الف آخر الذاکبر کے لکھا

”الذاکبر“ کے عدد ۲۸۹ ہوتے ہیں اور الف بمعنی ہزار اس کے آخریہ حایا تو ۱۲۸۹ سال ہجری [مطابق ۱۸۷۳ء] ہوئے۔

صنعت اشکال: جس میں ملفوظی حروف کے شمار کے عدد لیے جاویں:

”جلدۂ پیش“ اس کا سال ہوا

جیم	الف	میم	ہ	میم	ی	شعین	حروف ملفوظی
سدہ چل	یک ہی پشاد	چل دو چل	یک	پشاد دو پشاد	وہ یک	سرمد دو پشاد	شمر
۱۱۲	۸۱۰	۸۵	۸۵	۸۵	۳۹	۲۲۹	عدد

جن کا مجموعہ ۱۹۳۰ سمیت راجادھرم نیت کر یا جیت [مطابق ۱۸۷۳ء] ہوتا ہے اور سرود غیبی میں اس کی تشریح کے تحت لفظ شعین کے نیچے جو عدد (۲۶۸) لکھے گئے ہیں، وہ سوا القلم خیال کرنے لازم ہیں۔ شاعر کی استادی اور اس کی صحت پر ہزار آفرین ہے: رخ (۲۶۳)

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کند

حمیم: اس کو ”صنعت شمار الاسما“ کہیں تو بھی زیبا ہے۔

یک حرفی تاریخ: اس کی تاریخ کاف ہے جو یا

کاف	ت	
بست یک پشاد	یک	: سن ۱۲۸۷ [ھ] مطلوبہ
۱۲۰۲	۸۵	[مطابق ۱۸۷۰ء]

حمیم: کاف سے مراد کاف مرکب یعنی ”کھ“ ہے، پس یک حرفی نادری۔

ہاں یا یک حرفی کی مثال یہ ہے جو شیخ محمد جان شاد نے کہی ہے اور یہ شخص میر کلام مرثیہ خلف الرشید

محمد تقی میر کا شاگرد تھا۔ اس مثال میں ”صنعت ضرب“ بھی آگئی ہے۔ کما مر:

سطر نمبر ۳: بقیہ ذرا ر ا م ک ا م ل ع م د م ر د

سطر نمبر ۴: اعداد ۱ + ۲۰۰ + ۱ + ۲۰ + ۲۰ + ۱ + ۳۰ + ۳۰ + ۴۰ + ۲۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۲۰۰ + ۳

= ۲۲۸ ال مجموعہ سطر ۲ و ۳، سہ مطلوبہ۔

سطر نمبر ۵: بقیہ بنات الف ا ف لم ف لم م ی لم ال ا لم ال

سطر نمبر ۸: اعداد ۱۰ + ۱۰ + ۵۰ + ۱۰ + ۸۰ + ۵۰ + ۱۰ + ۵۰ + ۲۰ + ۶۰ + ۵۰ + ۲۰ + ۵۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۳۰

مجموع سطر ۶ و ۸، سہ مطلوبہ ۱۲۸

صنعت کامل: جب کہ ایک ماژہ سے چند تاریخیں نکالیں اور چند ماژوں سے صد یا تاریخ استخراج کریں تو اسے "صنعت کامل" سمجھیں۔ جیسے جویا صاحب نے دس شعر لکھے اور ان سے بارہ ہزار تاریخیں نکالیں۔ اس طرح پرکھاؤں تو ہر مصرع (۲۰) تاریخی کہا ہے، مگر ہر شعر کے حروف منقوط سے اور نیز غیر منقوط سے جدا جدا تاریخ برآمد کی، پھر پہلے مصرع (۱۰) کے حروف مجملہ اور دوسرے کے مہملہ اور اسی طرح (۱۰) اس کے عکس سے، الگ الگ تاریخ نکالی۔ پس، یہ کُل ساخانہ تاریخیں ہوئیں، مگر حضرت نے آگے ترتیب کے قاعدے کو جاری فرمایا کہ پہلا مصرع ۱۰ آخر کے سب مصرعوں سے ملے تو ۳۶۰ تاریخیں بنیں، پھر اسی طرح باقی نو مصرع اولیٰ مصارع ثانی سے ضم ہوں تو ۳۳۰ تاریخیں ہو جائیں۔ پس، یہاں تک ۳۶۰ تاریخیں ہوئیں۔ پھر حضرت فرماتے ہیں کہ مصارع اول کو دوم فرض کیا اور دوم کو اول۔ گو اس ترکیب سے ۳۶۰ تاریخیں اور ہو جائیں گی مگر میرے نزدیک یہ سراسر تکلف ہے جا ہے۔ الغرض، کُل ۷۲۰ ہوئیں۔ اس تکلف سے بھی پوری بارہ ہزار نہیں آئیں۔ شاید معصفت صاحب نے کوئی تکلف اور دور از قیاس بھی کیا ہو جو اس بیچ دہائی کی سمجھ میں نہیں آیا، کیوں کہ حضرت نے اس کی تشریح بہت ہی کم لکھی ہے۔ خیر، یہ کیا کم ہے۔

چام راج پر لیس، بنگلور کا قاسم الا خیل، نمبر ۵، جلد ۲۳، مطبوعہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸۸۴ء، لکھتا ہے کہ جناب مہد الحفیظ صاحب متحجر بنگلوری نے یہ پھر شعر تاریخی اس پرچہ کی تعریف کے، اسی صنعت کے لکھے ہیں جن سے دس ہزار تاریخ نکلتی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

تاریخ پر صنعت کامل، مصنف صفحہ ۱۳۶ "چمن انوار" (۲۵۳)

[۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء]

۱۰۰۔ قاسم قرطاس $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ است نور ہوا۔ ۱

۸۔ ... حل گلشن مریم $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ شادی سوار ... ۲۰۰

۵۔ ... ہائے سو نور خاور کام $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ملک ... ۲۰

۵۰۔ ... نقش درد و حمام کامگار ... ۲۰۰

۹۔ ... طالع غرہ سال $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ لہ باد ... ۳

۷۰۔ ... عالم نثر گل و ماہ وقار ... ۲۰۰

۳۰۔ ... مطلع نور خیر و اہل کلمہ ... ۵

۶۰۰۔ ... شہدہ طور حصول کوہسار ... ۲۰۰

۳۰۰۔ ... شمع روشن ماہ و طالع صلح کلی ... ۲۰

۸۔ ... حافظ رحم کل اہل حصار ... ۲۰۰

۵۰۔ ... نثر قاسم مطلع کابل حمام ... ۳۰

۶۰۔ ... سیف مجملہ $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ روح شاد ... ۲۰۰

۱۳۰۰ : میزان ادبک ۱۳۰۰ : میزان ادبک

۱۳۰۰ ہجری نبوی [مطابق ۱۸۸۳ء] کے دس ہزار مادہ اس طرح پیدا کرو: (۱) [خفی کے حروف] [مصرعہ]، (۲) ہر مصرعہ کا اخیر، (۳) ہر مصرعہ تاریخی ہے، (۴) اذول و دوم مصرعوں (۳۵۵) کے حروف منقوٰط، (۵) غیر منقوٰط، (۶) پہلے نیوں کے مجملہ حروف، (۷) دوسروں کے مہملہ، (۸) اذول کے بے نقط، (۹) ثانی کے نقطہ دار، (۱۰) ہر ایک مصرعہ اولاً کو باقی کے مصارعہ جانی سے بھادے کر اعمال بالا جاری کرو۔ قسمت مفاد کلام۔

میرے نزدیک تو جیسا اس فن میں سب پر سبقت لے گیا، جیسے محتاکے فن میں صہبائی جنت یوائی، کہ اس ایک شعر:۔

چہ آں مدہ روئے خود از پردہ محمود دل از ما برد و آخر کرد تاہود
میں سے تین سو ساخہ نام نکالے گئے ہیں، یا علم کافیہ ۳۲ میں مولانا مرحوم نے ایک رسالہ دو صفحہ خرد کا لکھا، پھر اس کی شرح چودہ نحو میں نظم ارقام فرمائی۔ سبحان اللہ! علمِ اُستادی ایسے ہی اُستاد بلند فرمایا کرتے ہیں۔ یہی لوگ قیامت تک کو یادگار چھوڑا کرتے ہیں۔ فرض، دریا کو کوزے میں بند کرنا اور قطرے کو دریا بنانا ہی کو کہتے ہیں۔

صنعتِ مسلسل: جب کہ ایک مادے کو بہت طرح پڑھ سکیں اور اس کی بحر میں فرق نہ آئے۔ اس کو بھی بولتے ہیں۔

حضرت نے اس صنعت میں دو شعر مہاراجا جے پور کی محنت پائی بنیادی چشم میں لکھے ہیں اور اُن کو چار دائروں میں رکھا ہے۔ پس وہ چونسٹھ طرح پڑھ سکتے جاتے ہیں، مگر آپ کا ارشاد ہے کہ یہ چھپانے طور پر پڑھ سکتے ہیں، وہ ہوندا۔

میر سطا ماجہ کرم در عجب سرو قدی یوسف لقا لیلی شیم عالی نسب نازک سری
سنہ ۱۸۷۱ء سنہ ۱۲۸۸ ہجری

روح وقا حایت قدم اہل ادب لقمان وئی وصف ترا جو یہ قلم اوج طرب آید ہی
سنہ ۱۹۲۸ء سنہ ۱۳۸۷ء فیصلی

دائرے کی صورت، مجوز و معصفت صاحب کی اصل کتاب میں ہے۔

صعب مرتق: کئی طرح پر ہو سکتی ہے۔ اللہ مصنف صاحب نے جو طرح کی قید لگائی ہے اور مثال میں یہ مصرع :

حاکم عادل مالک نامی دینا قابلِ منصف سرور ۱۲۸۸ ہجری [سابق ۲-۱۸۷۷ء]

بساط پر مزید فرمایا ہے، شاید سہو کاتب سے غلط ہو گیا ہے کہ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

صنعت نو: ایک ماڈہ میں لاکھ تاریخیں ہوں۔ یہ بھی ایسا داخلہ جو یا ہے۔

زورست باغی بختل آمد غم فراوان رہا مرکب سنہ ۱۸۷۷ء

تاریخ قتل میو صاحب گورنر جنرل بہادر ہند ہے۔

پہلے ازل حرف کو لو اور بعد تیسرے، پانچویں، ساتویں، وغیرہ کو۔ اسی طرح چارہو جس حرف سے شروع کرو، اس کے بعد کو ترک کرتے جاؤ۔

یہ بھی پُر از تکلف ہے۔ اس تکلف سے بھی ازل مرتبہ تیس تاریخیں نکلیں گی۔ اگر اس کے عکس پر عمل کرو، جیسا کہ مصنف صاحب نے فرمایا ہے، یعنی پہلے پچھلا حرف لو، پھر ۲۸ و ۲۶ وغیرہ، بعد ازاں ۲۹، ۲۷ وغیرہ تو تیس اور ہوں۔ پس، کل ساٹھ ہوں گی۔ اب وہ کہتے ہیں پھر دوسرے کو پہلا سمجھو اور وہی عمل کرو۔ غرض، اس طرح $60 \times 60 = 3600$ ہو جائیں گے، نہ ایک لاکھ بارہ ہزار ہو جائیں، جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں۔ مگر ہاں! اور کوئی تکلف دور از قیاس جاری کیا ہو تو سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر کیف، یہ باتیں خواہ مخواہ کی فرضی ہیں۔

خاتمہ اس کے بیان کا۔ یہ شوقی بیان، خاتمہ جو یا حمرسان کا خلاصہ تمام ہوا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ علیم بلاغت میں جس قدر منافع لفظی و معنوی ہیں، اگر شاعران پر بخوبی حاوی ہو تو صد ہا صنعتوں میں تاریخ کہہ سکتا ہے۔ غرض، جس قدر کسی کو کسی خاص فن میں مہارت ہو، وہ اسی قدر اس میں ترقی کر سکتا ہے۔ یہ بیان صرف نمونے کے طور پر اچھا ہے۔ اے نادہ راڈ خواہ! تو کہاں سے کہاں چلا گیا۔ نازنین کی باتوں سے پہلو چلی کرنا، اُن کے مشتاقوں کو شاق گزارا ہوگا۔ خیر، گزشتہ راصلو اب پھر اصل تذکرے کا تذکرہ چھیڑا ہے۔

ملحقہ (۸)

گلشنِ ناز اور میراتِ خیالی
کی زائد عبارتیں

گلشنِ ناز کے سرورق کی عبارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوپلے حمدِ خدا کو کرو! پھر آغا اس تذکرہ کا سنو!
خداے سخن آفریں کے فضل سے یہ تذکرہ قاری اور
آرود شاعرات کا سنی بہ مرآتِ خیالی، مقلب بہ

گلشنِ ناز

۱۲۹۳ھ - ۱۲۸۳ھ تا ۱۸۷۶ء - ۱۹۴۳ء سمیت

مولفہ احقر اعباد قادر، ڈرگا پرشاد نادر کمتری دہلوی، پہنچ تمام دسی لاکھام
شہر دہلی کے مطبع فوق کاشی میں باہتمام ششی انبی پرشاد منچپ کر نذر احباب ہوا

مرآتِ خیالی کے سرورق کی عبارت

ہر کہ نامِ رفعتاں آرد یاد نامِ نکش در جہاں آ پاو باد
تذکرۃ النسائے نادری، الموسوم بہ اسم تاریخی مرآتِ خیالی
مختص من ہر وہ حصہ کہ بہرہ او انیش، یعنی
گلشنِ ناز، سابقاً بہ قالبِ طبع در آمدہ
نقلِ انیش ایدون چمن انداز نذر احباب می گردد

مولفہ احقر العباد قادر درگاہ پر شادنا در کھتری دہلوی
 کہ ایک شہر لاہور دراجو کے قتل پر پس مہدہ ہڈا گزیمتری
 وہم کتب ذیل مصنفہ و مرتبہ دوست: رسالہ ہشت ثمن، معلّم المہندی،
 لب لباب القصة مختار صفت شکن، شجرہ غریب گلزار
 نسب نامہ تیمورست، تذکرۃ نادرا لادکار شعراے دکنی
 در مطبع فوق کاشی دہلی مطبوع نمود، انجمنی پرشاد

مرآت خیالی میں گلشن ناز کے صحت نامے کی عبارت

یا قراح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحت نامہ اغلاط گلشن ناز یعنی حصہ اول تذکرۃ النساء نادری مطبوعہ سنہ ۱۸۷۷ء
 تاریخ تحریر صحت نامہ (درخت کلمک باب) سنہ ۱۲۹۵ ہجری
 جن صاحبوں کے پاس گلشن ناز ہو وہ ان لفظوں کو خود درست فرمائیں.....
 اگرچہ اس رسالہ میں اور بھی غلطیاں ہیں لیکن اس وقت میں نے انھیں کا درست کرنا مقدم
 سمجھا۔ باقی کو تاخر میں خود درست فرمائیں۔
 احقر العباد قادر درگاہ پر شادنا در کھتری دہلوی، مقیم لاہور ہڈا گزیمتری کے قتل پر پس
 مراکب پنجاب وغیرہ

[مرآت خیالی، ملحقہ ۸]

مرآتِ حیلٰی میں اختتام کی عہارتیں

مناجات پر درگاہ قاضی الحاجات، مظلوم مولف تذکرہ، آئندہ وارنجات

خدا یا رَحْمَہ بِہِ حَالِ سَقِیمِ
 رَحْمَہ بِہِ حَالِ نِزَارِمِ کَمَنِ
 بدیں زشت زوے چہ تالم پہ ٹو
 کریم! شمار گناہم کمن
 گناہان خود را چہ آدم شمار
 سزائے عذابِ جہنم منم
 شدہ بر دلم نفس و شیطان قوی
 فراموش کردم ترا اے کریم!
 شدم تلخ نفسِ ناپاک و زشت
 پہ صد زو سیاهی پہ ٹو آدم
 پہ بخشائے بر تادیر ناتواں
 الہی! پہ سوزِ دلِ عاشقان
 الہی! پہ ذوقِ مناجاتیاں
 الہی! پہ دردِ دلِ درد مند
 الہی! پہ پاکانِ خاکی نہاد
 پہ ناکامیِ ہنرورانِ دہر
 دلم را پہ ثورتِ محور کمن
 پہ دلیائے وحدتِ بفرمائے غرق
 پہ داری ز من دور دیکھ لیم
 غفلت پہ احوالِ خوارم کمن
 کسم ہم چہاں عرضِ عالم پہ ٹو
 بجز غلو بر من نگاہم کمن
 نویسم چہ ایں حالتِ زشت و دار
 نہ کہ شاد از خود ترا ساختم
 مرا ساز زین با خدا یا بری
 ہوا و ہوس گشت با من ندیم
 شدم خوار از کمر ایں بد سرشت
 الہی! پہ حالِ نزارم کرم!
 ٹو از سکرِ شیطان مرا وہ آس
 الہی! پہ دردِ دلِ آہلِ کائنات
 الہی! پہ شوقِ خراباتیاں
 نماید پہ شبِ آں کہ کار سپند
 غفلتِ حسیانِ فرخِ نژاد
 کہ جریاتِ در کامِ شانت زہر
 تو ایں ذرہ را میرِ انور کمن
 شوم غرقِ وحدتِ ز پا تا پہ فرق

گریزان شوم من ز دنیاے دُوں شود حال دُنیا بہ چشمِ زبوں
 نگر عشقِ ذاتِ نباشد ہوں برآمد بہ دل نامِ نامیت و بس

التماسِ موقفِ کم اساس

اب نازک خیالوں چمنستانِ سخن سے، اس بچہ مدان، کج کج زبانِ نادراہنِ ناقوس کی یہ التجا ہے کہ اس تحریر میں کسی طرح کا اعتراض ہو یا کچھ غلطی معلوم ہو تو یہ ذریعہ تحریر اس گم نام کو اصلاح بخشیں، تاکہ دفعہ ثانی میں اس کی اصلاح ہو جائے۔

اشتہار

اگر کسی صاحب کے پاس کسی شاعرہ کا کلام موجود ہو تو جس قدر اس کا حال کتاب میں صریح ہوتا مناسب سمجھیں، لکھ کر عنایت فرمائیں، موقف کو مرہونِ منت بنائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! وقتِ اظہارِ دفعہ ثانی علیہ طبع سے مزین ہو جائے گا، محکم کی یادگاری کا ذریعہ ہاتھ آئے گا۔ اللہ بس، ماسواہوں!

[مرآۃ خیالی، صفحہ ۹۵، ۹۶]

ملحقہ (۹)

حواشی مصنف

- ۱۔ اگست سن ۱۸۷۸ء کا النجم اخبار، جلد ۹، نمبر ۳۳ نقل ہے کہ تازدوت نائی ایک ہندو عورت، علم ادب میں فاضل، انگریزی، ہندی، سنسکرت اور فرانسیسی زبانوں کی کامل، تھوڑے دن ہوئے کلکتہ میں آئی تھی [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۴، حاشیہ]۔
- ۲۔ یہ تذکرہ، دوکن کے اردو گوشتامروں کا نظام خسروۃ العلوم فی متعلقات المظنوم سن ۱۸۷۹ء میں مقام لاہور چھپ گیا ہے۔ ۲۰۱۲ء [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۴، حاشیہ]۔
- ۳۔ سن ۱۳۹۹ ہجری نبوی [مطابق ۱۸۸۸ء] میں بحر تیسری دفعہ، از سر نو ترمیم فرما کر شائع کیا ہے۔ ۱۲۰۱۲ء مخفی عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۶، حاشیہ]۔
- ۴۔ ”چمن اعداد“ کے شروع میں چمن کا بیان لکھا گیا ہے۔ ۲۰۱۲ء مخفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۸، حاشیہ]۔
- ۵۔ یہ مصنف کتب متعددہ، بہ مقام لاہور، بعد لینے پٹن کے، درہ گزائے عالم چلا ہوئے۔ ۲۰۱۲ء [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۹، حاشیہ]۔
- ۶۔ یہ رسالہ بھی بہ نام نکات الحساب، سن ۱۸۸۰ء میں چھپ گیا۔ ۲۰۱۲ء مخفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۲، حاشیہ]۔
- ۷۔ حصیہ : تان سین کلاؤنت اور باز بہادر عطائی: دونوں عدلی شاہ بادشاہ کے شاگرد، علم موسیقی میں بے نظیر تھے۔ عدلی سن ۹۱۲ ہجری [مطابق ۱۵۰۵ء] میں، بہ مقابلہ خضر خاں مخاطب بہ سلطان بہادر، مارا گیا۔ ۲۰۱۲ء [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۳، حاشیہ]۔
- ۸۔ تذکرۃ حسینی میں ملا کا نام شاید سہو کا تب سے بھائی غلط چھپ گیا ہے۔ سہرکیف، اس نے اس کو خوارزی لکھا ہے۔ ۲۰۱۲ء مخفی اللہ عنہ ۱۲۰ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۴، حاشیہ]۔
- ۹۔ اختر تھان میں اس کو بہ تحفہ آفتابی واکا نیگہ سہو یا دکیا ہے [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۵، حاشیہ]۔
- ۱۰۔ اختر تھان میں بہ تحفہ نیکی لکھا ہے [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۶، حاشیہ]۔ [انتسابی مؤلف کم اسان پہلچا آپ میرے واقعہ راستی مولحدے مجادلہ کو ملاحظہ فرمائیں مگر اختر تھان نائی

گرمی تذکرے کے مقولے کو معتبر یا غیر معتبر سمجھیں۔ منہ غنی اللہ عنہ۔ [یہ اتنا س تمام کتاب میں، جہاں جہاں اختیر تلامذہ کا حوالہ ہو، یہ کار آمد ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ۔] (۳۳)

۱۱۔ میر حسین دوست سنبھلی کے تذکرۃ فارسی سے، جو نام تذکرۃ حسینی سنہ ۱۸۷۵ء کا بچھا ہوا ملا، معلوم ہوا کہ صنی نے یہ قطع [کذا] آغا بیگ ہردلی کو لکھا تھا اور یہ شعر: آواز... الخ۔ اسی آغا کا ہے، مگر میرے نزدیک قول اولاً باقول ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۹، حاشیہ]۔

۱۲۔ یہ شعر لالہ خاتون کے نام بھی، بعض نے لکھا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۲۰، حاشیہ]۔

۱۳۔ اختیر تلامذہ میں اس کو پہے تخلص ماہ لکھا ہے [تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۲۱، حاشیہ]۔

۱۴۔ اختیر تلامذہ میں اس کو چالی استرا بادی لکھا ہے۔ ۱۲ تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۲۲، حاشیہ]۔

۱۵۔ عجائب الاسفار، یعنی سفرنامہ شیخ ابن بطوطہ مرتبہ ابن جزی، مرقمہ جناب فضیلت، مآب مولوی محمد حسین صاحب ایم اے، ڈسٹرکٹ جج فیروز پور پنجاب، ساکن قصبہ مہم، میں مصافحات ٹرچک، قیلوچہ نندوڑی پنجاب، جلدوں، باب چار، فصل تیرو، بندہ کبر سلطان غیاث الدین تغلق کے حاشیہ پر درج ہے کہ فرشتہ اور ہدایونی، دونوں محقق ہیں کہ شیخ زاوہ دمشقی اور عبید زاکانی شاعر نے (جوان دونوں سنہ ستان میں آکر) ناخاں کے صاحب بنے ہوئے تھے، لہذا کچھ کی بند ہو جانے سے یہ افواہ اُڑاوی کہ تغلق شاہ مر گیا، اور ساتھ ہی امیروں کو بہکایا کہ ناخاں غم سے ناراض ہے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ اس نے دیہوں کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ وہاں دونوں مارے گئے۔ حتم مفاد کلام ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ۔ [ملحقہ سرلوہ خطی، صفحہ ۲۶، نمبر ۱۵]

۱۶۔ یہی شعر نسائی نام [کذا] سے بھی لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۱۷۔ تذکرۃ النسلۃ مستجاب اختیر تلامذہ کے مؤلف نے حیاتی کی غزل بھی اسی حیات کو بخشی اور حیات تذکرۃ بالا کا وہ شعر، جو تحت آ رام لکھا گیا ہے، وہ بھی اسی کا سمجھا، آ رام کا ذکر بالکل اڑا

دیا۔ ۱۴۴ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۱۸ اختری تہاں والا، فقر النساء اسی کا نام بتاتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۵، حاشیہ]۔

۱۹ اختری تہاں والا اس کو بچہ خالص آقا دوست لکھتا ہے، عروض و قافیہ کا قاضی (کذا) بتاتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۰ اختری تہاں میں اس کو ایرانی لکھا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۱ تذکرۃ حسینی میں اس کو دلیری ماہری لکھا ہے، غالب کہ سو کا تب ہو۔ ۱۲ منہ مخفی عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۲ اختری تہاں والا اس کو ایرانی بتاتا ہے اور عصمتی کا یہ شعر دکھاتا ہے۔ ۱۲:

تا گلستان مرا خجہ بد از یار جدا غم جدای کشد، ہم چرخ ستم کار جدا

[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۷، حاشیہ]

۲۳ اختری تہاں والا اس کو اس سیف الملک تورانی کی بیٹی لکھتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۷، حاشیہ]۔

۲۴ بہارا بہارستان نارا، مطبوعہ دفعہ ثالث میں مہتاب النساء لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ مخفی عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۷، حاشیہ]۔

۲۵ اورنگ زہب کی مختصر سوانح عمری، مولفہ نجمہ کمال لاہوری مرتبہ سنہ ۱۸۹۶ء مطبوعہ سنہ ۱۸۹۷ء [۱۸] ۹۷ء، مصطفائی پریس لاہور، صفحہ ۵۳، تحت سرخی (چلن) اس کی عمر ۹۱ سال، ۱۳ دن کی ہوئی؛ پچاس سال، دو ماہ، ۲۷ یوم سلطنت کی۔ دولت آباد کے قریب شیخ برہان الدین اور شاہ زری زرد بخش کے حرموں کے درمیان دفن کیا گیا۔ اس کی تاریخ وفات ”دخل الجنة“ ہے۔ تحت الکلام۔

حسب تحریر کتب تاریخی (۱۲۹۸ھ [مطابق ۱۸۸۱ء]) و ملخص نسلیہ (۱۳۰۰ھ [مطابق ۱۸۸۳ء])۔ ”جنة“ کی تافوقانیہ کے پانچ عدد شمار کرنے تھے مگر مؤرخ نے چار سولے لیے جو ناجائز تھے۔ ۱۳ منہ مخفی اللہ عنہ۔ [۱۶]

- ۲۶ نسخہ: زیب زینت بس ہمیں ہم نام من زیب انسااست [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔
[تذکرۃ النسائے نادری (۳/۳) میں "زیب" پر "نسخہ" لکھ کر حاشیہ میں یہ مصرعہ دیا گیا ہے لیکن یہ
تذکرہ نگار کے ہاتھ میں مصرعے کی یہ صورت تھی، درجی، (مرغب)۔]
- ۲۷ نسخہ: دل کش کے دوسرے حصہ، مطبوعہ سے معلوم ہوا کہ مشتری کا دیوانہ فارسی چھپ گیا
ہے۔ ۱۲ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔
- ۲۸ اختر تاہاں والا اس کو مصرکی بنی، رشید و طوطا کی ہم مصر بتاتا ہے۔ ۱۲ [تذکرۃ النسائے نادری،
صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۲۹ دے دارم یہ پہلو ۱۲ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔ [سب سابق "مراد" پر "نسخہ"
لکھ کر اندرونی حاشیہ میں یہ تہاں صورت لکھی گئی ہے (مرغب)۔]
- ۳۰ سید! [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔ [اے ملک" پر "ن" کا نشان بنا کر اندرونی
حاشیہ میں "سید!" درج کیا گیا ہے (مرغب)۔]
- ۳۱ اختر تاہاں والا دونوں کو ایک ہی لکھتا ہے اور یہ شعر وہ بھی دونوں جگہ لکھتا ہے۔ ۱۲
[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔
- ۳۲ اختر تاہاں والا نور خفص بتاتا ہے۔ ۱۲ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔
- ۳۳ اختر تاہاں والا اس کو کاجی ایرانی لکھتا ہے۔ ۱۲ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۴، حاشیہ]۔
- ۳۴ اختر تاہاں والا نے یہ شعر نور جہاں کے نام پر لکھا ہے ۱۲ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری،
صفحہ ۳۴، حاشیہ]۔
- ۳۵ اختر تاہاں والا یہ شعر نہائی شیرازی کے نام پر لکھتا ہے، بل کہ ایک یہ شعر بھی اسی کا بتاتا ہے:۔
شدم دیوانہ تا در خواب دیدم آں پری زاوے
چہ باشد حال گر بیند بہ بیداری کسے اودا
[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹۴، حاشیہ حلقہ "صحت نامہ"]۔
- ۳۶ اختر تاہاں والا نے ہر شعر نہائی کرنی کے نام پر لکھے ہیں۔ ۱۲ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۴، حاشیہ]۔

۳۷ اختہ تالہاں میں اس کو زوجہٗ خاور غلط لکھا ہے۔ ہاں، باجم آشنائی ہو تو ہو۔ ۱۲ منہ
[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲، حاشیہ۔]

۳۸ صحیح کلینین ناز میں جو مصحفی، خوفاں کے حکم ران کی، بہن کو بندے نے لکھا تھا، وہی جھیلے
میں حاجی تخلص سے درج ہوئی۔ خدا معلوم بندے نے یہ دھوکا کس تذکرے سے کھایا۔
بہر کیف، میرے نزدیک یہ غلط ہے، تحریر ساہتہ درست ہے۔ حاجی، مصحفی کے بھائی کا
تخلص ہے، نہ کہ عورت کا۔ کما مر ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹۱، حاشیہ
حلقہ صحت] تذکرۃ النسائے نادری، مطلوبہ دفعہ ثانی۔ ۱۰۔]

۳۹ ہاں، یاروں نے ایک مہربان کی زبانی سن لیا کہ یہ شاعرہ بہارن پوری کی کسی ہے۔ ۱۲ منہ عفی
اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۰، حاشیہ۔]

۴۰ صاحب بہار نے جو تیسری دفعہ سنہ ۱۲۹۹ ہجری میں از سر نو بہار دکھائی تو صفحہ ۲۵ پر تحریر فرمایا
کہ یہ غزل کسی اور شاعر کی ہے مگر اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری،
صفحہ ۷۲، حاشیہ۔]

۴۱ یہ شعر "لحسن" کے نام پر بھی لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۸، حاشیہ۔]

۴۲ اس شاعرہ نے ان شعروں میں رنڈیوں کے نام موزوں کیے ہیں، اور وہ قصہ طلب ہیں۔
اس طرح کی بندش کو صنعت تلحیح یا بقول بعض تلحیح کہتے ہیں، اور گو شیریں فرہاد اور لیلیٰ
جمنوں کے قصے تو مشہور ہیں مگر ملا گیر کے نام سے بھی شاید دلی والوں کے سوا اور کوئی واقف
نہ ہو۔ اس سبب سے میں اُس کا مختصر قصہ بیان کرتا ہوں، کہ اسی صدی میں میرھاری نامی
ایک زنانہ تھا جس نے کئی نوچیاں خرید کر ایک ڈیرا چھڑے عام کا قائم کر رکھا تھا۔ اُسی کی ایک
نوم کا نام ملا گیر بھی تھا جو اُس وقت اپنے حسن و انداز میں یکتاے زمانہ مشہور تھی اور اس بے
مقدار کے قراتیوں میں ایک صاحب ثروت راجا ٹوڈرل نامی گرامی گوشہ وال ساکن کنڑہ
مشروع واقعہ در یہ کلاں، اُس پر فریفتہ و شیفٹہ تھے جن کا انجام یہ ہوا کہ لاکھ لاکھ خاک میں
ملا کر حیدر آباد کن میں چاڑھے۔ لوگوں کی زبانی تو میں نے اُن کو کوڑھتی سنا ہے۔ واللہ

اعلم یہ حقیقت الحال۔ الحاصل، تلاش جی ایسا فعل بد ہے کہ اس میں رسوائی و سرگردانی و پریشانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مرنا ہی نصیب اعدا ہوتا ہے۔ خداوند! تو اپنے بندوں پر رحم فرما اور اس مصیبت میں کسی فرد بشر کو جلا نہ ہونے دے! ۱۴۔ آمین، یارب العالمین! منہ غفری اللہ عنہ۔

[انتلج المعانی نامی رسالہ، مرتبہ میرزا محمود بیگ صاحب راحت، مطبوعہ سنہ ۱۸۷۷ء، مطبع میڈیکل پریس آگرہ کے ”باب ازل“ ذکر حکایات عدالت، حاکمان عدالت آگیس“ کی پہلی حکایت میں میردادی شہزادہ کے ایک مقدمہ خریدہ نوچی مستاجر سردار (۱۷۷۷ء) کا احوال مندرج ہے۔ گواس میں لاکیر کا تذکرہ نہیں ہے مگر نامبروہ کا ثبوت اور اس کے ذریعہ دار ہونے کا بیان میرسقول کی تصدیق بخوبی کرتا ہے۔ اسی سبب سے پوٹ لکھا گیا۔ ۱۲ منہ غفری اللہ عنہ۔] (۱۹۸)

۳۳ یہی شعر جانی بیگم کے نام سے مشہور ہے۔ خدا جانے دراصل کس کا کلام ہے [تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۱، حاشیہ ۱]۔

۳۴ یہ صاحب مصنف رسالۃ تلخیص القلوب کے ہیں اور خواب مغناطیسی کے حامل ہیں (یعنی مسکریزم)۔ مجھے بھی اُن کی خدمت نیاز ہے۔ جب مرد و صاحب انداز ہے اُن کا رسالہ تغیر سیاروں، وغیرہ کے باب میں نہایت عمدہ چھپا ہے۔ وہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ ۱۴ منہ غفری اللہ عنہ [سرانہ خیالی، صفحہ ۴۷، حاشیہ ۱]۔

۳۵ بہار، مطبوعہ دفعۃ ثالث، سنہ ۱۲۹۹ھ [مطابق ۱۸۸۲ء] میں، جو ”چمن انداز“ مطبوعہ دفعۃ اول، سنہ ۱۲۹۵ھ [۱۲] ھ [مطابق ۱۸۷۸ء] کے گویا چار برس بعد چھپی ہے، اس کو تیس برس کا لکھ دیا ہے۔ اس تحقیق کی داد محقق دیں، میں کچھ عرض نہیں کرتا۔ ۱۴ منہ [تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۰۳، حاشیہ ۱]۔

۳۶ شاید روایف کی رعایت تعلق پر رکھی گئی ہے۔ ۱۴ منہ غفری اللہ عنہ [تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۰۶، حاشیہ ۱]۔

۳۷ ”دروغ گویم بروے تو“ اسی کو کہتے ہیں، کیوں کہ جناب! اگر آپ اس شاعر سے واقف ہوتے

تو ازل یا دوسری دفعہ میں اس کا ذکر کیا ہوتا۔ اب دفعہ ثالث میں، ”چمن انداز“ کی نقالی سے سخن سازی کیوں کرتے ہو؟ ۱۲۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۳۸ بعد اظہار اس رسالے کے رسالہ معروضۃ الفکر، محمد مقبول عالم برادر مقصود دیکھا گیا تو اس میں اس شاعر کا کلام تو اور ملا کر اور کچھ حال نہ نکلا۔ ۱۴۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۳۹ بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث میں اس کی تصحیح یوں کی گئی ہے کہ کثیر قاطرہ بیگم نام، کثیر تحفہ، نصرت الدولہ بہادر کی چھوٹی بیٹی کا تھا۔ اس موقع پر جس قدر عبارت حکیم صاحب نے تحریر فرمائی ہے، اس میں اپنے جوہر ذاتی خوب ظاہر فرمائے ہیں۔ ”بہادر“ کو ”یہ اور“ لکھ کر فقرے کو مہذب کی بوخیال کیا ہے، یہ نہ سمجھا کہ یہ مطیع والوں کی غریبی ہے، نہ موت کی۔ مزید برآں یہ کہ حضرت نے ”نصرت“ کو ”نصرت“ خود بتا لیا ہے۔ اس بہتان بندی کا خدا ہی حافظ ہے۔ ۱۴۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۵۰ یہ مطلع فقیر کا ہے، نہیں معلوم اس کے نام سے کس طرح مشہور ہوا۔ ۱۴۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۱۱ سنہ ۱۸۸۳ء میں، جب کہ یہ کتاب دوسری دفعہ چھپ رہی ہے، خانم صاحبہ حیدر آباد دکن میں رونق افروز ہیں، بل کہ مقلد کو کور کوبھی انھوں نے اپنے پاس ہی بلا لیا ہے۔ ۱۴۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳]۔

۵۲ اس کتاب کے چھپتے چھپتے ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۸ء میں محمد جان بہ عارضہ بخار راجی ملک عدم ہوئی۔ حضرت بشیر خوش تقریر نے اس کی تاریخ وفات یوں موزوں کی:

آں عقیقہ صاحب عصمت ازیں دار الفنا رفت سوے خلد حسب الحکم خلاق العباد
ملہم فیہی پہ تاریخ رجلیش بقیرا گفت ”زیر دامن خیر النساء جاوید باد“

۱۸۷۸ء

تحریر ۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۷۸ء، مقام لاہور، از نوادش نامہ بشیر۔ درگاہ شاد عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۳]۔

- ۵۳ سنہ ۱۸۷۹ء/سنہ ۱۲۹۶ ہجری میں ذہرہ یعنی یونین بھی قومی میں ہی رحلت کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۳]۔
- ۵۴ سنہ ۱۸۸۰ء کے اخیر سے وہ شخص بالکل دست بردار ہو گیا، پر اب تک یہ تا سب ہی بنی ہوئی ہے۔ غنیمت ہے۔ ستمبر سنہ ۱۸۸۳ء کو یہ شاعرہ دکن کے حیدرآباد میں اپنی بہن کے پاس چلی گئی ہے۔ چھوٹے بھائی کو اپنے ہمراہ لے گئی ہے۔ سب سے بڑا بھائی بھی اس کا وہیں ہے۔ [تیسری دفعہ لکھی گئی کہ حیدرآباد ہی میں اپنے بہنوئی کی قبر کے پاس جاذفن ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ]۔ (۲۲۶) ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۳]۔
- ۵۵ دلی کا دیوان دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ مصرع بعد اس میں اس طرح موجود ہے:
- بے وفائی نہ کرا خدا سوں ڈرا
- لیکن جو کہ اس شاعرہ نے یہ غزل دلی کی بھی نہ سنی تھی، لہذا اس کو تو ارد سمجھنا لازم ہے۔ نہ یہ سرقہ ہے، نہ تفسیق۔ اس غزل کے چھپے مصرع کا بھی یہی حال ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۳]۔
- ۵۶ راہوا کیا کہتا ہے! بھار، مطبوعہ دفعہ ثالث میں لکھ دیا: نہ سکونت سے اس کی خبر، نہ نشان مقام ہے۔ یہ دو شعر اس کے یاد تھے، لکھ دیے۔ گفتگان زمانہ اس تحریر بے تاثیر کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۷]۔
- ۵۷ گناہ من آرناہ در شمار ترا نام کے بد سے آ مرزا گار کا اچھا ترجمہ کیا ہے۔ ۱۲ منہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۵۳]۔
- ۵۸ اغلب ہے کہ بیتام "صیام" ہو یا "صائم"، کیوں کہ یہ پار سادائتم القوم تھی۔ ۱۲ منہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۸، حاشیہ]۔
- ۵۹ "مرکار" [سے] مراد ہے راذا مرنگھ صاحب بہادر رئیس، مالک مطبع و اخبار سے۔ ۱۲ منہ اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۵۳، حاشیہ]۔
- ۶۰ قول: ہاں، یہ افسوس ہے..... الخ۔ جناب ایڈیٹر صاحب! آپ کے اس افسوس کو بندہ اس

معروضے سے رفع کرتا ہے کہ شریف زادیں کو شاعری کی سماعت رہتی ہے، وحیات کی طرف زیادہ رغبت دلائی جاتی ہے۔ دوسرے، اُن کا کلام دستِ یاب ہونا بہت مشکل ہے۔ اس پر بھی ”چمن انداز“ کی ۱۳۳ شاعروں [شماراؤں ۲] میں ستاون (۵۷) بجلی مانسوں کا کلام موجود ہے۔ ۱۲ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۰]۔

۱۱ قول: نموت..... ابع — صاحبِ اخبار نے اس موقع پر چند ادبی کا پیرایہ راجال درج فرمایا، بندے نے اُسے چھوڑ دیا، کیوں کہ اصل کتاب میں موجود ہے۔ ۱۲ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۰]۔

۱۲ سید یحییٰ پنجابی اخبار، صداقت بار، نمبر ۱۲، جلد ۱۳، مطبوعہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا تھا۔ ۱۲ منہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۰، حاشیہ]۔

۱۳ بعض شاعر اس بات سے کو اس نام سے یاد فرماتے ہیں، جس میں دن، تاریخ، مہینے کا نام ہو اور اُن کے عدد و سال ظاہر کرے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۸، حاشیہ]۔

۱۴ اس رسالہ مصنفہ کلامی و علمی قوالی کا ترجمہ بندے نے رسالہ ضحیٰ فارسی جنابِ ممدوح کے ترجمے کے ہم راہ چھپوا دیا ہے، اور اصل قاری دونوں رسالوں کی، جناب کے کلمات میں بھی شائع ہوئی ہے۔ ۱۲ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۴، حاشیہ]۔

۱۵ اتھاس مولفہ کم اساس: گواں کتاب میں یاے معروف و مجہول کی شناخت مروجہ حالِ غلط رہی ہے مگر بعض جا ”ع“، ”و“، ”ف“ کا اشارہ دستورِ قدیم کے بموجب بھی کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی نقاط وغیرہ کی غلطیاں اس میں رو گئی ہیں جو ناظرین خود درست فرمائیں گے۔ مجھے زیادہ صحت کی فرصت، نواب کاغذ میں محتاج کش۔ اللہ بس ماسوا ہوں! [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱۴] [آکایہ بیان، تذکرۃ النسائے نادری کے حلقے (مغرب)۔]

ملحقه (۱۰)

فرهنگ

از مصنف

اصنام : صنم کی جمع۔

حورین : اصل میں ”حور“ جمع کا صیغہ ہے، ”حورا“ اس کا مفرد ہے، مگر اردو اور فارسی والوں نے اس کو مفرد ہی استعمال کیا ہے، ”حوران“ جمع بنایا ہے، جو دراصل جمع المجمع ہے، اور اسی سبب سے ”حورین“ مشینہ گھڑ لیا ہے۔ اگر بے محاورہ ہو تو ناظرین معاف فرمائیں۔ ۴۰۱ منہ غنی منہ۔

خیابان : نام قصہ امیران۔

رقعہ : خط۔

رام جی : یہ لفظ دراصل ”رم جی“ بمعنی رستے، یعنی چلتے پھرتے کی اولاد کے ہیں۔ نوید جیادید میں جو اس کو ”رام جی“ خدا کی بیٹیاں کہتا ہے، بالکل بے جا ہے۔ دیکھو: سرگزشت نادری کا خاتمہ بحیرہ کیم جی سنہ ۱۹۰۰ء، جو بنام ”نویۃ خیالات ندائی“، ہم راہ رسالہ سناٹن دھرم کی صداقت و قدسیت منسحب کیا۔ ۴۰۲ منہ غنی اللہ منہ [مجلد ۵۰ مرآت خیالی، سنہ ۱۳۰۹، نمبر ۱۳]۔

رئیس : خط۔ ۱۴

رئیس : یہ یا بے معروف، بے معنی، حرم، ہم سری، برابری وغیرہ۔ زبان پنجابی کا لفظ ہے، نہ کہ اردو کا: اور ”گلجی کا ناچ“ پڑ رہی محاورہ ہے، کہ اردو معطل کا۔ ایسے ہی اور چند محاوروں کا استعمال حضور نے فرمایا ہے۔ کیا آپ ان کی سند اپنے استاد: غالب، علی گن غالب مرحوم کے کلام فیض الغلام سے دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ چھاؤنی والوں کی بول چال ہے، ان کی سند اہل زبان اردو کے کلام سے ملتی محال ہے۔ ۴۰۳ منہ غنی اللہ منہ [مجلد ۵۰ مرآت خیالی، سنہ ۱۳۰۹، نمبر ۱۳]۔

ریل : حبیبہ: دراصل ریل اس لوہے کی پٹری کو کہتے ہیں جس پر نہانی گاڑی کے چنے [ہیپے] چلتے ہیں مگر محامد اس میں یہ لفظ ”ٹرین“ کی جگہ مروج ہو گیا ہے۔ کما لایحضر علی الفہم۔

سکپا : النضل الفوائد، مطبوعہ مطبعہ رضوی، دہلی، سنہ ۱۳۰۵ ہجری [مطابق ۸۔۱۸۸۷ء]، صفحہ ۶۳، جلد اول کے حاشیہ پر دیکھا گیا ہے کہ ”سکپا“: ہا بے سوز و ہا کسر جو سے آواز است کہ از

گوشت و گندم و سرکہ نبات و کشمش سازند۔ ”پس، ”سکپا“ غلط ہے۔ اس کا تلفظ کاف عربی و با
 مسودہ سے ہی درست ہے۔ منتخب اللغات کی پہلی ہی فصل سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ
 مرکب ہے۔ ”سک“ یہ معنی نوے خوش ہو اور ”پا“ محظف ”پا“ سے، جو ہالفی، یعنی ”آش“
 بدون حمزہ و الفتحہ فارسی ہے، اور صاحب غیبات نے بھی یہ لفظ پکاف تازی و با مسودہ ہی
 لکھا ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [ملحقہ سرانہ خیالی، ص ۲۹، ۳۰: نمبر (۱۲)]۔

کئی البثورات : شاعران۔

کبرانیوں : شاعرہ۔

کسی کی : یہ لفظ [کسی کی] آج کل کے محاورہ میں اسی طرح مستعمل ہے مگر پہلے ”کسوی“ ہوتے تھے۔
 اس شاعرہ نے بھی اس کو داوی سے باندھا ہے [کسوی] مگر میں نے ”ے“ سے لکھ دیا۔
 ۱۲ منہ غنی عنہ۔

مجادلہ : لڑائی جھگڑا، دشمنی، خصومت۔

مرقعہ [مرقع] : تصویروں کی کتاب یا گدڑی۔

منہ بھی : عابدہ و زہدہ۔

ضمائم

ضمیمہ (۱)

مرتب کے حواشی

- ۱۔ پہلی اٹلا۔ آج کل اس کی جگہ "شاعرات" مستقل ہے۔
- ۲۔ اصل: "سرشت... الجنت" [تذکرۃ النسائے نادری، مردوق]۔
- ۳۔ "حصار سعادت پناوٹو پاؤ" تاریخی ماڈ ہے۔ اس کے اوپر "۱۳۰۲ ہجری" درج ہے، لیکن اس تاریخی ماڈ سے ۱۳۰۱ کے بجائے ۱۳۰۵ کا عدد برآ ہوتا ہے۔ اس میں سے آخری حرف "ذ" کے چار عدد کم کیے جائیں تو ۱۳۰۰ کا عدد برآ ہوتا ہے۔
- ۴۔ یہ شعر نادر نے پہلی بار اپنے پہلے تذکرے خزینۃ العلوم فی مستملکات المظلوم کے مردوق پر درج کیا۔
- ۵۔ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۲۴ نمبر (۱) تاریخی ماڈے "تذکرۃ نسائے نادری، نام نہاد" سے مطلوب۔ ۱۹۰۲ کا عدد برآ نہیں ہوتا۔ دونوں امزادوں کو ملانے سے ۱۸۶۳ اور امزادوں کے بغیر ۱۸۶۶ کے عدد برآ ہوتے ہیں۔ "نام" کی جگہ "نام" ہو تو امزادوں کے بغیر ۱۹۰۲ کا عدد برآ ہو سکتا ہے۔
- ۶۔ مجلس نذر، صفحہ ۲ کا آخری لفظ شریف ہے۔ بحر بی لفظ صفحہ ۳ کے شروع میں بھی کتابت ہوا ہے۔ یوں لفظ "شریف" کی تکرار ہو گئی ہے۔ بعض کاتب زمانہ قدیم میں "ترک" کے بجائے یہ طریقہ بھی استعمال کرتے تھے۔ مجلس نذر میں آنکھ بھی بعض صفحات میں پانچواں لفظ ہے۔
- ۷۔ اصل: "گنجی" اور اس کے نیچے "ف" کا نشان بتایا گیا ہے۔ ایسا نشان آنکھ بھی ایسے الفاظ کے نیچے لگایا گیا ہے جو بڑے معروف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس لفظ میں یا بے معروف کے بجائے یا بے مجهول پڑ بھی جائے۔ اس امر کی نشان دہی نادر نے کتاب کے صحت نامے میں کر دی ہے۔
- ۸۔ اصل: "علی کلّ مسلمان و مسلمة" [مجلس نذر، صفحہ ۴؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲]۔
- ۹۔ متن میں ہے: "تکیم کاسم کا تذکرہ حسب موقع گدستہ از غنجان کا جزو اخیر....." [مجلس نذر، صفحہ ۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳]۔ سکتا ("نہ ہونے سے" حسب موقع، "تکیم کاسم کا تذکرہ" سے حعلق بھی ہاؤ کر سکتے ہیں اور مجلس نذر میں سے بھی؛ لیکن مجلس نذر میں سے حعلق کرنے میں قیادت ہے کہ "تکیم کاسم کا تذکرہ" سے، ایسی صورت میں، وہ باور ہوگا کہ تکیم کاسم کا تذکرہ مکمل طور پر بطور ماضی نظر رہا ہے، جب کہ مجلس نذر میں کا آخری حصہ حسب موقع استعمال کیا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ نادر نے ان دونوں کتابوں سے آوردہ شاعرات سے حعلق معلومات اخذ کی ہیں اور تکیم کاسم کا تذکرہ (مجموعہ نذر) شعر کا تذکرہ ہے، اس میں شاعرات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، لہذا کہیں

کھیں ذکر ہونے کی صورت میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ پورا تذکرہ ماخذ کے طور پر قاضی غفر بن چٹاں چہ مجموعہ نظرو سے ”حسب موقع“ ہی استفادہ کیا گیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصنف نے مجلسۃ نادریہ کے جزو اخیر کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ مجلسۃ نادریہ نامی کتاب شعراء کا آخری بحر ہی اُن کا ماخذ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے ساتھ ”حسب موقع“ کا جو از مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مصدقہ بلادوں پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے ”حسب موقع“ کا تعلق ”تکیم القام کا تذکرہ“ سے قائم کرنے کو ترجیح دی گئی ہے اور اسی نے حسب موقع کے بعد مصنف نے کا احترام کیا گیا ہے۔

۱۰۔ اصل: ”عرب کی۔۔۔“ کی ”کے“ بجائے ”ف“ درج ہے، گو ”اے“ کے ”پ“ مٹا چاہیے۔

۱۱۔ ملاحظہ مراث عیالی، صفحہ ۲۳؛ نمبر (۲)۔ آخر میں ”۱۲“ منہ ”درج ہے۔

۱۲۔ اصل: ”تکلیف غفر بن“ [مجلسی، طو، صفحہ ۵؛ تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۵]۔

۱۳۔ اصل: ”تکلیف طاعنہ ما بعد از او انکم“ [مجلسی، طو، صفحہ ۵؛ تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۵]۔

۱۴۔ اس عربی شعر کا اصل ترجمہ یوں ہے: ہم تمہارے پاس آ گئے، ہم تمہارے پاس آ گئے۔ سو اپنے قبیلے میں میں سلام کو اگر سیاہ بگو (کھجور) نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ ہوتے۔ (بہ شکر یہ ڈاکٹر خورشید رضوی (ک) ہوں) [

۱۵۔ اس عربی مصرعے کا صحیح ترجمہ یوں ہے: اگر خداے رحمن کی اطاعت نہ ہوتی تو ہم تمہاری وادی میں نہ ہوتے (بہ شکر یہ ڈاکٹر خورشید رضوی (ک) ہوں) [

۱۶۔ ”ایک بارغ تار“ کے تاریخی مادے سے ۱۲۸۹ کا عدد استخراج ہوتا ہے، جب کہ ۱۲۸۸ کا عدد ”ایک بارغ تار“ سے حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مدینہ فقیر نے ”ایک بارغ تار“ ہی تاریخی مادہ کہا ہوگا۔ اسے نقل کرنے میں مصنف تذکرہ تار یا بکر کا تب نے غلطی کر دی۔

۱۷۔ تاریخی مادے ”غیرتہ شعرا“ سے ۱۲۸۹ کا عدد نکلا ہے۔ اس تاریخی میں ترجمہ ہے دوسرے مصرعے میں ”بے رنج“ کا مطلب ہے کہ بلاۃ تاریخ میں ”رنج“ کے ۲۵۳ عدد خارج ہوں گے۔ یوں مطلوبہ سو کبری ۱۹۳۸ حاصل ہوتا ہے۔ پہلے مصرعے میں ”تاریخ“ کی ترکیب میں شاعر نے مصنف کا تخلص بھی ظہور کر دیا ہے۔

۱۸۔ اصل: ”الحیرہ“۔ یہ لفظ ظاہر ہوا غنا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تذکرہ یا کا تب نے ”الی آ فرم“ کو پرانے انداز کتابت کے مطابق ملا کر یوں لکھا ہے ”الکرو۔“

۱۹۔ ملاحظہ مراث عیالی، صفحہ ۲۳؛ نمبر (۳)۔ آخر میں ”۱۲“ منہ ”درج ہے۔

- ۲۰۔ اس کی کوئی نکتہ موجود نہیں کہ اس حضرتؑ نے یہ شعر کہے تھے۔
- ۲۱۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر (۳)۔ آخر میں "۱۲ منہ غلی اللہ عز" درج ہے۔
- ۲۲۔ کلشن ناز میں بھی یہ شعر درج ہے۔ اس میں درج ہوا ہے۔ وہاں یہ مصرع یوں لکھا گیا ہے۔
کل تم جویہ کہتے تھے، شمشیر چار میں ہوں
[کلشن ناز، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۶]۔ اس مصرعے کی یہی صورت ہاوزن اور گنج گنتی ہے۔
- ۲۳۔ مصنف کے زمانے میں بھی اور اس کے بہت عرصے بعد تک ادبی دنیا میں یہی مہجور تھا کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر وادی دکن ہے۔ تا آن کہ ۱۹۲۴ء میں مولوی عبدالحق نے کلیات قلی قطب شاہ کا تفصیلی تعارف کرایا اور اکثر علی الدین قادری زور کی ترغیب سے ۱۹۳۰ء میں یہ کلیات آب و تاب کے ساتھ شائع بھی ہو گیا۔ یوں دستِ بابِ کلام کی زور سے طے ہوا کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر وادی سے بہت پہلے کا شاعر قلی قطب شاہ (۱۳ رمضان ۹۷۳ھ / ۱۳ اپریل ۱۵۶۵ء - ۱۰۲۰ھ / ۱۶۱۱ء) ہے۔ [کلیات محمد قلی قطب شاہ، مقدمہ، صفحہ ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲]
- ۲۴۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۵)۔
- ۲۵۔ تاد کے اس رسالے کا نام رسالۃ شطرنج مقب بہ ہشت ثمنہ ہے۔ مجھے یہ رسالہ نہیں مل سکا۔ اس کا تذکرہ اور کچھ مشمولات کا اعداد کا لی اس ٹیپا رشتا نے اپنی کتاب غلیات (کچھ مطالعے اور مشاہدے) میں کیا ہے۔ وہاں انھوں نے اس کتاب کا یہی نام تحریر کیا ہے۔ تاد نے اس مقام کے علاوہ آگے بھی ایک جگہ اس رسالے کا نام "ہشت ثمن" تحریر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں۔
- ۲۶۔ اصل۔ "ہندو سار" [ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۶)]۔ ظاہر ہے کہ کتاب کی قطعی ہے۔ صحیح نام "ہندو سار" ہے۔ زمانہ حکومت ۲۹۸، ۳۳۲، ۴۷۷ ق م [دیکھیے ہندوستان کا شاندار ماضی، صفحہ ۱۰، ۸۲]۔
- ۲۷۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۶)۔ اس عبارت کا آغاز یوں ہوتا ہے: "کیا سے پہلے رہا شوک ... اور آخر میں حسب سابق "۱۲ منہ غلی اللہ عز" درج ہے۔ تسلسل قائم رکھنے کے لیے یہ دونوں عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں۔
- ۲۸۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۷)۔ یہاں بھی آخر میں "۱۲ منہ غلی اللہ عز" درج ہے۔ طبعی کی اس عبارت اور تذکرے میں بھی، مصنف نے لفظ "آچار" اور اس کے مشتقات: آچاری، آچاریا،

- آ چار بج کو ایک جگہ کے سواہر بنگلہ مقصورہ کے ساتھ لکھا ہے۔ مزید دیکھیے ضمیمہ الفاظ۔
- ۲۹۔ یہاں اصل کو مہری کے بعد صداد کا نشان بنا کر حاشے میں "منگل کو مہری" درج کیا گیا ہے۔ یہ نام گلشن دلا میں موجود ہے لیکن لگتا ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری کے متن میں کتابت ہونے سے وہ گیا، جسے حاشے میں درج کر دیا گیا۔ یہ معلومات اس سے قبل نادری نے اپنے تذکرۃ اؤل حیرتہ العلوم فی منعلقات المنظوم (صفحہ ۹۵) میں بھی درج کی تھیں، لیکن لگتا ہے کہ یہ معلومات وہیں سے اخذ کر کے یہاں درج کی گئی ہیں۔
- ۳۰۔ تقریباً بھوپالی کا یہاں ہے کہ بھوپ کلیان راگنی کی ایجاد روپ متی سے منسوب کی جاتی ہے ("روپ متی، بازار ہار" (مضمون، صفحہ ۱۹۴)۔
- ۳۱۔ گلشن دلا میں "بہادر راج" ہے۔ یہاں "بہادر راج" کے بجائے "بہادر راج" زیادہ مناسب لگتا ہے، جو "ہار بہادر" یا "بہادر راج" کا بھاشا تعلق ہے۔ "سکھ راج" کا کافیہ بھی "بہادر راج" کی جگہ "بہادر راج" مناسب معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ "راج"، "راجا" کا مختلف بھی ہے۔ ان معنوں میں "بہادر راج" بھی مناسب ہے۔ آئندہ شعر میں بھی گلشن دلا میں "بہادر راج" کی جگہ "بہادر راج" ہے۔
- ۳۲۔ اصل : "یہ عورت اپنے" (گلشن دلا، صفحہ ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳)۔ "گپنے" کے نیچے "ع" کا نشان بتایا گیا ہے، گو پاس الفاظ کو اپنی "پڑھا جانا چاہیے۔
- ۳۳۔ اصل : "راج نیت کی" (گلشن دلا، صفحہ ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳)۔ یہاں "کی" کے نیچے "ف" کا نشان بتایا گیا ہے، گو یہ اسے "کے" پڑھنا چاہیے۔
- ۳۴۔ ۱۹۵۷ء کے بعد کاتب نے ظلمی سے بیسویں کا مختلف "ت" کتابت کر دیا ہے (ملحقہ سرانہ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر ۸)۔
- ۳۵۔ ملحقہ سرانہ خیالی، صفحہ ۲۶، نمبر ۸)۔
- ۳۶۔ اصل : "جانشان الیان" (گلشن دلا، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۴)۔ جہاں دو نون اکٹھے آئے ہیں، کاتب انھیں نون مع شد کے ساتھ کتابت کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اسی روش کی پابندی کی گئی ہے، لیکن حذرا کاتب بھول گیا۔
- ۳۷۔ اصل : "دلارام" (گلشن دلا، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶)۔ "مکچ نام" "دل آرام" ہی ہے۔ پرانے اعداد کتابت میں لفظوں کو ملا کر لکھتے تھے، جہاں "چ" "دل آرام" کو "دلا رام" لکھتے تھے۔

یہاں بھی بھی صورت کارفرما ہے اس فرق کے ساتھ کہ اس کتاب کا کاپ ایسے تمام اقطار میں مکتوبات نہیں کرتا۔

۳۸۔ اصل : "ردزی بنود" (گلشنِ ناز، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۱)۔ "ردزی" کے لیے "ف" کتابت کیا گیا ہے، گویا اسے "ردزے" پڑھا جائے۔

۳۹۔ شاطروہ، یعنی شطرنج کی ماہرہ۔ شاطر، چالاک اور مکار کو بھی کہتے ہیں۔ مختصراً مفہوم بھی تیز و مہتر اور کا ہے۔

۴۰۔ رنج میرٹھی نے دل آرم کو جہاں کیر شاہ بادشاہ سے منسوب کیا ہے۔ دائرے رنج میرٹھی کا نام نہیں لیا لیکن امتزاج اس بھی پڑ گیا ہے، کیوں کہ رنج میرٹھی نے پہلے تو "رجہ جہاگیر شاہ" لکھا، چند سطروں بعد اسے "جہاگیر بادشاہ" کر دیا، پھر آگے چل کر اس کی جگہ کا نام "نور جہاں بیگم" لکھ دیا۔ (دائرے اس بیگم کا ذکر محض جہاں تخلص سے کیا ہے)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رنج میرٹھی کی مراد جہاں کیر بادشاہ ہی سے تھی، لہذا دائرہ کا امتزاج درست ہے۔

۴۱۔ معلقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۶، نمبر (۹)۔ آخر میں "۱۳۱۱ھ علی اللہ عنہ" درج ہے۔

۴۲۔ اصل : "جاوڈ" (گلشنِ ناز، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸)۔

۴۳۔ اصل : آردزی (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹)۔ گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) میں "آردزی" ہے۔ دائرے شاعرات کی مشورہ فرستہ نہ کرے (رک ہذا میں بھی اس کا تخلص "آردزی" لکھا ہے۔ رنج میرٹھی نے بھی "آردزی" تخلص کے تحت اس کا ذکر کیا ہے (صفحہ ۱۰۰)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا صحیح تخلص آردزی ہی تھا۔ "آردزی" کو محض کتابت کی غلطی سمجھنا چاہیے۔

۴۴۔ حلق "خواہی صنف"۔ معلقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۶، نمبر (۱۰) اور حاشیے کی عبارت۔

۴۵۔ اصل : "من اگر تو بزدی کردم اسے مرد کی تو خود این تو بزدی کردی کہ میرا ہی تھی"۔

[گلشنِ ناز، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۰]۔

۴۶۔ اصل : "پٹھے کد سر گوش"۔ بردوی میں شیعہ دہلوی خان کنڈ۔ [گلشنِ ناز، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۰]۔

۴۷۔ اصل : "مدا چاقرا" (گلشنِ ناز، صفحہ ۱۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۰)۔ ظاہر ایسا اضافت کتابت ہوئے سے رہ گئی ہے۔

۴۸۔ رنج میرٹھی نے تخلص "بیہیلی" لکھا ہے (مہارستاد، صفحہ ۱۱)۔ یہ کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔ آتی اردنی نے بھی اس کا تخلص "بیہیلی" ہی لکھا ہے (تذکرۃ العلوانین، صفحہ ۱۸۹)۔

- ۴۹۔ اصل: "ہے گیاد" (گلفی ناز، صفحہ ۱۸؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳)۔ "ہے کے نیچے" "ع" کتابت ہوا ہے، یعنی اسے "ہی" ہونا چاہیے۔
- ۵۰۔ کاتب نے یہاں شعر کا نشان "۔" کتابت کیا ہے، حالانکہ یہاں مصرعے کا نشان "ع" آتا چاہیے۔
- ۵۱۔ اصل: "میں دو بلا گرم" (گلفی ناز، صفحہ ۱۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳)۔
- ۵۲۔ اصل: "طیلی غزالی" (گلفی ناز، صفحہ ۱۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳)۔ "غزالی" کی یا کے نیچے "ف" لکھا ہے، گو یا اسے بے بھول پڑھا جائے، یعنی "غزائے"۔
- ۵۳۔ اوپر کے شعر میں "گساری" اور اس شعر میں "روزگاری" کے نیچے "ف" لگا کر نشان دہی کی گئی ہے کہ انھیں بالترتیب "گسارے" اور "روزگارے" پڑھا جائے۔
- ۵۴۔ تاد نے حاشیے میں تذکرۃ حسینی کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں اس شاعرہ کا کوئی ذکر "دلیری ماعری" کے تحت نہیں ہے، بلکہ "لیلیٰ دلیری ماعری" کا ترجمہ موجود ہے۔ تاہم اس میں نمونہ کلام کی غزل کے تین شعر ہیں۔ پہلے دو شعر وہاں موجود نہیں۔
- ۵۵۔ اصل: "بجز خون خوردن" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۵)۔ اس صورت میں مصرع بے وزن رہتا ہے۔ آئی نے "بجز خون بگر خوردن" لکھا ہے (تذکرۃ الخوافین، صفحہ ۲۱۵)۔ بزدان میں ہے اور حسبِ حال بھی، اسی لیے قیاسی تصحیح میں اسے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ یہ شعر گلفی ناز میں نہیں تھا، نہ بہارستانِ ناز میں ہے۔ تاد نے اس کا اضافہ تذکرۃ النسائے نادری میں کیا۔
- ۵۶۔ رباعی سیرنگی نے اس غزل کے چوتھے شعر کا پہلا اور پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ملا کر اپنے ہاں براغزی کے نمونہ کلام میں تیسرے شعر کے طور پر درج کیا ہے (بہارستانِ ناز، صفحہ ۱۳۹)۔ تاد نے رباعی سیرنگی کے نام پر ایسے [رباعی (۵) کتاب ۲۱] میں بہارستانِ ناز کی افراط گمانی کی۔ حیرت ہے کہ ان کی نظر سے یہ غلطی بچ گئی۔
- ۵۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تاد نے رباعی سیرنگی کے تذکرے سے استفادہ کرتے ہوئے اس شعر میں ردی کی ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع گلفی ناز (صفحہ ۲۱) میں "تو دلی" سے شروع ہوتا ہے، جب کہ بہارستانِ ناز میں "ہاں دے" سے (صفحہ ۱۵۸)۔ گلفی ناز اور تذکرۃ النسائے نادری کی اشاعت (۱۸۸۶ء تا ۱۸۸۳ء) کے درمیان رباعی سیرنگی کا بہارستانِ ناز تیسری بار طبع ہوا تھا (دیکھیے مقدمہ مرتب کا حوالہ صفحہ اور "مریض" مشمولہ کتاب پتہ تحت "باحقہ (۵)" (۳)۔ اس میں اس مصرعے کا

متن مختلف دیکھ کر تار نے اسی کے مطابق اس مصرعے کا متن تذکرۃ النسائے نادری میں درست کر دیا ہوگا۔

۵۸۔ اصل : وہ کہ (مجلسی نو، صفحہ ۲۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۷) صحیح قیاسی۔

۵۹۔ حاجی قلیس خواف کے حاکم کا نہیں بل کہ مصطفیٰ کی ہم شیرہ کا ہے۔ مصنف (تار) نے اپنی اس غلطی کا اعتراف اور توبہ بھی پیش کی ہے۔ دیکھیے "ملحقہ (۱۳) حواشی مصنف" کے تحت حاشیہ ۳۸۔

۶۰۔ متعلق "حواشی مصنف"۔ ملحقہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۳)۔ حوالہ دیتے ہیں یہاں مصنف سے سہو ہو گیا ہے۔ اقتباسات نمبر ۱۳، ۱۴ کے لیے مصنف نے صفحہ ۲۳ میں اضافے کا حوالہ دیا ہے لیکن حلقہ صلطے پر ان عبارت کے اضافے کا کوئی عمل نہیں۔ موجودہ عبارت کا متعلق اور نگ زیب عالم گیر سے ہے جس کا ذکر صفحہ ۲۳ پر نہیں ہوا، بل کہ صفحہ ۲۹ پر ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف سے صفحہ نمبر کھینے میں سہو ہو گیا ہو یا کاتب نے صفحہ نمبر غلط لکھ دیا ہو۔ بہر حال، یہ اضافہ شدہ عبارت اپنے سیاق و سباق کے مطابق نہیں آتی چاہیے۔

اسی کے ساتھ، اس عبارت کے معلومات کو متن میں شامل کرنے کا کوئی قرینہ بھی نظر نہیں آتا۔ متن میں زب النسائے قلی کا ذکر ہے جس کے تحت اور نگ زیب عالم گیر کا حوالہ کیا ہے، کیوں کہ قلی اس کی بیٹی تھی۔ اس سیاق و سباق میں اور نگ زیب عالم گیر سے متعلق معلومات کا متن میں شامل کرنا ان مل اور غیر حلقے لگتا ہے۔ اسی لیے اور نگ زیب سے متعلق ان اضافی معلومات کو متن کے بجائے حاشیہ میں درج کرنے کو ترجیح دی گئی ہے، کہ وہاں ان کا شمول مناسب ہے۔

یاد رہے کہ مصنف نے حواشی کی عبارت میں کہیں یہ نشان دہی نہیں کی، یا واضح اشارہ نہیں دیا کہ کون سی عبارت متن میں رکھی جائے گی اور کون سی حاشیہ میں درج ہوگی۔

۶۱۔ اصل : قرشی (مجلسی نو، صفحہ ۲۳: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۰)۔

۶۲۔ ملحقہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۲)۔ آخر میں "۱۲ صفحہ مخفی اللہ عزوجل" درج تھا۔ شبیہ کی اس عبارت میں بھی "صفحہ ۲۳" کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن حلقہ صلطے پر اس عبارت کے اضافے کا کوئی عمل نہیں۔ اس اضافہ طلب عبارت میں قلمزد دولت آباد کا ذکر ہے۔ اس سیاق و سباق میں یہ عبارت اصولی طور پر اختصار کے درمیان و آخر میں درج ہونی چاہیے تھی، لیکن چون کہ مصنف نے خود اس میں یہ غلطی دیا ہے کہ "اختصار" کی عبارت آئندہ آئے گی، یعنی یہ اضافی عبارت "اختصار" سے قبل ہے، اسی لیے اس اضافہ طلب عبارت کو اس مقام پر "اختصار" سے پہلے درج کیا گیا ہے۔

- ۶۳۔ اصل: ”انبات فرہنگ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۰)۔ ”فرہنگ“ بظاہر کتابت کی غلطی لگتی ہے۔
- ۶۴۔ اصل: ”زخیم“۔ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۲: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۱)۔ یہ غلطی پرانے کاتب عام طور پر کرتے تھے۔
- ۶۵۔ اصل: ”نظمی“۔ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۵: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۱)۔ تذکرہ میں دونوں کے نیچے ”ف“ کا کرایے معارف کو بے محول پڑھنے کا اشارہ دیا گیا ہے۔
- ۶۶۔ ”زہانی“ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۳: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۱) کے نیچے بھی ”ف“ بنا دیا گیا ہے۔
- ۶۷۔ اصل: ”گویا ستارہ منور“۔ ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۳)۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا خطاس زادہ عبارت کو مشنوی کے اشعار سے نقل درج کرنے کا تھا لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ مشنوی مولوی کی یہ آیات دفعہ مذکور کا حصہ ہیں اور مصنف کا خطایہ نہ دیا ہو گا کہ یہ اضافہ احتیاس کی عبارت، یعنی دفعہ مذکور کے درمیان ہی درج کر دیا جائے۔ مناسب یہی ہے کہ یہ اضافہ طلب عبارت رفتے کے اختتام پر درج کی جائے۔ رفتے سے نقل بھی یہ اضافہ شدہ عبارت درج نہیں کی جاسکتی، کیوں اس عبارت کا تعلق اشعار مشنوی سے ہے جو رفتے کے آخر میں نقل ہوئے ہیں۔
- ۶۸۔ ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۳)۔ آخر میں ”منہ غنی اللہ عنہ“ درج ہے۔
- ۶۹۔ اصل: ”سرفراز“ ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۸]۔ ”ا“ پر حمزہ کتابت ہونے سے عدہ گیا ہے۔
- ۷۰۔ ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۸، ۲۷، نمبر (۱۵)۔ آخر میں ”۱۳ منہ غنی اللہ عنہ“ درج ہے۔
- ۷۱۔ اصل: ”ہونگلی“ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۵)۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۳۱) میں ”کی“ کی جگہ کے نیچے ”ف“ کا نشان بنا کر اسے ”کے“ پڑھنے کا حراز مہیا کیا گیا ہے۔
- ۷۲۔ ”جمن انداز“ (صفحہ ۲۶) اور تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳) میں مشنوی کا نام ”قرن جان“ درج ہے۔ اس کے علاوہ تذکرۃ النسائے نادری کے آخر میں فرسید شاعرات میں بھی اس کا نام ”قرن جان“ ہی لکھا ہے۔ گو ”قرن جان“ کتابت کی غلطی ہے، لہذا ان شواہد کی بناء پر یہ غلطی درست کر کے گج نام درج کیا گیا ہے۔
- ۷۳۔ اصل: ”بے تہاش“۔ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۶: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲)
- ۷۴۔ اصل: ”بھون تی ہے“۔ (ایضاً)
- ۷۵۔ اصل: ”اوہ حیدم“ (گلشنِ نار، صفحہ ۲۷: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۲)۔

- ۷۶۔ اصل : "واقع" (گلفن بلا، صفحہ ۲۷: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۳)۔
- ۷۷۔ مولف تذکرہ کو سہ ہوا ہے۔ "ہرات" سے صفت نسبی "ہروی" اور "ہرویہ" بنتی ہے۔ "ہراتی" اور "ہراتیہ" تو وہی طریقے سے بنائی گئی نسبت ہے، چنانچہ ہمرکی ہرویہ اور ہمرکی ہراتیہ سے ایک ہی شمارہ مراد ہے، لہذا مولف تذکرہ کی یہ بحث فضول ٹھہرتی ہے۔
- ۷۸۔ اصل : "ہبتان" (گلفن بلا، صفحہ ۲۹: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۶)۔
- ۷۹۔ اصل : "عاشق برقاہی" اور "کندی کردہ ام" (گلفن بلا، صفحہ ۳۰: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۷)۔ "عاشق" اور "کندی" کے نیچے "ف" کا نشان دیا گیا ہے۔
- ۸۰۔ اصل : "اپنے زبان"۔ (گلفن بلا، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ اپنے کے لیے "ع" کتابت کیا گیا ہے، گویا اسے "ایٹا" پڑھنا چاہیے۔
- ۸۱۔ اصل : "یشت ہے اور شیر ہے" (گلفن بلا، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ مقدمہ کتاب میں یہی شعر درج تھا جس کے ذکر میں درج ہے۔ وہاں اس کی صورت یہی ہے جو درج کی گئی ہے۔ یہی وزن میں ہے اور درست معلوم ہوتی ہے۔
- ۸۲۔ اصل : "میرے حال کو" (گلفن بلا، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ وزن کے مطابق "مرے" چاہیے۔
- ۸۳۔ معنی : تذکرہ نگار نے نور جہاں کے انتخاب کلام میں ہر قافیہ اور قافیہ کے شعروں کے لیے الگ اور مسلسل نمبر لگائے ہیں۔ نور جہاں کے انتخاب کلام میں کل ۲۳ قولوں کے شعرا اور ایک رباعی دی ہے۔ نمبر شمار کیا احترام کسی اور شاعر کے انتخاب کلام کے ساتھ نہیں ملتا۔
- ۸۴۔ اصل : "نون آلودہ نگرہ" (گلفن بلا، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۹)۔
- ۸۵۔ تذکرۃ النسبے نادری (صفحہ ۳۹، طرہ ۱۲) میں "ترانہ نگرہ" ہے۔
- ۸۶۔ اصل : "گل چیدن" (گلفن بلا، صفحہ ۳۲: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۹)۔
- ۸۷۔ ملحقہ سوانح، خیالی، صفحہ ۲۸، نمبر (۱۶)۔ آخر میں "۲۲ عن علی اللہ عن" درج ہے۔
- ۸۸۔ اصل : "انادہ براہ"۔ (تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۴۱)۔
- ۸۹۔ تذکرۃ النسبے نادری (صفحہ ۴۲) میں "نام" کا لفظ کتابت ہونے سے رد کیا تھا۔ صحیح از گلفن بلا (صفحہ ۴۵)۔
- ۹۰۔ اصل : "تیرا اپنے مد"۔ (تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۴۲، طرہ ۶)۔ "اپنے" کے نیچے "ع" کتابت

کر کے اسے "انٹی" پڑھنے کا اشارہ کیا گیا ہے۔

- ۹۱۔ اصل: "چہ مردی بود" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۳۴، سطر ۱۱)۔ "مردی" کے پہلے "ف" کتابت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مولف نے کردہ نے چاہی کی عبارت نقل کرتے ہوئے "شاعران دہر" لکھا ہے، جب کہ چاہی نے "صاحبان دہر" تحریر کیا ہے۔
- ۹۲۔ اصل: "کچھ ہے" (مجلسی، ص ۳۶، سطر ۳۶)۔ تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۴۳)۔
- ۹۳۔ پرانے زمانے میں سال، مہینے، ہفتے، دن اور تاریخ وغیرہ سب کے ساتھ "کو" استعمال کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ اردو قواعد کے مطابق سال، مہینے، ہفتے کے ساتھ "میں" اور دن، تاریخ، وقت کے ساتھ "کو" استعمال کیا جاتا ہے۔
- ۹۴۔ سراب خیلانی میں شامل مجلسی، نو کے نکلنے میں گل آفتخ شاعرات کے تراجم ہیں (دولت، شیریں، فاطمہ، فاطمہ گلشن، مدینہ محترم، لا اطم)، جب کہ تذکرۃ النسب نامی میں شامل نکلے میں بچاس شاعرات کے حالات و کلام درج ہے۔
- ۹۵۔ اصل: "بادشاہی.... کلم" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۵۵، سطر ۲)۔
- ۹۶۔ اصل: "مردوے کی زندگی" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۵۵، سطر ۶)۔
- ۹۷۔ اصل: "برخیزد.... جگر.... از بہرہ تو.... دل سالنہ ام" (صفحہ ۵۵، سطر ۱۳)۔
- ۹۸۔ "نواز" اردو میں "نوا" کے ساتھ ہے اور فارسی نواز ہے لیکن "نوا" عربی کے ساتھ بھی اس لفظ کا استعمال جائز سمجھا جاتا تھا۔
- ۹۹۔ ملاحظہ سراب خیلانی، صفحہ ۲۸، نمبر (۱۷)۔ آخر میں "۳۲ عن علی اللہ عز" بھی درج ہے۔ انوار الاخلاق کے پہلے "۲۸" اصل میں اس کتاب کی قیمت ہے، جو عالم آباد کی دکان پر برائے فروخت موجود تھی۔
- ۱۰۰۔ اصل: "شرسارو نیست" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۵۵، سطر ۱۰)۔
- ۱۰۱۔ ملاحظہ سراب خیلانی، صفحہ ۲۸، نمبر (۱۸)۔ آخر میں "۲۲" درج ہے۔
- ۱۰۲۔ ملاحظہ سراب خیلانی، صفحہ ۲۸، نمبر (۱۹)۔ آخر میں "مسکلاہ خیلانی" تحریر ہے۔ "تغذی" دوسرے الفاظ کی قاری شغوی کا نام نہیں ہے۔ یہ نام کبھی معروف فارسی شغوی "ولیس ورامین" کا بکاؤ نہیں جو متعدد ہاد شائع ہو چکی ہے۔
- ۱۰۳۔ اصل: "در پیش مردان" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۵۹، سطر ۹)۔
- ۱۰۴۔ اصل: "بہدینال" (تذکرۃ النسب نامی، صفحہ ۶۰، سطر ۴)۔

- ۱۰۵۔ اصل: ”مجھیں ہیں“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۰)۔ ”مجھیں“ کے بجائے ”ف“ کتاب ہوا ہے۔
- ۱۰۶۔ یہاں ”فامش“ سے مراد قش کلام کہنے والی سے ہے، نہ کہ فامش لحاظ کردار۔
- ۱۰۷۔ اصل: ”عالم بالستوب“۔ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۰، طرہ ۱۳)۔
- ۱۰۸۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۶۰، ۶۱) میں اس غزل کے مصرعے تو ذکر کتابت کیے گئے ہیں، لیکن ایک مصرع تو ذکر آئے سنے سامنے ایک شعر کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ غزل عمر طویل میں ہے اور قش نظر غزل چار شعروں پر مشتمل ہے لیکن تذکرۃ النسائے نادری میرا سے ہوں کتابت کیا گیا ہے کہ گویا یہ آٹھ اشعار پر مشتمل غزل ہے۔ اس سے یہ ہوا ہے کہ اس غزل کی ردیف (من آتم کہ من دالم) بجاے خود ایک مصرعے کی صورت میں کتابت کی گئی ہے اور پوری غزل میں یہ مصرع پانچ جگہ ہرایا گیا ہے۔ یہاں ان اشعار کو اس اصل صورت میں درج کیا گیا ہے جیسے مراد خیالی (صفحہ ۹) میں کتابت ہوئے ہیں۔
- ۱۰۹۔ اصل: ”نظارست“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳، طرہ ۱۸)۔
- ۱۱۰۔ اصل: ”آ کا یکہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳، طرہ ۶)۔
- ۱۱۱۔ اصل: ”خزان“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳)۔ سیاق و سباق اور وزن کے لحاظ سے ”خزان“ ہونا چاہیے۔
- ۱۱۲۔ اصل: ”نکرت“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳، طرہ ۲)۔
- ۱۱۳۔ اصل غرضی: ”نہا ی“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳، طرہ ۷، حاشیہ)۔ ظاہر کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔
- ۱۱۴۔ اصل: ”شیفتہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۳، طرہ ۱۳)۔
- ۱۱۵۔ کتابوں کے ساتھ اعداد کے اعداد کی اصل ڈالنے کا شیوہ نہیں کی۔ کتابوں کے ساتھ یہ اعداد قائم آن کی قیمتوں کو نکال کر کرتے ہیں اور یہ اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ جن کتابوں کے ساتھ ان قیمتوں کا اندراج ہے، وہ برائے فردخت موجود ہیں۔
- ۱۱۶۔ اصل: ”نیت کزائی“ (مراتب خیالی، صفحہ ۱۳)۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۷، طرہ ۱۱)۔
- ۱۱۷۔ ملاحظہ مراتب خیالی، ضمیمہ، صفحہ ۲۸، نمبر ۲۰، آخر میں ”۱۳“ لکھا، ابھی درج ہے۔
- ۱۱۸۔ اصل ”عمزہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۷، طرہ ۱۷)۔ یہ کتابت کی غلطی ہے، کیوں کہ مراتب خیالی (صفحہ ۱۳) میں یہ لفظ تمکک کتابت ہوا ہے۔

- ۱۱۹۔ اصل: "ہندوؤں" اسرارِ خیالی، صفحہ ۱۳: تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۶۷ (صفحہ ۱۹)۔ "آوردے" پیش
تر: "ہندوؤں" لکھا ہے۔ رکن "ضمیر" (۳) "کتاب ہند۔
- ۱۲۰۔ ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸ نمبر (۲۱)۔ "آخر میں" ۱۲ صفحہ "درج ہے۔
- ۱۲۱۔ اصل: "چناپہ سمرود" (ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲)۔ "پہ صریحاً مستوف کی
لفظی گنتی ہے۔
- ۱۲۲۔ اصل: "وہی ہے" (ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸، ۲۹)۔ "وہی" سے ۱۳۲ کا عدد، چپ کر "وہی"
سے مطوبہ عدد ۱۳۱۸ حاصل ہوتا ہے۔ دیکھئے بھی "وہی" کا یہاں کوئی عمل استعمال نہیں۔ یہ بظاہر کتابت
کی قطعی معلوم ہوتی ہے۔
- ۱۲۳۔ اصل: "تخلیوے بریں" (ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸)۔ "تخلیوے بریں" سے ۱۹۰۱ کا کھرا عدد
برآء ہوتا ہے۔ اسکی صورت میں "وال" کے چپے کسرۃ اضافت کی ضرورت نہیں لیکن یہاں کسرۃ
اضافت بھی موجود ہے۔ کسرۃ اضافت کو قائم رکھنے سے بڑے بھول کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسکی صورت
میں مادۃ تاریخ کے عدد ۱۹۰۱ سے "یا" کے ۱۰ عدد منہا کرنے پر "ی" کے اور مادۃ تاریخ سے ۱۸۹۱ کا عدد
حاصل ہوگا جو درست نہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ اس مادۃ تاریخ میں کسرۃ اضافت نہیں ہے،
بلکہ اس کی جگہ بڑے بھول استعمال کی گئی ہے۔ کسرۃ اضافت بظاہر کتابت کی قطعی ہے جسے پر داف
فروانی کے وقت آوردہ درست ذکر کیے۔
- ۱۲۴۔ ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸، نمبر ۳۲۔
- ۱۲۵۔ اصل: "واحداد" (مرآۃ خیالی، صفحہ ۱۵: تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۶۹، ۷۰، ۷۱)۔
- ۱۲۶۔ اصل: "وخم" (مرآۃ خیالی، صفحہ ۱۵: تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۶۹)۔
- ۱۲۷۔ ملحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸، ۲۹، نمبر ۲۳۔ "قری اللغات" اصل میں یہ ہیں: "لکھائی گئی ہیں۔ ۱۲ صفحہ
اللہ عز۔ "ضمیر کے مطابق اس عبارت کو شعر سے نقل اضافہ کیا جاتا تھا لیکن سیاق و سباق کے اعتبار سے
یہ ایسی جگہ آتی چاہیے تھی۔
- ۱۲۸۔ اصل: "تحریری عالی نسبتی" (مرآۃ خیالی، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۷۱)۔ وزن کے
مطابق درست کیا گیا۔
- ۱۲۹۔ اصل: "صلی علی سلی" (مرآۃ خیالی، صفحہ ۱۶)؛ "صلی علی سلی علی" (تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ
۷۱)۔ وزن کے لیے "صلی علی سلی علی" ہونا چاہیے۔ باقی مآخذ میں بھی یہی ہے۔

- ۱۳۰۔ اصل: "ہے ترے ہی" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷، بطور ۷۱)۔
- ۱۳۱۔ "بے باکانہ" پر "ن" کا نکال دے کر ماضی میں "گستاخانہ" تحریر ہے (مراتب خیالی، صفحہ ۱۸)۔
تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۲)۔
- ۱۳۲۔ ایک امراؤ جان دو تھی جسے سامنے رکھ کر مرزا احمد لدھیانوی رسوائے اپنا یادگار ناول، اسراف جہانِ آدا کھا؟ تادمِ دہلوی اور رسوائی امراؤ میں علی بخش اور شاہد باز لدھیانوی کی شقیں اگرچہ مشترک ہیں لیکن تادم نے اس کا تخلص امراؤ کھا ہے، جب کہ ناول کی امراؤ جان کا تخلص آدا تھا۔ دوسرے، تادم نے امراؤ جان امراؤ کا ذکر "جن انداز" میں کیا ہے جو ۱۸۷۸ء میں مکمل ہوا، جب کہ مرزا سواد کے ناول کی امراؤ خدیجہ چالیس چھیالیس سال کی ہو چکی تھی۔ تیسرے، ناول والی امراؤ کا تعلق لکھنؤ سے تھا، جب کہ "جن انداز" کی امراؤ دہلوی ہے۔ گویا یہ کوئی اور امراؤ جان ہے۔ دوسرا والی آدا نہیں۔
- ۱۳۳۔ اصل: "میرے دوست" (مراتب خیالی، صفحہ ۱۸؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۲)۔
- ۱۳۴۔ یہاں "جہانا" کی کوئی قدر کرائی گئی ہے۔ "جہانا" بدوزن معافی۔
- ۱۳۵۔ اصل: "تھی جو میں" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۲، بطور ۱۹)۔ "تھی" کے چھپے "ف" لکھا گیا ہے، یعنی اسے "تھے" پڑھا جائے۔
- ۱۳۶۔ ملاحظہ مراتب خیالی، صفحہ ۲۹، نمبر ۲۳۔ آخر میں "۱۲۱۲" غلطی سے محروم ہوئی سنہ ۱۹۰۰ء "بھی درج ہے۔
- ۱۳۷۔ اصل: "کی میرے" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۰؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۵)۔ "میرے" سے ویسے بھی معرصہ بے وزن ہو جاتا ہے۔
- ۱۳۸۔ یہاں التباس پیدا ہو سکتا ہے۔ مصنف نے واضح نہیں کیا کہ ۱۳۸۵ کا عدد "برکل غالب" اور "برگل غالب" دونوں سے علاحدہ علاحدہ حاصل ہوتا ہے۔ دونوں کے مجموعے سے تو ۲۵۷۰ کا عدد برآء ہوتا ہے۔
- ۱۳۹۔ اس تاریخ میں قہر ہے۔ "غالب بے مثال، آواہر" سے ۱۸۶۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے، اس میں "سر انس" "یعنی" "انسوس" کے سر حرف الف کا ایک عدد ملے سے ۱۸۶۹ کا عدد پورا ہوتا ہے، جو غالب کا صدی سو و قات ہے۔
- ۱۴۰۔ اصل: "تیسرے" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۰؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۶)۔
- ۱۴۱۔ اصل: "جہانان مرگ" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۰؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۶)۔

- ۱۳۲۔ "لا اذن زمرہ" (تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷، ۷۸)۔ اصل میں "ذرا" ہی تھا لیکن غلط ڈالے
میں اس کی جگہ "زور" کر دیا گیا۔
- ۱۳۳۔ "لا" پر حاشیہ کا نشان بنا کر حاشیہ میں "اب" تحریر کیا ہے (مراتب خیالی، صفحہ ۲۱) تذکرۃ النسلیۃ
نادری، صفحہ ۷۷)۔ گویا صحیح شدہ مصرعے کی صورت یہ ہوگی
اب کہتے ہو کیا تم نے ہمیں بدقول رکھا؟
- ۱۳۴۔ "ہم نے" پر حاشیہ کا نشان بنا کر حاشیہ میں "اور شب" اصل نہیں کی "درج ہے" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۱)؛
تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷)۔ گویا اس صورت میں مصرعے کی قرأت یوں ہوگی :
کچھ بے ادبی اور بے اصل نہیں کی
- ۱۳۵۔ اصل : "میری" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۱)؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷)۔ وزن کے مطابق
"تری" درست ہے۔ علاوہ ازیں "میری" پر حاشیہ کا نشان بنا کر اعدونی حاشیہ میں "کاس" نے میری
جانب "تحریر کیا گیا ہے" (تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷)۔ اس صورت میں مصرعے کی صورت یوں
ہے گی : اتنا بھی قیمت ہے کہ اس نے میری جانب
یہاں بھی وزن کے لیے "میری جانب" چاہیے۔
- ۱۳۶۔ اصل : "ایک ہزار" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۱)؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷)۔ لیکن وزن کے
لیے یہاں "آک" ہونا چاہیے۔
- ۱۳۷۔ سید احمد دہلوی نے اصل لفظ "دو بحر" کے تحت لکھا ہے کہ "دو بحر" بھی استعمال ہوتا ہے اور شعر میں جہنم کا
بھی شعر درج کیا ہے (نورینک اصناف: دوم، صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹)۔
- ۱۳۸۔ اصل : "میری گنگھی" (مراتب خیالی، صفحہ ۲۱)؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۷۷)۔ وزن کے
مطابق "میری" چاہیے۔
- ۱۳۹۔ تذکرۃ النسلیۃ نادری (صفحہ ۷۷) میں "(روایت...)۔" اور "(قاری دہلوی ... صاحب دہلیان)"
کی مہارت قارئین کے اندر درج کی گئی ہے۔
- ۱۴۰۔ مراد احمد علی کے تذکرے انتظام یاد گار سے ہے، جو درام پور میں لکھا گیا اور وہاں سے شائع ہوا۔
بہار سے نرا ہے فصیح قدیم سن سنی میر گئی کا تذکرہ بہارستانِ ناز۔
- ۱۴۱۔ نغمۃ عندلیب، ہاتھن کے تذکرۃ گلستانِ بے خزان کا تاریخی نام ہے۔
- ۱۴۲۔ اس پرے مصرعے سے ۱۲۸۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں "داب" کی دال کے ۲ عدد شامل کرنے

کے مطلوبہ سہ ماہی ۱۳۹۳ ہجری ۵۲۸ء ہے۔

۱۵۴۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۷۹) میں یہ عبارت اس طرح درج ہے کہ اس کے شعر ہونے کا گمان ہو ہے۔ دوسرے آثار نے عبارت نقل کرنے میں بھی اسے نادری کا مظاہرہ نہیں کیا اور دو قاش خطیوں

کردیں۔ گلستانِ بیہ خزان (صفحہ ۵۰) میں قصور کے ترجمے کا متن یہ ہے:

”۳۵۔ تصویرِ مخلص، عالم، ایک عورت کہ شکل حالِ ان کی ہنگامِ نظارہ پر دو پیش، مضبوطی طبع، صفحہ خیال پر تحریر سے ہم روش: تفتیشِ حال میں جو با صورت آئینہ تصویرِ حیراں، اور اک خیال میں مختصس مثالِ لکب پر بظاہر: شعر کے مضموں پر دل کھنچا جا تا ہے، غور کیجئے تو چرے کا رنگ آترا جا تا ہے۔“

۱۵۵۔ اصل: ”ترے سڑکوں“ (مرآتِ خیالی، صفحہ ۳۳: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۷)۔ ”سڑکوں“ موقوف ہے، اس لیے یہاں تری ہو جا تا ہے۔ دیگر ماخذ میں بھی ”تری“ ہی ہے۔

۱۵۶۔ اصل: ”زادہ“۔ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۷)۔ یہاں نام ”زادہ“ کا کل نہیں، بل کہ اسمِ ضمیر ”زادہ“ سے اسمِ عا ”زادہ“ کا کل ہے۔ مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۳) میں گجگت ثابت ہوا ہے۔

۱۵۷۔ اصل: ”جگ کو تیرا“ (مرآتِ خیالی، صفحہ ۳۶: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۱)۔ ”تیرا“ وزن میں نہیں ہے۔

۱۵۸۔ یہ اردو زبان و ادب کی ثقافت کا ایک پہلو ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے بعض ادیب آج بھی دکن کی لسانی اور ادبی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے۔ آثار کے دور میں تو یہ خیال حق کے ساتھ رائج تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کی زبان ہی اصل اردو ہے، جب کہ قدیم دکنی زبان اور اس کے ادب پاروں، مثلاً کوئی تک کی خدمات زبان و ادب کو خاطر میں نہیں لایا جا تا تھا۔

۱۵۹۔ اس غلط فہمی سے حلقہٴ تنقید کے لیے رجوع کیجئے حاشیہ ۲۳۔

۱۶۰۔ یہاں ”موجود شعر اردو“ سے مراد یہ نہیں کہ اردو میں شعر کہاں دلی نے شروع کیا، بل کہ یہ بیان بھی اسی خیال کی تائید کی کرتا ہے جس کی نشان دہی اور وضاحت حاشیہ ۲۳ میں کی گئی ہے۔

۱۶۱۔ طبقات الشعراء فارسی زبان میں اردو شعرا کا تذکرہ ہے اور قدرت اللہ شوقی نے انھار دس صدی ہجری کے آخری دہوں میں لکھا۔ یہ آثار کے زمانے تک غیر مطبوع تھا اور اس کے قلمی نسخے بھی بہت کم تھے۔ یقینی طور پر آثار دہنے پہنچ کر وہ استعمال نہیں کیا، کیوں کہ:

(۱) انھوں نے چندا کے دواخانہ غز کرنے کا سال ۱۷۹۹ء لکھا ہے، جب کہ اس سے کہیں پہلے ۱۲۹۹ء

مطابق ۱۷۸۳ء میں تذکرۃ طبقات الشعراء لکھا جا چکا تھا (۲ ایل، ۱ مین، ۱۸۹ء تا ۱۳۱۰ء مطابق

۷۷۷ء (۱۷۵۲ء) [تذکرہ طبقات الشعراء مقدمہ صفحہ ۵۰۳]۔

(پ) طبقات الشعراء میں چھ اکاذر تک نہیں ہے۔

ان دو شاعر سے ثابت ہوا کہ آثار نے تذکرہ طبقات الشعراء نہیں دیکھا بل کہ کسی سے ملے جتنے نام کے دوسرے تذکرے طبقات شعرائے ہند سے استفادہ کیا ہے، کیوں کہ :

(بج) دیوان نذر کرتے، پان سو غزل شین، گھر سواری و تیر اندازی، پہلوانی و چابک سواری، مدح طرانی و انعامات، وغیرہ کے بیانات طبقات شعرائے ہند میں موجود ہیں [طبقات شعرائے ہند، صفحہ ۳۷]۔

یہ طے ہونے کے بعد کہ آثار نے تذکرہ طبقات الشعراء سے نہیں بل کہ طبقات شعرائے ہند سے استفادہ کیا ہے، جراثمی کے ہم وطن اور دہلی کا بچے کے نام درویش مولوی کریم الدین نے تحریر کیا تھا تو حیرت ہوتی ہے کہ مولوی کریم الدین سے مکانی اور زمانی قرب کے باوجود آثار نے تذکرے کا نام بھی کیوں نہیں لکھا؟ اسے ان کی کل انگاری قرار دینا چاہیے۔

۱۶۲۔ اس سے مراد غلطی آفس لائبریری لندن ہے۔ چھ اکاذر دیوان کا کھمی نسخہ نہیں محفوظ ہے۔

۱۶۳۔ یہ سب باتیں سن گزرت ہیں اور حقیقت سے سب غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ دیکھیے دیوان مہ لقا بلی چند آ کا مقدمہ، از شفقت رفوی۔

۱۶۴۔ ”چھوٹے صاحب“ بظاہر مراد نام لکھا ہے۔ اسی لیے راجہ حیرتمنی نے اسے ”چھوٹی صاحب“ لکھا ہے (بہارستان غار، صفحہ ۱۲۸)۔ تذکرۃ العلوانین (صفحہ ۴۴) میں آتی ہے ”چھوٹے صاحب“ ہی لکھا ہے اور یہی درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ آتی آدنی کی زندگی کا پیش تر حصہ لکھنؤ میں گزارا، اس لیے وہ لکھنؤ کی روایت اور دہلی ناموں کی اصطلاح سے نسبتاً زیادہ واقف تھے۔ ان کا ”چھوٹے صاحب“ لکھنا واضح کرتا ہے کہ اس لکھنؤی شاعر کو لکھنؤ میں اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی لیے آثار اور آتی کے اندراج کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۶۵۔ اصل: ”باپڑ“ (سرانہ خیالی، صفحہ ۲۹؛ تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۸۵)۔ معروف نام ”باپڑ“ یا ”باپڑ“ ہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پرانے زمانے میں دہلی والے اسے ”ڑا“ کے بجائے ”ڑا“ سے ”باپڑ“ یا ”باپڑ“ کہتے ہوں۔

۱۶۶۔ ملاحظہ سرانہ خیالی، صفحہ ۲۹؛ نمبر ۲۵۔ آخر میں ”۱۲ اور علی اللہ عز“ درج ہے۔

۱۶۷۔ حلق ”عاشق معنی“۔ اصل ”سروئی“ (ملاحظہ سرانہ خیالی، صفحہ ۲۹؛ بطور ۱۲)۔ بظاہر کتابت کی

لفظی گئی ہے۔ آدھے یہ ۴ نتائج المعانی سے نقل کیا ہے وہی ”مرودی“ لکھا گیا ہے [نتائج المعانی، صفحہ ۳۷، ۳۷]۔

۱۶۸۔ حلق ”حواشی معنی“۔ ملحوظہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۹؛ نمبر ۳۶۔

۱۶۹۔ اصل: ”دل میں ایک“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۸)۔ ”ایک“ سے وزن پرانہ نہیں ہوتا، یہاں ”اک“ چاہیے۔

۱۷۰۔ اصل: ”آسون“۔ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۸) لگتا ہے صحیح کا ”و“ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

۱۷۱۔ اصل: ”سابع خراش“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۹)۔

۱۷۲۔ اصل: ”مالع ذفا“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۹)۔ ”ذ“ کا شوشا موجود ہے لیکن قطع نہیں ہے۔

۱۷۳۔ مرآت خیالی (صفحہ ۳۵) میں یہ شعر حاشیے میں درج ہے اور نشان جا کر متن میں پہلے شعر کے بعد اس کا مقام کوٹھا گیا ہے۔

۱۷۴۔ شعر پر حاشیے کا نشان ”ج“ دے کر متن ہی میں زلفن کے ترجمے کے آخر میں یہ عبارت درج کر دی گئی ہے۔ چوں کہ معنی نے اسے متن میں یکہ دی ہے، اس لیے حواشی کے بجائے یہ عبارت متن ہی میں رکھنی مناسب چلتی تھی۔ اسی کی مناسبت سے حاشیے کے نمبر کے بجائے ہمارے کا نشان دے کر متعلقہ مقام کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

۱۷۵۔ یہ عبارت صرف تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۹۱) میں ہے۔ متن میں پہلے شعر میں ”بھکاوے“ جب کہ دوسرے شعر میں ”بکھ پائے“، ”چلے جائے“ ہے جنہیں درست کر دیا گیا ہے۔

۱۷۶۔ ملحوظہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۹؛ نمبر ۲۷۔ آخر میں ”۱۳۱۵ غنی اللہ عنہ“ بھی درج ہے۔ اس تاریخی قلمیے کے آخری مصرعے میں ”چراغ النور“ سے ۱۳۱۵ کا عدد مائل ہوتا ہے۔ اس میں ”ہوئی“ کی ”و“ کے پانچ عدد قیہ کرنے سے مطلوبہ عدد ۱۳۱۵ بنتا ہے۔

۱۷۷۔ اصل: ”آئینہ“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۸؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۳)۔ وزن میں ”آئینہ“ آتا ہے۔

۱۷۸۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۹۳) میں یہ عبارت قوسین میں درج ہے: ”(جو شاگرد جناب۔۔۔ نادری تھے)۔“

۱۷۹۔ اصل: ”الحکیم گرم ہرگز“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۵)۔ ”گرم“ سے مصرع

ہے وزن ہو جاتا ہے۔ صحیح قیاسی۔

۱۸۰۔ اصل: ”بیروں کروہ اند“ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۶، طرہ ۸)۔ وزن میں ”بیروں“ آتا ہے۔

۱۸۱۔ اصل: ”نطق و بجز“ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۶، طرہ ۱۹)۔ ”ف“ کا نظریہ کیا ہے۔

۱۸۲۔ اصل: ”ایں و جلال“ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۶، طرہ ۲۱)۔

۱۸۳۔ یہ حاشیہ صرف مرآت خیالی (صفحہ ۴۰) پر درج ہے۔ اس کا نشان متن میں کہیں نہیں لگا گیا۔ اس سے

واضح نہیں ہوتا کہ یہ حاشیہ کس شخص سے متعلق ہے۔ اس صفحے (مرآت خیالی، صفحہ ۴۰) پر جن افراد کا ذکر

آیا ہے قرآن سے یہ حاشیہ ان میں سے درج ذیل تین اشخاص سے متعلق ہو سکتا ہے :

(۱) محمد میرزا خاں صاحبہ العرف الاخیار، مدظلہ۔

(۲) خٹئی حبیب الدین سوزاں۔

(۳) نور محمد خاں عطارد۔

رسالہ تاریخ العقول سے متعلق بھی کوئی معلومات نہیں مل سکیں، اور نہ اشارہ شدہ شخصیت کی نشان دہی میں آسانی ہو جاتی۔ اس حاشیہ کی شخصیت سے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

۱۸۴۔ اصل: ”ہوا آئینہ“ (مرآت خیالی، صفحہ ۴۱)۔ تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۸)۔ وزن کے مطابق

”آئینہ“ چاہیے۔ ”آئینہ“ کی ”یا“ گرا کر بھی وزن پورا کیا جاسکتا ہے لیکن چوں کہ ”آئینہ“ کی ”یا“ کھینچ

کر بولی جاتی ہے اور اپنی ہمراہی آواز دیتی ہے، اس لیے اس کا گراؤ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ

”آئینہ“ پر ”آئینہ“ کو ترجیح دی گئی ہے۔ تاہم نے یا کاتب نے اور جگہوں پر بھی ”آئینہ“ کے بجائے

”آئینہ“ لکھا ہے۔

۱۸۵۔ اصل: ”سب میرا مال“ (مرآت خیالی، صفحہ ۴۱)۔ تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۹)۔ وزن کے مطابق

”مرا“ آتا ہے۔

۱۸۶۔ یہاں ”واٹھ“ ہمدردی ظہان استعمال ہوا ہے (دل + ہ + و)، جب کہ اس سے اوپر دوسرے شعر میں

”واٹھ“ ہمدردی ظہان استعمال ہوا ہے۔ (دل + و)۔

۱۸۷۔ اصل: ”شکر کو میری“ (مرآت خیالی، صفحہ ۴۱)۔ تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۹)۔ بظاہر ”میری“

قدیم املا کی نام نہاد کی رائے نظر آتا ہے جب یاے معروف و مجهول میں تیز نہیں کی جاتی تھی لیکن نصف کے

بعد اس کتاب میں کتابت کے قدیم خواص کم ہوتے گئے ہیں۔ خاص طور پر یاے معروف و مجهول میں

فرق قائم ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کے شعر میں ”ہائے“ اور اس سے پہلے کے شعر میں ”ہیئے“ اور

”جائے“ کو یاے بھول ہی سے لکھا گیا ہے، جب کہ اسی شعر میں ”وئی“ یاے معروف سے کتابت کیا گیا ہے۔ گویا مصنف یا کاتب — لکھنے یا کتابت کرنے میں یاے معروف و بھول کو ان کی اصل احوال میں گھور رہا ہے۔ اسکی صورت میں معا بعد شعر میں یاے بھول کو یاے معروف سے لکھنا۔ قدیم انداز کتابت کی یہ وہی قرار دینا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔

۱۸۹۔ نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ دھرتی کے قاری زبان کے تذکرے مجلسن ہرے خلو سے مراد ہے۔

۱۸۹۔ اصل: ”سیرا بھیر لائے“ (مراتب خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۰۲)۔ وزن کے لیے ”مرا“ چاہیے۔

۱۹۰۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۳ مطرا) میں دولائی کے بچے ”ف“ لکھا ہے۔ گویا اسے ”دولائے“ پڑھا جائے۔ یہ کتابت کی غلطی لکھی ہے لیکن ”بھولائے“ کے قائلے میں ”دولائے“ ہی آئے گا۔ غلطی ہونے بھی اسی رعایت کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۹۱۔ اصل: ”نشم“ (مراتب خیالی، صفحہ ۳۵؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۰۳)۔ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ مزید دیکھیے ضمیمہ تحریرات الفاظ۔

۱۹۲۔ یہاں سلیحہ مراتب خیالی، صفحہ ۳۹، نمبر ۵۸ کی عبارت اضافہ ہونی چاہیے لیکن چوں کہ سلیحہ اس عبارت کا مضمون حاشیے سے متعلق تھا، اس لیے اسے متن میں درج کرنے کے بجائے حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔

۱۹۳۔ اصل: ”سیری مشکل“ (مراتب خیالی، صفحہ ۳۶؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۰۵)۔ وزن کے لیے ”میری“ چاہیے۔

۱۹۳۔ اصل: ”سیری منزل“ (مراتب خیالی، صفحہ ۳۶؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۰۵)۔ وزن کے لیے ”میری“ چاہیے۔

۱۹۵۔ پہلے اور تیسرے شعر میں ردیف ”پہنچا“ لیکن دوسرے شعر میں ”پیو نہا“ درج ہے۔ تمام شعروں میں ردیف ایک ہی ہونی چاہیے۔ ”پیو نہا“ کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے ”پہنچا“ کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۹۶۔ اصل: ”طلب میں تیری“ (مراتب خیالی، صفحہ ۳۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۰۸)۔ وزن کے مطابق ”تری“ چاہیے۔

۱۹۷۔ ”ہنس“ بر وزن فاعل۔ شاعر نے فاعل حذف کر کے ”ہنس“ مراد لیا ہے۔

- ۲۱۲۔ مصرع بے وزن۔ ”غرور“ کی آخری راکرتی ہے، یا بحر ”غرور“ کو قفل کے وزن پر چھنا چاہئے گا۔
اس غزل کا وزن ”فاعلتن فاعلتن“ (۴) ہے۔
- ۲۱۳۔ اصل: ”ہے دسج الہ نام ترا بہادشاہ۔ تیری ہو کر غیر“ (مراتب خیالی، صفحہ ۷۴)؛ تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۳۳۔
علیٰ بوسطہ رشک کی اصل رباعی یہ ہے:
- ۲۱۴۔ ہے دسج الہ ہاتھ تیرا یا شاہ! اب غیر کے ہاتھ پہ نہ رکھ میری نگاہ
تیرا ہو قلام غیر کا دسج تھر لاجول ولا قولا ولا ہاتھ
[تکلیف رشک (دیوان ازل، نظم مبارک)، صفحہ ۳۳۳]
- ۲۱۵۔ میر علی بوسطہ رشک (و ۱۸۶۷ء/ ۱۲۸۳ھ) شاگرد و شاخ تھے۔ انھوں نے تین دیوان یادگار چھوڑے۔
نظم مبارک اُن کا پہلا دیوان ہے جو ۱۸۶۷ء/ ۱۲۵۳ھ میں مکمل ہوا۔ یہ دیوان دوسرے دیوان نظم گرامی (تکمیل ۱۸۶۷ء/ ۱۲۶۷ھ) کے ساتھ پہلے اسی سال اور بعد میں دوسری بار ۱۸۶۷ء/ ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا۔ ”مقدمہ“ انتخاب رشک: ارزا کز بحر انصاف، صفحہ ۹۰، ۹۱۔
- ۲۱۶۔ ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۳۰، نمبر ۳۱۔ آخر میں ”۱۲“ دو قافیہ ”عز“ بھی درج ہے۔
- ۲۱۷۔ اصل: ”تصویر ہانا“ (مراتب خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسبائے نادری، ۱۳۷۔
- ۲۱۸۔ یہ شعر مثنوی موسیقی رام موہنی کے اس شعر کی نکالی ہے:
- دل کے کئے بچنے میں ہے تصویر پار جب ذرا گردن جھکائی نہ کچولی
- [اردو کے خوب المثل اشعار، تحقیق سنی روشنی، ص ۳۱]
- ۲۱۹۔ اصل: ”سے خانہ۔ پناہ“ (مراتب خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۴۔
- ۲۲۰۔ اصل: ”گلیا پارا“ (مراتب خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۴۔
- ۲۲۱۔ معطوم ہوتا ہے کہ اس خاتون کے نام کو لعلین اور پھر لالی، یعنی دو طرح کی الما سے خود معصفت نے لکھا ہے۔ اگر تو لعلین ”لعل“ سے بنا ہے تو درست ہے لیکن معطوم ہوتا ہے یہ لعل (نثر غنیمی، ص ۷۸) کے بجائے لال (نثر غنیمت) سے مشتق ہے، ایسی صورت میں لالین درست ہونا چاہیے۔
- ۲۲۲۔ نادر نے مراتب خیالی (صفحہ ۳۸) میں میاں قطب الدین لکھا ہے۔ رنج تیرگی (بہارستانِ نادر، صفحہ ۱۹۸) جتنا (تذکرۃ ضمیمہ معنی، صفحہ ۳۵) اور آسی الدلی (تذکرۃ الخواص، صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷) نے بھی نام میاں قطب الدین عرف کالے صاحب ی لکھا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر معصفت نے

”صحیحہ“ میں وضاحت کی ہے، تحقیق کے بعد انھوں نے جو صاحب کا نام درست کر دیا، جب کہ باقی تذکرہ نویسوں کے ہاں وہ قطعی باقی رہی۔

۲۲۳۔ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۳۰، نمبر ۳۲۔ آخر میں ”۱۲“ سے مخفی اللہ منہ“ درج ہے۔

۲۲۴۔ اصل: ”کیٹی بی“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳)۔

۲۲۵۔ سراہا سخن، صفحہ ۳۶، زیر عنوان ”روح“۔ غزل کا متن اصل، یعنی سراہا سخن کے مطابق درست کیا گیا ہے۔

۲۲۶۔ حلق غواشی معصفت - ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۳۰، نمبر ۳۳۔

۲۲۷۔ اصل: ”مہینا ما“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۶)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔

۲۲۸۔ اصل: ”کرم افزاد کرتے ہیں“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۶)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔
 ”افزاد“ پر حاشیہ کا نشان ہمارے حاشیہ میں ”افزاد“ لکھا گیا ہے، گویا ”افزاد“ کی صحیح ”افزاد“ سے کی گئی ہے۔ ”بین مٹایت“ کوفہ طاق کے وزن پر پڑنا چاہئے گا۔ ”مے نہایت“۔

۲۲۹۔ اصل: ”بینی نادان“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۶)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔ وزن کے مطابق ”ہی“ چاہیے۔

۲۳۰۔ اصل: ”میری عزت“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۶)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔ وزن کے مطابق ”میری“ چاہیے۔

۲۳۱۔ یہاں ”ہستی“ اور ”سُر مٹی“ کا جمل ہے لیکن یہ دونوں وزن میں نہیں آتے۔ شاعر نے ”ہستی“ اور ”سُر مٹی“ لکھ کر ”ہستی“ اور ”سُر مٹی“ کے الفاظ فرو لے لیے ہیں۔ قدیم دور میں یہ عام ترجمان تھا۔
 مالے کے سلسلے میں خاص طور پر یہ عمومی ترجمان دیکھنے میں آتا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری کے معصفت نے بھی تمام کتاب میں مالے کی بجائے لفظوں کو کہا ہے اور اسے لکھا ہے۔

۲۳۲۔ اصل: ”عقدہ کشاکی“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۹)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۹)۔

۲۳۳۔ اصل: ”دربار بگنی“ (مرآت خیالی، صفحہ ۸۹)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۹)۔ یہ معصفت کی قطعی گئی ہے، کیوں کہ دونوں کا وزن ”دربار“ ہے۔ کاتب کی قطعی ہوتی تو دونوں یکساں ہوتی۔

۲۳۴۔ سوجھ و صورت میں شعر ہے وزن ہے۔ دونوں مصرعوں کا وزن ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پہلے مصرعے کی صورت یہ ہو تو شعر با وزن ہو سکتا ہے:

کیوں نہ تر بان ہوں میں جب وہ کہے ہے باز سے

۲۳۵۔ ”کھائے“ کا صحیح تلفظ ”کھلائے“ ہے۔ امکان ہے کہ خود نادر نے ”کھلائے“ لکھا ہو اس لیے یہاں غلطی سے تصحیف کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس غلطی کی دلائل کے سلسلے میں مجدد کے لیے دیکھیے ”ضمیمہ ۳“ کتاب جذا۔

۲۳۶۔ اصل: ”اگر کھائے مرے“ (مراتب عیالی، صفحہ ۹۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۵۲)۔ ام میں ادا پانچ نہیں۔ یہ کاتب کی آماج معلوم ہوتی ہے۔

۲۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا حسن کی یہ غزل غالب کے ابتدائی زمانے کی درج ذیل غزل کی زمین میں کہی گئی ہے۔ غالب کے بعض مصرعے اس میں ایضاً نقل کر لیے گئے ہیں۔ غالب کی یہ غزل دس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع، مطلع اور حلقہ شعر یہ ہیں:

بھر مجھے دیدہ تر یاد آیا	دل بھر مجھ فریاد آیا
سادگی ہائے حتما یعنی	بھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا
دعائی ہوں بھی مگر ہی جاتی	کیوں ترا راہ مگر یاد آیا
کوئی دہرائی ہی دہرائی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
میں نے بھوں پہ لڑکیوں میں اسدا	سگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

[دیوان غالب (نسخہ عرصی)، صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶]

حیرت ہے نادر نے اس پر اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ دہلوی ہونے کے ناتے وہ اپنے دونوں تذکروں میں غالب کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ موجودہ تذکرے میں بھی وہ دہلویت کے دیکھ بھل کر سامنے آئے ہیں اور شیخو کے جواب میں تذکرہ لکھتے پر ہنس کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی جہاں دہلویت پر دوہڑتی نظر آتی ہے، نادر وہاں دہلویت کا دلائل کرتے نظر آتے ہیں، لیکن یہاں غالب کی زمین میں، دل کہ غالب کے رنگ میں ایک غیر معروف شاعرہ کی غزل درج کرتے وقت وہ اس پر تنقید کرنے سے باز رہے ہیں، اور اس کا بھی نہ انھیں ماننے کہ اس شاعر نے غالب کے بعض مصرعے تک سرزد کر لیے ہیں۔ کہیں یہ آقا سے معیت کا کرشمہ نہیں، کیوں کہ اس شاعرہ (یا حسن) کو نادر نے آقا کی کنیو خاص لکھا ہے۔ اور آقا بھی تو دہلوی تھے!

۲۳۸۔ اصل: ”خبر جڑ“ (مراتب عیالی، صفحہ ۹۵؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۵۵)۔

۲۳۹۔ اصل: ”کب“ ”ملائے عام“ ہے: ”ملائے عام“ جہاں کثرت کی لفظی گنتی ہے لیکن یہ اختیار مصنف بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اسے برقرار رکھا گیا ہے۔

۳۳۰۔ اصل ترکیب "یک قلم" ہے۔ یہاں بھی کتابت کی قطعی کا احتمال ہے لیکن یہ اختیار مصنف بھی ہو سکتا ہے۔

۳۳۱۔ مجلس سبہ سبجہ سخن، ہمدان گلدستہ تھا جو کلکتہ سے فروری ۱۸۸۲ء میں جاری ہوا۔ اس گلدستے کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں شاعرات کا اردو کلام انک عزائمات کے تحت چھاپا جاتا تھا۔ پردہ دار اور مگر ملو خواتین اور طوائف شاعرات کے لیے علاوہ گوشے نقش تھے۔ اس کے علاوہ اس گلدستے میں امراء رؤسا کے حالات اور نمایاں سے حلقہ شعرا کا کلام بھی شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے مدبر و مالک خواجہ محمد دزم دزم تھے جن کا حلقہ نمایاں برج کلکتہ ہی سے تھا۔ یہ گلدستہ رشتہ پرپس، کلکتہ میں طبع ہوتا تھا۔ عربیہ مطبوعات کے لیے دیکھیے :

(۱) "نتیجہ سخن، بنگال کا ایک قدیم گلدستہ" (مضمون)، از مختار الدین احمد رزو۔

(۲) انیسویں صدی میں اردو مجلس سبہ سخن - تاریخ و تہذیب، از رفاقت علی شاہ۔

۳۳۲۔ تاہم اس شے میں آوا اور عربی کا کلام مجلس سبہ سبجہ سخن کے مدبروں نے شاعرے بابت جنوری ۱۸۸۳ء سے نقل کیا ہے۔ ایسے ایسے شاعر، دست یاب نہ ہو سکا۔ اسی طرح تاہم نے خیمے میں پر تہی، خور، خورشید، زب، شباب، شرف، شیریں، گوہر، معشوق اور ہزلاں کا کلام گلدستے کے پہلے شمارے بابت فروری ۱۸۸۴ء سے نقل کیا ہے۔ یہ شمارہ بھی کوٹش بسیار کے مدبروں دست یاب نہ ہو سکا۔

ان کے علاوہ تاہم نے امیر، محتاج اور مطلوب کا کلام گلدستے کے نویں شمارے بابت اکتوبر ۱۸۸۴ء سے — بکھراج، بیارتی، حسین، قاتل، مہم، اور ہجر کا کلام پانچویں شمارے بابت جون ۱۸۸۵ء سے — جعفری کا کلام گیارہویں شمارے بابت دسمبر ۱۸۸۶ء سے اور فیا کا کلام چودھویں شمارے بابت مارچ ۱۸۸۷ء سے حاصل کیا ہے۔ یہ شمارے میرے پیش نظر ہیں۔ ان شماروں کی مدد سے اشعار کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ جب کہ اختلافات نسخ کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

۳۳۳۔ "لائے" کے نیچے خفی قلم سے "ع" کا نشان بنا کر یہ بتایا گیا ہے کہ اسے "لائی" پڑھا جائے۔

۳۳۴۔ اصل: "میرا رنگ" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ وزن کے مطابق "مرا" چاہیے۔

۳۳۵۔ "ہوئے" کے نیچے بھی خفی قلم سے "ع" کا نشان بنایا گیا ہے (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ گویا اسے "ہوئی" پڑھا جائے۔

۳۳۶۔ دوسرے مصرعے میں کا جب نے "فی" اور "تری" کے نیچے خفی قلم سے "ف" بنایا ہے (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ یہ گویا اس امر کی نشان دہی کے لیے بنایا گیا ہے کہ ان الفاظ کو "ہے" اور "ترے" پڑھا جائے۔

- ۳۶۱۔ یہاں بھی "کی فیض کی" میں "کی" کے نیچے "ف" لکھا گیا ہے، گو یا اس لفظ کو "کے" پڑھنا چاہیے۔
- ۳۶۲۔ اصل: "بھرے پاس" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۵)۔ وزن کے مطابق "مرنے" چاہیے۔
- ۳۶۳۔ اصل: "کر کے پھاٹکے" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۵)۔ "یہ وزن میں نہیں آتا اور ان لفظ "ٹاکیں" کے "یا" کا دس کے "ہونا چاہیے۔" علامہ "ٹاکیں" کے "ی" لگتا ہے۔
- ۳۶۴۔ متن میں "ریٹ" پر حاشیہ کا نشان دیا گیا ہے لیکن حاشیہ کی حتمی عبارت متن ہی میں درج کر دی گئی ہے جسے حواشی مصنف کے تحت نقل کر دیا گیا ہے۔
- ۳۶۵۔ حضرت عائشہ کے ذکر سے قبل صفحہ ۲ کے حاشیہ میں "تا ۱۵ دوت" نامی ہندی اور مسلحہ مرآۃ خیالی میں "گوگل ہائی" نامی ہندی کا ذکر ہے۔ آخر لفظ کرنا جہاں جگہ کی خسر پردہ کی دانی بیان کی گئی ہے (رک: مسلحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر ۲)۔
- ۳۶۶۔ زیلکا سے قبل مسلحہ مرآۃ خیالی میں ایک پاری خاتون "گل ہائی ڈاکٹری" کا ذکر و کتبہ ہند، دہلی کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ (مسلحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر ۳)۔
- ۳۶۷۔ اصل: "آمنہ" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۶، کالم اوّل، صفحہ ۱۶)۔ معلوم ہوتا ہے کہ فہرست داتے وقت "نہی" "کو" "منہ" لکھنے کی غلطی مصنف سے ہوئی ہے۔
- ۳۶۸۔ نور جہاں سے قبل مسلحہ مرآۃ خیالی میں ترکی کی تین اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کا ذکر محبوب عالم کی کتاب کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ ان میں پری شیخ خانم اور محمد علی پاشا کی "دولتیاں بیکریٹری" شامل ہیں (رک: مسلحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۴، نمبر ۴)۔
- ۳۶۹۔ "گیا" سے قبل مسلحہ مرآۃ خیالی میں داجا اشوک کی بیٹی "شکرینی" کا ذکر درج کیا گیا ہے۔ (مسلحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر ۶)۔
- ۳۷۰۔ "ایلیا ہائی" کے بعد مسلحہ مرآۃ خیالی میں ۵۶ خطہ ہندوؤں، مانی بہاگری (۱۷۸۳) اور امانائی کچھارہ کی "دہلی کی ہال بدھوا" ڈاکٹر آندری ہائی جی، ایلا سے پاس دور، ممبئی ... کا ذکر اضافہ کیا گیا ہے۔ (رک: مسلحہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۶، نمبر ۸)۔
- ۳۷۱۔ شمار کے مطابق گنیشے دلا کی گلی ۵۴ شاعرات اس فہرست میں شامل ہیں۔
- ۳۷۲۔ کیا "بادشاہ خاتون" تخلص ہے؟
- ۳۷۳۔ اصل: "پرتوی" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۶، کالم ۲، صفحہ ۲۵)۔ لیکن متن میں "پرتوی" درج ہے (ایضاً، صفحہ ۲۴)۔ اس کے علاوہ بہارستانِ دلا (صفحہ ۱۱۶) میں بھی تخلص "پرتوی" ہی لکھا

- ۲۷۳۔ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مصنف سے "پروٹی" کی بڑے معروف پرمز و گانے سے مدہ کیا ہے۔
- ۲۷۴۔ "جہاں خاتون" نام ہے۔ تخلص نہیں۔ دیکھیے مجلسی نثر میں تذکرہ جہاں خاتون۔
- ۲۷۵۔ خان زادہ کی تذکرے میں اس کا نہیں، بل کہ اس کی بہن کا نام لکھا ہوا تھا ہے۔ اس کے علاوہ اسے تحریر کے علاوہ ترقی بھی لکھا گیا ہے۔ دیکھیے حق مجلسی نثر میں تذکرہ خان زادہ۔
- ۲۷۶۔ مصنف نے "۳ دوست" تخلص کا ذکر دو ترقی کے تذکرے میں نہیں کیا۔ دیکھیے مجلسی نثر میں دوستی کا تذکرہ۔
- ۲۷۷۔ "لالہ خاتون" بھی نام ہے۔ تخلص نہیں۔ دیکھیے مجلسی نثر میں لالہ خاتون کا ذکر۔
- ۲۷۸۔ متن میں نام "قرچان" قرار ہے جو غلط ہے۔ گج نام قرن جان ہی ہے۔
- ۲۷۹۔ تذکرے میں اس کے مسکن کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ دیکھیے مجلسی نثر میں نہائی تذکرہ کا بیان۔
- ۲۸۰۔ اس کا تذکرہ علاحدہ سے درج نہیں، بل کہ بدلتی کے ذکر میں ہی ایک واقعہ تحریر کر کے اس کے اشعار لکھ دیے ہیں۔ اسی لیے اسے مجلسی نثر کی باقاعدہ تذکرہ شاعرات میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس فہرست کے عنوان میں ۵۴ شاعرات کی فہرست ملتا ہے، جب کہ اس ترجمانی کو فہرست میں شامل کر کے یہ تعداد بڑھ کر ۵۴ ہو گئی ہے۔ اس سے بھی جہاں معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کا تذکرہ علاحدہ شاعرہ کے طور پر نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فہرست بناتے وقت مصنف نے اسے علاحدہ شاعرہ کے طور پر فہرست میں اس لیے داخل کر دیا کہ اس طرح مجلسی نثر کی مشہور شاعرات کی تعداد میں ایک کا اضافہ ہو جائے گا۔
- ۲۸۱۔ یہ بھی کوئی مستقل شاعرہ نہیں، بل کہ ایک واقعے یا لطیفے کی بنیاد پر بنارہے اسے بھی شاعرات میں شمار کر کے اپنے تذکرے کی تعداد شاعرات میں اضافہ کیا ہے۔
- ۲۸۲۔ حق تذکرہ میں مذکور بانو بیگم کے تخلص بانو کا ذکر ہے اور وہ اس کے مسکن دہلی کا۔
- ۲۸۳۔ متن میں "پہلی بیگم" ہے۔ دیکھیے حق ضمیمہ مجلسی نثر میں ذکر پہلی۔ نیز دیکھیے ضمیمہ شہر بیات الفاظ۔
- ۲۸۴۔ جاناں بیگم بظاہر نام ہے، تخلص نہیں۔
- ۲۸۵۔ دولت کے تذکرے میں اس کا نام "لی لی دولت" کو اسے عطا کیا گیا ہے۔ دیکھیے ضمیمہ مجلسی نثر میں تذکرہ دولت۔

- ۲۸۶۔ گلشنِ فدا میں ذہرہ کے تذکرے میں اس کا نام اور عرقت تحریر نہیں، البتہ ”جمن اعزاز“ میں دونوں کا اعزاز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے وہیں سے لے کر ذہرہ کا نام اور عرقت یہاں درج کی ہے۔
- ۲۸۷۔ اصل: ”امامیان“ (تذکرۃ النسب فی نادری، صفحہ ۱۸۹، کالم ۱، سطر ۲)۔ یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے۔
- ۲۸۸۔ مدح کے ذکر میں اسے مطافی لکھا ہے لیکن دکن سے اس کے تعلق کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ دیکھیے ضمیمہ ”گلشنِ فدا میں ذکر مدح“۔
- ۲۸۹۔ متن تذکرہ میں آخر کے وطن کا کوئی ذکر نہیں۔ دیکھیے ”معمنی اعزاز“ میں ذکر آخر۔
- ۲۹۰۔ متن تذکرہ میں امیر گلشنی تذکرہ کا نام مذکور نہیں۔ دیکھیے ”جمن اعزاز“ میں ذکر تذکرہ امیر۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصنف یا کاتب سے سہو ہو گیا ہے۔ امیر کے نام کے خانے میں ایذا کا نشان غلطی سے لگ گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس امیر گلشنی کا نام بھی امیر جان تھا، حالانکہ یہاں نامعلوم کا نشان (—) لکھی گئی کہ آتا چاہیے تھا، یعنی نام درج نہیں۔
- ۲۹۱۔ متن تذکرہ میں ”بہت نام“ درج ہے، ”بہت جان“ کہیں نہیں لکھا۔ رک تذکرہ بہت دور ”جمن اعزاز“۔
- ۲۹۲۔ متن تذکرہ میں نام ”گلشن“ ”بسم اللہ“ ہی لکھا ہے۔ دیکھیے ”جمن اعزاز“ میں تذکرہ ”بسم اللہ“۔ تذکرے میں بسم اللہ کے دہلی سے تعلق کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی ذاتی معلومات ہیں اور بعد کا اضافہ ہیں۔
- ۲۹۳۔ متن میں قصور کے وطن کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھیے ”جمن اعزاز“ میں ذکر قصور۔
- ۲۹۴۔ اصل: ”بڑی بیگم“ (تذکرۃ النسب فی نادری، صفحہ ۱۸۹، کالم ۲، سطر ۱)۔ متن میں نام ”بڑی بیگم“ ہے اور یہی درست ہے۔ ”بڑی“ کتابت کی غلطی ہے، ہاں کا غلط لگانے سے وہ کیا ہے۔
- ۲۹۵۔ متن میں اس کا نام ”چھوٹے صاحب“ لکھا گیا ہے، یہ نہیں لکھا کہ یہی اس کا تخلص بھی ہے۔ رک ذکر چھوٹے صاحب ”جمن اعزاز“۔
- ۲۹۶۔ متن میں نام ”بہت بیگم“ درج ہے۔ دیکھیے ”جمن اعزاز“ میں ذکر خود (قول)۔
- ۲۹۷۔ متن تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں کہ خود شیدی اس کا نام تخلص ہے۔ رک ذکر خود شیدی ”جمن اعزاز“۔
- ۲۹۸۔ یہاں بھی متن تذکرہ میں دہلی کا ذکر موجود نہیں لیکن ذہب کے بیان میں مصنف کی مندرجہ تفصیلات سے ظہور ہوتا ہے کہ وہ ذہب کے بارے میں ذاتی معلومات رکھتا ہے۔ (رک ذکر ذہب ”جمن اعزاز“) اس لیے ذہب کے بارے میں اس کے بیانات قابلِ اعتبار ہیں۔
- ۲۹۹۔ متن میں عرقت ”بی جمن“ لکھی ہے۔ رک ”جمن اعزاز“ میں ذکر ذہرہ (نام)۔

- ۳۰۰۔ ڈاڑے گل اور زہرہ کے بعد "جمن اعزاز" میں زینت کا ذکر ہے لیکن فہرست میں یہاں اس کا اندراج موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اندراج قطعی کے باعث فہرست میں نہیں ہو سکا۔
- ۳۰۱۔ متن میں نام صرف "شرن" تحریر ہے۔ رک "جمن اعزاز" میں ذکر شرن۔
- ۳۰۲۔ شرن کا نام بھی متن میں محض "جمن" درج ہے۔ ایضاً ذکر شرن۔
- ۳۰۳۔ یہاں بھی نام محض "جکا" درج ہے۔ ایضاً ذکر شیریں (اول)۔
- ۳۰۴۔ متن میں نام "شرن القبا" لکھا ہے اور وطن کی نسبت کو نہیں لکھا۔ رک ذکر ضرورت در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۵۔ متن میں نام صرف "صحت دہلوی" درج ہے۔ رک ذکر صحت در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۶۔ متن میں اس کا نام ہی "میدو" لکھا ہے، مقلص باہم ہونے کی جانب کوئی اشارہ نہیں ہے۔ رک ذکر میدو در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۷۔ متن میں نام "سمیر القبا" لکھا ہے۔ دیکھیے "جمن اعزاز" میں ذکر فریب۔
- ۳۰۸۔ متن میں اسے مقلص باہم لکھا ہے، لہذا اس کے بارے میں تقریبی جملہ لکھے ہوئے مصنف نے اسے "محبوبہ فرحت بخش" لکھا ہے (رک ذکر فرحت در "جمن اعزاز")۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اسی علاؤچی کے باعث تذکرہ جملے میں "فرحت بخش" کی ترکیب کو فرحت کا نام کر دیا ہے۔
- ۳۰۹۔ فرحان کے ذکر میں اس کے مقلص باہم ہونے کا ذکر نہیں۔ رک ذکر فرحان در "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۰۔ کنن کے ذکر میں بھی اس کے مقلص باہم ہونے کا ذکر نہیں۔ رک ذکر کنن در "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۱۔ اصل: "اللہ جزائی" (تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۹، کالم ۱، سطر ۴)۔
- ۳۱۲۔ اصل: "جیناں جان" (تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۹، کالم ۲، سطر ۴)۔ یہ کتابت کی غلطی تھی ہے۔
- ۳۱۳۔ یہاں بھی کاتب یا مصنف سے سہو ہو گیا ہے۔ متن تذکرہ میں اس جاز ("سوی") کا نام درج نہیں۔ یہاں فہرست میں نام معلوم کا نشان (—) اور ج کرنے کے بجائے ایضاً کا نشان (") پڑ گیا ہے۔
- ۳۱۴۔ اصل: "یا سکھن" (تذکرۃ النسبائے نادری، صفحہ ۱۹۳، کالم ۱، سطر ۱۱)۔ یہ کتابت کی غلطی تھی ہے، کیوں کہ متن میں "یا سکھن" ہی نام لکھا ہے۔
- ۳۱۵۔ متن تذکرہ میں اس شاعرہ کے وطن کا ذکر نہیں۔ رک "جمن اعزاز" کی آخری شاعرہ کا اندراج۔
- ۳۱۶۔ متن میں نام "شاہ جہاں بیگم" لکھا ہے۔ رک ذکر جہاں در ضمیمہ "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۷۔ متن تذکرہ میں اسے "مقلص باہم" لکھا ہے۔ رک ضمیمہ "جمن اعزاز" میں ذکر سہا۔
- ۳۱۸۔ متن تذکرہ میں مصنف نے اسے بھی "مقلص باہم" لکھا ہے۔ ایضاً ذکر گوہر۔

- ۳۱۹۔ متنی تذکرہ میں مصنف نے اسے بھی "مختص باسم" لکھا ہے۔ ایضاً ذکر گوہر۔
- ۳۲۰۔ اس شاعر کو بھی مصنف نے متنی تذکرہ میں "مختص باسم" لکھا ہے۔ رک ذکر مستور، در ضمیمہ "جہن انما"۔
- ۳۲۱۔ متنی تذکرہ میں اس شاعر کی پیدائش رام پور کی اور سکونت مراد آباد کی تحریر ہے۔ رک ذکر ملک، در ضمیمہ "جہن انما"۔
- ۳۲۲۔ "مرآت خیالی" بروزن لعلی کا طاقن و طلاق یعنی "مرآت خیالی"۔
- ۳۲۳۔ "نوابہ بستان سخن" ہے "کو خط کشیدہ کر کے اس کے اوپر" ۱۲۹۳ء کا عدد لکھا گیا ہے۔ "نوابہ بستان سخن" ہے "سے" ۱۳۰۶ء کا عدد، جب کہ "ہے" کے بغیر اس ترکیبیں جملے سے ۱۲۹۳ء کا عدد حاصل ہوتا ہے۔
- ۳۲۴۔ تذکرہ النسبۃ نادری (صفحہ ۴) میں "نادر پاک بازی باقیں" کے اوپر "۸۰" کا عدد درج ہے۔ یہ درست نہیں، اس پر "مصرعے سے ۸۰ کے بجائے ۸۱ کا عدد استخراج ہوتا ہے۔ سرواں خیالی (صفحہ ۴) میں اس مقام پر ۸۱ کا عدد درج ہے۔ ویسے بھی "تاریخ الطہار" ۱۲۹۳ء ہے اور ۵۱۴ کے عدد میں ۸۱ کی جمع کرنے سے مطلوبہ عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہے۔
- ۳۲۵۔ اصل: "یہ ایک فضل" (سرواں خیالی صفحہ ۴) تذکرہ النسبۃ نادری صفحہ ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱ کے مطابق "اک" "ہا ہے۔
- ۳۲۶۔ "ہے کاتب چٹ بنا طرفہ کام" سے ۱۲۹۲ء کا عدد استخراج ہوتا ہے۔ مصرعے کے اوپر "۱۲۹۳" درج ہے (سرواں خیالی صفحہ ۴) تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۴)۔ ویسے بھی چون کہ یہ "قطرہ تاریخ الطہار" ہے، اس لیے اس سے ۱۲۹۳ء ہی استخراج ہونی چاہیے۔ ایسے میں تاریخ کے عدد میں ایک کا تہیہ ہو گا لیکن پورے قلمے میں کہیں جیسے کا بھی اشارہ نہیں۔
- دوسری بات یہ کہ اس تاریخی مصرعے میں "۸۰" کو شاعر نے "۸۱" کا قائم مقام جان کر اس کے ۱۰ عدد لیے ہیں۔
- ۳۲۷۔ اس آخری مصرعے کے کڑے "محبوب نادر گلشنی دوست این" سے "۱۲۹۲" کا عدد نکلا ہے۔ اگر آخری الفاظ گلشنی دوست این ہو تو ۱۲۹۳ء کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلطی غلام سرور لاہوری نے "دوست این" ہی لکھا ہو گا لیکن مصنف یا کاتب کی غلطی سے "دوست این" ہو گیا۔
- ۳۲۸۔ اس مصرعے میں "منظر عجیب میں" نادر تاریخ ہے۔ اس میں ہمزہ کے دس عدد لیے گئے ہیں، یعنی ۱۲۹۳

کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ جو گنتی دار کا سالِ طاعت ہے (مطابق ۱۸۷۶ء)۔

۳۲۹۔ تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۴۹) میں ”نقطۂ عقل ہی“ چار ”ہی“ کے بجائے ”ف“ لکھا گیا ہے، گویا اسے ”ہے“ پڑھا جائے۔

۳۳۰۔ غائبانہ کالج (Training College) لاہور جو آج کل ایجوکیشن بورڈ رٹلی لاہور کا حصہ ہے۔

۳۳۱۔ اصل: ”جائیک سرس“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، (صفحہ ۵۲، ۵۳)۔ وزن کے مطابق ”اک“ چاہیے۔

۳۳۲۔ ”چند آدریائی نازنیاں“ مادۂ تاریخ ہے۔ اس ترکیب کے لیے ۱۸۷۸ء کتابت ہوا ہے جو

تذکرۃ النسلۃ نادری کی طبعی اول سال ہے لیکن مذکورۃ مادۂ تاریخ سے بیسوی سال ۱۸۷۸ء کے بجائے اس کے مطابق جبری سنہ ۱۲۹۵ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے غور کیے بغیر مادۂ تاریخ کے لیے جبری کے بجائے بیسوی سنہ لکھ دیا۔

۳۳۳۔ اصل: ”طبیح تسلیم“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۲۶)۔

۳۳۴۔ اصل: ”بھرنے“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۹۱)۔ اس کے بجائے ”ع“ کتابت ہوا ہے، گویا اسے ”بھرنی“ پڑھا جائے۔

۳۳۵۔ مصنف کے بیان سے ظاہر یہی واضح ہوتا ہے کہ مادۂ تاریخ کے پورے مصرعے میں اصطلاح ”نقل“ کے اعداد بھی ملائیں جائیں گے تب دونوں مطلوبہ ستین (جبری و بیسوی) حاصل ہوں گے، لیکن اصل یہ ہے کہ پورے مصرعے میں ”نقل“ کے بجائے ”بجمل“ کے اعداد ملانے سے مطلوبہ ستین برآءد ہوتے ہیں۔

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ پورے تاریخی مصرعے اور اصطلاح ”نقل“ کے غیر منقطع حروف سے تذکرۃ النسلۃ نادری کی طبعی اول کا جبری سنہ اور منقطع حروف سے بیسوی سنہ حاصل ہوتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ غیر منقطع حروف سے مطلوبہ جبری سنہ برآءد ہوتا ہے لیکن صرف ”نقل“ کے ساتھ منقطع حروف سے ۱۸۷۶ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں بافصل ”بجمل“ کی با) کے دو عدد شامل کرنے سے مطلوبہ سنہ کا عدد ۱۸۷۸ء پورا ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ”بجمل“ کو پہلے ”بجمل“ اور بعد ”بجمل“ لکھنے کی غلطی کا تب کی ہے۔

۳۳۶۔ اس تاریخ میں تہیہ ہے۔ ”خوب ہے یہ کلام مستور کاں“ سے ۱۲۹۶ کا عدد مستخرج ہوتا ہے۔ اس میں ”سر دوستی“، یعنی ”دوستی“ کی اداں کے ۳ عدد شامل کرنے سے مطلوبہ عدد ۱۳۰۰ بنتا ہے۔

۳۳۷۔ اصل: ”ازدے لیس“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۸۴)۔ موجودہ پورے مصرعے ”زہے گلشنِ خوب

نویں ہے۔" ۱۳۷۷ کا عدد لکھا ہے۔ اس میں "اٹس" کے ۱۱۱ عدد ملنے سے مجموعہ ۱۳۳۸ بن جاتا ہے۔ اگر "زے" گشتِ خوبِ رویاں، کو مانہ تاریخ مان لیا جائے تو اس سے ۱۲۹۷ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں "اٹس" کے ۱۱۱ عدد شامل کرنے سے ۱۳۰۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے اور سر "اٹس" یعنی الف کا ایک عدد شامل کرنے سے ۱۲۹۸ کا عدد استخراج ہوگا۔ ان میں سے کوئی بھی تذکرۃ النسبۃ نادری کی طباعت دوم ۱۳۰۰ھ / ۱۲۹۰ ف / ۱۸۸۳ء / ۱۹۳۰ء کے سال سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آخری مصرعے سے استخراج شدہ ۱۲۹۷ میں تین کے عدد کا اضافہ کرنے سے مطلوبہ بھری سو ۱۳۰۰ حاصل ہوتا ہے۔ حرف ابجد میں "ج" کے تین عدد ہیں۔ گویا "اٹس" کے بجائے کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیے ہوگا جو جم کے حرف سے شروع ہوتا ہے۔ اسی حساب سے "اٹس" کی جگہ "جان" کا لفظ رکھا گیا ہے جو با وزن بھی ہے اور جس کے سر حرف "ج" کے تین عدد ملنے سے ۱۳۰۰ کا عدد مل گیا حاصل ہوتا ہے جو تذکرے کی تیسری اشاعت کا بھری سو ہے۔ یوں "اٹس" کی جگہ "جان" درج کر کے قیاسی گھج کی گئی ہے۔ لگتا ہے "اٹس" مصنف یا کاتب کی قلمی ہے۔

۳۳۸۔ "چراغِ عورات" مانہ تاریخ ہے جس سے ۱۸۸۱ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں 'سر بہجت' یعنی "بہجت" کی با کے دو عدد ملنے سے مطلوبہ سو ۱۸۸۳ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرۃ النسبۃ نادری کی طباعت سوم کا سال ہے۔ متن میں "چراغِ عورات" کے اوپر "۱۸۸۱ء" درج ہے۔ اس سے بادیِ انظر میں یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تذکرے کی طباعت سوم کا سال ۱۸۸۱ء ہے اور مزید یہ کہ مانہ تاریخ صرف "چراغِ عورات" ہے، جالاں کہ ایسا نہیں۔ "بہجت" کے دو اعداد کا تعلق کیے بغیر تذکرۃ تاریخ پورا ہوگا اور نہ مطلوبہ سن ہی برآء ہوگا۔

۳۳۹۔ "مجموعِ اکبر جمیل" مانہ تاریخ ہے لیکن اس سے محض ۱۰۹۶ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرۃ النسبۃ نادری کی اشاعت کے کسی سو کا ہر نہیں کرتا۔ "جمیل" کی جگہ "خلیل" ہو تو لکھتہ تذکرے کی اشاعت ثالث کے سو ۱۸۸۳ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔

۳۴۰۔ "سرافیلِ نظیر" (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۸) اس سے ۱۳۱۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ "نظر" سے ۱۳۰۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرے کی آخری اشاعت کا بھری سال ہے۔ غالبے کے اعتبار سے بھی "نظر" ہی ہونا چاہیے (بشرِ نظر)۔

۳۴۱۔ انبی پر شاہ کا تخلص مدحِ حق تھا۔ دلی میں ان کا مطبع فوق کاشی مشہور تھا۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ نثر میں انصاف طوطا سینا اور نظم میں انصاف گویں چند ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند نے ایک جگہ دھوکس کا نام "انیا پرشاد" لکھا ہے (اردو کی لٹری وائنسٹاں، صفحہ ۸۹۳)۔ جب کہ دوسری جگہ "لالا نی پرشاد دھوکس" تحریر کیا ہے (اردو سنووی شعاعی ہند میں، جلد دوم، صفحہ ۳۲۲)۔ ڈاکٹر گیان چند نے غالباً عربی قواعد کی تقلید میں "انی" کی "یا" پر کڑا زبردیاس کیا ہے جو غلط ہے کہ درست نہیں۔

انی پرشاد دھوکس کی تصانیف پر ان کا نام "انی پرشاد" ہی لکھا ہوا ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی مشہور مثنوی قصہ گویں چند کا خود ان کے مطبع فوق کاشی، دہلی کا مطبوعہ ایک ٹیو میرے قوش نظر ہے۔ اس کے سرورق پر دو بار اور آخری صفحے (صفحہ ۲۸) پر تین بار دھوکس کا نام لکھا ہے اور پانچوں بار اختتام نہیں "انی پرشاد" لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ سرورق اور آخری صفحے کی یہ سب عبارتیں خود انی پرشاد دھوکس کی لکھی ہوئی ہیں اور یہ کتاب بھی ان کے اپنے مطبع اور ان کے اپنے اہتمام سے بھیجی تھی۔ اس کا واضح اعتبار آخری صفحے میں "خاتمہ المطبع" میں موجود ہے (صفحہ ۲۸)۔ صرف یہی نہیں، مثنوی کے دیباچے میں ایک شعر میں وہ لکھتے ہیں:

کہ ہے انی پرشاد عامی کا نام تخلص ہے دھوکس مشہور عام

[انشا گویں چند، صفحہ ۲]

ان کی دوسری تصنیف قصہ طوطا و مینا بھی ان کے مطبع مطبع فوق کاشی، دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک ٹیو بھی میرے قوش نظر ہے (مستغادر)۔ اس کے سرورق پر دھوکس کا نام "انے پرشاد" لکھا ہے۔ "انی" کو "انے" لکھنا قدیم زمانے کی اس روش کتابت کا امتیاز ہے جس میں بے معرفت و بھول میں فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے بھی ان کا نام "انی پرشاد" ہی مطبوع ہوتا ہے۔

در گا پرشاد تار، دھوکس کے قریبی معاصر تھے۔ ان کے تذکرے مختلف نثر اور سرائے خیلانی، مطبع فوق کاشی، دہلی ہی سے طبع ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دھوکس سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ دونوں تذکروں کے سرورق پر ختم کے طور پر دھوکس کا نام "انی پرشاد" ہی درج ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں تذکروں کے سرورق کی عبارتیں خود دھوکس یا تار نے تحریر کی ہوں گی۔

ذکورہ بالا اشاہد کی روشنی میں صاف ہو جاتا ہے کہ دھوکس کا نام "انی پرشاد" تھا، "انیا پرشاد" یا "انے پرشاد" نہیں۔

۳۳۲۔ اصل: "لکھنی انداز" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۷)۔ ظاہر ہے "جمن انداز" نہیں، کیوں کہ اس کا ذکر اس سے پہلے آ گیا ہے اور اسی ذکر کے بعد "کال نٹ" سے مراد تذکرۃ النسائے نادری (یعنی

گلفنہ ناز اور "جن اعمار") ہے، لہذا "جن اعمار" کے سوا دوسرے گلفنہ ناز ہی ہے جس کے نازلے سے تذکرۃ النسائے نادری مکمل ہوتا ہے۔

۳۳۳۔ اصل: "کم آتے ہیں" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۸)۔ "آتے" کے نیچے "ع" کتابت ہوا ہے، گویا اسے "آتی" پڑھنا چاہیے۔

۳۳۴۔ اصل: "کار ہا غریب کلام" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۹، مطر ۱۰)۔ "کا" کے بعد "مر" زائد ہے اور بظاہر کتابت کی غلطی ہے۔

۳۳۵۔ اصل: "اس کی باقی کلام" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۹، مطر ۱۳)۔ "اس کی" یا کے نیچے "ف" کتابت ہوا ہے، گویا اسے "اس کے" پڑھنا چاہیے۔

۳۳۶۔ اصل: "بھی تھی" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۰، مطر ۱۳)۔ "تھی" کے نیچے "ف" لکھا ہے، گویا اسے "تے" پڑھنا چاہئے گا۔

۳۳۷۔ اصل: "سے تیاراً" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۰)۔

۳۳۸۔ اصل: "واقع" (وقعۃ رستہ موقعیے مجادلہ، مشمولہ ملحقہ مراد خیالی، مطر ۲)۔

۳۳۹۔ اصل: "مطر ۱۱۳" (ایضاً، مطر ۲، مطر ۱۱)۔

۳۴۰۔ ملحقہ، مطر ۳، نمبر ۳۰، آٹھویں ۱۳۰ منٹ علی اللہ مرزا، بھی درج ہے۔

۳۴۱۔ اصل: "ایکے نکال ہے" (مراد خیالی، صفحہ ۶۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۴، مطر ۵)۔ وزن کے مطابق "اک" چاہیے۔

۳۴۲۔ تذکرۃ النسائے نادری (مطر ۴۳) میں "حال" پر "ن" تھا کہ سطر کے آخر میں "ن سال" لکھا گیا ہے۔ گویا "ن" کے نکال کے ذریعے "حال" کو "سال" سے جدا کیا ہے۔

۳۴۳۔ یہاں بھی شعر کا نشان (۲) دیا گیا ہے، (مراد خیالی، صفحہ ۶۵؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۴) جب کہ مصرعے کا نشان (ع) آنا چاہیے۔

۳۴۴۔ یہ متن، یعنی ان تاریخوں کا آغاز کتاب کے صفحہ ۱۲۶ ہی سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے

"محققہ صفحہ ۱۲۶" جن اعمار کے الفاظ کاتب کے لیے لکھے ہوں گے، کیوں کہ مراد خیالی سماہ تاریخیں شامل نہیں تھیں۔ تاہم ان کا اضافہ کرنا چاہتے ہوں گے، اسی لیے اس پدایت نامے کے ساتھ تاریخیں کاتب کو دی ہوں گی۔ کاتب صاحب نے اس پدایت نامے کو بھی متن کا حصہ سمجھ کر کتابت کر

دیا۔ اسی صلے پر متن کے ساتھ صلے کا حوالہ غیر حلق ہے۔

۳۵۵۔ اصل: ”مصرود“ (تذکرۃ النسلے نادری، مؤلفہ ۱۲، ص ۱۲)

ضمیمہ (۲)

اِختِلاَفَاتِ نُسَخ

- ۱۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۳: نقل بدی گلشنِ دلو کا متن یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل گلشنِ دلو کا شروع ہے جس کی مہارت غلط ۸ میں درج کر دی گئی ہے۔
- ۲۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۳: یہ اور مقدمے میں آئندہ آنے والے تمام مضامینات گلشنِ دلو میں نہیں ہیں۔ یاد دلانے ان کا اضافہ تذکرۃ النسلے نادری میں کیا ہے۔
- ۳۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۸: گلشنِ دلو (صفحہ ۲): پارٹی می دیتا جی۔
- ۴۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۱۳: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۲) میں ”سوسائیاں“ کتابت ہوا ہے۔ یہ کتابت کی نقلی ہو سکتی ہے۔
- ۵۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۱۵: گلشنِ دلو (صفحہ ۳): کرتے ہیں۔ ہال بدھا۔
- ۶۔ صفحہ ۳۱، طرہ ۱۸: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۲): خادگی۔ کتابت کی نقلی ہے۔
- ۷۔ صفحہ ۳۲، طرہ ۳: گلشنِ دلو (صفحہ ۳): غشی کھن لال نے ایک۔
- ۸۔ صفحہ ۳۲، طرہ ۳: گلشنِ دلو (صفحہ ۳): ریح رعناہری، یعنی کھائی دھڑائی۔
- ۹۔ صفحہ ۳۲، طرہ ۱۰، ۹: گلشنِ دلو (صفحہ ۳): مقام ہے کہ۔
- ۱۰۔ صفحہ ۳۲، طرہ ۱۵: گلشنِ دلو (صفحہ ۳): علی گڑھ۔
- ۱۱۔ صفحہ ۳۳، طرہ ۸: گلشنِ دلو (صفحہ ۵): پس نئے کہ خواہر اچھا بیب وال۔
- ۱۲۔ صفحہ ۳۵، طرہ ۸: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۵): غلّی الآہام خزئی لپا لپا۔
- ۱۳۔ صفحہ ۳۵، طرہ ۱۲: گلشنِ دلو (صفحہ ۵): پس اس سے۔
- ۱۴۔ صفحہ ۳۵، طرہ ۱۳، ۱۴: گلشنِ دلو (صفحہ ۵): مشکوٰتوں نے شعر کہے۔
- ۱۵۔ صفحہ ۳۶، طرہ ۱: گلشنِ دلو (صفحہ ۶): سبب تالیف۔
- ۱۶۔ صفحہ ۳۶، طرہ ۱۸: گلشنِ دلو (صفحہ ۶): پس اس کا نام ”چشتیان طیالات الکاد“ ۱۹۴۳ء رکھا، جس میں سے بہت حال، یعنی ۱۹۴۳ء آ رہا ہوتا ہے۔
- ۱۷۔ صفحہ ۳۵، طرہ ۱۳: گلشنِ دلو (صفحہ ۸): عبداللہ حاکم یکن نے اپنے۔
- ۱۸۔ صفحہ ۵۳، طرہ ۹: گلشنِ دلو (صفحہ ۹): گمہ کدو سے۔
- ۱۹۔ صفحہ ۵۵، طرہ ۱: گلشنِ دلو (صفحہ ۹): اب چندہ خضر ابرقوں۔
- ۲۰۔ صفحہ ۵۵، طرہ ۲: گلشنِ دلو (صفحہ ۹): کارگی۔

- ۲۱۔ صفحہ ۵۶ طر ۱۳۱۲ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) : آدم خاں کو باز بہادر کے۔
- ۲۲۔ صفحہ ۵۵، طر ۴۰۳ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) میں یہ شعریں درج ہیں (نقل مطابق اصل) :
- پالی پران رہت کہت بختیر کیو چاہت سکھ راج
دوپ متی چا ہمسی ڈکھیا کہان گیا چا بہادر راج
- ۲۳۔ صفحہ ۵۵ طر ۵ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) : اور مرتے وقت یہ کہا تھا۔
- ۲۴۔ صفحہ ۵۵ طر ۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) میں اس شعر کی صورت یہ ہے (نقل مطابق اصل) :
- تم بن چو را رہت بہت مانگت ہے سکھ راج
دوپ متی ڈکھیا کئی بنا بہادر راج
- ۲۵۔ صفحہ ۵۹ طر ۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۲ طر ۲۰) : اید پانیا راجا یاشان کی۔
- ۲۶۔ صفحہ ۵۹ طر ۱۰۰ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳ طر ۷، ۷۰) : شاہزادہ ہندوستان کے عہدِ دولت میں بھی۔
- ۲۷۔ صفحہ ۵۹ طر ۱۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳) : جس اب میں اس مقدمہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور اس "چمنستان خیالات النادر" (۱۹۳۲) کو درخشنو میں تحسیم کر دیتا ہوں۔
- ۲۸۔ صفحہ ۶۲ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳) میں "پہلا حصہ۔ حدیقا رانی خانب۔" فتح کے بعد آقون کا ترجمہ درج ہے۔ گویا آغاز کی مہارتیں اور دیباچہ اضافے کی حیثیت رکھتا ہے جو مکمل بار تذکرۃ النسائے نادری میں شامل ہوا۔
- ۲۹۔ صفحہ ۶۳ طر ۴ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳) : آقون : مسماہ قونی آقون، دیکھو، منو بھلی چکا مستعد۔
- ۳۰۔ صفحہ ۶۳ طر ۱۳ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳) : جہا گھیرے منسوب کیا ہے۔ ملاحظہ الحال کا موافق۔
- ۳۱۔ صفحہ ۶۳ طر ۹ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۲) میں یہ شعریں ہیں :
- جہان و حیات، ایں ہمہ پہلہ است
نہا را نگہ دار کاخر نہا است
- ۳۲۔ صفحہ ۶۴ طر ۱۵ : بہارستانِ ناز (ایضاً) : اسپ گشت مات۔
- ۳۳۔ صفحہ ۶۵ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۲) : بزر و جزبہ کرم رام مانو کی کاہاں را۔
- ۳۴۔ صفحہ ۶۵ طر ۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آرزو، کوئی عورت سرزدی۔
- ۳۵۔ صفحہ ۶۵ طر ۷ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۳) : عشق میں سراپا آرزو۔
- ۳۶۔ صفحہ ۶۵ طر ۹ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آرزوئی، یہ خوش خیال بھی سرزدی تھی۔
- ۳۷۔ صفحہ ۶۵ طر ۱۰ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۱) : خاک رہت گر نگر و نادری۔

- تذکرۃ الخواص (ص ۱۸۴) : شریک خاکہ بہت۔
- ۳۸۔ صفحہ ۶۵ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آقا بہر بنی دادند۔
- ۳۹۔ صفحہ ۶۵ طر ۱۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آقا بیکم یہ برائی شاعر۔
- ۴۰۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۸) : شوم خداے دست۔
- ۴۱۔ صفحہ ۶۶ طر ۸ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : پاشعارگی ہای کے ہیں۔
- ۴۲۔ صفحہ ۶۶ طر ۱۰ : تذکرۃ الخواص (صفحہ ۱۸۷) : آوازاں داے کہ ۔ داے بر لعلے کہ ہر دم بخورد۔
- ۴۳۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۳) : برتاے خود۔
- ۴۴۔ صفحہ ۶۶ طر ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۳) : تیر و دردم کرد۔
- ۴۵۔ صفحہ ۶۶ طر ۵ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : بادشاہ خاقان اسے شہزادی قلیب الدین محمد سلطان کی بیٹی۔
- ۴۶۔ ایضاً : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : ”سلطان قازان“۔ بدست لگتا ہے۔ درج ہجرتی نے بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۹) میں ”قازان“ لکھا ہے۔
- ۴۷۔ صفحہ ۶۶ طر ۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : مصنف کی کتابت میں۔
- ۴۸۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۴۱) : ”آ سائش جان بیولاش“۔ یہاں ”پ“ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔ بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۰) میں اس کا عنوان ”ربائی“ لکھا ہے۔
- ۴۹۔ صفحہ ۶۶ طر ۱۵۰۱۳ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۴) : ”رامدہ قلم۔ ظاہر ان کا نقط کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔ اگلے شعر کے دوسرے مصرعے میں بھی یہاں ”یار یک نہ آب“ ہے۔ گلشنِ ناز (ص ۱۶) میں ”تاریک“ کے ”تا“ کے نیچے دو نقطے اور ”پ“ کے اوپر ایک یا دو نقطے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ لگتا ہے کہ انھی سے غلطی کیا کہ کتابت نے ”تاریک نہ“ ”تاریک نہ“ ”تاریک نہ“ کر دیا ہے۔
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) میں ان اشعار پر ”دیگر“ کا عنوان دیا گیا ہے۔ گویا یہ بھی رہا ہی ہے۔
- ۵۰۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱) : بزرگی، ایک شیریں کفری۔
- ۵۱۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) : کے با عرب و کے غم سادہ۔
- ۵۲۔ صفحہ ۶۶ طر ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) : دہر قدم مرا کفتم صلاح است۔
- ۵۳۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) : تذکرۃ الخواص (صفحہ ۱۸۹) : ہار و خیزد دست۔
- ۵۴۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱) : چو بزم، یہ ہجرت علم نجوم کی کا خلد شاعر و نظریہ اور عارف۔
- ۵۵۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱) : قرابت دینی تھی۔ کہتے ہیں کہ۔

- ۵۶۔ صفحہ ۶۸ طرہ ۱۲ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۳) : محراب تو نمازی۔
- ۵۷۔ صفحہ ۶۸ طرہ ۱۳ : گلشن نثر (صفحہ ۱) : چاکر کرائی۔
- ۵۸۔ صفحہ ۶۸ طرہ آخری : گلشن نثر (صفحہ ۱) : بیوی ہنکوہ شیخ عبداللہ ... غلام حکیم جو شیخ ہرات۔
- ۵۹۔ صفحہ ۶۹ طرہ ۳ : گلشن نثر (صفحہ ۱۸) : پرتوی، کوئی تحریری۔
- ۶۰۔ صفحہ ۶۹ طرہ ۷ : گلشن نثر (صفحہ ۱۸) : بھالی املا عبداللہ رحیم۔
- ۶۱۔ صفحہ ۶۹ طرہ ۹ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۵) : ہر یکہ سداں۔
- ۶۲۔ صفحہ ۶۹ طرہ ۱۵ : گلشن نثر (صفحہ ۱۸) : بیلہ، کوئی زن فیض طبری۔
- ۶۳۔ صفحہ ۶۹ طرہ ۱۶ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۶)، تذکرۃ الخواتین (ص ۵۹۷) : آں ہم ظلیہ۔
- ۶۴۔ صفحہ ۶۹ طرہ آخری : گلشن نثر (صفحہ ۱۸) : جہاں آبادت کلاں ... بادشاہ فیروز ... ۱۰۹۳ ہجری۔
- ۶۵۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۳ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۶)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱۹) : فریاں میں گیا۔
- ۶۶۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۷ : گلشن نثر (صفحہ ۱۸) : جہاں خاتون ہنکوہ خولہ۔
- ۶۷۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۳ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۷) : چوں غزل ہاے ... کوہ کدوی گشتا است۔
- ۶۸۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۷ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۰۳) : بلکہ برگروں گرداں۔
- ۶۹۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۲۰ : ”محبیہ“ کی یہ عبارت : گلشن نثر (صفحہ ۱۹) میں نہیں ہے۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۷۰۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۲ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۰۳) : مصورے است۔
- ۷۱۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۳ : گلشن نثر (صفحہ ۱۹) : تجائی، بہت غلام ہادی استرا بادی جو ہمیشہ۔
- ۷۲۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۷ : گلشن نثر (صفحہ ۱۹) : حیات، حیات انشاء تذکرہ آرام کے۔
- ۷۳۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۸ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۱) : دلم ہر باری گرد۔
- ۷۴۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۱ : گلشن نثر (صفحہ ۱۹) : حیات، ہر چند عارف۔
- ۷۵۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۵ : گلشن نثر (صفحہ ۱۹) : حیاتی، ہر آتی لطیفہ گو۔
- ۷۶۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۷ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۲) : چہ بختوں۔
- ۷۷۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۸ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۲) : ... آں بت بیگانہ ... حیاتی آخیر۔
- ۷۸۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۹ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۰)، جوہر قصصات (صفحہ ۵۰)، تذکرۃ الخواتین (ص ۲۱۰) : شے ... بہاں ... ابھی ... ہاے۔
- ۷۹۔ صفحہ ۷۰ طرہ ۱۹ : گلشن نثر (صفحہ ۲۰۳) : زانری، جمہول الماں۔

- ۸۰۔ صفحہ ۷۷ طرعا : بہارستان دلو (صفحہ ۱۳۸) : چشم تو۔
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : خورده ام خون دل و این۔
- ۸۱۔ صفحہ ۷۷ طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : بہارستان دلو میں یہ شعر نہیں ہے۔
کارمن بے تو بجز خون بگر طردن نیست ہم از مردم صاحب نظر آموختہ ام
بظاہر یہ کتاب کی نقلی ہے، کیوں کہ شعر کے دوسرے مصرع بھی جی کتابت ملا ہے۔
- ۸۲۔ صفحہ ۷۷ طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : شیوہ عاشقی و دم نظر بازی را۔
- ۸۳۔ صفحہ ۷۷ طرعا آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : استاد ازل با یم۔ بہارستان دلو (صفحہ ۱۳۸)
میں اس شعر کا پہلا اور اگلے شعر کا آخری مصرع ملا کر ایک شعر کی صورت میں لکھا گیا ہے۔
- ۸۴۔ صفحہ ۷۷ طرعا : گلشن دلو (صفحہ ۲۰) : علی تلی خاں والہ۔
- ۸۵۔ صفحہ ۷۷ طرعا : ”شیوہ و فریاد تھا“ کے بعد کا تری جملہ گلشن دلو (صفحہ ۲۰) میں نہیں۔
- ۸۶۔ صفحہ ۷۷ طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) : اے عاشق غمت۔
- ۸۷۔ صفحہ ۷۷ طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) : سلطان چرست۔
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) میں اس غزل کا یہ شعر حریہ درج ہے :
آب است شراب عشق لعل من و شراب حاضر
- ۸۸۔ صفحہ ۷۷ طرعا : ۱۰۰۹ : گلشن دلو (صفحہ ۲۱) : شیریں گلشن سلطان ... اختص۔ سنہ ۱۲۳۶ء۔
- ۸۹۔ صفحہ ۷۷ طرعا : گلشن دلو (صفحہ ۲۱) : قردلی۔
- ۹۰۔ صفحہ ۷۷ طرعا : بہارستان دلو (صفحہ ۱۵۸) : دلشید بن اور۔
- ۹۱۔ صفحہ ۷۷ طرعا آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۳) : تخت چرخ سلطان۔ بظاہر یہ نقل کی نقلی گئی ہے۔
- ۹۲۔ صفحہ ۷۷ طرعا : گلشن دلو (صفحہ ۲۱) : حقیقی، ہم مصرعہ زد و مذکور۔
- ۹۳۔ صفحہ ۷۷ طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۶) : تراجز بے نیست۔
- ۹۴۔ صفحہ ۷۷ طرعا : ۱۰ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۷) : گفتنی با ۔ بے چہری نیست۔
گلشن دلو (صفحہ ۲۱) : بی چہری نیست۔
- ۹۵۔ صفحہ ۷۷ طرعا : ۱۲ : گلشن دلو (صفحہ ۲۱) : مانتو سرقدی کی۔
- ۹۶۔ صفحہ ۷۷ طرعا : ۱۳ : بہارستان دلو (صفحہ ۱۷۵) : کسے آ نکہ۔
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۹) : درگاہ کشیدہ ک۔

- ۹۷۔ صفحہ ۷۷، طر ۱۳ : بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) : عالم دوست۔
- ۹۸۔ صفحہ ۷۷، طر ۱ : حدود مقصودات (صفحہ ۱۶۷) : از پختہ گاہی مطلب۔
- ۹۹۔ صفحہ ۷۷، طر ۴ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : شیخ مصطفیٰ الدین سعدی شیرازی۔
- ۱۰۰۔ صفحہ ۷۷، طر ۱ : یہ شعر بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) میں موجود نہیں، صرف نو کے ہاں ہی ہے۔
- ۱۰۱۔ صفحہ ۷۷، طر ۹ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : صفحہ ۱۸، سترکی۔ خادسہ کوئی شیریں کا نام تھی۔
- ۱۰۲۔ صفحہ ۷۷، طر ۱۰ : بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) : بقدیار۔
- ذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۰) : کرد و عے بقدیار۔ گلشنی نو (صفحہ ۲۳) میں بھی "بقدیار" ہے۔ ذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۲۷) میں بھی یہی تھا لیکن نو نے صحت سے اس کی تصحیح کر کے "زقدیار" بنادیا۔ یہی صحیح بھی ہے۔
- ۱۰۳۔ صفحہ ۷۷، طر ۱۳ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : قاتل ابواب لقاۃ انسانیکم۔
- ۱۰۴۔ صفحہ ۷۷، طر ۱ : بہارستان نو (صفحہ ۱۸) : گرا۔ برآء۔
- ۱۰۵۔ صفحہ ۷۷، طر ۲ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : کما دیکم، صبیح علی علی خاں والدہ۔ ہزار ملک کہتے۔
- ۱۰۶۔ صفحہ ۷۷، طر ۶ : قوسین کے اندر کی مہارت گلشنی نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔
- ۱۰۷۔ صفحہ ۷۷، طر ۱۰ : بہارستان نو (صفحہ ۱۶۸) : ہزار جاں بخش زد۔
- ۱۰۸۔ صفحہ ۷۷، طر ۲۱، ۲۰ : "نہیں معلوم.... دوام ہیں" کی مہارت گلشنی نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔
- ۱۰۹۔ صفحہ ۷۷، طر ۴ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : لطیف، لطیف النساء۔
- ۱۱۰۔ صفحہ ۷۷، طر ۹ : قوسین کی مہارت گلشنی نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۱۱۔ صفحہ ۷۷، طر ۲۱، ۲۱ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : فوت ہو گئی۔ سعید اشرف پیر۔
- ۱۱۲۔ صفحہ ۷۷، طر ۲۲ : گلشنی نو (صفحہ ۲۳) : خیال کرتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ۔
- ۱۱۳۔ صفحہ ۷۷، طر ۱۶ : اغما کی یہ مہارت گلشنی نو (صفحہ ۲۳) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۱۴۔ صفحہ ۷۷، طر ۱ : بہارستان نو (صفحہ ۱۹۹) : اے غریب نادیاں۔
- ۱۱۵۔ صفحہ ۸۱، طر ۸ : گلشنی نو (صفحہ ۲۶) : مشتری۔ موجود الوقت۔
- ۱۱۶۔ صفحہ ۸۱، طر ۹، ۸ : گلشنی نو (صفحہ ۲۶) : کھنڈے ہے۔ جو پہ شاگردی۔
- ۱۱۷۔ صفحہ ۸۲، طر ۴ : گلشنی نو (صفحہ ۲۶) : سرب۔ کوئی کا شغری مہارت خاتان شاہ کے گھر۔
- ۱۱۸۔ صفحہ ۸۲، طر ۱۸ : گلشنی نو (صفحہ ۲۷) : بھری۔ اس کے بیان میں۔

- ۱۱۹۔ صفحہ ۸۳، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۸): "یوگردان را"۔ بظاہر کتابت کی غلطی ہے۔
- ۱۲۰۔ صفحہ ۸۳، سطر ۸۵۵: قوسین کی یہ مہارت گلشن نثر (صفحہ ۲) میں موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہارت مولفہ نے بعد میں اضافہ کی ہے۔
- ۱۲۱۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱: گلشن نثر (صفحہ ۱۲۸) ذکر کیا، چومری۔
- ۱۲۲۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۸: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰): "یارب چو شرم"۔
- ۱۲۳۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۰: گلشن نثر (صفحہ ۲۸): "ایک مرد یہ طریقہ بیگم صاحب کی"۔
- ۱۲۴۔ صفحہ ۸۳، سطر ۹: بہارستان نثر (صفحہ ۲۸): "زور سر خوش"۔
- ۱۲۵۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۲): "میری ان نوجوان"۔
- ۱۲۶۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۸: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰): "بے خودی بھٹل"۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۶۱): "زوم آن فرلا بھٹل"۔
- ۱۲۷۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۹: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۲): "رشت از خود"۔
- حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۶۱): "رشت خود از ہاں"۔
- ۱۲۸۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۰: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۶۱): "از گریہ زاری ولم"۔
- ۱۲۹۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۱: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۶۱): "تو بدینیم ہم"۔
- ۱۳۰۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۲: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۲): "رویت یو دکان شانی رشت لکھی را"۔
- حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۶۱): "کہا میں در لب مستعل"۔
- ۱۳۱۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱: گلشن نثر (صفحہ ۲۹): "مستی"۔ گجڑی اکابر زادہ کی تھی۔ بعض نے۔
- ۱۳۲۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۲: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۱): "۵۰ در حرکت ... بر گل بند ..."
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۳): "۵۰ در حرکت"۔
- ۱۳۳۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۳: "نہیں گفتا" کے بعد کی مہارت اور شعر گلشن نثر (صفحہ ۲۹) میں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۳۴۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۵: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۱) نصیب درگست دست درگست۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۵): "نشت درگست"۔
- ۱۳۵۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۰): "ہارے فلم تو"۔
- ۱۳۶۔ صفحہ ۸۶، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۴۹): "بہ عالم ہر کہا"۔

- ۱۳۷۔ صفحہ ۸۶، طرہ ۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۹)، تذکرۃ الخواتین (ص ۶۷۷)، اگر وہاں کم۔ کردہاں کم۔
- ۱۳۸۔ صفحہ ۸۷، طرہ ۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۵): یہ طاقت ہے اور سر ہے۔
- ۱۳۹۔ صفحہ ۸۷، طرہ ۱۵: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۱) میں ”توک کیا گیا“ کے بعد کی تخری عبارت موجود نہیں۔
- ۱۴۰۔ صفحہ ۸۷، طرہ ۲۰: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۱) درختِ چنار شرم۔
- ۱۴۱۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۶): پہ تل من اگر شاہادت نوشود..... یہاں منت مگر۔
- ۱۴۲۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۶): ہنگامہ فزاے۔
- ۱۴۳۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۲۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): ترا کنگرہ لعل است بر لباسِ حریر۔
- ۱۴۴۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): زودست و زبانِ خوش۔
- ۱۴۵۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۸): برآ اور دزدان۔
- ۱۴۶۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۶): گروہ یک۔
- ۱۴۷۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳، ۳۲) میں ”رہائی“ کا عنوان نہیں ہے اس کے علاوہ رہائی کا دوسرا شعر پہلے اور پینا دوسرے نمبر پر درج ہے۔
- ۱۴۸۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۶: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۲)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): ”قیامت منکبِ دردل با“۔
- نیز تذکرۃ الخواتین میں دوسرے مصرعے میں ”گزار نام کہ دیا مت“ ہے۔
- ۱۴۹۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۹: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): ان شعروں میں پہلا شعر اور دوسری رہائی اور چوتھا اور چوتھواں اور یکے والے شعرا بے النسا کا ہے جنگا۔
- ۱۵۰۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۲۱: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): مگر ایک شخص نے دوسری رہائی... عام پر لکھتا ہے۔
- ۱۵۱۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۲۳، ۲۲: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): شعر منقذ ہم کا پینا... کا نام کسی کا یہ ہے... رہائی نمبر ۷۷ کا۔
- ۱۵۲۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۱: یہ شعر گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ لگتا ہے۔
- ۱۵۳۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۱: ”ونگر“ کا عنوان گلشنِ ناز (ص ۳۳) میں نہیں۔
- ۱۵۴۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): یہ شعر مگر رسوائی عشقِ رنج... گھسا گیا بعض۔
- ۱۵۵۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۵: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): چو تھی نہائی کوئی امیر زادی شاہ سلیمان کی طہیں۔
- ۱۵۶۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۷): برہنہ وہی طہیں۔
- ۱۵۷۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۹: گلشنِ ناز (صفحہ ۳۳): اس کا جواب سعد اللہ خاں وزیر نے اس طرح دیکھا ہے

مقدار کلام میں آیا۔

- ۱۵۸۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۱۱: تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۲): ذراست عجبوت دول ہال و براست
جہاں علم معنی شکر است ہر پشاند و شہد آں شیر ذراست
بہارستانِ دل (صفحہ ۲۲۷): علمیت ذراست عجبوت دول ہال و براست
علم معنی شکر است ہر پشاند و شہد آں شیر ذراست
- ۱۵۹۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۱۲: گلشنِ دل (صفحہ ۳۳): یہ شعر بھی کسی نے۔
- ۱۶۰۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۱۳: گلشنِ دل (صفحہ ۳۳): زہد درج۔
- ۱۶۱۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۱۹: تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۱) میں یہ شعر نہائی شیرازی کے تحت درج ہے۔
- ۱۶۲۔ صفحہ ۹۱، طرہ ۲۱: بہارستانِ دل (صفحہ ۲۲۸): ہاں ہاں شد۔ علم درو یکہ .. چندان شد۔
- ۱۶۳۔ صفحہ ۹۲، طرہ ۵: "قطعہ" کا عنوان گلشنِ دل (صفحہ ۳۳) میں نہیں۔
- ۱۶۴۔ صفحہ ۹۲، طرہ ۶: یہ قطعہ تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۱، ۲۸۰) میں نہائی کرمانی کے کلام کے نمونے
میں درج ہے۔ اختلافات متن درج ذیل ہیں:
- دائے بر شاعران۔ بہاد تا بہد۔ سرود چوبہ است۔
- ۱۶۵۔ صفحہ ۹۲، طرہ ۱۲: گلشنِ دل (صفحہ ۳۵): چانچوئی نہائی جعفری والدہ۔
- ۱۶۶۔ صفحہ ۹۲، طرہ ۱۹: گلشنِ دل (صفحہ ۳۵): دریم۔ وزیر الماس نام۔
- ۱۶۷۔ صفحہ ۹۳، طرہ ۲: بہارستانِ دل (صفحہ ۲۳۵): ہا ہا ہا آد۔
- تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۲): بہاد آد۔
- ۱۶۸۔ صفحہ ۹۳، طرہ ۳: گلشنِ دل (صفحہ ۳۵): ہدی شریف بانوئی کے یہ شعر ہیں۔
- ۱۶۹۔ صفحہ ۹۳، طرہ ۷: بہارستانِ دل (صفحہ ۲۳۷): دریا نہ لعل۔
- تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۵): دریا نہ لیلے۔
- ۱۷۰۔ صفحہ ۹۳، طرہ ۹: بہارستانِ دل (صفحہ ۲۳۷): جود قیام۔
- تذکرۃ النحواتین (صفحہ ۲۸۵): جود قیام۔ بر عرض بریں۔
- ۱۷۱۔ صفحہ ۹۳، طرہ ۲۱: یہ عبارت گلشنِ دل (صفحہ ۳۶) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۷۲۔ صفحہ ۹۶، طرہ سے لعل: مراد خیالی کا سرورق ہے جس کی عبارت ٹکٹھ ۸ میں درج کردی گئی ہے۔
- نیز مراد خیالی میں ٹکٹھ ۱ گلشنِ دل کا آغاز صفحہ ۹ سے ۱۰ ہے۔ اس کے آغاز کی عبارت

یہ ہے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

مجلد حصہ اولیٰ تذکرۃ النسائے نادری کہ چارم مکلفین ملا سنہ ۱۸۷۶ء میں منتخب کر
جاری بخش و بار بار درج شدہ گاں ہوا اور ان خوش گویاں کا کلام فرحت الغمام اس کے بعد
باتھ آیا مجھ کو اس طرح لکھا گیا۔“

۱۷۷۔ صفحہ ۹۰ طرز ۴ : مرآت خیالی میں ہانو نکم سے دلکش رنگ کے تراجم موجود نہیں۔ یہ تراجم بعد کا اضافہ
ہوا۔ مرآت خیالی کے نسخے میں کل آٹھ شاعرات کے تراجم شامل ہیں۔ ان میں سے پہلا
ترجمہ دولت کا ہے۔

۱۷۸۔ صفحہ ۹۰ طرز ۴ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۹۲) : ہدائی نکم۔ آسی گاندی نے اسے تراجم لکھا ہے۔

۱۷۹۔ صفحہ ۹۰ طرز ۱۱ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۹۲) : کو نکم (ردیف)۔

۱۸۰۔ صفحہ ۹۹ طرز ۳ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۹۰) : آتش راست۔

۱۸۱۔ صفحہ ۹۹ طرز ۱ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۰۳) : گل دہانہ . کچا ست . کچا ست۔

۱۸۲۔ صفحہ ۱۰۰ طرز ۱ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۰۸) : کجاہولی تو امروز۔

۱۸۳۔ صفحہ ۱۰۰ طرز آخری تا صفحہ ۱۰۱ طرز ۱ : مرآت خیالی (صفحہ ۹) میں مہارت جگر جگت مختلف ہے لہذا
مرآت خیالی سے دولت کا تراجم درج کیا جاتا ہے :

”دولت نکم، بی بی دولت نام، سرقندی، ناچہ، کا خط کا لہ گزری ہے۔ جب کہ میر تقی میر اور
سرقندی ہوئے سپاہی نوٹ کھسوت کا سہا ب اس بے چاری کے سر پر رکھ کر لے گئے۔ بادشاہ نے
فرمایا: حیرانم کیا ہے؟ اس نے عرض کی دولت۔ حضور نے ارشاد کیا: کیا دولت اندھی ہوتی ہے؟
اس حاضر جواب نے عرض کیا کہ اگر اندھی نہ ہوتی تو انگڑے کے گھر کیوں آتی؟ غرض یہ کہ یہ
بڑبڑہ شعر اس کا ہے جو بآواز بلند کہتی جاتی تھی : آتش درد۔“

اسی صدائے جاں سوز سے اس کو حضوری کی ثبوت پہنچی تھی۔

۱۸۴۔ صفحہ ۱۰۰ طرز ۱ : حدود مقصودات (صفحہ ۶۲) : دوئم غضب۔ برت عظیم دلی دھرمیان خرمین۔

تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۱۳) : دوئم آس است۔

۱۸۵۔ صفحہ ۱۰۰ طرز ۹ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۱۷) :

ازاں ہستی بدالم شرح و ادہاش // ہشامت ہواں شیر قولہاں

- ۱۸۲۔ صفحہ ۱۰۳ طرہ ۶: بہارستانِ نادر (صفحہ ۱۵۱): ازبھر یاد خود۔
 حورِ مقصودات (صفحہ ۸): دلی دارم بہ پہلو بے قرار ازبھر یاد خود چہ کردم پیش۔
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷): ولے دارم بہ پہلو بے قرار ازبھر یاد خود چہ کردم پیش۔
- ۱۸۳۔ صفحہ ۱۰۴ طرہ ۱۲: مرآۃ خیالی (صفحہ ۱) میں عبارت مختلف ہے۔ اس تفاوت درج ذیل ہیں:
 ”... بچے ملیں اور ابھی ملیں۔ اگر یہ خن اسی کا ہے تو بہت اچھا ہے۔ اس کے کام سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ... نفیست ہے۔“
- ۱۸۴۔ صفحہ ۱۰۴ طرہ ۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۵): خطا کارم۔
- ۱۸۵۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۵): بہ طوالت خاندان۔
- ۱۸۶۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۷: مرآۃ خیالی (صفحہ ۹): شاعرِ ماہرہ علوم کی یہ رباعی پسندیدہ ہوا تھا آئی ہے۔
- ۱۸۷۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۱۵، ۱۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۱۰): مثلاً جاتا ہے اور یہ رباعی کدامت حضرت نظام الدین گزنی ہیں یعنی چھ سو تینتالیس ہجری نبوی میں آگے وفات لکھی ہے۔
- ۱۸۸۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۶: حورِ مقصودات (صفحہ ۱۳۸): اشرف و شعاع و چہ داد..... بے بے
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۶): ملی ملی۔
- ۱۸۹۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۱۰، ۹: حورِ مقصودات (صفحہ ۱۳۹): تذکرۃ الخواتین (ص ۲۳۸، ۲۳۹):
 فیتیختی خورائیں نم فیتختی شب آہنگی کرد
- ۱۹۰۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۸: مرآۃ خیالی (صفحہ ۱۰): اس بیانی بھولال الاسم والحال کی یہ طرزِ مثال ہے۔
- ۱۹۱۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵۲): سرود آہست۔
- ۱۹۲۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۵۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۱۰): ارتکابی کا یہ یہی شعر ملا۔
- ۱۹۳۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۱۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۱): مرقوم ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعرِ واسطہ جاہ کے وقت میں دکن میں جلوہ آراہی۔
- ۱۹۴۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۶: بہارستانِ نادر (صفحہ ۲۱): امیرِ عظم و قہمانِ خسرو کدامت پیش۔
- ۱۹۵۔ صفحہ ۱۰۹ طرہ ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷): زلف لگا راست۔
- ۱۹۶۔ صفحہ ۱۰۹ طرہ ۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸): بچے انشاں ... سادہ قرآن بود۔

- ۱۹۷۔ صفحہ ۱۱۰، طرہ ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۶) : صورتوں بار۔
- ۱۹۸۔ صفحہ ۱۱۰، طرہ ۷ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۰۰) : ایک دور اس عورت نامعلوم الام نے ہے۔
- ۱۹۹۔ صفحہ ۱۱۳، طرہ ۱ : آغاز کی اس عبارت سے قبل مرآت خیالی (صفحہ ۱۱) میں ذیل کی عبارت درج ہے
”ہوالادار۔“ چمن انداز۔“
- تذکرۃ النسبائے نادری : جس کا تاریخی نام مرآت خیالی رکھا گیا ہے اور دو حصوں میں ختم ہوا ہے۔ ان میں جملہ شخص ازل ملقب بہ مجلسی ذو ازل و قدر سنہ ۱۸۷۶ء میں ملے طبع سے آراستہ ہوا اور پھر ثانی معروف بہ ”چمن انداز“ چمن کے واسطے سنہ ۱۸۷۸ء میں صاف ہو رہا ہے، یعنی اصل تذکرہ کا یہ دوسرا حصہ ہے اور مولف کا پانچواں مسودہ۔“
- ۲۰۰۔ صفحہ ۱۱۳، طرہ ۷ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۱۲) : جس کا تذہ تابع ہے کہ۔
- ۲۰۱۔ صفحہ ۱۱۳، طرہ ۱۳ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۱۲) : اس کام سے دست بردار۔
- ۲۰۲۔ صفحہ ۱۱۳، طرہ ۱۱ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۱۳) : آخر میں یہ عبارت زائد ہے : ”حقت مفاد گرام۔“
- ۲۰۳۔ صفحہ ۱۱۵، طرہ ۷ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۱۳) : چنا بہ مکہ منظر۔
- ۲۰۴۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ ۵ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۱۶) : حیرانی مالی نہیں۔
- ۲۰۵۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ ۸ : تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۷۷) : ناوٹک و مہر کرم۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۰) : ناوٹک و مہر کرم۔
- بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : حیرے جلوے سے۔
- ۲۰۶۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ ۱۱ : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : داو کیا شان ہے، کیا ثواب ہے اور کیا اور چاہ۔
- ۲۰۷۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ ۱۱ : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) :
- ۲۰۸۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ ۲ : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : گلشنِ چرخ غنی حیرے برائے گل گشت
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱) : ہی ہے گل گشت۔
- ۲۰۹۔ صفحہ ۱۱۹، طرہ آخری : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : یہ جنات بھی حشت
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱) : یہ جنات حشت
الاک گذشت
الاک گذشت
- ۲۱۰۔ صفحہ ۱۲۰، طرہ ۴ : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : حیرانی ہوئی سرمہ۔
- ۲۱۱۔ صفحہ ۱۲۰، طرہ ۳ : بہارستانِ ذو (صفحہ ۹۳) : قوائے شادام۔

- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱۸): برائے شہادام۔
- ۲۱۲۔ صفحہ ۱۲۰، خط ۶۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۳): کوئی بات ۔۔۔ اے عجب بات ۔۔۔ لب لباب ہوئی۔
- ۲۱۳۔ صفحہ ۱۲۰، خط ۱۵۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۵): سب سے مری — کی طرف سے۔
- ۲۱۳۔ صفحہ ۱۲۰، خط ۱۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۵): اُن کا تو کھیل۔
- ۲۱۵۔ صفحہ ۱۲۰، خط ۱۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۵): اُس کے تئیں۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱۲): بگڑے گاڑا ہے۔
- ۲۱۶۔ صفحہ ۱۲۰، خط ۳۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۵): دل نے مجھیں کو۔
- ۲۱۷۔ صفحہ ۱۲۱، خط ۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۰): اُس کے دل۔
- ۲۱۸۔ صفحہ ۱۲۱، خط ۱۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۵): تو اب تو ترسا۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵): اوبت کا لڑ۔
- ۲۱۹۔ صفحہ ۱۲۱، خط ۱۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۵): کیا گستاخانا آتا ہے۔
- ۲۲۰۔ صفحہ ۱۲۱، خط ۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۶): تذکرۃ الخواتین (ص ۱۶): گر مجھ... تو میں...۔
- ۲۲۱۔ صفحہ ۱۲۱، خط ۱۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۶): مٹتی تھی۔
- ۲۲۲۔ صفحہ ۱۲۲، خط ۱۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۵): ٹھیسے۔ پس وار۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۸): پار مجھ پر۔
- ۲۲۳۔ صفحہ ۱۲۲، خط ۱۵: ان دو خطوں کا سوا (اُسر)۔۔۔ تا۔۔۔ راجنوں) مرأتِ خیالی (ص ۱۹) میں نہیں۔
- ۲۲۳۔ صفحہ ۱۲۳، خط ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۰): قریب نہ کیجئے — پریشان نہ کیجئے۔
- ۲۲۵۔ صفحہ ۱۲۳، خط آخری: تذکرۃ النسای نادری (صفحہ ۷۷): کہ دل لگی۔
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۸): تذکرۃ الخواتین (ص ۲۱): مجھ کو۔
- ۲۲۶۔ صفحہ ۱۲۵، خط ۳: مرأتِ خیالی (صفحہ ۲۰): تیرے مرنے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۲): موت آتی ہے نہ بے زینت کا یا نا مجھ کو
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۹، ۱۰۹) اور تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲) میں ردیف ”مجھ کو“ ہے۔
- ۲۲۷۔ صفحہ ۱۲۵، خط ۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۹): فغان کی تری۔
- ۲۲۸۔ صفحہ ۱۲۵، خط ۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲): آتشِ فم ہی۔
- ۲۲۹۔ صفحہ ۱۲۵، خط ۱۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۲): آنکھیں میں لڑاؤں گئیں یا اس۔

- ۲۳۰۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۲: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): مرے کی میں۔ بارنظر سے۔
- ۲۳۱۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲): برسوں تم گمشدہ۔ اب کہتے ہو ... مجھے۔
- بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): اب کہتی ہو کیا تم نے مجھے۔
- ۲۳۲۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۹: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲):
- مجھ سے ہادی اور شب و مل نہیں کی۔
- ۲۳۳۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۲۰: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): طرف سے تری عالم۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲): تری طرف سے عالم۔
- ۲۳۴۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): بہار کی اک ہے۔
- ۲۳۵۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۸: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): نہیں مجھ کو دیکر۔
- ۲۳۶۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۹: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): دو گاتا۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): دو گاتا۔
- ۲۳۷۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۱۰: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): شاتا۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶): شادا۔
- ۲۳۸۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۱۲: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶): گھر سب گانہ کے دو گاتا۔
- ۲۳۹۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷): پہنچے ہیں۔
- ۲۴۰۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۸: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۸): ہاتھ بیٹھے پ۔
- ۲۴۱۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۱۲: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۸): کیا حرا پائے گی۔
- ۲۴۲۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۱۳: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۸): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۷): نہیں سمجھتی۔
- ۲۴۳۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۳: بہارستان ناز (صفحہ ۱۲۰): تمہاری کاکل شب۔
- ۲۴۴۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۷: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۹): زائد۔
- ۲۴۵۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۱۰: مراد خیالی (صفحہ ۲۵): دلی میں بھی تھی۔
- ۲۴۶۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۱۵: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): اس میں آ جا کر بیٹھ برستا ہے۔
- ۲۴۷۔ صفحہ ۱۳۰، طر آخری: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱۲): ایک ہو سے پ۔
- ۲۴۸۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۰): اس جان ناز تو اس کی۔
- ۲۴۹۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۷، ۷: قوسین میں "تعبیر" کی عبارت مراد خیالی (صفحہ ۲۵) میں نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۵۰۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۱۰: بہارستان ناز (صفحہ ۱۲۱): اس سے گانہ فیصل۔

- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : گاہل کا دورے کا فیصلہ دل کا۔
- ۲۵۱۔ صفحہ ۱۳۱، طرہ ۱۲ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۴) : ہمیں ماس نہیں ہے۔
- ۲۵۲۔ صفحہ ۱۳۱، طرہ ۳ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۲۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : مجھ کو ترا۔
- ۲۵۳۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۲ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : زینا ہے۔
- ۲۵۴۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۳ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۲۳) : بھائی کرتا ہے۔
- ۲۵۵۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۲ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۲۳) : یاں سے جاتا تھا۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۵) : بھاتا تھا۔
- ۲۵۶۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۲۳) : یہ کس کے — مرے شمعے نے۔
- ۲۵۷۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۷) : تذکرۃ الخواتین صاحبِ موصوف سے۔
- ۲۵۸۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱۲ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۸) : حکیم کا صاحبِ کارِ مورو۔
- ۲۵۹۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۲ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۸) : سے یہ پتا لگا گیا ہے۔
- ۲۶۰۔ صفحہ ۱۳۵، طرہ ۵۲ : ”اگر تاہاں“ کا ”کئی تھی“ کی مہارت مرادِ خیالی (صفحہ ۲۹) میں نہیں۔
بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۶۱۔ صفحہ ۱۳۵، طرہ ۱۳ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۹) : جس کے یہ دشمن۔
- ۲۶۲۔ صفحہ ۱۳۶، طرہ ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۹) : دادا — دادا۔
- ۲۶۳۔ صفحہ ۱۳۶، طرہ آخری : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۲۳) : لذت دینا رکھتا ہے۔
- ۲۶۴۔ صفحہ ۱۳۶، طرہ ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۹) : تارے کن کن کے ہے عالم نے۔
- ۲۶۵۔ صفحہ ۱۳۷، طرہ ۱ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۸۶) : قاز الدین۔
- ۲۶۶۔ صفحہ ۱۳۸، طرہ ۲ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۳۳) : تاز تھو کہ۔
- ۲۶۷۔ صفحہ ۱۳۸، طرہ ۵ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۶) : تاز تاز۔
- ۲۶۸۔ صفحہ ۱۳۸، طرہ ۹ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۳۳) : حوروں کے ترے۔
- ۲۶۹۔ صفحہ ۱۳۸، طرہ ۱۸ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۵۷) : کچھ گر بھاگتے — شہزادی ہو جو۔
- ۲۷۰۔ صفحہ ۱۳۹، طرہ ۳ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۳۷) : پائے دو چاند ہوا۔
- ۲۷۱۔ صفحہ ۱۳۹، طرہ ۲ : بہارستانِ دلو (صفحہ ۱۳۷) : دل میرا کیا صاف چا تیری — اس بات کی۔
- ۲۷۲۔ صفحہ ۱۳۹، طرہ ۱۹ : ”سحریر“ سے آفرنگ کی مہارت مرادِ خیالی (صفحہ ۳۲) میں نہیں ہے۔

یہ بعد کا اضافہ ہے۔

- ۲۷۳۔ صفحہ ۱۳۱، طرہ ۴: بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۹): تیرا کیا — بہار حیدر سے پورا
تار نے یہ شعر "علاقانِ مغلانِ فطن" کے وزن پر درج کیا ہے، جب کہ راج میر غنی نے اس کا
وزن "علاقانِ فطنانِ فطن" لیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں دونوں کے اشتباہات دیکھتے
ہوئے راج میر غنی کا اعدادی گنگا یا قابلِ ترجیح لگتا ہے۔
- ۲۷۴۔ صفحہ ۱۳۱، طرہ ۱۳: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۳): چھوڑ کسی انگریز۔
- ۲۷۵۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۰): دانے کے نہیں ہم۔
- ۲۷۶۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۷: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۵): مجھے اس میں کام ہے۔
- ۲۷۷۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۹: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۰): تذکرۃ الخواتین (ص ۶۲): میں تھوکر۔
- ۲۷۸۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۲): تم اٹھ کے۔
- ۲۷۹۔ صفحہ ۱۳۲، طرہ ۱۶: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۲): حائے صدائوس۔
- ۲۸۰۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۳): تاتھوکر۔
- ۲۸۱۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۱۰: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۵): انکلام الدولہ خاں صاحب۔
- ۲۸۲۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۱۲: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): "مشہور ہیں" کے بعد کی مہارت موجود نہیں۔
- ۲۸۳۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۱۶: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): دلِ رافخار۔
- ۲۸۴۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۱۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۱): ہم جو بیکتے پادری — پادری بیکتے پادری۔
- ۲۸۵۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۵): اُستِ آباد کرو۔
- ۲۸۶۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۲۳: یہ شعر مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۸۷۔ صفحہ ۱۳۳، طرہ ۶: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): میران نام۔
- ۲۸۸۔ صفحہ ۱۳۵، طرہ ۷: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۳): فرشتے کی — جس وقت میں۔
- ۲۸۹۔ صفحہ ۱۳۵، طرہ ۹: بہارستان نثر (صفحہ ۱۳۳): دیوانہ مارے ہو۔
- ۲۹۰۔ صفحہ ۱۳۵، طرہ ۱۳: "صحیحہ" کی یہ مہارت مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۷) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۹۱۔ صفحہ ۱۳۶، طرہ ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۶): اے پیار خدایا۔
- ۲۹۲۔ صفحہ ۱۳۶، طرہ ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۶): آئی
- ۲۹۳۔ صفحہ ۱۳۷، طرہ ۳: تذکرۃ النسایے نادری (صفحہ ۶۳): بند کو دھاک کی ہے۔

- ۲۹۳۔ صفحہ ۱۳۸ طرہ: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): علامہ دہر۔
- ۲۹۵۔ صفحہ ۱۳۸ طرہ ۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۹): انگریز یا اس کا۔
- ۲۹۶۔ صفحہ ۱۳۸ طرہ ۳۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۹): ڈنگے۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): ایک ہیں ہرگز ڈنگے۔
- ۲۹۷۔ صفحہ ۱۳۹ طرہ ۱: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): آئی۔
- ۲۹۸۔ صفحہ ۱۳۹ طرہ ۵ صفحہ ۱۵ طرہ ۱۸: "امیر اللہ علیہ السلام" نامیہ شہید کے خلیفہ کی مہارت مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۰) میں موجود نہیں۔
- ۲۹۹۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۰): ادب دریاضی و ہندسہ و نجوم۔
- ۳۰۰۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۱۶: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۰): "گولیا کہا"۔ چھپائی خراب ہے، الفاظ واضح نہیں۔
- ۳۰۱۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۰): راقم آثم۔
- ۳۰۲۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۱: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): یہ محمدی۔
- ۳۰۳۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۳۰: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): ہم سے کسی روٹھے۔
- ۳۰۴۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۷: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): اور بیچئے۔
- ۳۰۵۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۱۵: "نہار مطہر"۔ "مقدور کیا" کی مہارت مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۲) میں نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۳۰۶۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ آخری: تذکرۃ النساۃ نادری (صفحہ ۱۰۰): "مجامع نہایت" صریح کتابت کی قطعی ہے۔
- ۳۰۷۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۱: تذکرۃ النساۃ نادری (صفحہ ۱۰۰): خطہ کتابت۔
- ۳۰۸۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۳۲: "تہذیب" کی یہ مہارت مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۳) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۳۰۹۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۶۰: یہ شعر: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام میں بھی درج ہے۔ نیز "انھائے" کی جگہ "انھائے" درج ہے۔
- ۳۱۰۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۷: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): ناں ہے۔
- ۳۱۱۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۸: بہارستان نو (صفحہ ۱۵۲): دان عدم و دوم و حان نہ ہوگا۔
- ۳۱۲۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۹: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): "مجھ لے دل میں پی اپنے بلبل"۔
- یہی شعر اس تذکرے میں سلطان کے کلام میں بھی درج کیا گیا ہے۔
- ۳۱۳۔ صفحہ ۱۵۱ طرہ ۱۱: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۷): ہم نے شیخ صاحب۔

- ۳۱۳۔ صفحہ ۱۵۵، طر ۱۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷۹): یہ کیا ہے سردار تھو کہ۔
- ۳۱۵۔ صفحہ ۱۵۵، طر ۱۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷۹): پنا سے دل۔
- ۳۱۶۔ صفحہ ۱۵۵، طر ۱۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۴): مجھ کو پارے۔
- ۳۱۷۔ صفحہ ۱۵۵، طر ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): نا سے دل۔
- ۳۱۸۔ صفحہ ۱۵۵، طر ۲۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۳): دل میرا۔
- ۳۱۹۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۲): ”ذنگی آکھ“۔
- یہی شعر تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام میں بھی شامل ہے۔
- ۳۲۰۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۲: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۲): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): مرے پاس سے۔
- ۳۲۱۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۳): ”میں کیا کروں تم سے“۔ کتابت کی لکھی ہے۔
- ۳۲۲۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): اپ نہایت بہاری ہے۔
- ۳۲۳۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۱۶، ۱۷: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۳): میں مصرع سے قبل ”مصرعہ“ اور بعد میں ”غزل“ لکھا ہے۔ دونوں جلی قلم سے کتابت کیے گئے ہیں۔
- ۳۲۴۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۱۷: یہ شعر تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام کا بھی حصہ ہے۔
- ۳۲۵۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۱۹: ایضاً۔ نیز تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۲): کڑھا کڑھوں۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱): کڑھا کر دے۔
- ۳۲۶۔ صفحہ ۱۵۶، طر ۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۵): فاتحہ دہائی۔
- ۳۲۷۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۸: مرآۃ خیالی (صفحہ ۳۵): بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۱)۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱): جان پآئی۔
- ۳۲۸۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۴): سرائے دل۔
- ۳۲۹۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۴): سلطانِ غزل۔
- ۳۳۰۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۶۱): بیکگراں۔
- ۳۳۱۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۸): ناچار ہیں۔
- ۳۳۲۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۸): رہنے کے لئے۔ بچے قائل نے۔
- ۳۳۳۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۸: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۵): دے گا دیر۔ بچہ ساگر۔
- ۳۳۴۔ صفحہ ۱۵۷، طر ۱۹: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۶): اوصاف ہیں کب سے دل۔

- ۳۳۵۔ صفحہ ۱۵۹، طرہ آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۱) : تھوڑا سا کیا کیجئے۔
- ۳۳۶۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۰) : مردود زدہ ہو گئے۔
- ۳۳۷۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۵ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۱) : اظہار ہوا ہے۔
- مراتب خیالی (صفحہ ۳۸) میں یہ شعر نہیں۔
- ۳۳۸۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۲ : بہارستانِ نثر (صفحہ ۱۵۷) : عکس گل تر ہزار بل کما میں ہے۔
- ۳۳۹۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۵ : بہارستانِ نثر (صفحہ ۱۵۶) : ہر لمحے شوق سے پہتا نیک درہ زنجیری دو۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : مرے پاؤں میں۔
- ۳۴۰۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۶ : بہارستانِ نثر (صفحہ ۱۵۶) : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) :
- دونوں ذائقوں پاؤں اپاؤں میں۔
- ۳۴۱۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۸ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : جید کی سوزش۔
- ۳۴۲۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۹ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : یا بہانہ سے۔
- تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۳) : سو گئیں ہیں تدریری دو۔
- ۳۴۳۔ صفحہ ۱۶۰، طرہ ۱۵ : مراتب خیالی (صفحہ ۳۹) : ہم لڑا ہیں۔ از خاندانِ قباد الملک کے معنی یہ بات
- نکار ہو گئیں کرتے۔
- ۳۴۴۔ صفحہ ۱۶۲، طرہ ۷ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۸) : تکیہ کو بہار۔
- ۳۴۵۔ صفحہ ۱۶۲، طرہ ۸ : ”شمع“ کی یہ عبارت مراتب خیالی (صفحہ ۵۰) میں نہیں ہے۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۳۴۶۔ صفحہ ۱۶۲، طرہ ۱۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : آہوا اک اور۔
- ۳۴۷۔ صفحہ ۱۶۲، طرہ ۲۰ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : یا آہی۔
- ۳۴۸۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : مقابل ہوتے لب کے اگر مصری۔
- ترے ہونٹوں کی ہم چٹھی۔
- ۳۴۹۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۳ : بہارستانِ نثر (صفحہ ۱۵۵) : ترے رخ کی چلی۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۰) : ماتِ حسرت سے۔
- ۳۵۰۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۷ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۰) : کیا فائدہ ہو مہر ج۔
- ۳۵۱۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۸ : بہارستانِ نثر (صفحہ ۱۵۵) : آگاہ کسی سے۔
- مراتب خیالی (صفحہ ۵) : نے نام نہاد بیوقوف ام۔

- ۳۵۲۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۲۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۵): بھوت کچتا ہے۔ بھوکو ہا اور۔
- ۳۵۳۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۳۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹): دل میرا لے کے۔
- ۳۵۴۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۴۶: مرادِ خیالی (صفحہ ۵)، تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹):
غیر دیکھے حیرتِ عجب تو نہیں راتی چشم۔
- ۳۵۵۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹): تر ہا سکتا ہے۔
- ۳۵۶۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۵: مرادِ خیالی (صفحہ ۵): میر محمدی شیر۔
- ۳۵۷۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۹): بہتر یہ ہے کہ کوئی نہ۔
- ۳۵۸۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۰: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱): جا سدا۔ آ سدا۔
- ۳۵۹۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۱: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱): "آ سدا" اس تذکرے میں اس غزل کے کافے "پنہائے"، "جائے"، "گائے" (بدانِ لغز) درج ہیں۔
- ۳۶۰۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): سینے سے پیچک دی۔ بھوکو پنہائے دل۔
- ۳۶۱۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۱۳: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱): تو ذرا دیکھ بھال کر۔
- ۳۶۲۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): بھوکو ہلا کر دیکھا۔
- ۳۶۳۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰): شرور دیکھا۔
- ۳۶۴۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰): مثل آئینہ آئے۔
- ۳۶۵۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱): زلفِ آبرو کی سانپ دیکھو کی۔
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): سانپ دیکھو۔
- ۳۶۶۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۱۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۶۰): خدا جانے بدل میں کیا بدگلی۔
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): کھاتے نہیں ہیں۔
- ۳۶۷۔ صفحہ ۱۶۵، طرہ ۲۳: مرادِ خیالی (صفحہ ۵۳): ایک دفتر بھروسے۔
- ۳۶۸۔ صفحہ ۱۶۳، طرہ ۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۶۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰): صراحتی وئے۔
- ۳۶۹۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۸: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۲): راج کوگی تری زلف نے۔
بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۶۳): کافر کیا بھوکو نے کھو یا تری۔
- ۳۷۰۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۶۵): فصل گل آئی ہے۔

- ۳۷۱۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۱۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۵)، تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۰۵): پاؤں آہستہ سے۔
- ۳۷۲۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۱۶: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۱): تری صورت پہ۔ تری آفت میں۔
- ۳۷۳۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۱۷: تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۰۵): خاتہ جسم سے!
- ۳۷۴۔ بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۵): خاتہ جسم سے ... سو حارے مری روح گھر جاتی ہیں، جھوڑی۔
- ۳۷۵۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۱۸: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۲): وعدہ ہی پہ۔
- ۳۷۶۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۱۹: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۲): میرے ارمان۔
- ۳۷۷۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۰: مرآت خیالی (صفحہ ۵۳): چہرہ سے طغوان ہو چلو۔
- ۳۷۸۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۱: مرآت خیالی (صفحہ ۵۳): شہوی قول نہیں اس کی۔
- ۳۷۹۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۲: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶)، تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۰۹): سماں پہ۔
- ۳۸۰۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶)، تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۱۸): نگار سے سب۔
- ۳۸۱۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۴: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶): ترک۔ تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۰۹): آئے گردن کو۔
- ۳۸۲۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶): دکھاؤ۔ تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۰۹): تو مرے۔
- ۳۸۳۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۶: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): ہادشاہ نام۔
- ۳۸۴۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۷: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۸)، تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۳۲): بادشاہ۔
- ۳۸۵۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۸): اٹھائیں ہاتھ۔
- ۳۸۶۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۲۹: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): یہی ایک شعر اس کا۔
- ۳۸۷۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۰: یہ شعر مرآت خیالی (صفحہ ۵۵) میں موجود نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۳۸۸۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۱: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۸): سر گئے بحر پہ۔
- ۳۸۹۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۲: بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): کارا تم سے تمہارا نام سے۔
- ۳۹۰۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۳: تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۱۳): بھوکھا کھا۔
- ۳۹۱۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۴: تذکرۃ العوائین (صفحہ ۱۱۳): بچنے کا۔
- ۳۹۲۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): سے کہے گا ہے۔
- ۳۹۳۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۶: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۳۳): سوتے ہیں شب۔
- ۳۹۴۔ صفحہ ۱۲۶، طرہ ۳۷: بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): شمشاد و سرو سا پہ۔

	۱۲۹۲	۱۲۹۳
۳۹۳۔	صفحہ ۷۱، سطر ۶: مرآت خیالی (ص ۵۷): سرود غیبی یعنی خیالیان تلویح۔	
۳۹۵۔	صفحہ ۷۱، سطر ۴: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳): عالمِ دہترے ہوں گے طبیبِ ماسی دن!	
	تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۱): ختم کوئی بھی ایجاد۔	
۳۹۶۔	صفحہ ۷۱، سطر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۱): کمرہ کمال کا۔	
۳۹۷۔	صفحہ ۷۱، سطر ۱۱: (حب کہ باغ) یہ شعر مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) میں نہیں ہے۔ بعد کا اضافہ لگتا ہے۔	
۳۹۸۔	صفحہ ۷۱، سطر ۱۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۲): گری عشق۔	
۳۹۹۔	صفحہ ۷۱، سطر آخری: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۰): مذکورہ مشہور ہے۔	
۴۰۰۔	صفحہ ۷۱، سطر ۱۵: مرآت خیالی (صفحہ ۷۷): اور یہ بھی حقیقت ہو گیا۔	
۴۰۱۔	صفحہ ۷۱، سطر ۷: بہارستانِ نو (صفحہ ۷۸): شے کا: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۳): برگ گل۔	
۴۰۲۔	صفحہ ۷۱، سطر ۵: بہارستانِ نو (صفحہ ۷۹): مجھ کو دلہ زار۔	
۴۰۳۔	صفحہ ۷۱، سطر ۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۵): پر دانہ ہو۔	
۴۰۴۔	صفحہ ۷۱، سطر ۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۵): گر مبارک میں یک۔	
۴۰۵۔	صفحہ ۷۱، سطر آخری: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳): ہم نے پائی ہے۔	
۴۰۶۔	صفحہ ۷۱، سطر ۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۱): ہومیر سے لگتی۔	
۴۰۷۔	صفحہ ۷۱، سطر ۷: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۹)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۷): زلفِ دما سے۔	
۴۰۸۔	صفحہ ۷۱، سطر ۸: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۹) پھوڑوں کا: مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) کہو ہے:	
	بہارستانِ نو (صفحہ ۱۸۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۷): کیا تھو کہ۔	
۴۰۹۔	صفحہ ۷۱، سطر ۱۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۸): ایک ہی زبان۔	
۴۱۰۔	صفحہ ۷۱، سطر ۳۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۹): کیجئے۔	
۴۱۱۔	صفحہ ۷۱، سطر ۵: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۹): پاؤں مری۔	
۴۱۲۔	صفحہ ۷۱، سطر ۱۰: "سمیہ" کی یہ عبارت مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) میں نہیں ہے۔	
۴۱۳۔	صفحہ ۷۱، سطر ۲۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۰): گریاں پھوڑے۔	
۴۱۴۔	صفحہ ۷۱، سطر آخری: بہارستانِ نو (صفحہ ۱۸۵): نت کیا ہے۔	

- ۳۱۵۔ صفحہ ۷۷، سطر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۱): ستارہ چاک بھرے۔
- ۳۱۶۔ صفحہ ۷۷، سطر ۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۱): مری آؤ کی کارفرمایاں ہیں پتلا مکان۔
- ۳۱۷۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۰: تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۳): موئی ہوں۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۳): شرابِ نزار کے وقت انھوں کی حشر میں ساتی۔
- ۳۱۸۔ صفحہ ۷۷، سطر ۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۹۰): کہ بس ہاتھ کو۔
- ۳۱۹۔ صفحہ ۷۷، سطر ۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۹۰): جاتی بھی ہو۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۸): کہا کرتے ہو۔
- ۳۲۰۔ صفحہ ۷۷، سطر ۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۹۰): بند کھولگی۔
- ۳۲۱۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۶): حیرا بادشاہ۔ ہو کر تیز فیر کی۔
- ۳۲۲۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۷): میں یہ ”کچھ تحقیق“ نہیں ہے۔
- ۳۲۳۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۲: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۷): جہاں اوقات تری۔
- ۳۲۴۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۷): تذکرۃ جمیع سخن (صفحہ ۳۵): موئی دھراں۔
- ۳۲۵۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۷): برقرار آدمِ عالم۔
- ۳۲۶۔ صفحہ ۷۷، سطر ۲۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۷): قوی بائی ہے۔
- ۳۲۷۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۸): بی شہزادہ جگرستانِ عیدِ قو۔
- ۳۲۸۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۰): پشیمیں لقی۔
- ۳۲۹۔ صفحہ ۷۸، سطر ۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۸): دریں خاکِ عرب۔
- ۳۳۰۔ صفحہ ۷۸، سطر ۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۸): ہونے تابِ حیات۔
- ۳۳۱۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۸): لہانمِ دقائی۔
- ۳۳۲۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۲: تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۶): سرفرازِ انظر۔
- ۳۳۳۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۵: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۹): ہونم شانی۔ حازمِ درگ یہ کئی۔
- ۳۳۴۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۷: تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۶): دریاں جلی:
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۸۹): بچے دریاں جلی۔
- ۳۳۵۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۴): کیجئے۔ دیکھئے۔
- ۳۳۶۔ صفحہ ۷۸، سطر ۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۹۱): میں آپ لے لوں گی۔

- ۳۳۷۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۹۱): تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۲): بنایا بھٹو کہ:
تذکرۃ شمعِ سخن (ص ۱۹): کیا نہ کوں سا۔
- ۳۳۸۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۹۱): کسی کے یار نہیں۔
- ۳۳۹۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۱، ۱۰: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۲): کہئے یہ باجرا۔ غیر اچھا ہی ہوگا۔
- ۳۴۰۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۳: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵): بج سے مارا:
مراۓ خیالی (صفحہ ۷۷): ستم۔
- ۳۴۱۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۳: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۲): شرم کھا کر شکرار۔
- ۳۴۲۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۹۲): مری تاخیر۔
- ۳۴۳۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۶: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۵): بمختصمیں راہ میں دو کوئی۔ زانا اندہا۔
- ۳۴۴۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۱۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۹۷): ترا دوشہ دیکھیں گے۔
- ۳۴۵۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۶: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۲۸): مرجان کی تاج میں۔
- ۳۴۶۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۱۵: مراۓ خیالی (صفحہ ۷۸): جی وہاں نقشب الدین صاحب۔
- ۳۴۷۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۲: مراۓ خیالی (صفحہ ۷۹): ہوا ہوا۔
- ۳۴۸۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۴: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۵): تیرے کچ کے سوا۔
- ۳۴۹۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۱۰: بہارستان نثر (صفحہ ۲۰۶): ابھی آگہ گی ہے۔
- ۳۵۰۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۱۵: مراۓ خیالی (صفحہ ۷۹): صرف یہی ایک شعلہ چنایہ مبارک بنایا۔
- ۳۵۱۔ صفحہ ۱۸۳، سطر آخری ۱۸۵، ۱۸۴: ”حسیب“ کی مہارت اور شعرِ مراۓ خیالی (صفحہ ۷۷) میں نہیں۔
- ۳۵۲۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۶: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۸): آئنی کیوں۔
- ۳۵۳۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۳: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۸): بیکو نہیں روشت۔
- ۳۵۴۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۶: مراۓ خیالی (صفحہ ۸۰)، تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۰):
زندگی گزرتی ہے۔ قلب میں پیارے۔
- ۳۵۵۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۷: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۸): ہاتھوں سے گل بھی ہم ہوں۔
- ۳۵۶۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۸: مراۓ خیالی (صفحہ ۸۰): موت زندگی محبوب۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۸): سے ہے موت زندگی۔ ہے مری دست کردار۔
- ۳۵۷۔ صفحہ ۱۸۶، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۰۷): ثواب ہوا: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵)،

- تذکرۃ الخواتین (ص ۱۳۹) : لڑھکی ہے۔ ثواب ہوا۔
- ۳۵۸۔ صفحہ ۱۸۶ طرے : سراپ خیالی (صفحہ ۸۰) : نصال ہے۔ مرہوہ سے بڑھ کر مشہور یہ صاحب جمال ہے۔ گو نگہو کہہ کر پکاری جاتی ہے مگر قرنِ جاں اس کا نام ہے۔
- ۳۵۹۔ صفحہ ۱۸۶ طرے : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۲) : یہ وہ خاوند نہیں ہے۔
- ۳۶۰۔ صفحہ ۱۸۸ طرے : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۳۳) : ”آئندہ آگئی“۔ یہ سرخا کتابت کی نظر ہے۔
- ۳۶۱۔ صفحہ ۱۸۸ طرے : سراپ خیالی (صفحہ ۸۳) : سوائے جانوں و زردہ کے۔
- ۳۶۲۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۲۲)۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۲) :
پاؤں گئے کوترے کیا یہ چٹا تھا۔
- ۳۶۳۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۲۲) بچ سے برام۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۲) : بچ سے برام۔
- ۳۶۴۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۰۸) : درارے ہاتھ۔
- ۳۶۵۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۰۸)۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۵) :
حال دل کا جو کچھ کروں اٹھیا۔
- ۳۶۶۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴) : ہے حیا کچھ کی دینِ دنیا کی۔
- ۳۶۷۔ صفحہ ۱۸۹ طرے : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴) : سوزِ غم سے تو نہ طمن ہوں ملائی۔
- ۳۶۸۔ صفحہ ۱۹۰ طرے : سراپ خیالی (صفحہ ۸۴) : جڑا گڑا۔
- ۳۶۹۔ صفحہ ۱۹۰ طرے : آسی الدنی (تذکرۃ الخواتین صفحہ ۱۵۶) نے یہ شعر منورِ تحفہ منورِ جان۔
سکے کر مال کے نام سے لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خاص نقل کرنے میں کویا ہے۔
- ۳۷۰۔ صفحہ ۱۹۱ طرے : (تذکرۃ الخواتین صفحہ ۱۵۶) : ہم کو پسند ہے۔
- ۳۷۱۔ صفحہ ۱۹۱ طرے : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۶) : نگہ نام ہے۔
- ۳۷۲۔ صفحہ ۱۹۲ طرے : تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۳)۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۲۲) : پاؤں کے۔
- ۳۷۳۔ صفحہ ۱۹۲ طرے : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲) : یہ بین آن کی عادت ہے۔
- ۳۷۴۔ صفحہ ۱۹۲ طرے : ۶۰۵ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲) : باز آگئے جہا کر کے۔ انتہا کر کے۔
- ۳۷۵۔ صفحہ ۱۹۲ طرے : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲) : بڑا بھوک ہوا۔
- ۳۷۶۔ صفحہ ۱۹۲ طرے : تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۶)۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۷) : داسِ رسائی کا۔

- ۳۷۷۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ ۱: تذکرۃ شعیب سخن (صفحہ ۳۶)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۸): ہے اگر شوق۔
- ۳۷۸۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ ۱۹: تذکرۃ شعیب سخن (صفحہ ۳۶)، بج سے دوہا۔
- ۳۷۹۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ آخری تا صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۵: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۱) اور تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۵) میں ردیف "بھگو" ہے۔
- ۳۸۰۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱: سوانح خیالی (صفحہ ۸)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲): ہو گات حاصل۔
- ۳۸۱۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲): آج رجب ہوا سحرِ آج کا۔
- ۳۸۲۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۵: تذکرۃ شعیب سخن (صفحہ ۳۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۳): درازمرد تو۔
- ۳۸۳۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۵: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۰): نازِ احباب کی خاطر سے نکلی۔
- ۳۸۴۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۳): ساتی سے گرگب۔
- ۳۸۵۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ آخری: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۱۸): وصفِ مطرود بھی کان:
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۳): ہے تالہ و زاری کا مری۔
- ۳۸۶۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۸): جان سے اے۔
- ۳۸۷۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۱۹): بت پآ کے دل۔
- ۳۸۸۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۰): دل بگرم تو دونوں کو پیٹھے۔
- ۳۸۹۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۰): ہو گئے دو جہاں۔ خفا پہ جو بیٹھے۔
- ۳۹۰۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۰): میرے انتظار کو۔
- ۳۹۱۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۷): ہے نظریار بار۔
- ۳۹۲۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۵: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۱)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۷): میں دوہنار۔
- ۳۹۳۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۱): سے برائی تو کہہ دو۔ جو انکی ہی تباہ ہے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۷): کہیے جو رقیبوں سے برائی۔
- ۳۹۴۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۲۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۱): یہاں ہے غمِ دل سے سر قدم تک۔ بتایا تھا۔
- ۳۹۵۔ صفحہ ۱۹۷، طرہ ۱: تذکرۃ شعیب سخن (صفحہ ۲۵): کیوں کر شمس اہلِ وفا یاں کون ہے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶): کہے تاز سے ہم کو جفا کا ہے شوق۔
- ۳۹۶۔ صفحہ ۱۹۷، طرہ ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۷): نزاکت ہوں ہر۔
- ۳۹۷۔ صفحہ ۱۹۷، طرہ ۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۲۲): تو ریزِ خالم:

تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۸): تذکرۃ عالم۔

- ۳۹۸۔ صفحہ ۱۹، طرز ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۸): چھٹا ای تھا قاصد۔
- ۳۹۹۔ صفحہ ۱۹، طرز ۱۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۹): جسے دیکھئے سنگدل بے وفا ہے۔
- ۵۰۰۔ صفحہ ۱۹، طرز ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۹): ضعیف نے حال اپنا۔ نہیں اسد ہے ہم۔
- ۵۰۱۔ صفحہ ۱۹، طرز ۱۶: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۲): دل لگا کر۔
- ۵۰۲۔ صفحہ ۱۹، طرز ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۱): میں یہ شعر ”تکیرن“ نام کے تحت لکھا ہے:
تو جو ۔ یہاں رہتا ہے۔ مجھ پہ تہاں میں۔
- ۵۰۳۔ صفحہ ۱۹، طرز ۴: تذکرۃ شمعیں سخن (صفحہ ۲۶): تری زلف نے۔
- ۵۰۴۔ صفحہ ۱۹، طرز ۱۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۳): تو یہ استخوان میں پڑیاں نہ مرے نگار ہوتا
تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۵): تو یہ استخوان میں ہرگز نہ مرے نگار ہوتا۔
- ۵۰۵۔ صفحہ ۲۰، طرز ۲: مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۳): جگمگ نے گاٹی۔
- ۵۰۶۔ صفحہ ۲۰، طرز ۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۸): میں یہ شعر ”ہرق“ تخلص کی شاعرہ کا تارا گیا ہے:
اُستے رہے جس بھی چڑھ جائے ہے
- ۵۰۷۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۳) میں ”۱۲۹۳ھ“ درج نہیں۔
- ۵۰۸۔ صفحہ ۲۰، طرز آخری: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۹): یاں سے چلے گی۔
- ۵۰۹۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۹): یہاں لکھے گی۔
- ۵۱۰۔ صفحہ ۲۰، طرز ۵: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۹): گل کی ہوئے۔
- ۵۱۱۔ صفحہ ۲۰، طرز ۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۸): آچھے خبر۔
- ۵۱۲۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۳): حتیٰ کہ سب زہد و پارسائی کے طاع کرنے۔
- ۵۱۳۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۹): جب وہ منظور نظر۔
- ۵۱۴۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۸: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۳): پر میرے دل سے:
بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۸): پر میرے دل سے یاد نہ گیا۔
- تذکرۃ شمعیں سخن (صفحہ ۳۹): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۹): پر میری داہ جان۔
- ۵۱۵۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۷: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۵): دسمبر کے پردہ۔
- ۵۱۶۔ صفحہ ۲۰، طرز ۱۹: مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۶): میں انعام نہ کرو کے بعد مٹا جاتا ہوں صنف پہنی

فارسی شغری درج ہے جو میں اشعار کی ہے۔ صفحہ ۹۵ کے حاشے پر اٹھاسی سونے اور ”اشہار“ بھی ہے۔ اسی طرح صفحہ ۹۶ کے حاشے اور حوض کے حاشے کے درمیان نادری کا منتخب اردو کلام بھی درج ہے۔ حوض کے آخر میں ”نظرہ تاریخی مضمین پر تعداد اشعار“ ہے۔ یہ تقریریں کتاب بذاتیں ملحوظات کے تحت شامل ہیں۔

- ۵۱۷۔ صفحہ ۲۰۶، خط ۹: مکتبہ تنجہ نسخ، داکٹر ۱۸۸۲ء (صفحہ ۴۱): دلدرا کا حوالہ۔
- ۵۱۸۔ صفحہ ۲۰۷، خط ۱۳: بہارستانِ نظر (صفحہ ۱۱۵): غیر سے کرتی ہو۔
- ۵۱۹۔ صفحہ ۲۰۷، خط ۱۸: تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۶): سن کے میرا قصہ، دہم۔
- ۵۲۰۔ صفحہ ۲۰۸، خط ۱: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۶۶): باغ کو سمجھا ہے۔
- ۵۲۱۔ صفحہ ۲۱۰، خط ۵: مکتبہ تنجہ نسخ، جون ۱۸۸۲ء (صفحہ ۵۱): ”شاہا حراج“۔ اس نزل کا قافیہ امیرانہ، دیوانہ، وغیرہ ہے، لہذا ذرا یہاں بھی قافیے کی رعایت سے ”شاہانہ“ ہونا چاہیے۔ اسے کتابت کی غلطی تسلیم کرنا چاہیے۔
- ۵۲۲۔ صفحہ ۲۱۵، خط ۲: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۷۱): گزر باد بہار۔
- ۵۲۳۔ صفحہ ۲۱۷، خط ۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۰): کسی سال کم۔
- ۵۲۴۔ صفحہ ۲۱۸، خط ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۱): جوشِ فریاد آو۔
- ۵۲۵۔ صفحہ ۲۲۰، خط ۲۹: بہارستانِ نظر (صفحہ ۲۱۲)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۱): محشر میں مجھ کو۔
- ۵۲۶۔ صفحہ ۲۲۳، خط ۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۲): قلعاتِ تاریخ کہ کی صباؤں سے وقت اظہارِ مجلسی نظر نہ چھپ سکے، مجبور یہاں لکھے جاتے ہیں۔
- ۵۲۷۔ صفحہ ۲۲۳، خط ۱۸، ۱۷: مرآۃ خیالی (صفحہ ۲) میں مذکور عدد درج نہیں۔
- ۵۲۸۔ صفحہ ۲۲۶، خط ۱۷: مرآۃ خیالی (صفحہ ۲): جو گیارہ اس طرح جاری سے گھبرا گیا ہوا۔
- ۵۲۹۔ صفحہ ۲۲۶، خط ۲۲، ۲۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۲): سحرِ احلام۔
- ۵۳۰۔ صفحہ ۲۲۸، خط ۳: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۴۸): مظہرِ لایب بین۔
- ۵۳۱۔ صفحہ ۲۲۸، خط ۲۵، ۲۴: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶): قوم کا چھوٹا قمر۔
- ۵۳۲۔ صفحہ ۲۲۹، خط ۲: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶): اور اسی کے معصوم۔
- ۵۳۳۔ صفحہ ۲۲۹، خط ۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶): آئینِ وارثِ عالمین۔
- ۵۳۴۔ صفحہ ۲۳۰، خط ۱۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶): تاریخ میں شاعر نے ان۔

- ۵۵۱۔ صفحہ ۲۹۰، طرز ۳: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۳): ”مسلم و عثمانیہ“ پر صریح تکریت کی غلطی ہے۔
- ۵۵۲۔ صفحہ ۲۹۰، طرز ۹: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۲) میں ”ولی“ پر ”۳۶“، ”سولی“ پر ”۱۳۰“ اور دیگر ”ولی“ پر ”۳۰“ کا عدد کتابت ہوا ہے۔
- ۵۵۳۔ صفحہ ۲۹۰، طرز ۱۹: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۳) میں ”کام لیا ہے“ کے بعد کی عبارت نہیں۔
- ۵۵۴۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۴: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۱۲): شمار ایک ہے۔
- ۵۵۵۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۱۵: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۳) میں ”سیر مطلوبہ“ درج نہیں۔
- ۵۵۶۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۱۶: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۳) میں ”صنعت الحروف والاعراب“ تھا لیکن حاشیے میں ”صنعت الاسماء الحروف والاعراب“ لکھ کر اس کی جگہ کی گئی ہے۔
- ۵۵۷۔ صفحہ ۲۹۲، طرز ۱۷: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۳) میں ”لکھے ہوں گے“ کے بعد کا جملہ نہیں ہے۔
- ۵۵۸۔ صفحہ ۲۹۲، طرز ۲۰: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۵): حال تاریخ آمنا۔
- ۵۵۹۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۴: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۵) میں ”اشاکیر“ کے اوپر عدد ۱۰۰۰۰ درج ہے۔
- ۵۶۰۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۸: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۵) میں ”چند پیش“ کے اوپر ”۱۹۲۰“ درج ہے۔
- ۵۶۱۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۱۸: تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۱۳) میں ”سردہ پچل“ کے نیچے ۲۱۲ کا عدد درج ہے جو درست نہیں۔ ویسے بھی ۲۱۲ ملانے سے ۲۰۲۰ کا مجموعی عدد حاصل ہوتا ہے، جب کہ مطلوبہ عدد ۱۹۲۰ ہے جو ۱۱۴ سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۵۶۲۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۲۲ تا صفحہ ۲۹۴، طرز ۱: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۶، ۶۷) میں ”ہاں“ سے ”سردہ پچل“ تک کی عبارت موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۵۶۳۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۳: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۶): $۱۵۸۷ + ۲۰۰ = ۱۵۸۷$ ۔
- ۵۶۴۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۵: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۷): $۱۵۸۷ + ۲۰۰ = ۱۵۸۷$ ۔
- ۵۶۵۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۶: یہ عبارت تذکرۃ النسلے نادری (صفحہ ۱۲۵) کے حاشیے پر درج ہے۔
- مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۶) میں یہ عبارت موجود نہیں۔
- ۵۶۶۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۱۹ تا صفحہ ۲۹۷، طرز ۵: ”جام راج پر نہیں... قیمت مفاد کا مٹ“۔
- مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۷) میں یہ عبارت موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۵۶۷۔ صفحہ ۲۹۷، طرز ۱۷ تا ۱۸: مرآۃ خیالی (صفحہ ۶۸): ”صنعت میں ایک قطعہ... میں لکھا ہے۔ اور

اس کو... طرح پر پڑھا جاتا ہے مگر... طور پر پڑھا جاتا ہے۔

۵۶۸۔ صفحہ ۳۹۸، سطر ۸: موائے خیالی (صفحہ ۶۸): پہلے ازل حرف کو لوا اور بعد تیسرے کو ہا پر پانچویں کو
دغیرا۔ خواہ دوسرے چوتھے پہلے دغیرا کو۔ یا تیسرے پانچویں ساتویں دغیرا کو۔ اسی طرح
چاہو۔

۵۶۹۔ صفحہ ۳۹۸، سطر ۱۰: موائے خیالی (صفحہ ۶۹): نہ از کلف ہے اور اس۔

ضمیمہ (۳)

تشریحاتِ الفاظ، تراکیب، اصطلاحات

اگھٹا (آرود۔ تاج فعل): لفظ ”اگھٹا“ کا یہ قدیم املا ہے [رک: فرہنگِ آصفیہ: اقول، ص ۶۸]۔ اب اس کی جگہ ”اگھٹا“ استعمال ہوتا ہے [رک: فرہنگِ تلفظ، ص ۶۸، اے]، جو خود قدیم دور سے آرود میں مستعمل ہے۔ یہ پنجابی لفظ ”اگھٹ“ سے مشتق ہے۔ ”اگھٹ“ بھی آرود میں اہم کے طور پر اُضعی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں یہ پنجابی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی اس لفظ کا غالباً پراانا اور صحیح املا ہے۔

اکی آخرہ الحمرہ (عربی): آخر تک۔ عموماً اُن عبارت کے آخر میں لکھا جاتا ہے جنہیں باکمل چھوڑ دیا جائے۔ جس ناقص عبارت کے آخر میں یہ لکھا جائے، اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ عبارت آخر تک مراد لی جائے۔ کتابوں میں عموماً اس کا تحف ”الخ“ لکھا جاتا ہے۔

انشا کرنا (آرود محاورہ): ”انشا“ عربی لفظ ہے جس کے معنا ”عبارت لکھنا“ اور ”بات پیدا کرنا“ کے ہیں۔ قدیم دور میں یہ لفظ عموماً دوسرے معنوں میں ہی استعمال ہوتا رہا ہے، یعنی عبارت یا شعر میں کوئی بات پیدا کرنا۔ اسی سے آرود محاورہ ”انشا کرنا“ بنایا گیا ہے۔

یہاں بھی ”انشا“ قدیم روایت کے مطابق نئی بات پیدا کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سید احمد دہلوی کے مطابق اس لفظ (انشا) کے ”تغوی معنا“ کچھ بات دل سے پیدا کرنا“ کے ہیں [فرہنگِ آصفیہ: اقول، ص ۲۵۱]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں ”(ضعیفی) نے اپنے ضعیف خاندان کی شان میں یہ دو بیت انشا کی تھی“۔ تذکرۃ النسلے نادری، صفحہ ۲۶، سطر ۱۶) میں عین عین کی مطلب لیا گیا ہے۔

یہ لفظ ”انشا“ (فارسی۔ مونث) بہ معنا شعر خوانی، بھی ہو سکتا ہے [رک: فرہنگِ علیہ، صفحہ ۶۷]۔ یہاں دونوں لفظ معنا دے رہے ہیں، لیکن چوں کہ متن میں ”انشا کرنا“ لکھا ہے اور ”انشا کرنا“ آرود کا کوئی محاورہ نہیں ہے، اس لیے یہاں ”انشا کرنا“ ہی درست ہے۔

آسانی (عربی۔ مونث): نام، مقلس۔ آرود میں بغیر مد ”(آسانی)“ مستعمل ہے۔

۱۲ من علی اللہ منہ (عربی کلمہ): ”۱۲“ کا عدد قاعدۂ تخیل کے حساب سے لفظ ”عدہ“ سے حاصل ہوتا ہے

جو عبارت کے ختم ہونے کی نشانی ہے؛ ”ہئے“ (عربی۔ حلقِ فعل) : اس کا — غنی اللہ
عزّہ (عربی۔ کلمہ دُعا) : خدا اُسے معاف کرے۔ یہ کلمہ عموماً کسی عبارت کے اختتام پر لکھا
جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ تحریر مصنفہ حاشیہ کے قلم سے ہے۔
یہ اور اس طرح کے دیگر کلمات لغات سے غیر حاضر ہیں جس پر تعجب کا اظہار ہی کیا جاسکتا
ہے۔

باصناف (ہندی۔ جمع مؤنث) : باصن کی تانیث۔ ”باصن“ بھی مستعمل ہے۔ عرف عام میں برہمن کو
کہتے ہیں (ضمیمہ ہندی اُردو لغت، صفحہ ۵۸۹)۔ دشنو کے ایک نو تار کا نام بھی ”باصن“
تھا (ہندی اُردو لغت، صفحہ ۱۷۱)۔ ممکن ہے اسی تعلق سے اصطلاحات کے ہندوؤں کو
”باصن“ کہا جانے لگا ہو۔

باز بھوپ کلیان (سنسکرت۔ ترکیب) : باز : حاکمِ مالوہ کا نام + بھوپ : راجا، بادشاہ + کلیان : ایک
راگ یا راگنی کا نام جو رات کو گایا جاتا / گائی جاتی ہے — یعنی ایسا راگ جس میں اپنے
محبوب باز بہادر کے فراق میں روپ حتی فراقیہ گیت گاتی تھی۔ فخری بھوپالی کا کہنا ہے کہ یہ
راگ روپ متی ہی نے ایجاد کیا (دیکھیے حاشیہ مرتبہ ۳۰)۔ سید احمد دہلوی نے اسے راگنی
لکھا ہے (فرہنگِ آصفیہ، سوم، صفحہ ۵۴)، جب کہ فاربس (ڈاکٹری: ہینسٹنی،
انگریزی اور انگریزی، ہینسٹنی، صفحہ ۵۷۹) اور ٹائلس (اُردو، کلاسیکی ہندی
اور انگریزی ڈاکٹری، صفحہ ۸۳۵) نے اسے راگ لکھا ہے۔

بدوان (ہندی۔ صفت) : ”بدھوان“۔ اصل : بدھی دان، یعنی عقل مند، زیرک۔
بدیہ ابدیہ (عربی۔ مذکر) : سوچے بغیر ٹھیک بات کرنا، برجستہ اور برعکس۔ فارسی اور اُردو میں
دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ [راگ : فرہنگِ علامہ، صفحہ ۹۱]۔ سید احمد دہلوی نے اپنی
لغت میں صرف ”بدیہ“ درج کیا ہے (فرہنگِ آصفیہ، اَوّل، صفحہ ۳۷)، جب کہ شان الحق
حقی نے محض ”بدیہ“ اور اس کے حلقّات ہی درج کیے ہیں (فرہنگِ تلفظ، صفحہ ۱۵)۔
بیکہ (تاری سے مشتق) : ”بیکہ“، بہ معنای امیر، سردار، مفلوں کا ایک خطاب جو نام کے بعد لگایا

جاتا ہے [فرہنگ آصف: اڈل، صفحہ ۴۶]۔ معلوم ہوتا ہے کہ نادرنے اسی کی موت
یا ایک زادی کا نام ”جگہ“ اختراع کیا ہے، کیوں کہ کتب لغت میں یہ لفظ نہیں ملتا، بل کہ اس
کی جگہ ”جگما ایگہ“ ملتا ہے۔

بھوکے (اردو۔ اسم کیفیت، صفت): ”بھوکہ“ سے مشتق جو ”بھوک“ کی قدیم شکل ہے۔ آصف اور
دیگر میں اس قدیم شکل کا اندراج نہیں، البتہ ڈکشن فار بس اور پلٹس نے اسے اپنی اپنی لغت
میں درج کیا ہے [ڈکشنری: ہینسٹن، انگریزی اور انگریزی، ہینسٹن، صفحہ ۳۷۷]؛
اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی، ڈکشنری، صفحہ ۱۹۶]۔

پاترا (ہندی۔ مؤنث): کبھی، رٹھی، طوائف۔ راجیسور راڈ اصف نے ”پاٹڑ“، جب کہ سید احمد دہلوی
نے ”پاٹڑ“ لکھا ہے [ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۰۳؛ فرہنگ آصف: اڈل، صفحہ ۷۳]۔
معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ دہی ہے جو راجیسور راڈ اصف نے لکھا ہے اور سید احمد
دہلوی کے زمانے میں یہ لفظ دہلی میں اسی طرح بولا جاتا ہوگا جیسے انھوں نے لکھا ہے
(پاٹڑ)۔ ہندی الفاظ میں عموماً آخر میں الف بڑھائی جاتی ہے۔ یہ دوج نامی رسم خط کی
خاصیت ہے، اسی لیے ”پاٹڑ“ کو نادرنے ”پاترا“ لکھا ہے۔

پانو / پانو (اردو۔ مذکر): قدیم تلفظ، دہلوی شعراء مصنفین خصوصاً استعمال کرتے تھے۔ غالب کی
مثال اس سلسلے میں واضح ہے۔ رشید حسن نے شوق نیوی اور مولف نور اللغات کی تحریروں
اور غالب، آتش اور بحر کے شعروں سے سندیں درج کر کے لفظ ”پانو“ کے بارے میں تحقیق
کی ہے۔ انھوں نے اس لفظ کے املا پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قدیم
دور میں اس لفظ کو بروڑن فار استعمال کیا جاتا تھا (پانو: فار)، اگرچہ لکھنے میں ”پانو“ کے
علاوہ ”پانوں“ اور ”پاؤں“ کے املا بھی اختیار کیے گئے۔ یہیں سے اشباح پیدا ہوا، اس اسم
کا املا ”پاؤں“ رائج ہوتا گیا اور شعرا بھی ناگہی میں اسے بروڑن فعلین استعمال کرنے لگے
[دیکھیے: اردو املا، صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۳]۔

پڑملوک (ہندی۔ مرثب۔ مذکر): پڑم (اعلا) + لوک (جہان، دنیا)۔ املا جہاں، یعنی آخرت،

حاقبت، دوسری دنیا۔ ہندی اور اردو میں عموماً ”پرلوک“ مستعمل ہے۔

پنڈت (ہندی۔ نڈگر): دانا، عقل مند۔ عالم، فاضل، استاد، معلم۔ ہندو مذہب کا فقیر۔ ایک تعلیمی خطاب جو عموماً کشمیری ہندوؤں کا ہوتا ہے [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۵۳۵: ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۵]۔ سید احمد بلوی نے اس کا تلفظ ”پنڈت“ (پہنچ ڈال) لکھا ہے [ایضاً]۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم دہلی میں یہ لفظ اس تلفظ کے ساتھ بھی بولا جاتا تھا۔

پہ بارہ (اردو۔ نڈگر۔ اصطلاح): بچپنی، بچہ سر، بچہ کے کھیل کی ایک اصطلاح۔ گوٹ کو گھر سے نکال کر سڑک کے خانے میں لانے کے لیے مقرر کر لیے جاتے ہیں، چنانچہ پانے سے مقررہ عدد آنے کو ”پہ“ کہا جاتا ہے۔ پہ کے بعد ایک ہی بار میں اتنے نمبر آ جائیں کہ گوٹ تینوں گھر چل کر اپنے گھر واپس آ جائے تو اسے ”بارہ“ کہتے ہیں، لہذا ”پہ بارہ“ کا مطلب ہے ایک ہی باری، پانے سے وہ مقررہ عدد بھی آ جائیں کہ گوٹ باہر نکل آئے اور مزید اتنے نمبر آ جائیں کہ گوٹ پٹنے سے نکل کر واپس اپنے گھر پہنچ جائے [دیکھیے: فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۵۳: سوم، صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹: فرہنگ لفظ، صفحہ ۲۳۹: فرہنگ اصطلاحات پیشہ وران: ہشتم، صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲]۔ مجازاً: ہر کام شدھ ہوتا، ہر طرح سے جیت، اقبال مندی۔

پنے (فارسی۔ نڈگر): واسطے، لیے، برائے۔ یہ لفظ بغیر ہمزہ ہے لیکن غلط العام میں اسے مع ہمزہ (پنے) لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ ”پ“ پر زبر زور دے کر پڑھی جائے تو اس لفظ کا تلفظ ادا ہوتا ہے۔ اس صورت میں ایک جگہ ہی ہمزہ کی آواز کا شائبہ ہوتا ہے جو اصلی نہیں، بل کہ اشباع فقرہ ہے۔

پھایا (اردو۔ نڈگر): زخم پر دوائی یا مرہم لگا کر رکھی جانے والی زوئی کی خفیف سی مقدار یا زوئیں دار کپڑے کا تھکا سا ٹکڑا جس پر جئی یا عرصی جاتی ہے۔ اس کی دوسری صورت ”پھاپا“ آج کل عام مستعمل ہے۔ سید احمد بلوی نے ”پھاپا“ اور ”پھایا“ کو ہم معنا لکھا ہے [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۵۳۵]، جب کہ فارہس نے دونوں کا اندراج الگ الگ کر کے دونوں کے معنا

بھی علاحدہ علاحدہ تحریر کیے ہیں۔ ’پہایا (پہا)‘ کی ایک صورت ’پھویا (پھویا)‘ بھی ہے۔

[ڈکشنری: ہینٹسٹنی / انگریزی اور انگریزی / ہینٹسٹنی، صفحہ ۲۱۲]۔

پھیرے (آرڈو۔ مذکر): اس کے عام معنی پتھر، گھماو، پھیر، الجھاؤ، بچھی، مشکل کے ہیں، لیکن ایک معنی تفاوت اور فرق کے بھی ہیں [فرہنگ آصفیہ: اوّل، صفحہ ۵۶۰]۔ اس شعر میں یہ لفظ بھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

صحیح / صحیح (عربی۔ مؤنث۔ اصطلاح): ”آورد کا بیان ہے کہ ”اس طرح کی بندش کی صنعت صحیح یا بقول بعض صحیح کہتے ہیں“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۷، حاشیہ ۲، سطر ۱۲)۔ شعریا عبارت میں تاریخی واقعے، قصے، مشہور و معروف بات، فطری صداقتوں، طے شدہ حقائق، آسانی یا نہ بھی کتابوں کی عبارتوں، وغیرہ کا ذکر کرنا ”صنعت صحیح“ کہلاتا ہے، لیکن اس صنعت کے لیے ”صحیح“ کی اصطلاح کسی مستند لغت میں نہیں ملی۔ آورد نے واضح نہیں کیا کہ کون لوگ (”بعض“) اس صنعت / اصطلاح کو ”صحیح“ کے بجائے ”صحیح“ بولتے ہیں؟ عبد اللہ غوث علی نے اسی لفظ ”صحیح“ اپنی لغت میں درج کیا ہے لیکن اُس کے معنی ”سلونی چیز لانا، نکالنا، لیکن کرنا، کھانے میں تنگ ڈالنا“ لکھے ہیں [فرہنگ علویہ، صفحہ ۱۶]۔

ٹھیرایا (آرڈو۔ فعل): ”ٹھیرایا“ کا قدیم املا، آج کل متروک ہے۔ قدیم دور میں ہائے مطرود و مخلوط (و، ہ) میں تیز نہیں کی جاتی تھی، اس لیے اسے ”ٹھیرایا“ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ سید احمد دہلوی نے ”ٹھیرانا“ کو داخل لغت نہیں کیا [دیکھیے: فرہنگ آصفیہ، ص ۱۷۰]۔ انھوں نے اپنی لغت میں ”ٹھیرانا“ اور ”ٹھیرنا“ کا اندراج کیا ہے، اور ”ٹھیرنا“ کے تحت لکھا ہے کہ اسے ”ٹھیرنا“ اور ”ٹھیرنا“، دونوں طرح بولتے ہیں، لیکن اہل دہلی ”ٹھیرنا“ ہی بولتے ہیں، جب کہ ”ٹھیرنا“ کے تحت ایسی کوئی بات نہیں لکھی [ایضاً، صفحہ ۱۲۲]۔ اس سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ”ٹھیرانا“ کوئی مستقل لفظ نہیں تھا یا کم سے کم دہلی میں نہیں بولا جاتا تھا، البتہ ”ٹھیرنا“ اور ”ٹھیرانا“ قدیم آرڈو ادب میں مستقل رہے ہیں۔ شان الحق شکی نے اپنی لغت میں ”ٹھیرنا“ درج کیا ہے [فرہنگ تلفظ، صفحہ ۳۳۲]۔

جہات (عربی۔ مؤنث۔ جمع): ”جہات“ کی جمع، بہ معنائیں، اطراف۔ اس لفظ کا صحیح اطلاق کے بغیر ”جہات“ ہے لیکن شاعر نے غالباً ضرورت شعری کے لیے اسے مثلاً و بانو حاسبہ جو بہر حال غیر فصیح اور نامناسب ہے۔

جھکوائے (آرود۔ مفعول): غالباً ”جھانکنا“ فعل کے حمزہ ی الحمزہ ی ”جھکوانا“ سے مشتق ہے جس کا پڑا اصطلاح ”جھکوانا“ تھا۔ ”جھکوائے“ کا لفظ لغات سے غیر حاضر ہے۔ شعر میں اس کے معنایں ہیں جو لغات میں ”جھکوانا“ کے تحت بیان ہوئے ہیں، اس لیے یہ ”جھانکنا“ کا اسم مفعول ہونا چاہیے۔

چارستان (مرتب۔ آرود): فارسی و اردو لغات میں یہ ترکیب نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکیب دو الفاظ: ”چار“ اور ”استان“ (بمعنی مقام) سے ملا کر بنائی گئی ہے، جس کا مطلب ازار کا چوک ہے جہاں سے چاروں طرف بازو کے راستے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ اصطلاح مصنف نے بنائی ہے، یا پھر پہلے سے موجود تھی تو بہت کم استعمال ہوتی ہوگی۔

چلتی پھرتی نظری (آرود۔ محاورہ): ”آرود محاورہ“ چلتے پھرتے نظریہ“ سے مشتق۔ اس محاورے کا مطلب لغات میں رخصت ہو جاؤ، چلے جاؤ، وغیرہ درج ہیں۔ مصنف نے اس میں تصرف کرتے ہوئے اسے ”دنیا سے رخصت ہو جانا“ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

چٹو کے کھانا (آرود۔ مذکر): غالباً اردو مصدر ”چھوٹنا“ (بہ معنایں جھٹکنا) سے مشتق، یعنی چٹے ہوئے جھٹکے کھانا۔ اردو لغات سے غیر حاضر ہے۔

حور احمد احمدان احمدین (عربی۔ مؤنث): نادر نے ”حورین“ پر حاشیہ لکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ”حورا“ مفرد اور اس کی جمع ”حور“ ہے، مگر اردو اور فارسی میں ”حور“ مفرد استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع ”حوران“ بنائی گئی ہے۔ اسی سے نادر نے صیغہ مشبہ ”حورین“ گھڑ لیا ہے۔

[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸، حاشیہ (۱)]۔ اردو لغت میں یہی مطالب بیان ہوئے ہیں، نیز ”حور“ کی تائید ”حور یہ“ لکھی گئی ہے [اردو لغت: ہشتم، صفحہ ۲۹۸-۳۰۰]۔

دہے جاسوی (فارسی۔ تابع فعل۔ مرتب): بخبری کے لیے پیچھے پڑا ہوا / تعاقب میں (فرہنگ)

عامرہ، صفحہ ۳۶۱: فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۲۹، ۳۳۸]۔ ”پے“ پر اضافت کی ہمزہ لگائی گئی ہے جو غلط ہے۔ غلط العام میں ”پے“ کو ہمزہ کے ساتھ ”پے“ لکھا جاتا ہے مثلاً ”در پے آواز“ وغیرہ۔ یہ واضح ہے کہ ایسی صورت میں ہمزہ اضافت کے طور پر نہیں لایا گیا، بل کہ حرف کے طور پر استعمال ہوا ہے (پ۔ ے)، اور ظاہر ہے کہ صحیح لفظ ”پے“ (پ۔ ے) ہے ”پے“ نہیں، اس لیے اضافت کا ہمزہ یا ”یا“ آخری ساکن حرف پ آتی ہے، اس لیے اصولاً ”پے“ میں اضافت کا کسرہ یا ہمزہ ”یا“ پر آئے گا۔ چوں کہ ”پے“ میں ”ے“ پر ہمزہ آنا ممکن نہیں، اس لیے اضافت کا کسرہ لگایا جائے گا۔ اسی اصول کے تحت سید احمد دہلوی نے ”در پے“ کی یا پر ہمزہ لگانے کی کوشش کی ہے (در پے) [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۳۸]۔ رشید حسن خاں نے بھی اپنی تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ ے، فے، مپے، وغیرہ جیسے الفاظ پر اضافت کی ہمزہ نہیں لگے گی، بل کہ کسرہ اضافت لگایا جائے گا۔ اس سلسلے میں انھوں نے غالب کے متعدد مصرعے درج کر کے اس کی مثالیں بھی درج کی ہیں۔ [اردو املا، صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹]۔

دوائی (فارسی۔ مؤنث): ”دوا“ (عربی۔ مؤنث) کا بگاڑ۔ مولوی غیاث الدین کے بقول یہ متاخرین اہل قاری کا تعریف ہے، قدیم دور کے فارسی گوؤں کے ہاں نہیں ہے [غیاث اللغات، صفحہ ۲۰۶]۔ عبد اللہ غزالی نے اسے ”دوا کا مزید علیہ“ لکھا ہے [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۳۷۳]۔ وارث سرہندی نے اسے ”دوا“ کا بگاڑ کہا ہے [علمی اردو لغت، صفحہ ۷۵۰]۔ اردو لغت [خیم، صفحہ ۶۳۶] میں اسے عوامی لفظ لکھ کر قدیم دور سے اس کی مثالیں درج کی گئی ہیں۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ”دوائی“ غلط العام ہے اور قدیم عرصے سے (کئی دور سے) یہ لفظ استعمال ہو رہا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ”دوائی“۔ ”دوا“ کا اسم تفسیر ہے جو بڑے عظیم میں بتایا گیا ہے [پروایت ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی]۔ یہ خیال بڑی حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔

اس تمام بحث کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فصیح اور اصل لفظ بہر حال ”دوا“ ہی ہے۔

کئی لغات اس پر تحقق ہیں، المحدث اسم تصغیر کے طور پر ”دوائی“ کا استعمال جائز سمجھتا ہے۔
 دو مان (آردو۔ اختراعی) : ربائی سے مراد ہے۔ مصنف نے یہی معنی لکھے ہیں۔ دیکھ سلحفاہ
 سرانہ خیالی، صفحہ ۷۷۔

دونو (آردو۔ صفت) : ہر دو۔ رشید حسن خاں نے تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ ”ماں“، ”دونوں“
 اور ”میں نے“ کو قدیم دور میں نون غنہ کے بغیر لکھا جاتا تھا۔ ان کی صحیح صورت نون غنہ
 کے ساتھ ہی ہے [آردو املا، صفحہ ۱۸۸]۔ گویا یہ لفظ نون غنہ کے بغیر متروک سمجھے جائیں۔
 راضہ عورت (آردو۔ مؤنث) : ”راضہ“ بہ معنا جوان بیوہ، عورت ہے شوہر [الغلت الخوانین، صفحہ
 ۱۰۷]۔ فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۳۳۵]۔ (یہاں ”جوان“ کا سابقہ غیر ضروری، بل کہ نادرست
 ہے۔ ”راضہ“ کے معنا میں بیوہ کے جوان یا بوجہ ہونے کی شرط نہیں۔) فرہنگ آصفیہ
 میں اس کے مزید معنی محتاج، کمبلی، کنیز، جوان عورت اور لکھہ، حقیر کے درج ہیں لیکن یہاں
 وہی معنا مراد ہیں جو پہلے درج ہوئے ہیں، کیوں کہ اس کا ذکر ”بال بدھوا“ کے ساتھ ہوا
 ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷]۔ اس ترکیب میں ”راضہ“ کے ساتھ عورت کا لاحقہ
 غیر ضروری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف کا مخصوص انداز ہے۔ اسی طرح کی ایک مثال
 تذکرۃ النسائے نادری کے سرورق کی عبارت سے بھی ملتی ہے جہاں مصنف نے ”شاعرہ
 عورتوں“ کی ترکیب استعمال کی ہے۔

زکھ شمش (ہندی ترکیب۔ مؤنث) : بکری سال کے سالوں کے مہینے کی بیسویں تاریخ۔ اسے ہندی
 دوم بھی کہتے ہیں۔

زل گیا (آردو۔ فعلی لازم) : ”رہنا“ مصدر کا لازم۔ دھج دے کر ہٹا دینا؛ دیوار کا اپنی جگہ چھوڑ
 دینا۔ (اصطلاح) مویشی کا اپنے گلے سے بٹک کر دوسرے گلے سے مل جانا یا کھوجانا [آردو
 لغت، دہم، صفحہ ۱۷۷]۔ یہاں آخری معنا مراد ہیں۔

زم کر گیا (آردو۔ محاورہ) : آردو فعل ”زم کرنا“ سے مشتق۔ ”زم کرنا“ دراصل فارسی مصدر ”زمیدن“
 سے حاصل مصدر ”زم کردن“ کا آردو ترجمہ ہے۔ فارسی میں ”زم کردن“ کے علاوہ ”زم

موجودوں، "زم زدوں"، "زم داؤن"، "زم خوردن"، وغیرہ مرکب مصادر بھی موجود ہیں۔ "زم کرنا" کے معنی لغت میں ہرن کا وحشت کرنا اور فکاری کے خوف سے بھاگ کھڑا ہونا۔ چیزی سے بھاگنا اور ج میں [اُردو لغت: دوہم، صفحہ ۷۱-۷۲]۔

زہ کرتی ہے [کمان زبان کا زہ کرتی ہے] (اُردو محاورہ): یہ محاورہ اُردو فعل "زہ کرنا" سے بنایا گیا ہے جو فارسی مصدر زہ کردن "پہ معنا" (کمان کا پھلہ چڑھانا) کا ترجمہ ہے۔

نیا محاورہ، زبان کی کمان کو چلنے کی طرح کھینچ کر طعن کے حیر برسانے کا نکل بیان کیا ہے۔

نحی (اختراعی): لغات میں یہ لفظ موجود نہیں۔ مصنف نے "مشورہ نحی" لکھا ہے [تذکرۃ النساۃ نادری، صفحہ ۷۳، ۷۴]۔ اس کی جگہ عموماً "مشورہ نحی" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ لفظ "نحی" + "یے" نسبتی کو ملا کر بنایا گیا ہو۔ یہ اسکان بھی موجود ہے کہ مصنف نے "مشورہ نحی اختیار فرمایا" لکھا ہو جسے کاتب نے "مشورہ نحی" کر دیا۔

شہر (مترج: چترنگ۔ سوٹ): ایک کھیل جو چہم طرح کے بتیں بتیں مُہروں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فرہنگ اصعب: سوم، صفحہ ۷۸، ۷۹۔ اُردو لغت میں مُہروں کی تعداد سولہ سولہ، کل بتیں چالی گنی ہے اور مُہروں کی تفصیل یہ لکھی ہے: آٹھ پیادے، دو رُخ، دو ٹیل، دو اُسپ (گھوڑے)، ایک وزیر اور ایک بادشاہ، خانوں کی تعداد چونسٹھ ہے۔ ہر مہرے کا خانہ اور چال کا طریقہ مقرر ہے [اُردو لغت: دو از دوہم، صفحہ ۵۹]۔

شہر لایق (مترج: ترکیب۔ مذکر): "لا حق"، یہ معانی بعد میں آنے والا لفظ۔ اسی سے مصنف نے یہ ترکیب اختراع کی ہے، یعنی اس عبارت کے بعد درج کیا جانے والا شعر۔

منابع بدائع (عربی۔ ادبی اصطلاح۔ مذکر): شعر میں عمدگی و خوبی پیدا کرنے یا اپنی طبیعت کی رسائی دکھانے کے لیے شاعر جو فنی باریکیاں ردوار کرتا ہے، انھیں صنعتوں اور بدائع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ کلام میں حُسن اور خوبی پیدا کر کے ابلاغ کا فریضہ بھی انجام دیتی ہیں اور کلام کی آرائش بھی کرتی ہیں۔ بدائع میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل شامل ہیں، جب کہ صنعتیں کثیر تعداد میں ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے دیکھیے: اللہ بیع، از سید عابد علی عابد:

لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول، مارچ ۱۹۸۵ء۔

صواب (عربی۔ مذکر): صحیح، درست۔ اس کا ایک مطلب ٹکی اور ثواب بھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں شعرا و ادبا نے اسے غلطاً صحیح "ثواب" کی جگہ بھی استعمال کیا ہے [اردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۹۹۳]۔

طاق (عربی۔ مذکر): بظاہر "طوق" کے معنا میں۔ "طاق" کا ایک معنا "محراب" بھی ہے اور طوق بھی محراب کی مانند ہوتا ہے۔ غالباً اسی مشابہت کی بنا پر شاعر نے "طوق" کی جگہ "طاق" استعمال کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ "طوق" ہی ہو جو کتابت کی غلطی سے "طاق" ہو گیا، لیکن چون کہ "طاق" کے درست ہونے کا امکان موجود ہے (جس کی تفصیل ادب گزر بھی ہے)، اس لیے اسے "طاق" ہی رہنے دیا گیا ہے۔

غنس (عربی۔ مذکر): کوکوال، رات کا پہرے دار، شہر میں گشت کرنے والا [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۳۲۲: فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۷۳۷]۔ عربی میں "غاس" کی جمع کے طور پر، جب کہ فارسی اور اردو میں بطور واحد مستعمل ہے۔

کاٹھنی (ہندی۔ مؤنث): "کاٹھ" کی تانیث، "کاٹھنی" کی تغیر، کاٹھ / کاٹھ / کاٹھ: ہندوؤں کا مشہور فرقہ جس کا پیشہ کھینے پر مبنی ہے۔ "کاٹھ" یہ معنا جسم اور "کاٹھ" یہ معنا قرار پانے سے مراد، یعنی وہ افراد جو بعضوں کے نزدیک برہمن کے جسم سے پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک شُودرانی (شُودر عورت) کے پیٹ اور جھڑی کے ٹٹھے سے ان کا جنم ہوا [ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۱۲: فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۳۵۶]۔

کئی ایٹوراں (ہندی۔ مذکر): "کئی ایٹور"، یہ معنا شاعر کی جمع۔ مصنف نے بھی اس کے بین السطور "شاعران" لکھ کر اس کے معادرج کیے ہیں [اسلحہ مرآت خیالی، صفحہ ۲۵، پطر ۳]۔ "کئی ایٹور"، "کوشور"، یہ معنا شاعر کی اصل ہے۔ "کئی" کا بدل "کوی" یہ معنا شاعر اور "کویا" یہ معنا شعر، نظم آج بھی ہندی میں مستعمل ہیں۔

کڑھا کڑھوں پیٹھے (اردو۔ وضعی محاورہ): "کڑھانا" یہ معادل دکھانا، رنجیدہ کرنا [فرہنگ آصفیہ:

سوم، صفحہ ۵۰۶] سے مشتق۔ اس کے ایک معنی رنج دے کر جانا بھی درج ہیں [ایضاً]۔
یہاں یہ معنا بھی بر محل ہیں۔

کھلانا / کھلانا (اُردو۔ نذر): اس لفظ کے اِلا کی قسمن میں محتوط اور متاثر لغت نگاروں نے غور کر
کھائی ہے۔ متقدم لغت نگاروں میں سے ڈکن فاربس نے اس لفظ کے دونوں اِلا لکھے ہیں [
ڈکشنری: ہینسٹنی / انگریزی اور انگریزی / ہینسٹنی، صفحہ ۵۸۴، ۵۸۵]، جب کہ جان
پلیٹس نے اپنی لغت میں "کھلانا" کو بنیادی اور "کھلانا" کو ثانوی لفظ کے طور پر صرح کر کے
"کھلانا" سے رجوع کرنے کا کہا ہے (اُردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری، صفحہ
۸۴۹)۔ گویا ان کے نزدیک اصل لفظ "کھلانا" ہے اور "کھلانا" غیر فصیح ہے۔ فرہنگ
آصفیہ (سوم، صفحہ ۵۶۵)، نور اللغات (چہارم، صفحہ ۱۵۶) اور فرہنگ تلفظ (صفحہ
۷۶۹) میں صرف "کھلانا" کا اندراج ہے۔ اُردو لغت (تاریخی اصولوں) میں
دونوں کا اندراج ہے (جلد پانزدہم، صفحہ ۱۸۶، ۲۰۰)۔ اس میں "کھلانا" کے تحت درج کی
گئی نثری و شعری اسناد کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اور مشتقات، وغیرہ بھی اِسی کے تحت درج
ہیں، جب کہ "کھلانا" کے تحت محض چار اسناد ہی شعر دیے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ امر قابلِ نظر رہنا چاہیے کہ قدیم دور میں کتابت کی خامیوں سے ہم بھی
واقف ہیں۔ قدیم انداز کتابت میں لفظ کا اِلا بدل جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اِسی لیے جب
تک ماہر زبان محقق الفاظ کی شکلیں جھنک نہ کر دیں، اِلا کے معاملے میں لغت نگاروں کی روش
کو مستحضر ماننا مشکل ہے۔ علاقائی مخصوص الفاظ اور روزمرہ کے اندراجات البتہ کسی حد تک
منسکیات میں سے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ "کھلانا" کے اِلا کے سلسلے میں بھی قدیم انداز کتابت سے مسائل پیدا ہوئے
ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ سید احمد ہلوی، نقشبندی اور شان الحق ٹہنی قدیم اُردو زبان کے
تحقق نہیں تھے اور نہ انھیں قدیم انداز کتابت کی خامیوں کا احساس و شعور تھا۔ اس کے
مقابلے میں ڈکن فاربس، جان پلیٹس، وغیرہ مستشرقین نے اپنی طبیعت و افتاد کے مطابق تحقیق

کے بعد اپنی لغات میں الفاظ درج کیے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو کے پیش تر قدیم الفاظ کی اصل کے معاملے میں مستشرقین کی تحقیق پر اعتماد کرنا سرنج ہے۔

یہاں بھی یہی صورت ہے۔ اس لفظ کا درست لفظ ”کھلانا“ ہی قدیم دور سے مستعمل رہا ہے اور قدیم شعری اور نثری ادب پارے نقل یا مرتب کرتے ہوئے اسی لفظ کو ترجیح دینی چاہیے۔ ”کھلانا“ کو نووارد مسلمانوں کا تصرف سمجھنا چاہیے جو بے غلوٹ کے ادا کرنے میں وقت محسوس کرتے تھے۔

گجری (ہندی۔ موت): ”گجگر“ کی تانیٹ۔ ایک خانہ بدوش قوم جس کے افراد کا پیشہ سرکیاں، چھیکے، چھاج، وغیرہ بنا کر بچہ اور جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے؛ سانس، ایک ذات کے لوگ جو ساپ، وغیرہ پکڑتے اور کھاتے ہیں، مردار بھی کھاتے ہیں۔ پنجاب میں ”گجری“؛ کسی اور فاضلہ عورت کے معنوں میں مستعمل ہے [فرہنگ آصفیہ، سوم، صفحہ ۵۷۰؛ ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۳۰]۔

گجراتی (ہندی۔ موت): ”گجتری“ کی موت۔ اصل ”گجتری“؛ ”گجتری“ بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا دوسرا اہل طہ، شاہی یا فوجی نسل کا آری، سپاہی، فکری [سنسکرت اردو لغت، صفحہ ۷۷؛ ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۳۶]۔

گجری (ہندی موت): ”میکو راگ“ کی دوسری راگی کا نام جو ساون بھادوں (مطابق جولائی اگست) میں دن چڑھے گائی جاتی ہے۔ چوں کہ گجریاں (گجر، گولا قوم کی عورتیں، گولان) اسے اس موسم میں بہت گاتی ہیں، اسی وجہ سے اس راگی کا یہ نام پڑا [فرہنگ آصفیہ، چہارم، صفحہ ۹۰] لیکن مطلع العلوم اور ترائے موسیقار کے مطابق اس راگی کے گانے کا وقت دوپہر کا ہے [اردو لغت: شانزدہم، صفحہ ۲۵۹]۔

گجستن (اردو۔ موت): ”گجستن“ (ہندی) کا بگاڑ۔ گجستن بیوی، گجستن چٹنے والی عورت [اردو لغت: شانزدہم، صفحہ ۳۶۸]۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بگاڑ ”گجستن“ سے گجستن مشتق کرنے سے پیدا ہوا ہے، لیکن اسے ”بگاڑ“ کہنے کے بجائے اردو کا لفظ مان لیا جائے تو زیادہ

بہتر ہے۔ ”گرہستن“ ہندی الاصل لفظ کے طور پر اور ”گرہستن“ اردو لفظ کے طور پر۔

لُہو لُغِب (اردو ترکیب۔ مذکر): اصلاً یہ ”لُہو و لُغِب“ معرّب و ملزس ترکیب ہے۔ امکان ہے کہ یہاں شعری تقاضے کے تحت شاعر نے اسے وادِ عطف کے بغیر باندھا ہے۔ [”لُہو و لُغِب“ بہ معنا بیش و عشرت، بے فکری، ہنس مذاق، وغیرہ]۔

مُحَلّی (معرّب۔ صفت): ”مُحَلّی“ کا بکا زمین اردو کا ایک مستقل لفظ ہے، یہ معنا دغا باز، عیار، نقشہ فریب جاننے والا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۲۸]۔ وارث سرہندی نے بھی اسے لفظ ترکیب لکھا ہے [علمی اردو لغت، ص ۱۳۴]، لیکن اب یہ اردو میں مستعمل ہے اور اسے اردو کا لفظ مان لینے میں کوئی اُسر مان نہیں۔

نُج (اردو۔ اسم ضمیر): ”نُج“ کا قدیم تلفظ اور اطلاق۔ قدیم دور میں، انیسویں صدی کے رُج سوم تک، بعض الفاظ کی وہ صورتیں مروج تھیں جو اب تبدیل یا متروک ہو چکی ہیں۔ ان میں بھال، وحال، بات، نُج، مرا، اکھا، بہرور، جوکے، پانو، نہرایا، صواب (ثواب)، کاچھ، گرہستن، وغیرہ الفاظ اس کتاب میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ آج بھی کوئی کوئی شاعر استعمال کر لیتا ہے لیکن ضرورت شعری کے لیے۔ نثر میں ان سب کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔

نردوں میں نام کرگئی (اردو محاورہ): نردوں میں نام کرنا محاورہ ہے، یہ معنا اہلوں، لائقوں، شجاعتوں میں خود کو شمار کرانا۔ یہ محاورہ لغات سے بغیر حاضر ہے۔ حد تو یہ ہے کہ فرہنگ آصفیہ میں بھی نہیں ہے جو درجی میں مستقل الفاظ، ترکیب اور محاوروں، وغیرہ کا خاص لغت ہے۔

بَزْ قاعدِ اُڑی (عربی ترکیب): ”بَزْ“ یہ محاورہ حالت جس پر کوئی چیز ہمیشہ رہے، یا ”مترّ“ بہ معنا ایک بار [مصباح اللغات، ص ۸۱۳] سے مشتق۔ اسی طرح کی دیگر ترکیب، جو فارسی و عربی سے ماخوذ، اردو میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کے معنا معروف اردو لغات میں درج نہیں ہیں۔ اسی طرح کی ایک اور ترکیب ”۱۲۰ منہ علی اللہ عنہ“ بھی اس ضمیمے میں درج کی گئی ہے۔

”مرزہ“ یا ”مرزہ ہند آری“ کا مطلب ہے بالترتیب، اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے، اسی ترتیب سے پہلے سے آخری تک۔

مرقعہ (مغرب، مذکر): ”مرقع“ کا لفظ املا۔ اسے چوں کہ بعض ادبا و شعرا نے استعمال کیا ہے، اس لیے اس کا اندراج کیا گیا ہے [رک: اردو لغت: ہفت دہم، صفحہ ۸۴]۔ مصنف کے زمانے میں ”مرقع“ ہی استعمال کیا جاتا تھا [مغربیگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۲۹]۔ یہ بہر حال لفظ العام ہے، اسے نیا لفظ بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ ”مرقع“ کا لفظ پہلے سے موجود ہے۔

مسنّا (مغرب، مفت): ”مسنّی“ (عربی) کا اردو تلفظ۔ اردو میں بھی عام طور پر اس لفظ کا املا عربی قاعدے کے مطابق لکھا جاتا ہے۔ عربی زبان کے مطابق تو کھڑے زبر کا تکلف مناسب اور درست ہے لیکن اردو سیدھی سادی زبان اور تلفقات سے پاک ہے۔ اس لیے اصول وضع کیا گیا کہ جو لفظ جس طرح بولے جاتے ہیں، اردو میں انہیں اُسی طرح، بغیر کسی تکلف کے، لکھا جائے۔ ”مسنّی“ کی قبیل کے جتنے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں، اُن کے لیے بھی یہی اصول برتنے کا کہا گیا ہے۔ ان الفاظ میں کھڑا زبر الف کا قائم مقام ہے۔ چوں کہ اردو میں کھڑا زبر نہیں ہے، بل کہ اس کی جگہ الف مستعمل ہے، اس لیے سفارش کی گئی کہ ایسے تمام الفاظ کو الف کے ساتھ لکھا جائے جن میں کھڑا زبر آتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس سفارش میں کچھ مستثنیات کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اسم کمرہ یا خاص ناموں کو اُسی طرح لکھنا چاہیے۔ مثال کے طور پر موسیٰ، جیسی، مصطفیٰ، مرتضیٰ وغیرہ۔ خاص ناموں میں یہ استثنا بہر حال موجود رہنا چاہیے اور یہ استثنا اسی معاملے میں نہیں ہے، بل کہ اردو سمیت دنیا کی تمام زبانوں میں خاص نام اُسی طرح نقل کیے جاتے ہیں، جیسے اصل زبانوں میں انہیں لکھے کا رواج ہو۔ کھڑے زبر اور الف کے استعمال کے سلسلے میں رشید حسن خان نے تحقیق اور طویل بحث و تجزیہ کیا ہے۔ رک: اردو املا، صفحہ ۶۵۳۔

اسی تناظر میں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس لفظ (مسنّی / مسنّا) کی تانیث ”مسنّاہ“ (مع

الف اور یون یاے مجہول (کمز الف) مستعمل ہے جو ظاہر ہے کہ ”مسنا“ سے مشتق ہو سکتی ہے، ”سنتی“ سے نہیں۔ اس دلیل سے بھی ”سنتی“ کے بجائے ”مسنا“ ہی اس لفظ کا صحیح اطلاق ثابت ہوتا ہے۔

مشتقی (عربی۔ مذکر): یہاں مطلب ہے کہ نمایاں تھا۔ مشتقی، نظام شمس میں سب سے بڑا ستارہ ہے۔ اہل نجوم اسے فلک ششم میں گردانتے ہیں اور اسے سعدا کبر کہتے اور کہتے ہیں (فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۲۵۶: اردو لغت: چہارم، صفحہ ۱۰۵)۔ فرہنگ آصفیہ میں اسے ”قاضی فلک، برہمن“ بھی لکھا ہے [ایضاً]۔ یہاں غالباً انہی معنا کے مطابق اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔

مطبووع (عربی۔ صفت): ۱۔ طبع کیا ہوا، چھپا ہوا، ۲۔ پسند کیا گیا، پسندیدہ، دل پسند۔ یہاں پہلے مصرعے میں اول الذکر معنا اور دوسرے میں ثانی الذکر معنا مراد ہیں۔

نیز (عربی۔ صفت): اقرار کرنے والا، تسلیم کرنے والا، معترف۔ اصل لفظ ”نیز“ (پہرے معذو) ہے لیکن اردو اور فارسی میں پہرے ساکن مستعمل ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۸۵]۔

غلابیمر (اردو۔ مذکر): صحیح ”غلابر“۔ دکن میں ملیبار یا ملیبار کا ایک مشہور پہاڑ ”غلابا“ جہاں کا مندر قابل تعریف اور عمدہ ہوتا ہے۔ (مونٹ) لوٹے ہیں یا گمریلو ملازماؤں کا نام، جیسے چنبیلی، کینکی، لورن، وغیرہ۔ ایک پہاڑی پرندے کا نام بھی ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۹۹]۔ اطلاق درجے کا مندر۔ ایک پہاڑی پرند جو مندر کے رنگ کا ہوتا ہے [اردو لغت: چہارم، صفحہ ۶۰۳]۔

نوعت انوٹھ (محر۔ صفت): عربی الاصل ایسے الفاظ جن میں واوا اپنی پوری آواز نہیں دیتا، بل کہ پائے جھوٹا کی طرح اس کی آواز ناقص مضموم (چیش والا) حرف کے ساتھ مل کر نکلتی ہے۔ ایسے الفاظ میں واو پر ہمزہ لگانا غلط العام ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ایسی واو پر ہمزہ لگانے والے علم اصوات یا لسانیات سے کما حقہ واقف نہیں اور ان کے لیے ایسی آواز یا آوازوں کا

اقتیاز کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہوتا ہے۔ ایسے کچھ مزید الفاظ مَوْخَل، مَوْخَر، رُک: اردو

[سلا، صفحہ ۴۷۹ تا ۴۸۱]۔

مہندی (اردو۔ مؤنث): حنا، سبز پختہ جو عین کر ہاتھوں، پاؤں وغیرہ پر لگاتے ہیں، جن سے سرخ رنگ آتا ہے۔ اس لفظ کا یہ اطلاق عام ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں ”مہندی“ لکھ کر ”مہندی“ سے رجوع کرنے کا لکھا گیا ہے [چہارم، صفحہ ۴۹۴]۔ اردو لغت میں ”مہندی“ کو فصیح بتایا گیا ہے [نور دوم، صفحہ ۴۹۰]۔ یہ درست ہے۔ اس لفظ کا صحیح تلفظ اور اطلاق ”مہندی“ (م م و ی) ہی ہے، لیکن عرصہ دراز سے اس کی جگہ ”مہندی“ (م م و ی) نے لے لی ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ فرہنگ آصفیہ کی چوتھی جلد، مطبوعہ ۱۹۰۱ء [فرہنگ آصفیہ: چہارم، پرنٹ لائن کا صفحہ] میں ”مہندی“ اور اس کے مشتقات درج ہیں۔ خود ”چمن انداز“ میں اس کی مثالیں موجود ہیں جو ۱۸۷۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ رشید حسن خاں نے تحقیق کے بعد ”مہندی“ کے اطلاق میں تبدیلی کی وجہ تفصیل سے بیان کی ہے، چنانچہ مزید تفصیلات کے لیے اُن کی کتاب اردو سلا (صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۵) سے رجوع کرنا چاہیے۔

نواوا / نواو (فارسی۔ مذکر): اردو لغت کے مطابق یہ لفظ ”نواو“ کا ہاڑ ہے، نیز اسے پہنچ دکرہ لکھا ہے، لیکن ”نواو“ کو وہاں صرف پہنچ تحریر کیا گیا ہے، جب کہ اس سے مشتق ”نواو“ کو پہنچ دکرہ لکھا ہے [اردو لغت: نور دوم، صفحہ ۸۹۴، ۸۹۳، ۹۰۸]۔ غور و فکر اور وارث سرہندی نے ”نواو“ (پہنچ دکرہ) درج کر کے ”نواو“ کی طرف رجوع کرنے کا لکھا ہے۔ گویا اُن کے نزدیک صحیح یا فصیح لفظ ”نواو“ ہے لیکن ”نواو“ (پہنچ دکرہ) بھی مستعمل ہے [فرہنگ عسکر، صفحہ ۶۵۳؛ علمی اردو لغت، صفحہ ۱۵۰۴]۔ امکان ہے کہ وارث

مرہندی نے خوشگلی کے اندراجات کو ہی نقل کر دیا ہے۔ سید احمد دہلوی اور حتی صاحب نے محض ”ہواؤ“ (پہ کسرہ) ہی لکھا ہے، ”نزاؤ“ ان کے ہاں موجود نہیں [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۵۵۷، ۵۵۸؛ فرہنگ تلفظ، صفحہ ۹۳۳]۔ اس سے معلوم ہوا کہ فارسی اور اردو میں ”نزاؤ“ بہ معنا اصل، حسب نسب، غلطہ وغیرہ مستعمل رہا ہے۔

”تی“ (اردو۔ مؤنث): چوٹی، اڈا [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۶۰۹]۔ اردو لغت میں اسے ”نھنی“ کا ایک ادا لکھا ہے [اردو لغت: ج ۱، صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴]۔ اگرچہ اصفیہ میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی اور ”تی“ کو ایک علاحدہ لفظ کے طور پر ہی لکھا گیا ہے، لیکن ”تی“ اور ”نھنی“ کے مشترک معنا سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ”تی“ اصل میں ”نھنی“ ہی کا ایک ادا ہے، علاحدہ لفظ نہیں۔

ہرجائی (فارسی۔ مؤنث): آوارہ مزاج۔ حلاون مزاج۔ ایک جگہ نہ ٹکنے والا [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۷]۔ حلاون مزاج فرد کسی شے میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یہاں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ہرنئی (عزس ترکیب۔ صفت): ہر فن مولا، بہت سے کام جاننے والی۔ ایسے افراد بھی کسی ایک شے میں کمال حاصل نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ کئی فنون جانتے ہیں اور ان کا زیادہ وقت نئے نئے فنون جاننے میں صرف ہو جاتا ہے، لہذا کسی ایک فن میں مہارت پیدا کرنے کا موقع انہیں نہیں ملتا، یا ان کی طبیعت اس طرف نہیں آتی۔

ہندوں (ہندی۔ مذکر): ”ہندو“ کی جمع۔ ہند، شعرتی، ہوا، میں سے کسی کے احکام پر چلنے والے [ہندی اردو لغت، صفحہ ۵۳۷]۔ ہندوستانی۔ ہندوستان کی وہ قوم جس میں بچوں کی پوجا جائز ہے اور ان کا طریقہ بقید اقوام سے جدا ہے [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۳۳]۔ اصل لفظ ”ہندوؤں“ (ہندو + ۱ں۔ صیغہ جمع) ہے لیکن تادہ کے علاوہ اسے شان الحق خلی نے بھی ”ہندوں“ لکھا ہے [فرہنگ تلفظ، صفحہ ۹۷۲، تحت لفظ ”ہندوئی“]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں ”ہندو“ کی جمع ”ہندوں“ (پیک واو) بھی مستعمل تھی۔ مصنف

کی منشا کے مطابق اس کتاب میں اس لفظ کا یہی الٹا (ہندوؤں) اختیار کیا گیا ہے۔
 بیت دان (مذہب ترکیب۔ مذکر): ”بیت“ یعنی آسمانوں اور گزروں کی پستی و گردش وغیرہ کے
 مطالعے کا علم [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۶۳] جاننے والا۔ سید احمد دہلوی نے اس کی
 درست الٹا ”بیتات“ [ایضاً] اور خوشگلی نے ”بیتات (خلی۔ آت)“ لکھی ہے۔ [فرہنگ
 عاصیہ، صفحہ ۷۰]

جلی (مترس۔ صفت): ”جگا / جید“ پہ معنا منفرد، بے نظیر، لامتناہی [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ
 ۸۵]: فرہنگ عاصیہ، صفحہ ۷۰] کی وضعی تائید۔ خوشگلی نے ”جگا“ کے تحت معنا
 لکھے ہیں اور ”جید“ لکھ کر ”جگا“ کی جانب رجوع کرنے کا کہا ہے [ایضاً]، جب کہ سید احمد
 دہلوی اور دیگر نے اسے صرف ”جید“ لکھا ہے۔ [ایضاً]۔

ضمیمہ (۴)

فرہنگ

ایکث (عربی۔ مؤنث): مہار ہونا، اجازت ہونا۔

آچھرا (اردو۔ مؤنث): ”اچھرا“ (ہندی) کی شکل، بمعنی طوائف، حسینہ۔

آجلاف (عربی۔ مذکر): ”جلف“ کی جمع، کہینے، ہنڈے، چٹکی ذات کے۔

اچھلاہٹ (ہندی۔ مؤنث): شوشی، پتھلی۔

اچتر مدج گھوٹی (فارسی۔ ترکیب): نیکی کے آسمان کا ستارہ۔

اختلال (عربی۔ مذکر): کم زوری، بدانتظامی، بکھری ہوئی حالت، پراگندگی۔

اذعان [واجب الاذعان] (عربی۔ مذکر): حکم ماننا، اطاعت، غرماں برداری۔

اربع تناسہ (عربی۔ مذکر): حساب کا ایک قاعدہ۔ اس قاعدے کی زد سے چار ہم نسبت اعداد میں

سے اگر ایک نامعلوم ہو تو باقی تین کی مدد سے اُسے معلوم کیا جاتا ہے [علمی اردو

لغت، صفحہ ۹۴، نیز فرہنگِ اصلیہ: اَوَّل، صفحہ ۱۱۴]۔ یہاں متن میں ”اربع تناسہ“ سے

مراد ہے کہ علمِ حساب کی تعلیم اُس درجے تک حاصل کی جس درجے تک اربع تناسہ کا لکھیہ

سمجھا جاتا ہے۔

اشت دھاری (اردو ترکیب۔ مذکر): ”اشت“ پہ معنی محبوب، محبوبہ [جامع اللغات: اَوَّل، صفحہ

۴۰۳؛ فرہنگِ تلفظ، صفحہ ۵۲؛ ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۲۳] اور ”دھاری“ مہلورہ لاحق،

پہ معنی بکڑنے والا [علمی اردو لغت، صفحہ ۶۰]، یعنی معبود ماننے والا، محبوب رکھنے والا۔

بلا (عربی۔ کلمہ صحیبہ): نہیں تو اس کے علاوہ۔

بلیعہ [مہبت التیام] (عربی۔ مذکر): باہم ملنا، آپس کا ملاپ۔ [مہبت التیام: آپس کی محبت]۔

البعدۃ للہ (عربی۔ کلمہ تفلک): اللہ کا شکر ہے۔

امیر الامرا (فارسی۔ ترکیب اصطلاح): سرداروں کا سردار۔ بہت بڑا امیر، نہایت دولت مند۔

انام (عربی۔ اسم جمع): موجودات، مخلوقات۔

انعام (عربی۔ مذکر): وصل ہونا، ملاپ، اتصال۔

الواک (ہندی۔ ڈگر): دیکھوں کے بھجوں کا ایک حصہ، کتاب کا ایک حصہ (ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۵۱)۔

آورد (اردو۔ حریف، عطف): دیکر، دوسرا، مزید۔

آسا (ہندی۔ ڈگر): بکری / بکر یا جیتی سال کے تیرے مینے "اساڑھ" کا تلفظ۔ یہ مینا پر سات کے موسم کا بھی پہلا مینا ہے، یہاں غالباً بکری مراد ہے، یعنی برسات۔

آگیا کاری (ہندی۔ ڈگر): تابع فرمان، حکم ماننے والا، مطیع۔

آگک (ہندی): حروف [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۵۸۸]۔

بار پاب (فارسی۔ صفت): حاضر ہونے کی اجازت پانے والا۔

باز پچ خان (فارسی۔ ڈگر): "باز پچ خانہ" کا تلفظ۔ کھیل تماشے والا کمرہ۔ یہاں مراد ہے شطرنج کھیلنے کا کمرہ۔

بال پدھوا (ہندی۔ صفت): "بال ودھوا" بھی کہتے ہیں۔ نو عمر ہندو بیوا، چھوٹی عمر کی ہندو بیوا (فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۵۴)۔

پالیں (فارسی۔ مؤنث): بچکی، سرخاٹ۔

باہری (عربی۔ صفت): "باہر" + یاے نسبتی۔ اعلیٰ، افضل۔ روشن، عیاں۔

بد رکاب (فارسی عربی ترکیب۔ صفت): آڑیل گھوڑا۔ وہ گھوڑا جو سوار نہ ہونے دے، سواری کے لیے خراب گھوڑا۔

بڈ تانت (ہندی۔ ڈگر): اصل "ڈرتانت"۔ حال، کیفیت، احوال (ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۷۱)۔

برنج اسکول (انگریزی): Branch School۔ مدرسہ / اسکول کی شاخ (فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۷۷)۔

بسم اللہ کراتا (اردو محاورہ): ساڑھے چار سال کے بچے / بچی کی تعلیم کے آغاز کی رسم جو مسلمانوں میں جاری ہے۔ مزید تفصیل کے لیے رجوع کیجیے: فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۹۴۔

بکرماجیت (ہندی۔ اسم ذات): ا۔ انجمن کا رامبا جو رامبا سال باہن سے جگ کرتے ہوئے مارا

گیا۔ اُس کے دربار کے فورتی مشہور ہیں، جن میں کالی داس بھی شامل ہے۔ ۲۔ اس بادشاہ کے نام پر شروع کیا گیا سبب کا کیلنڈر جو ۱۵ قبل مسیح سے شروع ہوا اور جن عددوں میں جاری ہے [جامع اللغات: اَوَّل، صفحہ ۳۸]۔

بکری (ہندی۔ اسم سال): منسوب بہ سبت است۔
 ہند گاہ عالی محتالی (فارسی۔ عربی۔ ترکیب): حضور بلند مرتبت، اعلا مرتبے والے۔ یہاں مراد ہے انگریز حاکمان سے یا اعلا انگریز عہدے داروں سے۔
 بہرور (فارسی۔ مذکر): ”بہرہ ور“ کی تفسیر۔ فائدہ اٹھانے والا اور والی۔

بھان (عربی۔ مذکر۔ اَوَّلی اصطلاح): وہ علم ادب جس میں صنعتوں (تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز، مُرسل، وغیرہ) کے ذریعے ایک مطلب کو ایک سے زیادہ طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے۔
 چُنات (عربی۔ صفت): تاریخ گوئی کی ایک اصطلاح۔ اس میں لفظ کے تلفظ کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور لفظ کے سر حرف کو چھوڑ کر باقی حروف کے ابدال لیے جاتے ہیں [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۲۵: حیات اللغات، صفحہ ۸۸: جامع اللغات: اَوَّل، صفحہ ۶۰۹: علمی اردو لغت، ص ۳۷]۔

بے بہرہ (فارسی۔ صفت): تاواقف محض، فائدہ اٹھانے والا، محروم۔
 بھگن (سنسکرت۔ مذکر): احمدیہ گیت۔ دیوتاؤں کی تعریف کے گیت۔ ہندوؤں کی دُعا یہ عبادتیں۔
 بھل گوجری (ہندی۔ مذکر۔ اصطلاح، ترکیب): ایک راگ کا نام۔
 پان سو (فارسی۔ اسم عدد): ”پان“ تعلق پانچ ہے، لہذا ”پانسو/پان سو“ بہ معنی پانچ سو ہے۔
 پدوی (ہندی۔ مذکر): راست، مرتب، خطاب (ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۱۵)۔
 پُرم دھام (ہندی۔ مؤنث): مقام اعلا، یعنی بہشت [ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۳]۔
 وستی (فارسی۔ صفت): پہنچنے کے رنگ کا، پکاسیری، نکل۔

پلندہ (اردو۔ مذکر): کاغذوں کا گٹھا۔ بڈل اور ٹکٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے [فرہنگ آصفیہ: اَوَّل، صفحہ ۵۳]۔ یہاں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

پیٹ پوجمن (اردو۔ ڈگر۔ اصطلاح۔ محاورہ زبان ہندو): اصل: "پیٹ پوجمن"۔ اخیر کا بچہ، وہ جس کے بعد اور بچہ پیدا نہ ہو۔

پچہ عام (اردو۔ ڈگر): گھلے عام طوائف کا دھندا [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۵۶۵]۔

خمر اڑھتا (اردو محاورہ): لہن طعن کرنا، بیزارگی کا اظہار کرنا، مڑا بھلا سنا۔

کچن جلف (فارسی + عربی ترکیب۔ مونت): "کچن" (فارسی) بہ معنی بڑی چادر [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۱۳۹] اور جلف (عربی) بہ معنی پاک دامن، پارسائی، یعنی سراپہء پاک دامن۔

بجھا ڈوج (ہندی مرکب۔ مونت): "بجھا" بہ معنی قمری مینے کی تاریخ + "ڈوج" بہ معنی دوسری تاریخ۔ یعنی قمری مینے کی دوسری تاریخ۔

تخرج (عربی۔ ڈگر): تاریخ گوئی کی اصطلاح۔ مادہ تاریخ سے اعداد و منہا کم / خارج کر کے درست تاریخ کا عدد برآمد کرنا۔

جریا پھلڑ (ہندی۔ ڈگر): عورتوں کے مکرو فریب۔

تسویہ (عربی۔ مونت): سیاہ کرنا۔ مسودہ تیار کرنا۔ گھٹا تحریر کرنا۔ نقش، خاک۔

ٹھنڈ (عربی۔ ڈگر): دروسری، تکلیف دہی [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۶۰۹]: فرہنگ عامرہ، صفحہ ۱۵۳]۔

کھینچے (عربی۔ ڈگر): اندھا کرنا۔ مٹھا کرنا۔ معصوبہ تاریخ گوئی کی ایک اصطلاح، مادہ تاریخ میں کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کر کے مطلوبہ تاریخ کے اعداد کو بحال کرنا۔

تین کانے (اردو۔ ڈگر۔ اصطلاح): کچھگی یا چوسر یا چوڑے کے کھیل میں پانسہ پھینکنے میں تینوں دانوں میں ایک ایک آتا، گویا صفر کے برابر عدد ہوتا۔ مجازاً نامرادی، ناکام بانی [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۶۵۵]۔

قوم (اردو۔ مونت): خوب صورت عورت۔ بازاری لڑکی، نوچی۔ چالاک، تجر طرار [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۱۲]۔

جا (ہندی۔ اسم کیفیت): مناسب، واجب [ہندی اردو لغت، صفحہ ۸۷]۔

جدار (فارسی۔ موت): دیوار [غیاث اللغات، صفحہ ۱۳۵]۔

بکس (ہندی۔ ڈگر): شہرت، ناموری۔ وقار۔ اعتبار۔ ٹیک۔ ٹائی۔ نیکی۔ بھلائی۔ استعداد۔ وصف [فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۴۱]۔ یہاں یہ لفظ پہلے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

جواب نامصوب (اردو عربی ترکیب۔ ڈگر): غیر مناسب / غیر معقول جواب، غلط جواب۔
جوتھی (ہندی۔ موت): فوجی دستارہ شناس۔

جوکھوں (ہندی۔ موت): خطرہ، ڈر۔ نقصان، خسارہ۔ مصیبت۔
جیو (ہندی۔ ڈگر): جی، دل، روح۔

چارانشجی (فارسی مرثب): چار + ”آ“ نشج ” بمعنی مخالف، ضد، عنصر [غیاث اللغات، ص ۷]۔
— یعنی چار عناصر دیا: آب، آتش، باد، خاک: ہمارا پیدا کیا، جو ان عناصر سے بنی ہے۔

چامہ (عالم فارسی): شعر، غزل [فرہنگ عامہ، صفحہ ۲۰۰]، (موسیقی): گیت، غزل یا ترانہ
[فرہنگ تلفظ، صفحہ ۳۹۸]۔ خود تاد نے اپنے دوسرے تذکرے خزینۃ العلوم فی
متعلقات المنظوم (صفحہ ۶۱) میں اسے غزل کا ہم معنی لکھا ہے۔

چٹا دینا (اردو فعل): الگ کر دینا، ترک کر دینا۔ اردو مصدر ”چٹانا“ سے مشتق۔

چٹکا ہٹ (اردو۔ موت): شوقی، چالاکی۔ کچلا نہ بیٹھنے کی حالت۔

چٹلکی (اردو۔ موت۔ صفت): ”چٹلکا“ (شوخی، چالاکی، کچلا نہ بیٹھنے والا) کی تانیٹ۔

چٹلکے پن (اردو۔ ڈگر): ”چٹلکا“ کا اسم کیفیت۔

چوٹ چٹنا (اردو۔ محاورہ): آپس میں ٹوک جھوک ہونا، آپس میں طر کرنا۔ مقابلہ ہونا، ایک
دوسرے پر دادر کرنا [اردو لغت: ہفتم، صفحہ ۶۶۳، فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۲۵]۔

چورنگ (اردو۔ ڈگر): تلواری بازی کے لیے عمدہ مشق [فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۲۸]۔ کسی چیز کو
آزی تری بھی خرب ششیریوں لگانا کہ وہ چارنگڑوں میں تقسیم ہو جائے [اردو لغت: ہفتم،
صفحہ ۶۳۶]۔

چھپرکنا (اردو۔ فعلی صحتی): بیماری احسان کرنا، بوجھ رکھنا [فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۳۸]۔

مجھی بچی (اُردو ترکیب۔ مونت): ”مجھی، بہ معنی کپڑا اچھاپنے کا پیشہ ور [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۱۳۷] + بچی (لڑکی)۔ یعنی کپڑا اچھاپنے والے کی لڑکی۔

چدا (عربی۔ کھڑے تھمیں): بہت خوب، واہ وا [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۲۱۱: فرہنگ تلفظ، صفحہ ۴۵۳]

خیرِ حق (عربی۔ صفت): جلا ہوا، ہونڈ۔

حساب (عربی۔ مذکر): حکمت کے تین علوم میں سے ایک علم ریاضی کی شاخ، جس میں گنتی اور شمار کے طریقوں سے مسائل حل کرنے کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ وہ علم جس کے ذریعے دو یا دو سے زیادہ مجہول اعداد سے مخصوص و مقرر طریقے کی مدد سے نتیجہ معلوم کیا جائے [مُصطلحاتِ علوم و فنون عربیہ، صفحہ ۱۳۰]۔

حقِ فطیع (عربی۔ لغتی اصطلاح): گھر سے ملی ہوئی، ہم سارے کی غیر مقولہ جاکد اور ید نے کا استحقاق، ناکثِ حق [اُردو لغت: ہشتم، صفحہ ۲۰۴: علمی اُردو لغت، صفحہ ۶۵۲]۔

خاگی (فارسی۔ صفت۔ مونت): ایسی کبھی، فاحشہ جو بھپ کر اگھر بیٹھے کپ کرے [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۱۸۰]۔

خاندی (فارسی۔ مونت): ”خاوند“ کی حالتِ مفعولی / اسمِ کیفیت، لیکن یہاں یہ ”خاوند“ ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

خُلقِ کجِ خاک (فارسی ترکیب): زمین میں بھپ جانے والے، دنیا سے اٹھ جانے والے، فوت شدگان۔

خوابِ پوشیں (فارسی۔ ترکیب۔ مذکر): میٹھی نیند، گہری نیند [اُردو لغت: ہشتم، صفحہ ۷۸۷]۔

داروند (ترکی۔ مذکر): نگران۔ ملازموں یا سپاہیوں کا سردار۔ کوتوال، تھانے دار۔

دالِ مُتَجَمَّع (عربی۔ ترکیب۔ مونت): مُجَمَّع، بہ معنی نقطہ دار، منقطع۔ دال (و) کو ”دالِ مہملہ“ (یعنی بغیر نقطہ دال) اور ”دالِ کو“ دالِ مُتَجَمَّع (نقطہ دار دال) کہتے ہیں [علمی اُردو لغت، صفحہ ۶۹۴، ۷۹۱]۔

دامِ شرم (فارسی ترکیب۔ مذکر): فریب کا جال۔

دریں والا (فارسی- ترکیب) : ان حالات میں اس معاملے میں [اردو لغت : نجم، صفحہ ۱۸۵]۔
 ڈوبر (فارسی- ترکیب) : ”ڈوبر“ کا قدیم تلفظ۔ سید احمد دہلوی نے ”ڈوبر“ کے تحت اس کا
 اندراج کر کے سند میں جگم کا یکی شعر لکھا ہے (فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹)۔
 دیوانگلاں (ہندی- مفت موتھ) : جمع ”دیوانگلاں“ یعنی اپہرائیں، پرپاں، حسین و جمیل عورتیں
 [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۶۴۳]، لیکن یہاں ان معنوں میں یہ لفظ استعمال نہیں
 ہوا۔ یہاں اس کا مطلب لگے گا دیوانوں کی محبوب یا نور نظر عورتیں، مستحسن عورتیں۔
 دھیان (اردو- مذکر) : خیال، تصور۔ مراقبہ، توجہ، فکر۔

ڈیما (اردو- مذکر) : برطانیوں کا لفظ [اردو لغت : دوم، صفحہ ۱۹۳، بحوالہ مہذب اللغات]۔
 ڈیراوار (اردو- مذکر) : خاندانی طوائف جو اپنی رہائش پر ٹھاٹھ سے رہتی ہو، جہاں موسیقی و رقص کی
 تربیت بھی دی جاتی ہو، خوش حال کسی، بازاری کی ضد [اردو لغت : دوم، صفحہ ۱۹۳]۔
 فرہنگ تلفظ، صفحہ ۵۵۲]۔

رسالہ (عربی- مذکر) : چھوٹی کتاب، مختصر کتاب۔ عام طور پر ساٹھ صفحات تک کی ضخامت ہو تو اسے
 رسالہ اور اس سے زیادہ ضخامت ہو تو اسے کتاب کہتے ہیں۔
 رسالہ مختصرہ (عربی ترکیب- مذکر) : مختصر کتاب، چھوٹی کتاب۔

رشی (سنسکرت- مذکر) : خدا پرست، عارف۔ ویہ مکتروں کا عالم [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ
 ۶۵۳]۔ روشنی کی کرن، ”وہ آدمی جو ظلم میں فرشتوں سے بڑھ جائے اور جس سے فرشتے علم
 حاصل کریں۔ رشی کے اوپر برہما کے سوا کوئی اور نہیں“ [سنسکرت اردو لغت، ص ۵۸]۔
 رفتار (فارسی- مفت موتھ) : چال۔ یہاں مطلب ہے شطرنج کے مختلف مہروں کی وہ مختلف رفتار جس کے
 تحت ہر ادا و اطوار مقررہ خانے ہی چل سکتے ہیں۔

رقاصی (اردو- لفظ کلیتہً و فاعلی) : ناچ، رقص کا پیشہ۔ رقص کا پیشہ اختیار کرنے والا [اردو لغت :
 دوم، صفحہ ۶۷۷، ۶۷۸]۔ یہاں پہلے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔

ترم جنی (ہندی- مفت موتھ) : اصل ”ترام جنی“ کا مختلف۔ لاوارث عورت جو مصمت فردی کا پیشہ اختیار کر

لے، ہندو کی، رٹھی، طوائف [اردو لغت: دوم، صفحہ ۳۳۳: ہندی اردو لغت، ص ۳۳۹]

ریاضی (عربی۔ موقت): حکمت کے تین بنیادی علوم میں سے ایک کا نام، عدد اور مساحت کا علم۔ ریاضی میں علوم حساب، ہندسہ، جبر و مقابلہ، عدد، جبر، نقل، نجوم، موسیقی، وغیرہ شامل ہیں۔ [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۹۲: اردو لغت: دوم، صفحہ ۹۹]

ژنڈ (عربی۔ مذکر۔ اصطلاح): تاریخ گوئی کی اصطلاح۔ کسی لفظ کے ملفوظی حروف میں سے پہلا حرف اور اس کا عدد [تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۲۵: اردو لغت، نیاز دوم، صفحہ ۲۸]۔ مثال کے طور پر لفظ ”خوش“ میں ”خ“ ژنڈ ہے، جب کہ ”وش“ پچنات ہیں۔

ژناتہ (فارسی۔ مذکر) نگراں۔ ہذا سطحہ مرد جو عورتوں کی سی حرکتیں کرے [فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۱۳: اردو لغت: نیاز دوم، صفحہ ۱۶۳]

ژاؤ خواہ (فارسی۔ اسم صفت): ”ژاؤژین“ مصدر سے اسم مشتق ”ژاؤ“ (بے معنی بے فائدہ، بے مطلب بات) سے بنایا گیا اسم صفت۔ بے معنی باتیں کرنے کی طبیعت رکھنے والا، بکواسی طبیعت کا۔

ژاؤ گو (فارسی۔ اسم صفت): بے مطلب اور بے فائدہ باتیں کرنے والا، بکواسی [غیبات السلفات، صفحہ ۲۲۸: فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۳۲]۔

ژاؤ گوئی (فارسی۔ اسم کیفیت۔ موقت): ”ژاؤژکو“ کا اسم کیفیت۔

ساہو (ہندی۔ مذکر): عارف، پارسا، عابد۔ جو آخرت کی بہبودی کے لیے شاستر کے احکام کی تعمیل کرتا ہو [ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۵]۔

ساہا (ہندی۔ مذکر): سہاگ، ہندوؤں میں شادی کے لیے وہ مخصوص دن جن میں بیاہ کا شجوک ہوتا ہے، شادیوں کا موسم، شادیوں کے مخصوص دن [فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۲۰]۔

سج (عربی۔ مذکر): ایک شعری صنعت جس کے تحت شعر میں کوئی نام یا اس کا کوئی حصہ ہوں نظم کیا جائے کہ وہ نام عبارت میں پامعنا اور موزوں ہو اور شعر پڑھتے وقت وہ نام وہیاں

میں آجائے۔

سراوق مصمت (عربی ترکیب۔ مڈگر): ”سراوق“، بہ معنی نیچے کا چاروں جانب کا پردہ، تمنا (اُردو لغت: نیاز و ہم، صفحہ ۶۹؛ فربہنگ عالمیہ، صفحہ ۳۳۱)؛ یعنی آہرہ، مصمت کے نیچے میں پردہ دار۔

خرقات شعری (عربی و فارسی ترکیب۔ مڈگر): ”خرقہ“ بہ معنی چھری۔ دوسرے کے شعر، شعر کے صفے یا مضمون کو اپنے شعر میں داخل کر لینا (فربہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۷۷)۔
شرشمن (ہندی۔ مڈگر): بولی، روشنی، غدار سید۔

سبت (ہندی۔ مڈگر): سال، سن۔ ہندی سال، راجا بکرماجیت کے دور سے شروع کیا جانے والا سال جو حساب میں سو پچیسویں سے ۵۷ سال قبل شروع ہوا۔ یہ سال ”جیت“ کے مہینے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا اختتام ”پھاگن“ کے مہینے پر ہوتا ہے (فربہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۹۵)۔

سکھرن (سکھرت۔ مڈگر): ملا جلا؛ ہیا راگ یا راگنی جو دو یا زیادہ راگوں سے مرکب ہو (اُردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۵۳)۔

سنگی (اُردو۔ مونث): ساقی۔ گوپے کا ساتھ دینے والا سازندہ۔
سورپہ چکھسا (ہندی ترکیب): سورپہ (سورج) + چکھسا (علاج)؛ یعنی علاج بخشی (ہندی اُردو لغت: صفحہ ۳۹۰، ۳۹۷)۔

سوسائیاں (اُردو۔ مونث): سوسائیاں (Societies) کا پرانا تلفظ۔

سیاقِ اعظم سیاق (عربی۔ مڈگر): حسابِ احساب کا علم۔ علم کی وہ شاخ جس میں اعداد سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔

سیاق و سباق (مغربی ترکیب۔ صفت): ”سیاق“ کا مطلب پس منظر یا گزشتہ کا ہے، جب کہ سباق پیش منظر یا آئندہ کے معنا میں استعمال ہوتا ہے۔ آگے اور پیچھے کی مسلسل مہارت جس کے ساتھ ٹپلے یا مہارت کا مفہوم واضح ہو (اُردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۳۸)۔ یہاں یہی

مطلب لیا گیا ہے کہ فارسی زبان پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ سیاق و سباق کی مدد سے فارسی عبارت کا مفہوم سمجھ سکتی تھیں۔

سیت (ہندی۔ سوٹ): سردی، پالا، جاڑے کا موسم۔

شخصہ (فارسی۔ مفت): اصل: بخشش زر، یعنی چہرہ دروازوں والا مکان، جہاں سے رہائی مشکل ہو۔ شہر نچ کی بازی، اسی سے کٹلیٹ حیران، پریشان مراد لیا جاتا ہے۔

شیراز (اردو۔ مفت): شیر کی طرح، دلیری سے، بہادری سے [اردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۸۰] ضعیفہ (عربی۔ سوٹ): دودھ پیتی بچی، چھوکی۔

صعوبہ (عربی۔ سوٹ): علم بیان کی ایک شعری صنعت، جس کے تحت مصرعے یا شعر کے پہلے پہلے حرف یا الفاظ کو جمع کرنے سے کوئی نام برآ ہوتا ہو [البدیع، صفحہ ۲۹۸]

صعوبہ اطرا (عربی۔ سوٹ): جلم بیان کی ایک شعری صنعت، جس کے مطابق کسی کی مدح یا مذمت بیان کی جائے تو اُس کے آداب و اجداد کے نام بھی نظم کیے جائیں، خواہ مرثیہ، مہکوس یا غیر مرثیہ۔ [البدیع، صفحہ ۳۳۵]

ضعیف النہایان (عربی۔ مفت): جس کی بنیاد کم زور ہو۔ عموماً "انسان" کے ساتھ مرثیہ صورت میں استعمال ہوتا ہے۔

طریقہ (فارسی۔ مفت): طریقہ، بہ معنی "غریب و نادر و نوزادہ" [غیبات السلفات، صفحہ ۳۰۰] کی تائید۔

طریقہ راجحہ (ترکیب معزب۔ مذکر): اچھا طریقہ، عمدہ اصول۔

طول فصول (معزب ترکیب۔ مفت۔ مذکر): بے کار طوالت، بے فائدہ تفصیل۔ (نئی ترکیب ہے)۔

ظہوری (معزب۔ مفت۔ مذکر): گھسلا ہوا، واضح، عیاں۔ "ظہور" کا اسم کیفیت۔

محضت کے نگاہ رکھنے کی خوبیاں (اردو۔ روزمرہ): محضت کی حفاظت کرنے کی خوبیاں۔

علم سیاق (معزب اصطلاح۔ مذکر): حساب کا علم، وہ علم جس میں اعداد سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔

علم عروض (معزب اصطلاح۔ مذکر): معترضہ ارکان اور بحر کی مدد سے اشعار کا وزن معلوم کرنے کا علم۔

علمِ قوائی (مغرب اصطلاح۔ مذکر): اشعار میں قافیہ بندی اور قافیوں کے درست و نادرست ہونے سے بحث کرنے کا علم۔

میش مہار (مغرب ترکیب۔ مذکر): چائز میش، میش و عشرت کی خواہش شریعت کے موافق پوری کرنا۔ یہاں مطلب ہے نکاح کر کے میش و عشرت کو جائز بنالیا ہے۔ یہ بھی تازہ ترکیب ہے۔

نقدی ہولی (آرڈو ہندی ترکیب۔ مؤنث): نقدی یعنی جنگ ۱۸۵۷ء موسوم بہ نقد کی حالت، مغولی، اور ہولی، یہ معنی نکاح ہولی کے جوہار کے دنوں میں گائی جانے والی راگنی (ہندی آرڈو لغت صفحہ ۵۴۸)۔ یعنی ایسا گیت جو ہولی (راگنی) پر گایا جائے اور جس میں قدر (محرکہ ۱۸۵۷ء) کا بیان ہو۔ نئی ترکیب ہے۔

لرودع (عربی۔ مذکر): "لرودع" کی جمع، شائیں، محو قوں کی چونیاں (فرہنگ عامہ، صفحہ ۴۵۲، ۴۵۵)۔
 قلم ذولسان (عربی ترکیب۔ مذکر): قلم + ذولسان، یہ معنی زبان پر عبور رکھنے والا۔ یعنی نخست زبان کسے والا قلم، فصیح البیان قلم۔

کالجیٹی (دخی کالجیٹی) (آرڈو۔ مؤنث): کالجیٹی (Collegiate: بلور کالج قائم) (اوکسفرڈ انگلش آرڈو ڈکشنری، صفحہ ۲۷۹) کی حالت، مغولی۔ پرانا تلفظ، فی زمانہ مستعمل نہیں۔
 کاپی (آرڈو۔ مؤنث): کاپی (copy) کا پرانا آرڈو تلفظ۔

کاڈ (ہندی۔ مذکر): کتاب کا حصہ، فصل، باب (ہندی آرڈو لغت، صفحہ ۴۱۲)۔
 کجیاٹی (ہندی۔ مؤنث): شاعری۔ "کجیت" یہ معنی شعر، قلم سے اسم کیفیت (فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۳۵۹)۔ آرڈو لغت: چہار دہم، صفحہ ۶۲۹۔

کبرائوں (ہندی۔ مؤنث): "کبرائی" کی جمع، مصنف کے مطابق اس کے معنی شاعرات کے ہیں [ملاحقہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۵، طرۃ ۳]

کبھی (آرڈو۔ مؤنث): قادم، پیشہ کرانے والی، قبحہ (فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۵۱۳)۔ "کسب"، یہ معنی کام سے شغف۔

کھائی نہ کر (آرڈو۔ محاورہ): کھائی نہ کرنا (محاورہ)۔ یہ معنی اپنی کھائی حریف کے پیچھے سے آزاد کر کے اس

کی کلائی کو اپنے پنجے میں لینے کی کوشش کرنا، سے مشتق۔ یعنی ایسی کوشش نہ کرنا مقابلے سے باز رہنا

کمان زبان گوڑہ کرنا (آرودھماورہ): ”کمان زہ ہوتا“ آرودھماورہ ہے، یہ معنی کمان چلانے کی تیاری کرنا، کمان پر چلنا۔ چڑھنا، چڑھانا (آرودو لغت: پانزدہم، صفحہ ۱۵۶)۔ گویا ”کمان زبان کو زہ کرنا“ کا مطلب ہوا کہ زبان کو شہر طر و حقیر چلانے کے لیے تیار کرنا۔

کھترانی ہامبھی (ہندی۔ موثقت): دیکھیے ”ہامبھی / ہامبھیاں“ اور ”کھترانی“۔

کھکھو (آرود۔ موثقت): محنت، مشقت، تکلیف، زحمت۔

گاکوں (ہندی۔ صفت): گاکٹن (گانے والی) کی جمع۔ گکٹوں (گانے والوں) کی تانیث۔

ٹٹو (ہندی۔ مذکر): دوا کی گولی، بڑی گولی (فرہنگ اصدیہ: چہارم، صفحہ ۱۵)۔

گرمیاں کرنا (آرودھماورہ): شویاں کرنا، مذاق کرنا، محبت ظاہر کرنا، گرم جوشی دکھانا۔

گنڈھریاں (ہندی۔ موثقت): گنڈھرب، یہ معنی اچھا گانے والا کی تانیث کی جمع (گنڈھرب + نیاں)۔

گنڈھ (ہندی۔ مذکر): پویشیدہ، چٹائی (ہندی آرودو لغت، صفحہ ۴۵۰)۔

گھڑت (آرود۔ موثقت): بنائی ہوئی بات، جھوٹی بات۔

گھگھروند (آرود۔ مذکر): تاپنے گانے والیوں کے عزیز، جاننے والے۔

لاھڑا (ہندی۔ عربی ترکیب۔ مذکر): لاحقہ، یہ معنا کسی لفظ کے آخر میں یا معنا لفظ کا اضافہ کرنا (ایک،

یہ معنا تام کا۔ یہاں مراد ہے معنا آور محقق)۔

گکائی (آرود۔ موثقت): بیوی، عورت، آشنا عورت۔

گھنا (ہندی۔ مذکر): الفح، فاحشہ۔

گاہاپ (آرود): ”گاہاں باپ“ کا مخفف۔

گھاڈت (عربی۔ اسم کیفیت۔ موثقت): جلدی، حمیزی، جراثیم و ولیری (علمی آرودو لغت،

صفحہ ۱۳۳۵)

گھاج (عربی۔ مذکر و موثقت): اچھا، مال — گھاج۔

نخاع (عربی۔ مذکر): شیعہ مذہب میں شرعی میعاد کا نواح۔ اصل ”نخع“۔

نخاعی (عربی۔ صفت): نخاع، بہ معنارفع، بلند، عالی کا اسم کیفیت۔

نخورد (عربی۔ صفت): گرم حرارت دیا گیا [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۰]

نحوت شایقہ (عربی۔ مؤنث): محنت، شاقہ، بہ معناتخت محنت، جہاں نشانی کا غیر مستعمل املا۔

نُسکرات (عربی۔ مؤنث): ”نُسکِر“ کی جمع، فشی، شیانِ نشاء وراشیاء [علمی اردو لغت، صفحہ ۱۲۸]۔

مشہورہ (عرب۔ صفت): شہرت یافتہ، نام ور۔ ”مشہور“ کے ساتھ لاحقہ ”ہ“ لگا کر بنایا گیا ہے۔

[اردو لغت: چہارم، صفحہ ۱۲۸]۔

نُصیف (عربی۔ مذکر): صحیفوں کا مجموعہ، مراد ہے قرآن مجید۔

معانی (عربی اصطلاح۔ مؤنث): وہ علم جس میں لفظ کے معنی و معنوں کا تجزیہ و مطالعہ کر کے اُن کا

تعلق متعینہ حال یا اصل صورت سے جوڑا جاتا ہے۔ علم بیان و بدیع اسی کی شاخیں

ہیں۔ اسی علم سے کلام میں بلاغت پیدا کی جاتی ہے [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۷]۔

مغل پشانی (اردو۔ مذکر): ایک کھیل کا نام جو خانے کھینچ کر سولہ ٹکڑیوں کے ساتھ کھیلایا جاتا ہے۔

[فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۷]

مکانات (عربی۔ مذکر): ”مقام“ کی جمع، جگہیں۔ اوقات، مواقع۔

مُتَقَدِّم (عربی۔ مذکر): جمع ”مُتَقَدِّم“، دعاء، استغاثہ، (عجاز) واردات، حادثہ، وقوعہ، موقع،

معاملہ۔ مسئلہ، بات [فرہنگ اصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۸]

مکڑائی (اردو۔ مؤنث): تانفرمانی، سرکشی، بغاوت۔

مل گوجری (ہندی۔ مذکر۔ اصطلاح و ترکیب): ایک راگ کا نام۔

معان (عربی۔ مذکر): نیکی کرنے والا، احسان کرنے والا۔ خدا تعالیٰ کا صفاتی نام۔

منّا تے ہیں (اردو و تھارو): اصل تھارو ہے ”منّا تا“ بہ معنی طعن مارنا، طعنا کرنا۔ [فرہنگ اصفیہ:

چہارم، صفحہ ۳۳۳]۔

مہلکی (سنسکرت۔ مؤنث): نہکت، بہ معناتجلی، فقیروں کا سردار، بڑا سادھوی تانیٹ۔

تادیب (عربی ترکیب - صفت): اپنے دور کی منفرد اپنے زمانے کی انوکھی کا انوکھا۔

تاصیہ (عربی - مذکر): پیشانی، جبین، ماتھا۔

تاکد خدا (فارسی - صفت): بین بیابا، بیابانی، کنوارا، کنواری۔

تروہن (ہندی - مذکر): سوچ بچار، کسی امر سے متعلق غور و تامل کے بعد رائے قائم کرنا [ہندی

اردو لغت، صفحہ ۳۹]۔

ظہری (عربی - صفت - مؤنث): نامعلوم چیز - نظروں سے گرا ہوا، گری ہوئی چیز - رسالے، افکار کا

ٹکالا ہوا (گھوڑا)۔ بے کار، بکنا، ناقص۔ جو آنکھوں سے نظر آئے۔ قیاسی، فرض، خیالی

[جامع اللغات: دوم، صفحہ ۱۹۶۵]۔

نصیٰ غزل (عربی - مؤنث): نعتیہ غزل، لغت جو غزل کی صفت میں لکھی جائے۔

نور پے زور (عربی فارسی ترکیب - مذکر): "نور" (عربی - مذکر)، بے معنا روپ، نظارہ اور "زور"

(فارسی - مذکر) بے معنا غضب کا، قیامت کا۔ انوکھا، نرالا۔ زیادہ، بہت سے مرتب۔

یعنی قیامت اور غضب ڈھانے والا جلوہ۔

نوچیاں (مترس - مؤنث): "نوچی" کی جمع۔ بازاری عورتوں کی لوٹیاں یا پیشیاں، جن سے وہ پیشہ کرا

کے کمائی کھاتی ہیں۔ کنواری بازاری لڑکیاں۔ کفنیوں (وہدا کرنے والیوں) کی لڑکیاں۔

ایسی پیشہ ور لڑکیوں کو "نوچی" اور ان کی مالکہ کو "ناکھ" کہتے ہیں جو ان کی کمائی کھاتی ہے

[فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۶۱۳؛ اردو لغت: ہجرت، صفحہ ۵۵]

نیم روز (فارسی ترکیب - صفت): دو پہر، آدھا دن۔ ایک جگہ کا نام۔

واہن (وہی لفظ - مرتب): وا، بے معنا وہ اور دن سے مرتب، یعنی وہ دن۔

ہم غلط (مترس ترکیب): "ہم" بے معنی آجس میں، نیز، بھگی [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۲۶] کے

ساتھ ترکیب بنا کر "دونوں غلط" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

ہوا بھاتا (اردو محاورہ): نال وینا، بہانے سے چلتا کر دینا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۴]۔

ہوا کاور (عربی - صفت - مذکر): وہ قدرت رکھنے والا، وہ غالب، مراد خدا تعالیٰ۔

چھ کارہ کو (فارسی۔ مذکر۔ ترکیب): ناکارہ و نالائق کی بات کرنے والا۔ انکاری کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

یاگ ڈلگ رشی (ہندی۔ صفت): یاگ، یہ معنا پوجا + ڈلگ، یہ معنا چمک، جھلک + رشی یا رشی، یہ معنا عارف، خدا پرست، عابد [ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۶۵۵-۵۵۶: ۳۳۳] ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۶۵۳]، یعنی ایسا خدا رسیدہ جس کے بکھرے سے بچ جانا ٹھہر کر نا ظاہر ہوتا تھا۔ واللہ اعلم۔

کتابیات

- ۱۔ انکار عالم آزاد ستید: خود مقصودانہ یا اسلام میں تعلیم یافتہ مسعودات [۱۹۰۷ء]:
علی گڑھ، مطبع العلوم، مہاشام شیخ علی حسن، احسن مارہروی؛ مستعار (۱۹۱۰ء کے قریب)۔
- ۲۔ امجد علی اشعری ستید: لغاتہ الخوانین [۱۹۰۷ء]: لاہور، دارالافتاء کیر؛ (شامیج دوم)، مطبع اڈل، ۱۹۰۳ء۔
- ۳۔ انبی پرشار، ثقی: (۱) فضا طوطا و مینا [۱۸۸۰ء سے قبل]:
دہلی، مطبع فوق کاشی مہاشام شیخ امجد علی پرشار؛ سن (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
(۲) فضا گوئی چند [مکتوم۔ ۱۸۵۸ء یا قبل]؛ ایضاً؛ سن (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
- ۴۔ انصار اللہ، ڈاکٹر محمد: (۱) (مکتوم، کتاب درسیب): انتخاب رشک [۱۹۸۳ء یا قبل] (از علی اوسط
رخت گھنٹی)؛ مکتوم، ناظر پرنٹرز، اردو اکادمی؛ شامیج اڈل، ۱۹۸۳ء۔
(۲) مسکرت اردو لغت [۱۹۹۳ء]؛ اسلام آباد، مقتدر قوی زبان بورسری اشاعت، ۲۰۰۹ء۔
- ۵۔ آجی الدینی مولوی مہاشاماری: تذکرۃ الخوانین [۱۹۳۷ء]:
مکتوم، مطبع فشی نول کشور، واحد اشاعت، مستعار (قائم ۱۹۳۷ء)۔
- ۶۔ ہاشم اے ایل: ہندوستان کا شاہ طو ماضی [۱۹۵۳ء]؛ مترجم: انس غلام ستانی [قبل ۱۹۸۸ء]:
نئی دہلی، قوی کوئل برائے فروغ اردو زبان؛ دوسرا ایڈیشن، ۱۹۹۸ء۔
- ۷۔ ہاشم اکبر آبادی، بحیم قطب الدین: مخلصانہ جے خزان [۱۴۶۵ھ/۱۸۵۰ء]:
مکتوم، مطبع فشی نول کشور، شامیج اڈل، جون ۱۸۷۵ء، بھاری ۱۵ اڈل ۱۳۹۲ھ۔
- ۸۔ ہاشم فشی، دینی پرشار: تذکرہ آثار الفتحاے ہند [۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء]:
دہلی، مطبع رضوی؛ واحد اشاعت، تمبر ۱۸۸۵ء۔
- ۹۔ حسین دوست سنبھلی، میر: تذکرۃ حسینی [۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء]:
مکتوم، مطبع فشی نول کشور؛ شامیج اڈل، جون ۱۸۷۳ء (مکتوم ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی)۔
- ۱۰۔ جلیس: اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری [مئی ۱۸۸۳ء]:
مکتوم، ناظر پرنٹرز، اردو اکادمی؛ اکادمی سے پہلے، مارچ ۱۹۸۳ء۔

۱۱۔ درگاہ شادآوردہ لکھی: (۱) تذکرۃ النساء [۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء]:

دہلی، اکمل المطابع: ناشر معصفت: واحد اشاعت ۱۸۸۳ء۔

(۲) تذکرۃ النسائے نادری، سوانح خیالی [۱۸۷۸ء]: دہلی، مطبع فوق کاشی،

چہ اجتام شش ماہی پرشاد: واحد اشاعت ۱۸۷۸ء۔

(۳) خیریت العلوم فی مصنفات المظلوم [۱۸۷۹ء]: ناشر: لاہور، شش ماہی پرشاد:

مطبوعہ مطبع منقوہ عام لاہور: واحد اشاعت مارچ ۱۸۷۹ء۔

(۴) رسالۃ قوائی [۱۸۸۳ء]: دہلی، مطبع قدوسی، چہ اجتام لالہ گیان چند: واحد اشاعت ۱۸۹۰ء۔

(۵) گلشنی ناز [۱۸۷۹ء]: دہلی، مطبع فوق کاشی، چہ اجتام شش ماہی پرشاد: واحد اشاعت ۱۸۷۹ء۔

(۶) شعلہ سوانح خیالی [۱۹۰۴ء]: دہلی، مطبع سری رام پرکاش،

چہ اجتام لالہ اکبر رام کشن: واحد اشاعت ۱۹۰۵ء۔

۱۲۔ آردہ خواجہ میر: دیوان درد [۱۲۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء]: مرثیہ: (اکثر ضخیم) امر:

نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ آردو زبان: پہلی اشاعت، جولائی/ ستمبر ۲۰۰۳ء۔

۱۳۔ راجیو سورن داؤد پتر، راجا: ہندی اردو لغت [۱۹۳۸ء]: (مع ضمیر از سید قدرت نقوی)

کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان: اشاعت اول (نکس)، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ رفیق علی اوسط: نظم سہرک (دعایاں اول) [۱۳۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء]: مرثیہ: (اکثر بحر انشاد اور):

مسو دورہ برائے طباعت نقود مجلس ترقی ادب لاہور۔

۱۵۔ رشید حسن خاں: اردو ادب [۱۹۷۴ء]: لاہور مجلس ترقی ادب: اشاعت اول (پاکستانی نکس)، مئی ۲۰۰۷ء۔

۱۶۔ رفاقت علی شاہ: آئینویں صدی میں اردو محکمے، تاریخ و تحقیق [۲۰۰۵ء]:

نکری مقالہ برائے لی ایچ ڈی: لاہور جامعہ پنجاب، ایقتات ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۳ء۔

۱۷۔ رنجیت میرٹھی، حکیم فصیح الدین: بہارستان ناز [۱۲۹۱ھ/ ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۷۳ء/ ۱۸۸۳ء]:

مرثیہ ظلیل الرحمن فاؤنڈی: لاہور مجلس ترقی ادب: اشاعت اول، مارچ ۱۹۶۵ء۔

- ۱۸۔ سید احمد دہلوی (مولف) : فرہنگ اصعب : لاہور، مکتبۂ حسن کتب لکھنؤ : (۱) کلن میں کل مرچ، کھنکھی شامت :
(۱) جلد اول [۱۹۱۷ء] : طبع چارم، سنہ ۱۳۳۷ھ۔ (۲) جلد دوم [۱۹۰۸ء] : طبع چارم، سنہ ۱۳۲۷ھ۔
(۳) جلد سوم [۱۸۹۸ء] : طبع سوم، سنہ ۱۳۱۷ھ۔ (۴) جلد چارم [۱۹۰۱ء] : طبع سوم، سنہ ۱۳۲۰ھ۔
- ۱۹۔ سید جعفر، (اکثر (مترجم و تصنیف) : کتابیات محمد علی قطب شاہ [مترجم ۱۹۸۳ء] :
نئی دہلی، ترقی آرڈو پیپر و پبلک ایشن، دہلی، ۱۹۸۵ء۔ (مترجم)۔
- ۲۰۔ شان الحق شمس : (۱) (مترجم و مترجم) : ارسطو انگلش اردو کشفی [۲۰۰۳ء] :
کراچی، ارسطو ایم نیورٹنی پریس، ضلع صواب، ششم، ۲۰۰۷ء۔
- (۲) فرہنگ تلفظ [۱۹۹۵ء] : اسلام آباد، مکتبہ قومی زبان : طبع سوم، ۲۰۰۸ء۔
- ۲۱۔ شفقت رضوی (مترجم و مترجم) : دیوانہ لقا باقی جنتا [۱۲۳ھ/۱۷۹۸ء] : [”پیش لفظ“ ۱۹۹۰ء] :
لاہور، مجلس ترقی ادب، اشاعت اول مارچ ۱۹۹۰ء۔ [”پیش لفظ“ : ص ۵۵۵]۔
- ۲۲۔ مقادیرانی، مولوی میراجی : تذکرۃ شعیب سطن [۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء] :
کھنکھی، طبع شمس علی خاں کشور : اشاعت دوم، ۱۸۹۱ء۔
- ۲۳۔ ضیاء الدین لاہوری : جوہر تقویم [۱۹۹۳ء] : لاہور، ادارہ تحفہ اسلامیہ : طبع اول، ۱۹۹۳ء۔
- ۲۴۔ غفر الرحمن دہلوی، مولوی : فرہنگ اصطلاحات ہیئتہ دیوانہ، جلد ہفتم [۱۹۳۳ء] :
دہلی، عالمگیر ترقی اردو (ہند) : واحد اشاعت، ۱۹۳۳ء۔
- ۲۵۔ غفور الحسن سید : تاریخ عربیہ مہملی [۱۹۱۴ء] : دہلی، ہلالی پریس : اشاعت اول، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء۔
- ۲۶۔ عابد علی مآبہ : البدیع (جلد ۱) [۱۹۷۱ء] : لاہور، مجلس ترقی ادب : اشاعت اول، مارچ ۱۹۸۵ء۔
- ۲۷۔ عبدالحق بلادی، مولانا (مترجم) : مصباح المفردات [۱۹۵۰ء] : اکوڑہ، ملک، دہلی، کتب خانہ، سنہ ۱۳۷۰ھ۔
- ۲۸۔ عبدالحق ڈاکٹر مولوی : مروجہ مہملی کالج [۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء] : دہلی، عالمگیر ترقی اردو (ہند) : پارہ دوم، ۱۹۳۵ء۔
- ۲۹۔ عبد اللہ خاں خوشگل : فرہنگ علمہ [۱۹۳۷ء] : اسلام آباد، مکتبہ قومی زبان :
طبع اول (کھنکھی)، جون ۱۹۸۹ء۔

۳۰۔ عبدالحمید دہلوی (مترجم): جامع اللغات [۱۹۳۳ء]:

(۱) جلد اول: لاہور، جامع اللغات کتب خانہ: اشاعت اول، ۱۹۳۵ء۔

(۲) جلد دوم: لاہور، اردو سائنس بورڈ: (دوسری اشاعت)، طبع سوم، ۲۰۱۰ء۔

۳۱۔ غالب دہلوی، مرزا اسد اللہ خاں: دیوان غالب (نسخہ عرصی) [۱۸۶۹ء]:

مترجم: امتیاز علی خاں برقی، رام پوری: نئی دہلی، ناظمین ترقی اردو (ہند): اشاعت دوم، ۱۹۸۲ء۔

۳۲۔ غیاث الدین رام پوری، مولوی: حیات اللغات [۱۲۳۲ھ/۱۸۳۶ء]:

کان پور، مطبع خشی کول، کھنور: بارہم، جنوری، ۱۸۹۰ء۔

۳۳۔ فارسی: ڈاکٹری: ہندستانی/انگریزی اور انگریزی/ہندستانی [جنوری ۱۸۵۷ء]:

کھنور، آخر پرنٹس اردو اکادمی: پہلا اکادمی انٹرنیشنل، ۱۹۸۷ء۔

۳۴۔ فخری بھوپالی: ”روپ متی، باز بہار“ (مضمون) [۱۹۸۳ء]: مجلہ نیا دور، کراچی: شمارہ ۷۵، ۷۶، ۷۷۔

بابت اپریل و جولائی ۱۹۸۲ء، (خاص نمبر): صفحات ۱۹۴ تا ۱۹۸۔

۳۵۔ قدرت نقوی، سید: ضمیر [۱۹۹۶ء یا قبل] در ہندی اردو لغت: از داجا رام سوردا و اصغر (رک پائن)۔

۳۶۔ کالی داس ٹیچا رنجا: غالبیات (کچھ مطالعے اور مشاہدے)، [۱۹۹۷ء]:

ممبئی، ساکارہ پبشرز: اشاعت اول، ۱۹۹۸ء۔

۳۷۔ کریم الدین، مولوی: طبقات شعرائے ہند [۱۸۳۷ء]:

کھنور، آخر پرنٹس اردو اکادمی: پہلی اکادمی اشاعت (طبع اول کی تیسری اشاعت)، ۱۹۸۷ء۔

۳۸۔ گمان چند، ڈاکٹر: (۱) اردو مشنوی شمالی ہندی میں، جلد اول [۱۹۷۶ء]:

نئی دہلی، ناظمین ترقی اردو (ہند): اشاعت دوم، ۱۹۸۷ء۔

(۲) اردو میں فخری داستانیں [۱۹۷۸ء]: اشاعت چہارم:

کھنور، آخر پرنٹس اردو اکادمی: (اشاعت سوم) پہلا اکادمی انٹرنیشنل، ۱۹۸۷ء۔

۳۹۔ مادھو دت: قرۃ العین طلہرہ [۱۹۳۸ء]: مترجم: عباس علی بٹ [ترجمہ ۱۹۶۷ء یا قبل]:

ترجمہ اور اشاعت: صاحبزادہ فانی [۱۹۸۵ء]: کراچی، نیو آئی پبلیکیشنز: اشاعت سوم، ۱۹۸۶ء۔

- ۳۰۔ محمود بیگ دانت: نتائج المعانی [۱۸۶۳ء تا ۱۸۷۴ء]؛
مرتب: گوہر نوشانی؛ لاہور مجلس ترجمی آؤب؛ اشاعت اول، جنوری ۱۹۶۷ء۔
- ۳۱۔ حسن کھٹوی، سید عمن علی: تذکرۃ سراپا سخن [۱۲۷۸ھ تا ۱۲۹۶ھ]؛
کھنڈ، مطبع قشقی نول کشور؛ مار سوم، اپریل ۱۸۹۹ء/ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ۔
- ۳۲۔ محی الدین غازی امیری: مصطلحات علوم و فنون عربیہ [۱۹۷۳ء تا آئیں]؛
کراچی، انجمن ترجمی اردو پاکستان؛ واحد اشاعت، ۷۸۰، ۷۹۷ء۔
- ۳۳۔ عکرم الدین احمد: "نتیجہ سخن، نگال کا ایک قدیم گلدستہ" (مضمون) [۱۹۵۱ء تا آئیں]؛
ادنامہ جدید اردو، گلگتہ؛ سال ۱۹۵۱ء، صفحہ ۵۶ تا ۵۷۔
- ۳۴۔ عاقش، شش ماہی پرشاد: (۱) قصہ طوطا و سیہ [۱۹۸۸ء تا آئیں]؛ دہلی، مطبع فوق کاشی؛ سزدار (۱۸۹۰ء کے قریب)۔
(۲) قصہ گویں جند [معلوم ۱۸۵۸ء تا آئیں]؛ دہلی، مطبع فوق کاشی؛ سزدار (۱۸۹۰ء کے قریب)۔
- ۳۵۔ شفیق خواجہ: "نگارستان ہندیہ" (مضمون) [۱۹۷۱ء تا آئیں]؛
سہ ماہی اردو، کراچی؛ جلد ۳، شمارہ ادبیت جنوری ۱۹۷۱ء؛ صفحہ ۶۹ تا ۸۷۔
- ۳۶۔ شام احمد فاروقی: مقدمہ [۱۹۶۵ء تا آئیں] تذکرۃ طبقات الشعراء لاہور، مجلس ترجمی آؤب؛ اشاعت اول، ۱۹۸۸ء۔
- ۳۷۔ ذریعہ (دہلوی)، مولوی حافظ: تاریخ دربار تاج ہوش [۱۹۰۳ء تا بعد]؛
کھنڈ، مطبع قشقی نول کشور؛ سزدار (۱۹۰۳ء کے بعد مگر ۱۹۱۳ء سے قبل)۔
- ۳۸۔ ذراکسن پیر کھٹوی، سید: نور الکفایت، جلد چہارم [۱۹۲۵]؛
اسلام آباد، پبلیشنگ فاؤنڈیشن؛ طبع سوم، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۹۔ دانت سرہندی: مجلس اردو لغت [۱۹۷۶ء]؛ لاہور، علمی کتاب خانہ؛ (اشاعت شمارہ)، ۱۹۹۶ء۔
- ۵۰۔ "ذریعہ خواجہ گوزر" (دیر و مرتب): امانت گلدستہ نتیجہ سخن [۱۸۸۳ء تا ۱۸۸۴ء]، گلگتہ؛
شمارہ جون، اکتوبر، دسمبر ۱۸۸۳ء؛ مارچ ۱۸۸۴ء۔

۵۔ _____ اُردو لغت (تدوین اصول ہی: کراچی، اُردو لغت بورڈ (ترقی اُردو بورڈ)

جلد ہفتم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر ابوالخیر صدیقی): اشاعتِ اول، ۱۹۸۵ء۔

جلد ہفتم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فرمان فتح پوری): اشاعتِ اول، دسمبر ۱۹۸۷ء۔

جلد نهم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، دسمبر ۱۹۸۸ء۔

جلد دہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جنوری ۱۹۹۰ء۔

جلد یازدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، مئی ۱۹۹۰ء۔

جلد دوازدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جنوری ۱۹۹۱ء۔

جلد چہارہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جنوری ۱۹۹۲ء۔

جلد پانزدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جون ۱۹۹۳ء۔

جلد شانزہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جون ۱۹۹۳ء۔

جلد سولہم [۱۹۸۵ء]: (قائم مقام مدیر اعلیٰ مرزا نسیم بیگ): اشاعتِ اول، دسمبر ۲۰۰۰ء۔

جلد ہزدهم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر یونس حسینی): اشاعتِ اول، جون ۲۰۰۲ء۔

جلد نوزدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر رؤف پارکھی): اشاعتِ اول، دسمبر ۲۰۰۳ء۔

جلد بیستم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعتِ اول، جون ۲۰۰۵ء۔

تذکرۃ النساء نادرۃ

تذکرۃ النساء نادرۃ دراصل فارسی شاعرات کے تذکرے گلشنِ ناز، اُردو شاعرات کے تذکرے "چمن انداز" اور دیگر چند تحریروں کا مجموعہ ہے۔ "چمن انداز" اُردو شاعرات کا پہلا آزاد تذکرہ ہے۔ تذکرۃ النساء نادرۃ کے مصنف ڈرگا پرشاد ناڈر دہلوی ہیں جو دہلی کالج کے طالبِ علم اور بعد میں اسی درس گاہ کے استاد رہے۔ انھوں نے یہ تذکرہ ۱۸۷۱ء اور ۱۸۷۵ء کے درمیان مکمل کیا۔ یہ تذکرہ پہلے دو حصوں میں ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا۔ دوسری اور آخری بار یہ تذکرہ کثیر اضافوں کے بعد مکمل صورت میں ۱۸۸۳ء میں نکلا۔ مصنف نے تذکرے پر نظر ثالث کے بعد مزید ترامیم پر مشتمل ایک مختصر ضمیمہ بھی ۱۹۰۳ء میں شائع کیا۔ تذکرے کی زیرِ نظر تدوین میں ۱۸۸۳ء کے نسخے اور ۱۹۰۳ء کے ضمیمے کو بنیاد بنایا گیا ہے، جب کہ تذکرے کی بقیہ اشاعتوں اور معاصر تذکروں کو مقابلہ متن کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس تذکرے کی تدوین و اشاعت گرمانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور کے تحقیقی منصوبے کا حصہ ہے۔

گرمانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور

پاشتراک

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

Rs. 1800.00

www.sangmeel.com

Printed by: Sangmeel, 15, 2001 A.D.
Digitized by: Sangmeel, 15, 2001 A.D.

